امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی تقریباً 300 تصانیف سے ماخوذ

جامع الاحادیث

مع افادات

مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ

مرتب

تقدیم، ترتیب، تخریج، ترجمہ

مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولا من انفسهم يتلوا عليهم اٰيٰته ويزكيهم ويعلمهم الكتب والحكمة

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی تقریباً تین سو تصانیف سے ماخوذ (۲۵۰۰) احادیث و آثار

(۶۰۰) مباحث تفسیریہ اور (۱۱۰۰) افادات رضویہ پر مشتمل علوم و معارف کا گنج گرانمایہ

المختارات الرضویۃ من الاحادیث النبویۃ والآثار المرویۃ

المعروف بہ

جامع الاحادیث مکمل

مع افادات

مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ

جلد نہم

تقدیم، ترتیب، تخریج، ترجمہ

مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

ناشر

شبیر برادرز

۴۰- اردو بازار، زبیدہ سنٹر، لاہور

نام کتاب	المختارات الرضوية من الاحاديث النبوية والآثار المروية (جلد نہم)
عرفی نام	جامع الاحادیث (مکمل)
افادات	امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز
ترتیب وتخریج	مولانا محمد حنیف رضوی (صدر المدرسین جامعہ نوریہ بریلی شریف)
پروف ریڈنگ	مولانا عبدالسلام رضوی (استاذ جامعہ نوریہ بریلی شریف)
کمپوزرز	مولوی محمد زاہد علی بریلوی۔ مولوی محمد فضل حق بستوی، محمد عبدالوحید محمد منیف رضا، محمد عفیف رضا، محمد نظیف رضا
باہتمام	شبیر برادرز اُردو بازار لاہور (پاکستان)
تعداد	۶۰۰
سن اشاعت	۲۰۰۸

سورۃ المائدہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۱﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ط اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِیْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا یُتْلٰى عَلَیْكُمْ غَیْرَ مُحِلِّی الصَّیْدِ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ ط اِنَّ اللّٰهَ یَحْكُمُ مَا یُرِیْدُ۔ ☆

اے ایمان والو اپنے قول پورے کرو تمہارے لئے حلال ہوئے بے زبان مویشی مگر وہ جو آگے سنایا جائے گا تم کو لیکن شکار حلال نہ سمجھو جب تم احرام میں ہو بیشک اللہ حکم فرماتا ہے جو چاہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت سے ثابت کہ) معاہدہ میں غدر کسی کے ساتھ جائز نہیں۔ (فتاوی رضویہ ۸/۲۵۲)

﴿۲﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآىٕرَ اللّٰهِ وَ لَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ لَا الْهَدْیَ وَ لَا الْقَلَآىٕدَ وَ لَاۤ آٰمِّیْنَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رِضْوَانًا ط وَ اِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ط وَ لَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا م وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ص وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ص وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ۔ ☆

اے ایمان والو حلال نہ ٹھہرا لو اللہ کے نشان اور نہ ادب والے مہینے اور نہ حرم کو بھیجی ہوئی قربانیاں اور نہ جن کے گلے میں علامتیں آویزاں اور نہ ان کا مال و آبرو جو عزت والے گھر کا قصد کرکے آئیں اپنے رب کا فضل اور اس کی خوشی چاہتے اور جب احرام سے نکلو تو شکار کر سکتے ہو اور تمہیں کسی قوم کی عداوت کہ انہوں نے تم کو مسجد حرام سے روکا تھا زیادتی کرنے پر نہ

ابھارے اور نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

جسے کھانے یا دوا کے لئے کسی جانور کی حاجت ہو وہ اگر بقدر حاجت ایک دو جانور مار لائے تو یہ کسی کھیل یا تفریح کا فعل نہ ہوگا، اس آیت میں اسی کا ذکر ہے۔ اور کھیل کے لئے بے زبان جانوروں کی جان ہلاک کرنا ظلم و بے دردی ہے۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۹/۲/۱۳۸)

(۳) حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ قف وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ط ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ ط الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ط الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ط فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ لا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ☆

تم پر حرام ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا اور وہ جو گلا گھونٹنے سے مرے اور بے دھار کی چیز سے مارا ہوا جو گر کر مرا اور جسے کسی جانور نے سینگ مارا اور جسے کوئی درندہ کھا گیا مگر جنہیں تم ذبح کرلو اور جو کسی تھان پر ذبح کیا گیا ہے اور پانسے ڈال کر بانٹا کرنا یہ گناہ کا کام آج تمہارے دین کی طرف سے کافروں کی آس ٹوٹ گئی تو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا تو جو بھوک پیاس کی شدت میں ناچار ہو یوں کہ گناہ کی طرف نہ جھکے تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اللہ عزوجل نے شریعت غرا بیضاء زہرا عامہ تامہ کاملہ شاملہ، اتاری اور بحمدہ تعالیٰ ہمارے لئے ہمارا دین کامل فرمادیا اور اس کے کرم نے اپنے حبیب اکرم روح پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میں اپنی نعمت ہم پر تمام فرمادی۔

قال اللہ تعالیٰ: الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا ۔

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے دین اسلام پسند فرمایا۔ الحمد اللہ رب العالمیں و صلی اللہ تعالیٰ علی من بہ انعم علینا فی الدنیا و الدین و بہ ینعم انشاء اللہ تعالیٰ فی الآخرۃ الی ابدالآبادین ۔

الحمدللہ ہماری شریعت مطہرہ کا کوئی حکم قرآن عظیم سے باہر نہیں، امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

حسبنا کتاب اللہ ۔ ہمیں قرآن عظیم بس ہے۔

مگر قرآن عظیم کا پورا سمجھنا، ہر جزئیہ کا صریح حکم اس سے نکال لینا عام کو نامقدور ہے۔ اسلئے قرآن کریم نے دو مبارک قانون ہمیں عطا فرمائے۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۲/۵۵)

(۴) یَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَاۤ اُحِلَّ لَهُمْ ؕ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّیِّبٰتُ ۙ وَ مَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِیْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ز فَكُلُوْا مِمَّاۤ اَمْسَكْنَ عَلَیْكُمْ وَ اذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهِ ص وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ۔☆

اے محبوب تم سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لئے کیا حلال ہوا تم فرمادو کہ حلال کی گئیں تمہارے لئے پاک چیزیں اور جو شکاری جانور تم نے سدھا لیے انہیں شکار دوڑاتے جو علم تمہیں خدا نے دیا اس سے انہیں سکھاتے تو کھاؤ اس میں سے جو مار کر تمہارے لئے رہنے دیں اور اس پر اللہ کا نام لو اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ کو حساب کرتے دیر نہیں لگتی۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

شکرا، باز، پالنا درست ہے، اور ایسے جانوروں سے شکار کرانا اور اس کا کھانا بھی درست ہے۔ لقولہ تعالیٰ: وما علمتم من الجوارح الآیہ (المائدۃ ـ ٤)

مگر یہ ضروری ہے کہ شکار غذا، دوا یا کسی نفع صحیح کی غرض سے ہو، محض تفریح و لھو ولعب نہ ہو ورنہ حرام ہے۔ یہ گنہگار ہوگا اگرچہ ان کا مارا ہوا جانور جب کہ وہ تعلیم پا گئے ہوں اور بسم اللہ کہہ

کر چھوڑا ہو حلال ہو جائے گا۔

فان حرمة الارسال بنيته لهو لا ينافي كونه زكوة شرعية لكن سمى الله تعالىٰ و ضرب الغنم من قفاه حرام الفعل و حلال الاكل اه ـ

بٹیر بازی، مرغ بازی اور اس طرح ہر جانور کا لڑانا، جیسے لوگ مینڈھے لڑاتے ہیں لعل لڑاتے ہیں، یہاں تک کہ حرام جانوروں مثلا ہاتھیوں ریچھوں کا لڑانا بھی مطلقا حرام ہے۔ کہ بلا وجہ بے زبانوں کو ایذا ہے۔ (فتاوی رضویہ قدیم ۹/۱۹۵)

۴۳۲۹۔ عن عبد الله بن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال : نهى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن التحريش بين البهائم ـ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جانوروں کو باہم لڑانے سے منع فرمایا۔

(فتاوی رضویہ حصہ اول ۹/۱۹۵)

۴۳۳۰۔ عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال : قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : العجماء جبار ـ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جانور کوئی ذمہ نہیں رکھتے بلکہ وہ مجبور ہیں۔

(فتاوی رضویہ ۷/۲۷۴)

۴۳۳۱ ـ عن عبد الله بن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما قال : قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : لعن الله من مثل بالحيوان ـ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس پر اللہ کی لعنت جو کسی جاندار کو مثلہ کرے۔

۴۳۳۰۔ السنن لابی داؤد، باب فی التحریش بین البهائم، ۱/۳۴۶
الجامع للترمذی، باب ما جاء فی التحریش بین البهائم، ۱/۲۰۴
۴۳۳۱۔ الجامع الصحیح للبخاری، باب فی الرکاز الخمس، ۱/۲۰۳

(حاشیہ مسند امام احمد ص ۳)

(۵) اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ ط وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حِلٌّ لَّکُمْ ص وَطَعَامُکُمْ حِلٌّ لَّھُمْ ز وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ اِذَا آتَیْتُمُوْھُنَّ اُجُوْرَھُنَّ مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ وَلَا مُتَّخِذِیْ اَخْدَانٍ ط وَمَنْ یَّکْفُرْ بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُہٗ ز وَھُوَ فِی الْآخِرَۃِ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ۔☆

آج تمہارے لئے پاک چیزیں حلال ہوئیں اور کتابیوں کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے اور پارسا عورتیں مسلمان اور پارسا عورتیں ان میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب ملی جب تم ان کے مہر دو قید میں لاتے ہوئے نہ مستی نکالتے اور نہ آشنا بناتے اور جو مسلمان سے کافر ہو اس کا کیا دھرا سب اکارت گیا اور وہ آخرت میں زیاں کار ہے،

﴿۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

طہارت شرط ذبح نہیں ۔جنب کے ہاتھ کا ذبح بھی درست ہے، بلکہ وہ جنکا غسل فی الواقع کبھی نہیں اترتا یعنی کافران کتابی، ان کے ہاتھ کا ذبح بھی حلال ہے جیسا کہ (اس آیت میں "وطعام الذین اوتوا الکتب حل لکم ط" اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اور کفار کا کبھی غسل نہ اترتا اس لئے کہ غسل کا ایک فرض، " دہن کے پرزہ پرزہ کا حلق تک دھل جانا ہے۔ دوسرا فرض ناک کے دونوں نتھنوں میں پورے نرم بانسے تک پانی چڑھانا، اول اگر چہ ان سے ادا ہو جاتا ہو جب کہ بے تمیزی سے منہ بھر کر پانی پئیں، مگر دوم کے لئے پانی سونگھ کر چڑھانا درکار ہے جسے وہ قطعاً نہیں کرتے۔ بلکہ آج لاکھوں جاہل مسلمان اس سے غافل ہیں جس کے سبب ان کا غسل نادرست اور نمازیں باطل ہیں، نہ کہ کفار۔

امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں:

محیط میں ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سیر کبیر میں تصریح فرمائی ہے کہ کافر جب اسلام قبول کرے تو اسے غسل جنابت کرنا چاہئے، کیونکہ مشرکین جنابت کا غسل نہیں کرتے اور نہ ہی غسل کا طریقہ جانتے ہیں۔ انتہی

اور ذخیرہ میں ہے۔

کہ بعض مشرک غسل جنابت کا علم نہیں رکھتے، اور بعض جیسے کفار قریش جانتے ہیں، کیونکہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے نسلا بعد نسل ایسا کرتے آئے ہیں۔ لیکن وہ اس کا طریقہ نہیں جانتے ہیں۔ وہ نہ کلی کرتے ہیں اور نہ ناک میں پانی چڑھاتے ہیں حالانکہ یہ دونوں باتیں فرض ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ کلی کرنے اور ناک میں چڑھانے کی فرضیت اہل علم پر مخفی ہے، تو کفار پر اس کے پوشیدہ رہنے کا کیا حال ہوگا۔ لہذا کفار کا وہی حال ہے جس کی طرف انہوں نے (امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے) کتاب (سیر کبیر میں ارشاد فرمایا کہ) یا تو وہ غسل جنابت کرتے ہی نہیں یا غسل تو کرتے ہیں لیکن اس کا طریقہ نہیں جانتے ہیں۔ جو بھی بات ہو بہر حال اسلام لانے کے بعد ان کو غسل کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ کیونکہ جنابت واقع ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ بعض مشائخ کا یہ کہنا کہ اسلام لانے کے بعد غسل کرنا مستحب ہے اس شخص کے بارے میں ہے جو جنبی نہ ہو۔ مثلا بلوغ سے پہلے اسلام لے آیا (مختصرا)

ہاں یہ اور بات ہے کہ بحال جنابت بلاضرورت ذبح نہ چاہئے۔ کہ ذبح عبادت الٰہی ہے جس سے خاص اس کی تعظیم چاہی جاتی ہے، پھر اس میں تسمیہ و ذکر الٰہی ہے تو بعد طہارت اولی ہے اگرچہ ممانعت اب بھی نہیں۔ درمختار میں ہے:

لا یکرہ النظر الی القرآن لجنب کما لا تکرہ ادعیۃ ای تحریما فالوضو لمطلق الذکر مندوب و ترکہ خلاف الاولی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جنبی کے لئے دعائیں پڑھنے کی طرح قرآن پاک کو دیکھنا مکروہ نہیں، اور اس سے مکروہ تحریمی مراد ہے ورنہ مطلقا ذکر کے لئے وضو کرنا مستحب ہے اور اس کا چھوڑنا خلاف اولی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۲/۳۲۵ تا ۳۲۶)

مسلمان مرد کافرہ کتابیہ سے نکاح کرسکتا ہے۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۵/۲۳۱)

(۶) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْاؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ

مِنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۔☆

اے ایمان والو جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو تو اپنا منہ دھوؤ اور کہنیوں تک ہاتھ اور سروں کا مسح کرو اور گٹوں تک پاؤں دھوؤ اور اگر تمہیں نہانے کی حاجت ہو تو خوب ستھرے ہو لو اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم قضائے حاجت سے آئے یا تم نے عورت سے صحبت کی ان صورتوں میں پانی نہ پایا تو پاک مٹی سے تیمم کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرو اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی رکھے ہاں یہ چاہتا ہے کہ تمہیں خوب ستھرا کر دے اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دے کہ کہیں تم احسان مانو۔

﴿۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت میں وضو کے فرائض کا ذکر ہے، ان کی تفصیل اس طرح بیان فرمائی۔ مرتب)

مجتہد جس شئی کی طلب جزمی حتمی اذعان کرے اگر وہ اذعان بدرجہ یقین معتبر فی اصول الدین ہو اور اس تقدیر پر مسئلہ نہ ہوگا مگر مجمع علیہ ائمہ دین، تو وہ فرض اعتقادی ہے جس کا منکر عند الفقہاء مطلقاً کافر ہے۔ اور متکلمین کے نزدیک (منکر اس وقت کافر ہے۔۱۲ اق)

جب مسئلہ ضروریات دین سے ہو اور یہی عند المحققین احوط و اسد (زیادہ احتیاط والا اور زیادہ درست۔۱۲ اق) اور ہمارے اساتذہ کرام کا معول و معتمد (وثوق اور اعتماد والا۔۱۲ اق) ہے ورنہ (یعنی اگر اس مسئلہ پر تمام ائمہ کا اتفاق نہیں ہے۔۱۲ اق) تو واجب اعتقادی ہے۔ پھر اگر مجتہد کو بنظر دلائل شرعیہ جو اس پر ظاہر ہوئے اس کی طلب جزمی میں اصلا شبہ نہیں۔ بایں وجہ کہ اس کی نظر میں اس شئی کا وجود شرط صحت و براءت ذمہ بمعنی علوم بقائے اشتغال قطعی ہے۔ یعنی اگر وہ کسی عمل میں فرض ہو تو بے اس کے وہ عمل باطل محض ہو اور مستقل مطلوب ہے تو بے اس کے برأت ذمہ نہ ہونے پر اسے جزم ہو تو فرض عملی ہے۔ اور اگر خود اس کی رائے میں بھی طلب جزمی نہیں تو واجب عملی۔ کہ بغیر اس کے حکم صحت حاصل اور برأت ذمہ محتمل۔ و قد علم بذلک حد کل واحد منہا۔ اس تقریر سے ہر ایک کی تعریف معلوم ہو گئی۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱/۱۸۰ تا ۱۸۵)

یہاں سے ظاہر ہوا کہ فرض اعتقادی سب سے اعظم و اعلیٰ اور دونوں قسم واجب اعتقادی کا مبائن ہے۔ اور فرض عملی واجب اعتقادی سے خاص مطلقا کہ ہر فرض عملی واجب اعتقادی ہے ولا عکس۔ اور واجب عملی ہر دو قسم فرض کا مبائن اور واجب اعتقادی سے خاص مطلقا ہے کہ ہر واجب عملی واجب اعتقادی ہے۔ ولا عکس۔

ثم اقول: یہ اس تقریر پر ہے کہ قسم عملی بشرط لا ہوں۔ کما ھو المتعارف عند علمائنا۔ اور لا بشرط لیں تو فرض عملی فرض اعتقادی سے عام مطلقا اور واجب اعتقادی سے عام من وجہ ہے، کہ فرض اعتقادی فرض علمی ہے نہ واجب اعتقادی۔ اور واجب عملی بالمعنی الاول میں دونوں مجتمع ہیں اور واجب عملی بالمعنی الثانی واجب اعتقادی کا مساوی کہ اعتقاد وجوب موجب وجوب عمل، اور ایجاب عمل بے اعتقاد وجوب نا محتمل۔ کلام آتی میں معنی اول مراد ہوں گے کہ وہی شائع بین العلماء ہیں وباللہ التوفیق۔

وضو میں فرض اعتقادی یعنی ارکان اعتقادیہ چار ہیں۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱/۱۹۸ تا ۱۹۹)

اول منہ دھونا یعنی علاوہ مستثنیات کے کہ طول میں شروع سطح پیشانی سے نیچے کے دانت جمنے کی جگہ تک، اور عرض میں ایک کان سے دوسرے کان تک۔ اس میں دس استثناء ہیں۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱/۱۹۹)

(۱) آنکھ کے ڈھیلے۔

(۲) پپوٹوں کی اندرونی سطح کہ ان دونوں مواضع کا دھونا باجماع معتد بہ اصلا فرض کیا مستحب بھی نہیں۔

(۳) آنکھیں خوب زور سے بند کرنے سے جو حصہ بند ہو جاتا ہے کہ زم بند کرے تو ظاہر رہتا ہے اتنا حصہ دھلنا مختلف فیہ ہے۔

(۴) دونوں لب کہ بعض نے کہا وہ تابع دہن ہیں اور وضو میں دہن کا دھونا صرف سنت ہے۔

(۵۔۶۔۷) ابرووں اور موچھوں اور بچی کے نیچے کی کھال کہ بعض نے کہا اگرچہ بال چھدرے ہوں۔

(۸) گھنی داڑھی کے نیچے کی کھال اس کا دھونا اصلاً ضروری ہے۔

(۹) داڑھی مطلقاً اس کے باب میں نو قول ہیں۔

(۱۰) کنپٹیاں کہ جب داڑھی کے بال ہوں تو امام ابو یوسف سے ایک روایت آئی کہ انکا دھونا ضروری نہیں۔

دوم۔ دونوں ہاتھ ناخنوں سے کہنیوں تک دھونا۔ اس میں تین استثناء ہیں۔

(۱) خود کہنیاں دھونا۔ امام زفر رحمۃ اللہ کے نزدیک ضروری نہیں۔

(۲) جس چیز کی آدمی کو عموماً یا خصوصاً ضرورت پڑتی رہتی ہے اور اس کے ملاحظہ و احتیاط میں حرج ہے۔ اس کا ناخنوں کے اندر یا اوپر یا اور کہیں لگا رہ جانا اگرچہ جرم دار ہو۔ (جسم رکھتی ہو۔۱۲م) اگرچہ پانی اس کے نیچے نہ پہونچ سکے، جیسے پکانے، گوندھنے والوں کے لئے آٹا، رنگریز کے لئے رنگ کا جرم، عورت کے لئے مہندی کا جرم، کاتب کے لئے روشنائی، مزدور کے لئے گارا مٹی، عام لوگوں کے لئے کوئے یا پلک میں سرمہ کا جرم، بدن کا میل، مٹی، غبار، مکھی مچھر کی بیٹ وغیرہا کہ ان کا رہ جانا فرض اعتقادی کی ادائیگی کو مانع نہیں۔

(۳) مالکیہ کے نزدیک مرد کے لئے چاندی کی انگوٹھی بقدر جائز کہ ان کے مذہب میں دو درہم شرعی ہے، اور عورت کے لئے سونے چاندی کے مطلقاً گہنے، چھلے، انگوٹھیاں، علی بند، حسین بند، آرسی، پہنچیاں، کنگن، چھن بتانے، چوہے دتیاں، یونہی چوڑیاں اگرچہ کانچ یا لاکھ وغیرہ کی ہوں اور ریشم کے لچھے، غرض جتنے گہنے سنگار میں شرعاً جائز ہیں کسی قدر تنگ اور پھنسے ہوئے ہوں کہ پانی بہنے کو روکیں ان کے مذہب میں سب معاف ہیں۔ ہاں لوہے تانبے رانگ وغیرہا کے مکروہ گہنے یا مرد کے لئے سونے کی انگوٹھی شرعاً جائز نہیں۔ ان میں وہ بھی اجازت نہیں مانتے ہیں۔ (فتاوی رضویہ جدید ۱/۲۰۶۔۲۰۷)

سوم۔ سر کا مسح یعنی اس کے لئے کسی جز، کھال یا بال یا نائب شرعی پر نم پہونچ جانا، فرض اعتقادی اسی قدر ہے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱/۲۰۸)

چہارم۔ پاؤں کہ بشرائط شرعیہ موزہ شرعی کے اندر نہ ہو، انہیں ناخون سے پنڈلی اور پاؤں کے جوڑ تک جو وسط قدم میں چہار طرف جداگانہ تحریر سے ممتاز ہے، جہاں عربی نعال کا

دوال باندھا جاتا ہے اور نیچے کروٹوں اور ایڑیوں سب پر پانی پہنچنا۔ فرض اعتقادی اسی قدر ہے۔ اور موزے بشرائط ہوں تو مدت معلوم تک مسح کافی، اور یہاں بھی ہاتھوں کی طرح تین استثناء ہیں۔

(۱) گٹوں سے تحریر مذکور تک کہ اس قدر کا دھونا بروایت ھشام ضروری نہیں۔ اور نفس کعبین مثل مرفقین امام زفر کے نزدیک، خارج ہیں۔ (فتاوی رضویہ جدید ۱/۲۱۰)

(۲) عورتوں کے لئے چھلے وغیرہ جائز کہنیوں کے پیچھے کہ مالکیہ عفو کرتے ہیں۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱/۲۱۱)

(۳) میل، مکھی مچھر کی بیٹ سے سارے ہی بدن میں معاف ہیں اور مہندی مٹی گارا جس طرح ہاتھوں میں گزرا۔ (فتاوی رضویہ جدید ۱/۲۱۱)

اقول: میں نے پاؤں دھونے کے بیان میں میزان الشریعہ کی رعایت کی ہے اور وہ فرماتے ہیں: ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ اگر آدمی نے موزے نہ پہنے ہوں اور قدرت بھی رکھتا ہو تو وضو میں پاؤں کا دھونا فرض ہے۔

امام احمد، اوزاعی، ثوری او ابن جریر سے مروی ہے کہ پورے پاؤں پر مسح کرنا جائز ہے۔ اور ان کے نزدیک انسان کو اختیار ہے کہ پاؤں دھوئے یا مسح کرے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ پاؤں پر مسح کرنا فرض ہے نہ کہ دھونا۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ یہ حکایات کہاں تک صحیح ہیں۔

البحر الرائق میں ہے

کہ پاؤں کے دھونے پر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور روافض کے اختلاف کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

اسی طرح امام نووی نے فرمایا کہ اس پر صحابہ اور فقہاء کا اجماع ہے۔

امام سعید بن منصور اپنی سنن میں عبدالرحمن بن ابی لیلی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کا پاؤں کے دھونے پر اجماع ہے۔ ہاں امام ابن ماجہ وغیرہ عبداللہ بن محمد عقیل کے واسطے سے راوی ہیں، اور ان میں بہت اختلافات ہیں۔ حافظ ابن حجر نے تقریب میں فرمایا: وہ حدیث کی روایت میں سچے ہیں اور نرم ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ آخر

میں یادداشت میں تبدیلی آ گئی تھی۔ راوی مذکور حضرت ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں وہ فرماتے ہیں: کہ ابن عباس نے میرے پاس آ کہ اس حدیث کے بارے میں پوچھا جس کی وہ روایت کرتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو کیا اور دونوں پاؤں دھوئے، ابن عباس نے کہا: کہ لوگ دھونے کے علاوہ کسی کو مانتے ہی نہیں ہیں حالانکہ میں اللہ تعالیٰ کی کتاب میں صرف مسح پاتا ہوں۔

اقول: ہمارے لئے خود انکا یہ ارشاد کافی دلیل ہے کہ لوگ (یعنی صحابہ کرام) دھونے کے علاوہ کسی چیز کو نہیں مانتے اور حق جماعت ہی کے ساتھ ہوتا ہے۔

قول مذکور کے مخالف قول ان سے ثابت ہے۔ سعید ابن منصور، ابن ابی شیبہ، عبدالرزاق، عبد بن حمید، امام طبرانی معجم کبیر میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، اور نحاس حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ انہوں نے ''وارجلکم'' کو زبر کے ساتھ پڑھا ہے، گویا ابن عباس نے فرمایا کہ پاؤں دھونے کی طرف رجوع کیا ہے۔ ابن جریر حضرت عطا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے کسی کو پاؤں پر مسح کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ یہ ابن عباس کے خاص ترین شاگرد ہیں انہوں نے جو کہا وہ آپ نے سن لیا۔ لازمی بات ہے کہ ابن عباس نے مسح کے قول سے رجوع کر لیا، جیسے انہوں نے متعہ کے قول سے رجوع فرمایا، اور یہ آیت تلاوت فرمائی: مگر اپنی بیویوں اور مملوکہ کنیزوں پر۔ اور انہوں نے فرمایا: کہ ان دنوں کے علاوہ ہر فرج حرام ہے۔ اس طرح ان تمام حضرات سے رجوع ثابت ہے جن سے مسح کا قول نقل کیا گیا ہے اور وہ مختصر سا گروہ ہے۔ تو پاؤں کے دھونے پر اجماع کے منعقد ہونے میں کوئی شک نہیں ہے جیسے کہ جلیل القدر کبیر الشان تابعی حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ واللہ الھادی۔ اور اللہ ہی ھدایت دینے والا ہے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱/۲۱۱ تا ۲۱۳)

فرض عملی ہر مذہب میں جدا ہوتے ہیں۔ ہمارے مذہب صحیح معتمد مفتی بہ پر وضو میں فرض عملی بمعنی مذکور اعنی ارکان عملیہ کہ یہاں وہی واجب اعتقادی ہیں بارہ ہیں جن میں اکثر کا استخراج مسائل پر ہمارے بیان سابق سے دشوار نہیں مگر مفتی بہ کی غیر ماخوذ سے تمیز صریح اور اپنے کم علم عوام بھائیوں کی تفہیم کے لئے صاف تصریح بہتر ہے۔

(۱) دونوں لب حق یہ ہے کہ ان کا دھونا فرض ہے یہاں تک کہ اگر لب خوب زور سے بند کر لئے کہ ان کی کچھ تحریر جو عادی طور پر بند رکھنے میں بھی کھلی رہتی ہے اب چھپ گئی اور اس پر پانی نہ بہا، نہ کلی کی، وضوء نہ ہوگا۔ ہاں عادی طور پر خاموش بیٹھنے کی حالت میں لبوں کا جتنا حصہ باہم چھپ جاتا ہے تو وہ ان دونوں کا تابع ہے کہ وضو میں اس کا دھونا فرض نہیں۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱/۲۱۳۔۲۱۴)

(۲۔۳۔۴) بھووؤں، موچھوں، بچی کے نیچے کی کھال جب کہ بال چھدرے ہوں کھال نظر آتی ہو وضو میں بھی دھونا فرض ہے۔ ہاں اگر گھنے ہوں کہ کھال بالکل نہ دکھائی دے تو وضو میں ضروری نہیں اور غسل میں ضروری ہے۔

(۵) داڑھی چھدری ہو تو اس کے نیچے کی کھال دھلنا فرض، اور گھنی داڑھی ہو تو جس قدر بال دائرہ رخ میں داخل ہیں ان سب کا دھونا فرض ہے، یہی صحیح و معتمد ہے۔ ہاں جو بال نیچے چھوٹے ہوتے ہیں ان کا مسح سنت ہے اور دھونا مستحب ہے، اور نیچے ہونے کے یہ معنی کہ داڑھی کو ہاتھ سے ذقن (ٹھوڑی) کی طرف دبائیں تو جتنے بال منہ کے دائرہ سے نکل گئے ان کو دھونا ضروری نہیں باقی کا ضروری ہے، ہاں خاص جڑیں ان کا بھی وضو میں دھونا ضروری نہیں کہ ان کا دھونا بعینہ کھال کا دھونا ہوگا اور گھنی داڑھی میں اس کا دھونا ساقط ہو چکا ہے۔

درمختار میں ہے۔

مذہب صحیح مفتی بہ اور جس کی طرف رجوع کیا گیا ہے کے مطابق تمام داڑھی کا دھونا فرض عملی ہے۔ (بدائع)

پھر اس میں اختلاف نہیں کہ لٹکنے والے بالوں کا دھونا اور ان پر مسح کرنا واجب نہیں بلکہ سنت ہے۔ اور وہ ہلکی داڑھی جس کے نیچے جلد دکھائی دیتی ہو اس کے نیچے کا حصہ دھونا واجب ہے۔

اسی میں ہے۔

آنکھوں، ناک، اور منہ کے اندرونی حصوں، ابروؤں، داڑھی اور موچھوں کی جڑوں کا دھونا واجب نہیں ہے۔

ردالمحتار میں ہے۔

آنکھوں کا دھونا واجب نہیں، یہ اس صورت پر محمول ہے کہ ابرو گھنے ہوں۔ اگر جلد ظاہر ہو تو اس کا دھونا واجب ہے جیسا کہ برہان کے حوالے سے آئے گا۔ اسی طرح داڑھی اور مو چھوں کے بارے میں کہا جائے (کہ وہ گھنی ہوں تو جلد کا دھونا واجب نہیں) ۔۱۲ق) حلبی نے شارح ہدایہ عصام الدین سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

مصنف نے کہا کہ کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ یعنی تمام روایات کے مطابق اہل مذہب میں اختلاف نہیں۔ یہ قول اس تفصیل کے مخالف نہیں جو ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں، کیوں کہ وہ غیر احناف کا اختلاف گزرا ہے۔

اسی میں ہے۔

مصنف نے کہا کہ مسترسل یعنی چہرے کے دائرے سے باہر ہوں۔ ابن حجر نے شرح منہاج میں اسی کی تفسیر یہ کی کہ اگر ان بالوں کو نیچے کی جانب پھیلا دیا جائے تو چہرے کے دائرے سے باہر ہوں۔

مصنف نے کہا۔ بل یسن ۔ یعنی مسح مسنون ہے کیونکہ ضمیر راجع کرنے کے لئے مسح اقرب ہے اور منیہ کی عبارت اس بارے میں واضح۔

(۶) کنپٹیاں، کان اور رخسار کے بیچ میں جو حصہ ہے اس کا دھونا فرض ہے، جتنا حصہ داڑھی اور کان کے بیچ میں ہے وہ مطلقا اور جتنا بالوں کے نیچے ہے اگر بال چھدرے ہوں تو وہ بھی۔ ہاں گھنے ہوں تو اس کا فرض بالوں کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ و قد تقدم ما یکفی لا فادتہ ۔ (اس سے پہلے گزر چکا ہے جو اس کا فائدہ دینے کے لئے کافی ہے۔۱۲ق)

(۷) دونوں کہنیاں تمام وکمال۔

(۸) انگوٹھی چھلے وغیرہا جائز و ناجائز ہر قسم کے گہنے مرد و عورت سب کے لیے جب تک تنگ ہوں کہ بے اتارے ان کے نیچے پانی نہ بہے گا اتار کر دھونا فرض ہے ورنہ ہلا ہلا کر پانی ڈالنا کہ ان کے نیچے بہ جائے مطلقا ضروری ہے۔

درمختار میں ہے۔

اگر اس کی انگوٹھی تنگ ہے تو اس کا اتار کر دھونا واجب ہے۔۱۲

(۹) مسح کی نم سر کی کھال یا خاص سر پر جو بال ہیں (نہ وہ کہ سر سے نیچے لٹکتے ہیں) ان

پر پہنچانا فرض ہے۔ عمامے دوپٹے وغیرہ پر مسح ہرگز کافی نہیں مگر جب کہ کپڑا اتنا باریک اور نم اتنی کثیر ہو کہ کپڑے سے پھوٹ کر سر یا بالوں کی مقدار شرعی پر پہنچ جائے۔

بحر میں ہے۔

معراج الدرایہ میں ہے کہ اگر عورت نے اپنے دوپٹے پر مسح کیا اور تری اس کے سر تک پہنچ گئی یہاں تک کہ سر کا چوتھائی حصہ تر ہو گیا تو جائز ہے۔ ہمارے شیخ نے کہا کہ اگر دوپٹا نیا ہو تو جائز ہے کیونکہ نئے دوپٹے کے سوراخ استعمال سے بند نہیں ہوتے تو ان میں سے تری داخل ہو جاتی ہے، اور اگر نیا نہ ہو تو جائز نہیں کیوں کہ اس کے سوارخ بند ہو چکے ہیں۔ (بحر)

ہمارے مشائخ رحمھم اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ امور کو ان کے احوال پر محمول کرتے ہیں جن کا گمان غالب ہوتا ہے، مثلاً جنبی پانی پیئے تو اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اگر وہ جاہل ہے تو جانوروں کی طرح منہ لگا کر پیئے گا لہذا کلی کرنے سے کفایت کر جائے گا، اور عالم ہو تو چوس کر پیئے گا لہذا کفایت نہیں کرے گا۔ اسی طرح کتے نے کپڑے کے اوپر سے کاٹا اگر خوشی سے ہے تو کپڑا پلید ہو جائے گا۔ کیونکہ اس کا تھوک بہے گا، اور اگر حالت غضب میں ہے تو پلید نہ ہو گا۔ کیونکہ اس کا تھوک خشک ہو جائے گا۔ اسی طرح زندہ چوہیا کنویں میں گر گئی، اگر وہ بلی سے ڈر کر بھاگ رہی تھی تو کنواں پلید ہو جائے گا۔ کیونکہ اس کا پیشاب خطا ہو رہا ہو گا ورنہ نہیں۔ اس کی بے شمار مثالیں ہیں۔ جسے بنیاد کا پتہ ہو گا وہ مقصود کو بھی پہچان لیگا، اور بنیاد یہ ہے کہ مقدار فرض تک تری پہنچ جائے۔ اگر یقین ہو جائے کہ تری پہنچ گئی ہے تو کافی ہے اگرچہ کپڑا پرانا ہو۔ اور اگر تری پہنچنے کا یقین نہ ہو تو کافی نہیں ہے اگرچہ کپڑا نیا ہو۔ جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔

(۱۰) نم کم از کم چوتھائی سر کو استیعاب کر لے۔

(۱۱) کعبین گٹوں یعنی ٹخنوں کا نام ہے ان کے بالائی کناروں سے ناخنوں تک ہر حصے پر زے زرے ذرے کا دھلنا فرض ہے۔ اس میں سے سر سوزن برابر اگر کوئی جگہ پانی بہنے سے رہ گئی وضو نہ ہوگا۔ ہاں پاؤں میں تیسرا استیعاب جو گزرا اپنے محل پر مسلم ہے جس کی تحقیق فقیر کے فتاوی بیان غسل میں ملے گی۔ چھلے اور سب گہنے کہ گٹوں پر یا ان سے نیچے ہوں ان کا حکم وہی ہے جو فرض ہشتم میں گزرا۔

(۱۲) منہ ہاتھ پاؤں تینوں عضووں کے تمام مذکور ذروں پر پانی بہانا فرض ہے۔ فقط

بھیگے ہاتھ پھر جانا یا تیل کی طرح پانی چپڑ لینا تو بااجماع کافی نہیں۔ اللھم الا ما مر فی رجلین۔ (سوائے اس کے جو پاؤں کے بارے میں گزرا۔ ۱۲ق)

اور صحیح مذہب میں ایک بوند ہر جگہ سے ٹپک جانا بھی کافی نہیں کم سے کم دو بوندیں ہر ذرہ ابدان مذکور پر بہیں۔ (فتاوی رضویہ جدید ۱/۲۱۸)

رہا واجب عملی وہ وضو میں کوئی نہیں۔

بحرالرائق سے گزرا۔

اتفق الاصحاب انہ لاواجب فی الوضوء۔ ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے کہ وضو میں کوئی واجب نہیں۔ ۱۲ق

درمختار میں ہے:

افاد انہ لا واجب للوضوء و لا للغسل۔ مصنف نے اشارہ کیا ہے کہ وضو اور غسل میں کوئی واجب نہیں۔ ۱۲ق

اسی طرح کتب کثیرہ میں ہے اور خود بعد نقل اتفاق اصحاب کی کیا حاجت اطناب و اسہاب۔ (فتاوی رضویہ جدید ۱/۲۲۳)

﴿۱۵﴾ يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ قَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمۡ كَثِيرٗا مِّمَّا كُنتُمۡ تُخۡفُونَ مِنَ ٱلۡكِتَٰبِ وَيَعۡفُواْ عَن كَثِيرٖۚ قَدۡ جَآءَكُم مِّنَ ٱللَّهِ نُورٞ وَكِتَٰبٞ مُّبِينٞ ☆

اے کتاب والو بیشک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول تشریف لائے کہ تم پر ظاہر فرماتے ہیں بہت سی چیزیں جو تم نے کتاب میں چھپا ڈالی تھیں اور بہت سی معاف فرماتے ہیں بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

﴿۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت میں نور سے مراد حضور سید عالم ﷺ کی ذات اقدس ہے، اور احادیث میں حضور کی نورانیت کا اس طرح ذکر ہے)

۴۳۴۲۔ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہما قال: قلت: یا رسول اللہ بابی انت وامی اخبرنی عن اول شیء خلقہ اللہ تعالی قبل الاشیاء، قال: یا جابر!

ان اللہ تعالی قد خلق قبل الاشیاء نور نبیك من نورہ، فجعل ذلك النور یدور بالقدرۃ حیث شاء اللہ تعالیٰ، ولم یکن فی ذلك الوقت لوح و لا قلم و لا جنۃ و لانار و لا ملك و لا سماء ولا ارض ولاشمس و لا قمر ولا جنی ولا انسی ۔ فلما اراد اللہ تعالیٰ ان یخلق قسم ذلك النور اربعۃ اجزاء فخلق من الجزء الاول القلم، ومن الثانی اللوح، و من الثالث العرش ثم قسم الجزء الرابع اربعۃ اجزاء فخلق من الاول حملۃ العرش، ومن الثانی الکرسی و من الثالث باقی الملائکۃ، ثم قسم الرابع اربعۃ اجزاء فخلق من الاول السموٰت ومن الثانی الارضین ومن الثالث الجنۃ و النار ۔ ثم قسم الرابع اربعۃ اجزاء ۔ الحدیث بطولہ ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان، مجھے بتادیجئے کہ سب سے پہلے اللہ عزوجل نے کیا چیز بنائی، فرمایا: اے جابر! بیشک بالیقین اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا، وہ نور قدرت الٰہی سے جہاں خدا نے چاہا دورہ کرتا رہا۔ اس وقت لوح، قلم، جنت، دوزخ، فرشتے، آسمان، زمیں، سورج، چاند، جن اور آدمی کچھ نہ تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا اس نور کے چار حصے فرمائے، پہلے سے قلم، دوسرے سے لوح، تیسرے سے عرش بنایا، پھر چوتھے کے چار حصہ کئے، پہلے سے فرشتگان حامل عرش، دوسرے سے کرسی، تیسرے سے باقی ملائکہ پیدا کئے۔ پھر چوتھے کے چار حصے کئے، پہلے سے آسمان، دوسرے سے زمیں، تیسرے سے بہشت ودوزخ بنائے۔ پھر چوتھے کے چار حصے کئے ۔ الی آخر الحدیث

﴿۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ حدیث امام بیہقی نے بھی دلائل النبوۃ میں بنحوہ روایت کی۔

اجلۂ ائمہ دین مثل امام قسطلانی مواہب لدنیہ، اور امام ابن حجر مکی افضل القریٰ، اور علامہ

۴۳۳۲۔ المواھب اللدنیہ للقسطلانی، ۱/۵۵ ☆ شرح المواھب للزرقانی، ۱/۵۵

مدارج النبوۃ للمحدث الدھلوی، ۲/۲ ☆ تاریخ الخمیس للدیار البکری، ۱/۲۲

فاسی مطالع المسرات، اور علامہ زرقانی شرح مواہب، اور علامہ دیار بکری خمیس، اور شیخ محقق دہلوی مدارج النبوۃ میں اس حدیث سے استناد اور اس پر تعویل واعتماد فرماتے ہیں۔

بالجملہ وہ تلقی امت بالقبول کا منصب جلیل پائے ہوئے ہے، تو بلاشبہ حدیث حسن صالح مقبول معتمد ہے، تلقی علماء بالقبول وہ شیئ عظیم ہے جس کے بعد ملاحظہ سند کی حاجت نہیں رہتی، بلکہ سند ضعیف بھی ہو تو حرج نہیں کرتی، کما بیناہ فی منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین۔

لاجرم علامہ محقق عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں۔

قد خلق کل شیئ من نورہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم کما ورد بہ لحدیث الصحیح۔

بیشک ہر چیز نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور سے بنی جیسا کہ حدیث صحیح اس معنی میں وارد ہوئی۔

ذکرہ فی المبحث الثانی بعد النوع الستین من آفات اللسان فی مسئلۃ ذم الطعام۔

مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں ہے۔

قد قال الاشعری انہ تعالیٰ نور لیس کالانوار و الروح النبویۃ القدسیۃ لمعۃ من نورہ، و الملائکۃ شرر تلک الانوار، و قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اول ما خلق اللہ نوری، و من نوری خلق کل شیئ و غیرہ فیما فی معناہ۔

یعنی امام اجل امام اہل سنت سیدنا ابوالحسن الاشعری قدس سرہ (جن کی طرف نسبت کر کے اہل سنت کو اشاعرہ کہا جاتا ہے) ارشاد فرماتے ہیں: کہ اللہ عزوجل نور ہے نہ اور نوروں کی مانند، اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح پاک اسی نور کی تابش ہے، اور ملائکہ ان نوروں کے ایک پھول ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور بنایا اور میرے ہی نور سے ہر چیز پیدا فرمائی، اور اس کے سوا اور حدیثیں ہیں جو اسی مضمون میں وارد ہیں۔

ہاں اسے باعتبار کنہ وکیفیت متشابہات سے کہنا وجہ صحت رکھتا ہے، واقعی نہ رب العزت جل وعلانہ اس کے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا کہ مولیٰ تعالیٰ نے اپنے نور سے نور مطہر سید انوار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیونکر بنایا، نہ بے بتائے اس کی پوری حقیقت ہمیں خود معلوم ہوسکتی ہے، اور یہی معنی متشابہات ہیں۔

شمع سے شمع روشن ہوجانا بے اس کے کہ اس شمع سے کوئی حصہ جدا ہوکر یہ شمع بنے اس کی مثال میں کہا جاسکتا ہے، لیکن اس سے بہتر آفتاب اور دھوپ کی مثال ہے کہ نور شمس نے جس پر تجلی کی وہ روشن ہوگیا اور ذات شمس سے کچھ جدا نہ ہوا، مگر ٹھیک مثال کی وہاں مجال نہیں، جو کہا جائے گا ہزاروں ہزار وجوہ پر ناقص ونا تمام ہوگا۔ پھر یہ کہ مثال سمجھانے کو ہوتی ہے نہ کہ ہر طرح برابری بتانے کو۔

قرآن عظیم میں نور الٰہی کی مثال دی۔

کمشکوٰۃ فیہا مصباح، جیسے طاق کہ اس میں چراغ ہو۔

کہاں چراغ اور قندیل اور کہاں نور رب جلیل، یہ مثال وہابیہ کے اس اعتراض کے دفع کو تھی کہ نور الٰہی سے نور نبوی پیدا ہوا تو نور الٰہی کا ٹکڑا جدا ہونا لازم آیا۔

اسے بتایا گیا کہ چراغ سے چراغ روشن ہونے میں اس کا ٹکڑا کٹ کر اس میں نہیں آجاتا جب یہ فانی مجازی نور اپنے نور سے دوسرا نور روشن کردیتا ہے تو اس نور الٰہی کا کیا کہنا، نور سے نور پیدا ہونے کو نام وروشنی میں مساوات بھی ضروری نہیں، چاند کا نور آفتاب کی ضیاء سے ہے، پھر کہاں وہ اور کہاں یہ، علم ہیئت میں بتایا گیا ہے کہ اگر چودھویں رات کے کامل چاند کے برابر نوے ہزار چاند ہوں تو روشنی آفتاب تک پہونچے گی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

نور عرف عامہ میں ایک کیفیت ہے کہ نگاہ پہلے اسے ادراک کرتی ہے اور اس کے واسطہ سے دوسری اشیائے دیدنی کو، اور حق یہ ہے کہ نور اس سے اجلی ہے کہ اس کی تعریف کی جائے، یہ جو بیان ہوا تعریف الجلی بالخفی ہے، کما نبہ علیہ فی المواقف و شرحہا نور بایں معنی ایک عرض وحادث ہے اور رب عزوجل اس سے منزہ ہے۔

محققین کے نزدیک نور وہ کہ خود ظاہر ہو اور دوسروں کا مظہر۔

کما ذکرہ الامام حجۃ الاسلام الغزالی ثم العلامۃ الزرقانی فی شرح

المواہب الشریفۃ۔

بایں معنی اللہ عزوجل نور حقیقی ہے بلکہ حقیقۃً وہی نور ہے اور آیہ کریمہ ''اللـــــه نـــور السموٰت و الارض'' بلا تکلف وبلا تاویل اپنے معنی حقیقی پر ہے۔ فان اللــه عزوجل هو الظاهر بنفسه المظهر بغیره من السموٰت و الارض و من فیهن و سائر المخلوقات

حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلا شبہ اللہ عزوجل کے نور ذاتی سے پیدا ہیں۔ حدیث میں ''نورہ'' فرمایا، جس کی ضمیر اللہ کی طرف ہے، کہ اس میں ذات ہے، ''من نور اسمالله'' یا، من نور رحمته، وغیرہ نہ فرمایا کہ نور صفات سے تخلیق ہو۔

علامہ زرقانی اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:۔

من نوره ای من نور هو ذاته۔

یعنی اللہ عزوجل نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس نور سے پیدا کیا جو عین ذات الٰہی ہے۔ یعنی اپنی ذات سے بلاواسطہ پیدا فرمایا۔

امام احمد قسطلانی مواہب شریفہ میں فرماتے ہیں:۔

لما تعلقت ارادة الحق تعالیٰ بایجاد خلقه ابرز الحقیقة المحمدیة من الانوار الصمدیة فی الحضرة الاحدیة، ثم سلخ منها العوالم کلها علوها و سفلها۔

جب اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کرنا چاہا، صمدی نوروں سے مرتبہ ذات صرف میں حقیقت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ظاہر فرمایا، پھر اس سے تمام عالم علوی و سفلی نکالے۔

شرح علامہ میں فرماتے ہیں:

مرتبہ احادیت ذات کا پہلا تعین اور پہلا مرتبہ ہے جس میں غیر ذات کا اصلا لحاظ نہیں، جس کی طرف حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں اشارہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ تھا اور اس کے ساتھ کچھ نہ تھا، اسے سیدی کاشانی قدس سرہ نے ذکر فرمایا۔

شیخ محقق مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں:

انبیاء اللہ تعالیٰ کے اسمائے ذاتیہ سے پیدا ہوئے اور اولیاء اسمائے صفاتیہ سے، بقیہ کائنات صفات فعلیہ سے، اور سید رسل ذات حق سے اور حق کا ظہور بالذات ہے۔

ہاں عین ذات الٰہی سے پیدا ہونے کے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ ذات الٰہی ذات

رسالت کے لئے مادہ ہے، جیسے مٹی سے انسان پیدا ہوا۔ یا عیاذاً باللہ ذات الٰہی کا کوئی حصہ یا کل ذات نبی ہو گیا، اللہ عزوجل حصے اور ٹکڑے اور کسی کے ساتھ متحد ہو جانے یا کسی شی میں حلول فرمانے سے پاک ومنزہ ہے۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواہ کسی شی کو جزء ذات الٰہی خواہ کسی مخلوق کو عین و نفس ذات الٰہی ماننا کفر ہے۔

اس تخلیق کے اصل معنی تو اللہ ورسول جانیں، جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ عالم میں ذات رسول کو کوئی پہچانتا نہیں۔

حدیث میں ہے:

یا ابابکر ! لم یعرفنی حقیقة غیر ربی

اے ابوبکر! مجھے جیسا میں حقیقت میں ہوں میرے رب کے سوا کسی نے نہ جانا۔

ذات الٰہی سے اس کے پیدا ہونے کی حقیقت کسے مفہوم ہو، مگر اس میں فہم ظاہر بین کا جتنا حصہ ہے وہ یہ ہے کہ حضرت حق عز جلالہ نے تمام جہان کو حضور پرنور محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطے پیدا فرمایا۔ حضور نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا۔

لو لاك ما خلقت الدنيا ۔

اگر آپ کو پیدا کرنا منظور نہ ہوتا میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ارشاد ہوا۔

لو لا محمد ماخلقتك و لا ارضا و لا سماء.

اگر محمد نہ ہوتے تو میں نہ تمہیں بناتا، نہ زمین، نہ آسمان۔

تو سارا جہاں ذات الٰہی سے بواسطہ حضور صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدا ہوا۔ یعنی حضور کے واسطے، حضور کے صدقہ، حضور کے طفیل میں۔

یہ نہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ سے وجود حاصل کیا پھر باقی مخلوق کو آپ نے وجود دیا، جیسے فلاسفہ کا فرگمان کرتے ہیں کہ عقول کے واسطے سے اور ان کے وجود بخشنے سے دوسری چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ظالموں کے اس قول سے بلندو بالا ہے، کیا اللہ تعالیٰ کے علاوہ بھی کوئی خالق ہوسکتا ہے۔

بخلاف ہمارے حضور عین النور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ وہ کسی کے طفیل میں نہیں، اپنے رب کے سوا کسی کے واسطے نہیں، تو وہ ذات الٰہی سے بلا واسطہ پیدا ہیں۔

زرقانی شریف میں ہے

اس نور سے جو اللہ کی ذات ہے، یہ مقصد نہیں کہ وہ کوئی مادہ ہے جس سے آپ کا نور پیدا ہوا بلکہ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ آپ کے نور سے بلا کسی واسطہ فی الوجود کے متعلق ہوا۔

یا زیادہ سے زیادہ بغرض توضیح ایک کمال ناقص مثال یوں خیال کیجئے، کہ آفتاب نے ایک عظیم وجمیل وجلیل آئینہ پر تجلی کی، آئینہ چمک اٹھا، اور اس کے نور سے اور آئینے اور پانیوں کے چشمے اور ہوائیں، اور سائے ہوئے آئینوں اور چشموں میں صرف ظہور نہیں بلکہ اپنی اپنی استعداد کے لائق شعاع بھی پیدا ہوئی کہ اور چیز کو روشن کر سکے کچھ دیواروں پر دھوپ پڑی، یہ کیفیت نور سے متکیف ہیں اگر چہ اور کو روشن نہ کریں جن تک دھوپ بھی نہ پہونچی، وہ ہوائے متوسط نے ظاہر کیں، جیسے دن میں مسقّف دالان کی اندرونی دیواریں ان کا حصہ صرف اسی قدر ہوا، کیفیت نور سے بہرہ نہ پایا۔

پہلا آئینہ خود ذات آفتاب سے بلا واسطہ روشن ہے اور باقی آئینے، چشمے اس کے واسطے سے، اور دیواریں وغیرہا واسطہ در واسطہ، پھر جس طرح وہ نور کہ آئینہ اول پر پڑا بعینہ آفتاب کا نور ہے بغیر اس کے کہ آفتاب خود یا اس کا کوئی حصہ آئینہ ہو گیا ہو، یونہی باقی آئینے اور چشمے کہ اس آئینے سے روشن در روشن ہوئے اور دیوار وغیرہ اشیاء پر ان کی دھوپ پڑی یا صرف ظاہر ہوئی ان سب پر بھی یقیناً آفتاب ہی کا نور اور اسی سے ظہور ہے، آئینے اور چشمے فقط واسطۂ وصول ہیں۔ ان کی حد ذات میں دیکھو تو یہ خود نور تو نور ظہور سے بھی حصہ نہیں رکھتے۔

یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پرتو آں
ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

یہ نظیر محض ایک طرح کی تقریب فہم کے لئے ہے۔ جس طرح ارشاد ہوا۔ مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح، ورنہ کجا چراغ اور کجا وہ نور حقیقی، وللہ المثل الاعلیٰ۔

توضیح صرف ان دو باتوں کی منظور ہے۔

ایک یہ کہ دیکھو، آفتاب سے تمام اشیاء منور ہوئیں بے اس کے کہ آفتاب خود آئینہ ہو گیا یا اس میں سے کچھ جدا ہو کر آئینہ بنا۔

دوسرے یہ کہ ایک آئینہ نفس ذات آفتاب سے بلاواسطہ روشن ہے باقی بوسائط۔

ورنہ حاشا کہاں مثال اور کہاں وہ بارگاہ جلال۔ باقی اشیاء سے کہ مثال میں بالواسطہ منور مانیں آفتاب حجاب میں ہے اور اللہ عزوجل ظاہر فوق کل ظاہر ہے۔ آفتاب ان اشیاء تک اپنے وصول نور میں وسائط کا محتاج ہے اور اللہ عزوجل احتیاج سے پاک، غرض کسی بات میں نہ تطبیق مراد نہ ہرگز ممکن، حتی کہ نفس وساطت بھی یہاں یکساں نہیں۔ کما لا یخفی و قد اشرنا الیہ۔

سیدی ابوسالم عبداللہ عیاشی ہم استاذ علامہ محمد زرقانی تلمیذ علامہ ابوالحسن شرابلسی اپنی کتاب ''الرحلہ'' پھر سیدی علامہ عثادی رحمہم اللہ تعالیٰ جمیعا ''شرح صلاۃ'' حضرت سیدی احمد بدوی کبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فرماتے ہیں۔

اس کا ادراک حقیقۃً وہی کرسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''اللہ نور السموٰت و الارض'' کا معنی جانتا ہے، کیونکہ وہم اور عقل کے ذرائع اس کا حقیقی ادراک نہیں کرسکتے، اس کو تو صرف بندے کے دل میں اس نور کو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ شعاؤں سے ہی سمجھا جاسکتا ہے حدیث کے معنی کو سمجھنے کے لئے قریب ترین یہ ہے کہ نور محمدی جب قدیم اور ازلی نور کی پہلی تجلی ہے تو کائنات میں بھی اللہ تعالیٰ کے وجود کا وہی سب سے پہلا مظہر ہے اور وجود میں آنے والے تمام نوروں کی اصل قوت ہے۔ جب یہ نور اول چمکا اور منور ہوا تو اس نور محمدی نے تمام موجودات پر درجہ بدرجہ اپنی چمک ڈالی تو بلاواسطہ یا واسطوں کی کمی بیشی کے اعتبار سے ہر چیز اپنی استعداد کے مطابق چمک اٹھی اور تمام حقائق واقسام اس نور کی چمک سے اس کے مظہر بن گئے، یوں وجود میں آنے والا پہلا نور ایک تھا لیکن اس کی چمک سے دوسرے حقائق بھی اپنی حقیقت کے مطابق اس نور سے منور ہوتے چلے گئے اور کائنات میں نور در نور بن گئے جبکہ وجود حادث میں نور کی صرف دو ہی قسمیں ہیں۔

ایک فیض دینے والا دوسرا فیض پانے والا۔ حالانکہ نفس الامری حقیقت میں یہ دونوں نور ایک ہی ہیں، یہ ایک واقعی نور ہی قابل اشیاء میں چمک پیدا کر کے متعدد مظاہر میں ظاہر ہوتا

ہے اور تمام اجسام میں ہر قسم کی صورت میں چمکتا ہے، اسی طرح فیض یافتہ نور بھی اپنی استعداد کے مطابق دوسری قابل اشیاء میں چمک پیدا کر کے ان کو منور کرتا ہے، جس سے مزید مظاہرات کی اقسام حاصل ہوتی ہیں، جبکہ یہ تمام انوار بالواسطہ یا بلا واسطہ سب سے پہلے نور حادث سے ہی مستفیض ہیں۔

اس تقریر کے لئے یہ انتہائی محتاط عبارت ہے جو علوم الٰہیہ کے موافق ہے، اس سے زائد عبارت خطرناک ہوسکتی ہے۔

اس تقریر کے مناسب مثال وہ چراغ ہے جس سے بے شمار چراغ روشن ہوئے، اس کے باوجود وہ اپنی اصل حالت پر ہے اور اس کے نور میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔

مزید واضح مثال سورج ہے جس سے تمام سیارے روشن ہیں جن کا اپنا کوئی نور نہیں۔ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ سورج کا نور ان سیاروں میں منقسم ہوگیا ہے جبکہ فی الواقع ان سیاروں میں سورج ہی کا نور ہے جو سورج سے نہ تو جدا ہوا اور نہ کم ہوا۔ سیارے تو صرف اپنی قابلیت کی بنا پر چمک اور سورج کی روشنی سے منور ہوئے۔

مزید سمجھنے کے لئے پانی اور شیشے پر پڑنے والی سورج کی شعاؤں کو دکھا جائے جن کا عکس پانی یا شیشے کے بالمقابل دیوار پر پڑتا ہے جس سے دیوار روشن ہو جاتی ہے، دیوار پر یہ روشنی سورج ہی کا نور ہے۔

جب اللہ تعالیٰ کسی کے قلب کو حجاب غفلت سے پاک کرتا ہے اور وہ دل انوار محمدیہ سے منور ہوتا ہے تو پھر اس کا ادراک ایسا کامل ہو جاتا ہے کہ اس میں شک اور وہم کا احتمال نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری بصیرت کو اپنے علم کے نور سے منور فرمائے، اور ہمارے باطن کو جہالت کے اندھیروں سے محفوظ فرمائے، اور جن امور میں ہم غور کرنے کے اہل نہیں ان پر ہماری جسارت کو معاف فرمائے، اور اس جناب میں ہماری عبارت کی کوتاہیوں پر مواخذہ نہ فرمائے۔ آمین۔

اس تقریر منیر سے مقاصد مذکورہ کے سوا چند فائدے اور حاصل ہوئے۔

اول:

اول یہ بھی روشن ہوگیا کہ تمام عالم نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیونکر بنا، بے

اس کے کہ نور حضور تقسیم ہوا یا اس کا کوئی حصہ ایں و آں بنا ہو۔ اور یہ کہ وہ جو حدیث میں ارشاد ہوا کہ پھر اس نور کے چار حصے کئے تین سے قلم و لوح و عرش بنائے، چوتھے کے پھر چار حصے کئے الی آخرہ۔ یہ اس کی شعاعوں کا انقسام جیسے ہزار آئینوں میں آفتاب کا نور چمکے تو وہ ہزار حصوں میں منقسم نظر آئے گا حالانکہ آفتاب نہ منقسم ہوا نہ اس کا کوئی حصہ آئینوں میں آیا۔

اس تقریر سے علامہ شبراملسی کا اعتراض بھی ختم ہو گیا، اعتراض اس طرح تھا۔

اعتراض:- حقیقت واحدہ تقسیم نہیں ہوتی، کیونکہ حقیقت محمدیہ ان اقسام میں ایک قسم ہے، اور اگر باقی اقسام اسی حقیقت سے ہیں تو یہ حقیقت تقسیم ہو گئی، اور اگر باقی چیزیں اس حقیقت کی غیر ہیں تو انقسام کا کیا مطلب، پھر علامہ نے خود ہی جواب دیا اور علامہ زرقانی نے ان کی اتباع کی۔

جواب:- حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں اضافہ کیا نہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور کو تقسیم کیا، کیوں کہ یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک ایسی صورت مثالی عطا کی جس پر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخلیق ہوئی تھی، تو اسے تقسیم نہیں کہا جائے گا۔

ان کے جواب کا خلاصہ جسے ان کے شاگرد علامہ عیاشی نے بیان کیا یہ ہے کہ انقسام کا معنی نور محمدی پر اضافے کے ہیں اس طرح آخری تقسیم تک سلسلہ جاری رہا۔

عیاشی نے کہا: ظاہر کے لحاظ سے یہ جواب کافی ہے اور تحقیق اس کے علاوہ اللہ خوب جانتا ہے۔

اقول اولا: انہوں نے اس مسئلہ میں اپنے شیخ شبراملسی کی پیروی کی لیکن حق یہ ہے کہ یہ ایک بے معنی بات ہے، کیونکہ اس صورت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور سے تخلیق کائنات نہ ہو گی، یہ نص اور مراد کے خلاف بات ہے۔

ہاں اس کا جواب یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے نور کو پہلی شعاع سے زائد شعاع عطا کی پھر اس سے کچھ جدا کیا، پھر اس کی تقسیم کی، جیسے فرشتے ستاروں کی ان شعاعوں کو لیتے ہیں جو ستاروں کو محیط ہیں اور پھر ان کے ذریعہ چھپ کر سننے والے شیطانوں کو مارتے ہیں، اسی لئے کہا جاتا ہے: نجوم کے لئے رجوم ہے۔

اقول ثانیاً: یہ شبہ بھی دفع ہوگیا کہ خلق میں کفار و مشرکین بھی ہیں وہ محض ظلمت ہیں، نور مصطفی سے کیونکر بنے اور نرے نجس ہیں تو نور پاک سے کیونکر مخلوق مانے گئے۔

وجہ اندفاع ہماری تقریر سے روشن، ظلمت ہو یا نور جس نے خلعت وجود پایا ہے اس کے لئے تجلی آفتاب وجود سے ضرور حصے ہے اگر چہ نور نہ ہو صرف ظہور ہو، کما تقدم۔ اور شعاع شمس ہر پاک و ناپاک جگہ پڑتی ہے وہ جگہ فی نفسہ ناپاک ہے، اس سے دھوپ ناپاک نہیں ہو سکتی۔

اقول ثالثاً: یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ جس طرح مرتبہ وجود میں صرف ایک ذات حق ہے باقی سب اسی کے پرتو وجود سے موجود، یونہی مرتبہ ایجاد میں صرف ایک ذات مصطفی ہے، باقی سب پر اسی کے عکس کا فیض وجود، مرتبہ کون میں نور احدی آفتاب ہے اور تمام عالم اس کے آئینے، اور مرتبہ تکوین میں نور احمدی آفتاب ہے اور سارا جہاں اس کے آبگینے۔ و فی ھذا اقول۔

خالق کل الوری ربك لا غیرہ

نورك کل الوری غیرك لم لیس لن

ای لم یوجد، و لیس موجودا، و لن یوجد ابداً۔

کل مخلوق کا پیدا کرنے والا آپ کا رب ہی ہے آپ ہی کا نور کل مخلوق ہے اور آپ کا غیر کچھ بھی نہ تھا، نہ ہے، نہ ہوگا۔

اقول رابعاً: نور احدی تو نور احدی نور احمدی پر بھی آفتاب کی یہ مثال منیر چراغ سے احسن واکمل ہے۔ ایک چراغ سے بھی اگر چہ ہزاروں چراغ روشن ہو سکتے ہیں بے اس کے کہ ان چراغوں میں اس کا کوئی حصہ آئے، مگر دوسرے چراغ صرف حصول نور میں اسی چراغ کے محتاج ہوئے، بقا میں اس سے مستغنی ہیں، اگر انہیں روشن کر کے پہلے چراغ کو ٹھنڈا کر دیجئے ان کی روشنی میں فرق نہ آئے گا، نہ روشن ہونے کے بعد ان کو اس سے کوئی مدد پہونچ رہی ہے، معہذا اکتساب نور کے بعد ان میں اور اس چراغ اول میں کچھ فرق نہیں رہتا، سب یکساں معلوم ہوتے ہیں بخلاف نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ عالم جس طرح اپنے ابتدائے وجود میں اس کا محتاج تھا کہ وہ نہ ہوتا تو کچھ نہ بنتا، یونہی ہر شئ اپنی بقا میں اس کی دست نگر ہے، آج اس کا قدم درمیان سے نکال لیں تو عالم دفعۃً فنائے محض ہو جائے۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہوں

جان ہیں وہ جہان کی، جہان ہے تو جہاں ہے

نیز جس طرح ابتدائے وجود میں تمام جہاں اس سے مستفیض ہوا بعد وجود بھی ہر آن اسی کی مدد سے بہریاب ہے، پھر تمام جہاں میں کوئی اس کے مساوی نہیں ہوسکتا، یہ تینوں باتیں مثال آفتاب سے روشن ہیں، آئینے اس سے روشن ہوئے اور جب تک روشن ہیں اسی کی مدد پہونچ رہی ہے، اور آفتاب سے علاقہ چھوٹتے ہی فوراً اندھیرے ہیں، پھر کتنے ہی چمکیں سورج کی برابری نہیں پاتے۔

یہی حال ایک ایک ذرۂ عالم عرش وفرش اور جو کچھ ان میں ہے اور دنیا وآخرت اور ان کے اہل، اور جن وانس وملک وشمس وقمر وجملہ انوار ظاہر وباطن حتی کہ شموس رسالت علیہم الصلوۃ وسلام کا ہمارے آفتاب جہاں تاب عالم مآب علیہ الصلوۃ والسلام من الملک الوہاب کے ساتھ ہے، کہ ایک ایجاد وامداد وابتداء وبقاء میں ہر حال ہر آن ان کا دست نگران کا محتاج ہے۔ وللہ الحمد۔

امام اجل محمد بوصیری قدس سرہ ام القری میں فرماتے ہیں:۔

كيف ترقى رقيك الانبياء ☆ يا سماء ما طاولتها سماء

لم يساووك في علاك و قدحا ☆ ل سنائك دونهم و سناء

انما مثلو صفاتك للنا ☆ س كما مثل النجوم الماء

یعنی انبیاء حضور کی سی ترقی کیونکر کریں، اے وہ آسمان رفعت جس سے کسی آسمان نے بلندی میں میں مقابلہ نہ کیا۔

انبیاء حضور کے کمالات عالیہ میں حضور کے ہمسر نہ ہوئے حضور کی جھلک اور بلندی نے ان کو حضور تک پہونچنے سے روک دیا

تو وہ حضور کی صفتوں کی ایک شبیہ لوگوں کو دکھاتے ہیں جیسے ستاروں کا عکس پانی میں دکھاتا ہے۔

یہ وہی تشبیہ وتقریر ہے جو ہم نے ذکر کی، وہاں ذات کریم وافاضۂ انوار کا ذکر تھا، لہذا آفتاب سے تمثیل دی، یہاں صفات کریمہ کا بیان ہے لہذا ستاروں سے تشبیہ مناسب ہوئی۔

مطالع المسرات شریف میں ہے:

اسمه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم محى حيوة جميع الكون به صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فهو روحه و حيوته و سبب وجوده و بقائه ـ

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک محی ہے زندہ فرمانے والے، اس لئے کہ سارے جہان کی زندگی حضور سے ہے، تو حضور تمام عالم کی جان و زندگی اور اس کے وجود وبقاء کے سبب ہیں۔

اسی میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام عالم کی جان وحیات وسبب وجود ہیں، حضور نہ ہوں تو عالم نیست و نابود ہو جائے، کہ حضرت سیدی عبد السلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کہ عالم میں کوئی ایسا نہیں جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ نہ ہو، اس لئے کہ واسطہ نہ رہے تو جو اس کے واسطہ سے تھا آپ ہی فنا ہو جائے۔

ہمزیہ شریف میں فرمایا:

كل فضل فى العالمين فمن فضل ☆ النبى باستعارة الفضلاء

جہان والوں میں جو خوبی جس کسی میں ہے وہ اس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضل سے مانگے کو لی ہے۔

امام ابن حجر مکی افضل القریٰ میں فرماتے ہیں:

تمام جہان کی امداد کرنے والے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، اس لئے کہ حضور ہی بارگاہ الٰہی کے وارث ہیں، بلا واسطہ خدا سے حضور ہی مدد لیتے ہیں، اور تمام عالم مدد الٰہی حضور کی وساطت سے لیتا ہے، تو جس کامل کو جو خوبی ملی وہ حضور ہی کی مدد اور حضور ہی کے ہاتھ سے ملی۔

شرح قصید عشماوی میں فرماتے ہیں:

کوئی موجود دو نعمتوں سے خالی نہیں، نعمت ایجاد، نعمت امداد، اور ان دونوں میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی واسطہ ہیں کہ حضور پہلے موجود نہ ہو لیتے تو کوئی چیز وجود نہ پاتی، اور عالم کے اندر حضور کا نور موجود نہ ہو تو وجود کے ستون ڈھے جائیں، تو حضور ہی پہلے موجود ہوئے اور

تمام جہاں حضور کا طفیلی اور حضور سے وابستہ ہوا جسے کسی طرح حضور سے بے نیازی نہیں۔

ان مضامین جمیلہ پر بکثرت ائمہ وعلماء کے نصوص جلیلہ فقیر کے رسالہ " سلطنة المصطفیٰ فی ملکوت کل الوری "میں ہے، وللہ الحمد

اقول خامساً: ہماری تقریر سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ حضور خود نور ہیں تو حدیث مذکور میں " نور نبیك " کی اضافت بھی "من نورہ" کی طرح بیانیہ ہے۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اظہار نعمت الٰہیہ کے لئے عرض کی: واجعلنی نوراء اور خود رب العزت عز جلالہ نے قرآن عظیم میں ان کو نور فرمایا:

قد جآء کم من الله نور و کتاب مبین۔

پھر حضور کے نور ہونے میں کیا شبہ رہا۔

اقول: اگر "نـور نبيك" میں اضافت بیانیہ نہ لو بلکہ نور سے وہی معنی مشہور یعنی روشنی کہ عرض و کیفیت ہے مراد تو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اول مخلوق نہ ہوئے بلکہ ایک عرض و صفت ، پھر وجود موصوف سے پہلے صفت کا وجود کیونکر ممکن؟ لا جرم حضور ہی خود وہ نور ہیں کہ سب سے پہلے مخلوق ہوا۔ تو اب علامہ زرقانی کے اس قول کی حاجت نہ رہی کہ یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ نور عرض ہے، قائم بذاتہ نہیں، کیونکہ جواب میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ خرق عادت ہے

کیونکہ وجہ اس کی یہ ہے کہ صفت کا وجود بغیر موصوف سمجھ میں نہیں آسکتا۔ اس لئے کہ صفت کی دو ہی صورتیں ہیں یا تو موصوف کے غیر کے ساتھ قائم ہوگی تو موصوف کی صفت نہ ہوگی بلکہ غیر کی ہوگی اور اگر قائم بنفسہا ہو تو صفت ہی نہ ہوئی، کیونکہ صفت اسے کہتے ہیں جو غیر کے ساتھ قائم ہو۔ جب وہ قائم بنفسہا ہو تو وہ نہ صفت ہوئی اور نہ ہی عرض بلکہ وہ جوہر ہوئی۔ اور یہ کہنا کہ وہ عرض ہے اور قائم بنفسہ بھی ہے تو یہ اجتماع ضدین ہے اور یہ باطل، اور قدرت الٰہیہ محالات عقلیہ سے متعلق نہیں ہوتی۔

ہاں ایک سوال یہ کیا جا سکتا ہے کہ آخرت میں وزن اعمال ہوگا اور یہ اعراض وصفات ہیں تو ان کا قیام بنفسہ کیسے ہوگیا کہ ان کو وزن کیا جائے گا۔

جواب یہ ہے کہ باین معنی کہا گیا ہے کہ کاغذ اور صحیفے تولے جائیں گے جیسا کہ حدیث میں آیا۔

٤٣٣٣ ۔ عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضی الله تعالیٰ عنهما قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: ان الله سیخلص رجلا من امتی علی راس الخلائق یوم القیامة ،فینشر علیه تسعة و تسعین سجلا ، کل سجل مثل مد البصر ، ثم یقول : اتنکر من هذا شیئا ؟ اظلمك کتبتی الحافظون ؟ فیقول : لا یا رب ! فیقول ؟ افلك عذر؟ قال : لا یا رب ! فیقول : بلیٰ ان لك عندنا حسنة ، وانه لا ظلم علیك الیوم ، فتخرج بطاقة فیها ، اشهد ان لا اله الا الله وان محمدا عبده و رسوله ، فیقول : احضر وزنك فیقول : یا رب ! ما هذه البطاقة مع هذه السجلات، فیقول : انك لا تظلم ، قال : فتوضع السجلات فی کفة و البطاقة فی کفة ، فطاشت السجلات و ثقلت البطاقة فلا یثقل مع اسم الله شیئ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ میری امت سے ایک شخص کو چن لے گا، پھر اس کے سامنے کہا جائے گا، کیا تو اس سے انکار کرتا ہے؟ یا میرے فرشتوں کراماً کاتبین نے تجھ پر ظلم کیا؟ وہ کہے گا: اے میرے رب! نہیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تیرے پاس کوئی عذر ہے؟ بندہ کہے گا نہیں، اللہ تعالیٰ پھر فرمائے گا: ہمارے پاس تیری ایک نیکی ہے، آج تجھ پر ظلم نہیں ہوگا، پھر ایک کاغذ نکالا جائے گا جس پر کلمۂ شہادت لکھا ہوگا اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اس کا وزن کر، بندہ عرض کرے گا: ان رجسٹروں کے سامنے اس کاغذ کی کیا حیثیت ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم پر ظلم نہیں ہوگا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: پھر ایک پلڑے میں ننانوے رجسٹر رکھے جائیں گے اور دوسرے میں وہ کاغذ۔ چنانچہ رجسٹروں کا پلڑا ہلکا ہوگا اور کاغذ کا بھاری، اور اللہ تعالیٰ کے نام کے مقابلہ میں کوئی چیز وزنی نہ ہوگی۔

٤٣٣٣ ۔ الجامع للترمذی، باب ما جاء فی من یموت و هو یشهد ان لا اله الا الله ٨٨/٢

المستدرك للحاکم، ٦/١ ☆ الصحیح لابن حبان، ٢٥٢٤

کنز العمال للمتقی، ١٠٩ ، ٤٤/١ ☆ شرح السنة للبغوی، ١٣٤/١٥

﴿۱۰﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

امام احمد، ترمذی، ابن حبان، اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا بالجملہ حاصل حدیث نوریہ ٹھہرا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات پاک کو اپنی ذات کریم سے پیدا کیا یعنی عین ذات کی تجلی بلا واسطہ ہمارے حضور ہیں، باقی سب ہمارے حضور کے نور وظہور ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وکرم۔ (صلات الصفا۔ ۷ تا ۳۴ ملخصا)

۴۳۳۴۔ **عن** عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: لم یکن لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظل، و لم یقم مع شمس قط الا غلب ضوء ہ ضوء الشمس، و لم یقم مع السراج قط الا غلب ضوء ہ علی ضوء السراج۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے سایہ نہ تھا، اور نہ کھڑے ہوئے آفتاب کے سامنے مگر یہ کہ ان کا نور عالم افروز خورشید کی روشنی پر غالب آگیا، اور نہ قیام فرمایا چراغ کی ضیا میں مگر یہ کہ حضور کی تابش نور نے اس کی چمک کو دبا دیا۔ (نفی الفی ۵۲)

۴۳۳۵۔ **عن** عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اللھم! اجعل فی قلبی نورا، و فی بصری نورا و فی سمعی نورا و فی عصبی نورا و فی لحمی نورا و فی دمی نورا و فی شعری نورا و فی بشری نورا و عن یمینی نورا و عن شمالی نورا و امامی نورا و خلفی نورا و فوقی نورا و تحتی نورا و اجعلنی نورا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خداوند قدوس کی بارگاہ میں یوں دعا کی: الٰہی! میرے دل اور جان، میری آنکھ اور میرے کان، میرے گوشت و پوست واستخوان، اور میرے زیر و بالا و پس و پیش اور ہر عضو میں نور اور خود مجھے نور کردے۔

۴۳۳۴۔ کتاب الوفا لابن الجوزی، ۲/۴۰۷

۴۳۳۵۔ الصحیح لمسلم، باب صلوۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ودعائہ باللیل۔ ۱/۲۶۱

﴿۱۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

جب وہ (حضور) یہ دعا فرماتے، اور ان کے سننے والے (اللہ تعالی) نے انہیں ضیاء تابندہ ومہر درخشندہ ونور الہی کہا پھر اس جناب کے نور ہونے میں مسلمان کو کیا شبہ رہا، حدیث ابن عباس میں ہے کہ ان کا نور چراغ وخورشید پر غالب آتا، اب خدا جانے غالب آنے سے یہ مراد ہے کہ ان کی روشنیاں اس کے حضور پھیکی پڑ جاتیں، جیسے چراغ پیش مہتاب، یا یکسر ناپدید و کالعدم ہو جاتیں جیسے ستارے حضور آفتاب۔ (نفی الفیی ٦٤)

٤٣٣٦۔ **عن** عبد الله بن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال : اذا تکلم رئی کالنوریخرج من بین ثنایاه ۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کلام فرماتے دانتوں سے نور چھنتا نظر آتا۔

٤٣٣٧۔ **عن** هند بن ابی هالله رضی الله تعالیٰ عنه قال : کان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یتلألؤ وجهه تلألأ القمر لیلة البدر۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا۔

٤٣٣٨۔ **عن** ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال : ما رایت شیئا احسن من رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کأن الشمس تجری فی وجهه و اذا ضحك یتلألأ فی الجدر۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ حسین کسی کو نہ دیکھا، گویا آفتاب ان کے چہرے میں رواں تھا، جب ہنستے دیواریں روشن ہو جاتیں۔

٤٣٣٦۔ الشفاء للقاضی، ۳۹/۱ ☆

٤٣٣٧۔ الشفاء للقاضی، ۳۹/۱ ☆

٤٣٣٨۔ الشفاء للقاضی، ۳۹/۱ ☆

۴۳۳۹۔ **عن** الربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: لورایتہ لقلت الشمس طالعۃ۔

حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: اگر تو انہیں دیکھتا، کہتا آفتاب طلوع کررہا ہے۔

۴۳۴۰۔ **عن** ام ابی قرصافۃ و خالتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قالت: رأینا کان النور یخرج من فیہ۔

حضرت ابوقرصافہ کی ماں اور خالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتی ہیں: ہم نے نور نکلتے دیکھا ان کے دہان پاک سے۔

۴۳۴۱۔ **عن** آمنۃ ام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آمہ و سلم قالت: انی رایت حین خرج منی نورا اضأت منہ قصور الشام، وفی راویہ رایت نورا ساطعا من راسہ قد بلغ السماء۔

حضرت آمنہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی امہ وسلم کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں: جب حضور پیدا ہوئے تو میں نے ایسا نور دیکھا کہ ملک شام کے محلات تک روشن تھی، دوسری روایت ہے کہ میں نے ان کے سر سے ایک نور بلند ہوتے دیکھا کہ آسمان تک پہونچا۔

۴۳۴۲۔ **عن** ام المؤمنین عائشۃ الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: استعرت من حفصۃ بنت رواحہ ابرۃ کنت اخیط بہا ثوب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فسقطت عنی الابرۃ فطلبتہا فلم اقدر علیہا، فدخل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فتبینت الابرۃ بشعاع نور وجہہ فضحکت، فقال: یا حمیراء لم ضحکت؟ قلت: کان کیت و کیت، فنادی باعلی صوتہ: یا عائشۃ! الویل ثم الویل لمن حرم النظر الی ھذا الوجہ، ما من مومن و لا کافر الا یشتھی ان ینظر

۴۳۴۰۔ الخصائص الکبری للسیوطی، ۱/۱۷۹ ☆

۴۳۴۱۔ مجمع الزوائد للھیثمی، ۸/۲۸۰ ☆

۴۳۴۲۔ کنز العمال للمتقی، ۱۲/۳۹۶ ☆۳۲۴۸۔ کنز العمال للمتقی، ۱۲/۴۲۹

الی وجھی۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں حفصہ بنت رواحہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک کپڑے سینے کے لئے سوئی مانگ کر لائی، حجرۂ مقدسہ میں بیٹھی سیتی تھی کہ سوئی گر پڑی، تلاش کی نہ ملی، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے، حضور کے نور رخ کی شعاع سے سوئی ظاہر ہوگئی۔

یہ ماجرا دیکھ کر مجھے بیساختہ ہنسی آگئی، فرمایا: اے حمیرا! کیا بات ہے، کیوں ہنستی ہو؟ عرض کی: یارسول اللہ! ایسا ایسا واقعہ ہوا، حضور نے بآواز بلند ندا فرمائی، اے عائشہ سنو! خرابی و محرومی ہے اس کے لئے جو اس چہرے کو دیکھنے سے محروم رہتا ہے، ہر مومن و کافر کی ایک مرتبہ دیدار کے بعد یہ ہی خواہش رہتی ہے کہ وہ بار بار دیکھتا رہے۔

علامہ فاسی مطالع المسرات میں علامہ ابن سبع سے نقل کر کے فرماتے ہیں:۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور سے خانہ تاریک روشن ہو جاتا۔

اب نہیں معلوم کہ حضور کے لئے سایہ ثابت نہ ہونے سے کلام کرنے والا آپ کے نور ہونے کا انکار کرے گا یا نور کے لئے بھی سایہ مانے گا۔

یا مختصر طور پر یوں کہیئے کہ یہ تو بالیقین معلوم کہ سایہ جسم کثیف کا پڑتا ہے نہ جسم لطیف کا، اب مخالف سے پوچھنا چاہیئے، تیرا ایمان گواہی دیتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جسم اقدس لطیف نہ تھا، عیاذاً باللہ کثیف تھا، اور جو اس سے تحاشی کرے تو پھر عدم سایہ کا کیوں انکار کرتا ہے۔

فقیر کو حیرت ہے ان بزرگواروں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات ثابتہ وخصائص صحیحہ کے انکار میں اپنا کیا فائدہ دینی ودنیاوی تصور کیا ہے۔

ایمان بے محبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاصل نہیں ہوتا۔ آفتاب نیم روز کی طرح روشن کہ آدمی ہمہ تن اپنے محبوب کے نشر فضائل وتکثیر مدائح ومشغوف رہتا ہے، سچی فضیلتوں کا مٹانا اور شام وسحر نفی محاسن کی فکر میں ہونا کام دشمن کا ہے نہ دوست کا۔

جان برادر! تو نے کبھی نہ سنا ہے کہ تیرا محب تیرے مٹانے کی فکر میں رہے اور پھر محبوب بھی کیسا جان ایمان وکان احسان، جسے اس کے مالک نے تمام جہان کے لئے رحمت بھیجا اور

اس نے تمام عالم کا بار تن نازک پر اٹھالیا، تمہارے غم میں دن کا کھانا، رات کا سونا ترک کر دیا، تم رات دن لہو ولعب اور ان کی نافرمانیوں میں مشغول اور وہ شب و روز تمہاری بخشش کے لئے گریاں وملول۔

جب وہ جان رحمت وکان رافت پیدا ہوا، بارگاہ الہی میں سجدہ کیا اور" رب ھب لی امتی "فرمایا، جب قبر شریف میں اتارا لب جاں بخش کو جنبش تھی، بعض صحابہ نے کان لگا کر سنا، آہستہ، آہستہ "امتــــی "فرماتے تھے، قیامت میں بھی انہیں کے دامن میں پناہ ملے گی، تمام انبیاء علیہم السلام سے" نفسی نفسی، اذھبو الی غیر ی" سنو گے اور غمخوار امت کے لب پر" رب امتی " کا شور ہوگا۔

بعض روایات میں ہے کہ حضور ارشاد فرماتے ہیں: جب انتقال کروں گا، صور پھونکنے تک قبر میں" امتی، امتی" پکاروں گا، کان بجنے کا یہی سبب ہے کہ وہ آواز جانگداز اس معصوم عاصی نواز کی جو ہر وقت بلند ہے، گاہے ہم سے کسی غافل و مدہوش کے گوش تک پہونچتی ہے، روح اسے ادراک کرتی ہے، اسی باعث اس وقت درود پڑھنا مستحب ہوا کہ جو محبوب ہر آن ہماری یاد میں ہے، کچھ دیر ہم ہجراں نصیب بھی اس کی یاد میں صرف کریں۔

وائے بے انصافی، ایسے غمخوار پیارے کے نام پر جان نثار کرنا اور اس کی مدح ستائش ونشر فضائل سے آنکھوں کو روشنی، دل کو ٹھنڈک دینا واجب یا یہ کہ حتی الوسع چاند پر خاک ڈالے اور بے سبب ان کی روشن خوبیوں میں انکار نکالے۔

اے عزیز! چشم خردبین میں سرمۂ انصاف لگا اور گوش قبول سے پنبۂ اعتساف نکال، پھر یہ تمام اہل اسلام بلکہ ہر مذہب وملت کے عقلاء سے پوچھنا، پھرا گر ایک منصف ذی عقل بھی تجھ سے کہہ دے یہ نشر محاسن وتکثیر مدائح نہ دوستی کا مقتضی نہ رد فضائل ونفی کمالات غلامی کے خلاف، تو تجھے اختیار ہے، ورنہ خدا اور رسول سے شرما اور اس حرکت بے جا سے باز آ، یقین جان لے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خوبیاں تیرے مٹائے نہ مٹیں گی۔

جان برادر! اپنے ایمان پر رحم کر، سمجھ، دیکھ کہ خدا سے کسی کا کیا بس چلے گا اور جس کی شان وہ بڑھائے اس کو کوئی گھٹا سکتا ہے؟ آئندہ تجھے اختیار ہے، ہدایت کا فضل الہی پر مدار ہے۔

نفی الفیئ ۶۷ تا ۶۸

﴿۳۲﴾ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ج كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ط وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ط وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ز ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ۔ ☆

اس سبب سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کئے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو جلا لیا گویا اس نے سب لوگوں کو جلا لیا اور بیشک ان کے پاس ہمارے رسول روشن دلیلوں کے ساتھ آئے پھر بیشک ان میں بہت اس کے بعد زمین میں زیادتی کرنے والے ہیں۔

﴿۱۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ آیت اس کے بارے میں ہے جس نے کسی کے قتل ناحق سے احتراز کیا یا قاتل سے قصاص نہ لیا چھوڑ دیا، اسے فرماتا ہے: کہ اس نے اس شخص کو زندہ کیا اور ایک اسی کو کیا گویا تمام آدمیوں کو جلا لیا۔

معالم شریف میں ہے۔

و من احیاھا و تورع عن قتلھا ۔

اسی میں ہے۔

و من احیاھا ای عفا عمن وجب علیه القصاص له فلم یقتله ۔

وہابی صاحب بتائیں کہ دفع بلا زیادہ ہے یا زندہ کرنا جلا لینا و حیات دینا۔

(الامن والعلی۔۸۸)

﴿۳۵﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ ☆

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈھو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

﴿۱۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

محبوبان خدا کی طرف توجہ بغرض توسل ہے اور ان سے توسل قطعاً محمود اور ہرگز

اخلاص وتوکل کے منافی نہیں۔ اور انبیاء وملائکہ علیہم الصلوۃ والسلام کی نسبت فرماتا ہے:

او لئك الذین یدعون یبتغون الی ربهم الوسیلة۔ (الاسراء۔ ۵۷)

وہ ہیں کہ دعا کرتے اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈھتے ہیں۔

اور آدم علیہ الصلوۃ والسلام ودیگر انبیاء وعلماء وعرفاء علیہم التحیۃ والثناء کا قدیما وحدیثا حضور اقدس غایۃ الغایات نہایۃ النہایات علیہ الصلوۃ واکمل التسلیمات سے حضور کے ظہور پر نور سے پہلے اور بعد بھی حضور کے زمان برکت نشان میں اور بعد بھی عہد مبارک صحابہ وتابعین سے آج تک اور آج سے قیام قیامت وعرصات محشر ودخول جنت تک استشفاع وتوسل احادیث وآثار میں جس قدر وفود کثرت وظہور شہرت کے ساتھ وارد وہ محتاج بیان نہیں۔ جسے اس کی گونہ تفصیل دیکھنی منظور ہو مواہب لدنیہ امام قسطلانی وخصائص الکبری امام جلال الدین سیوطی وشرح مواہب علامہ زرقانی ومطالع المسرات علامہ فاسی ولمعات واشعہ شروح مشکوۃ وجذب القلوب الی دیار المحبوب ومدارج النبوۃ تصانیف شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی وغیرہا کتب وکلام علمائے کرام وفضلائے عظام علیہم رحمۃ العزیز العلام کی طرف رجوع لائے کہ وہاں حجاب غفلت منکشف ہوتا ہے اور منصف خطاء سے مصرف وباللہ تعالیٰ التوفیق۔

اسی طرح صحیح بخاری شریف میں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طلب باراں میں توسل کرنا مروی ومشہور۔

حصن حصین میں ہے۔

و ان یتوسل الی اللہ تعالیٰ بانبیاءہ خ رمس والصالحین من عبادہ خ۔

یعنی آداب دعا سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے انبیاء سے توسل کرے۔ اسے بخاری وبزار وحاکم نے امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، اور اللہ کے نیک بندوں کا وسیلہ پکڑے۔ اسے بخاری نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

اور سب سے زیادہ وہ حدیث صحیح ومشہور ہے جسے نسائی وترمذی وابن ماجہ وحاکم وبیہقی وطبرانی وابن خزیمہ نے عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور طبرانی وبیہقی نے صحیح اور ترمذی نے حسن غریب اور حاکم نے برشرط بخاری ومسلم صحیح کہا، اور حافظ امام عبدالعظیم منذری وغیرہ ائمہ نقد وتنقیح نے اس کی تصحیح کو مسلم ومقرر رکھا جس میں حضور اقدس ملجاء بیکساں ملاذ

دو جہاں افضل صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ علیہ وعلی ذریاتہ نے نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز کہے،

اللھم انی اسئلک و اتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی لی اللھم فشفعہ فی ۔

الٰہی! میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کہ مہربانی کے نبی ہیں یارسول اللہ! میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت روا ہو۔ الٰہی! ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

اور لطف یہ ہے کہ بعض روایات حصن حصین میں "لتقضی لی" بصیغہ معروف واقع ہوا یعنی یارسول اللہ میں آپ کے توسل سے خدا کی طرف توجہ کرتا ہوں کہ آپ میری حاجت روائی کردیں۔

مولانا فاضل علی قاری علیہ رحمۃ الباری حرزثمین شرح حصن حصین میں فرماتے ہیں:

وفی نسختہ بصیغہ فاعل ای لتقضی الحاجۃ لی والمعنی تکون سببا لحصول حاجتی و وصول مرادی فالاسناد مجازی ۔ اھ ۔

اور ایک نسخہ میں معروف کا صیغہ ہے یعنی تو میری حاجت روائی فرما اور معنی یہ کہ آپ میری حاجت روائی کا سبب بنیں۔ پس یہ اسناد مجازی ہے۔

اور حدیث نفیس مذیل بطراز گراہبائے تصحیح امام ابوالقاسم سلیمن طبرانی کے پاس یوں ہے۔

یعنی ایک حاجتمند اپنی حاجت کے لئے امیرالمومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آتا، امیرالمومنین نہ اس کی طرف التفات کرتے نہ اس کی حاجت پر نظر فرماتے۔ اس نے عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس امر کی شکایت کی، انہوں نے فرمایا: وضو کر کے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھ پھر یوں دعا مانگ، الٰہی! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی رحمت کے وسیلے سے توسل کرتا ہوں، یارسول اللہ! میں حضور کے

توسل سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ میری حاجت روا فرمائی جائے اور اپنی حاجت کا ذکر کر، شام کو پھر میرے پاس آنا کہ میں بھی تیرے ساتھ چلوں، حاجت مند نے یوں ہی کیا پھر آستانہ خلافت پر حاضر ہوا، دربان آیا اور ہاتھ پکڑ کر امیر المومنین کے حضور لے گیا۔ امیر لمومنین نے اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا، مطلب پوچھا عرض کیا فورا پورا فرمایا اور ارشاد کیا: اتنے دنوں میں اس وقت تم نے اپنا مطلب بیان کیا، پھر فرمایا: جو حاجت تمہیں پیش آیا کرے ہمارے پاس چلے آیا کرو۔ وہ شخص وہاں سے نکل کر عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالی عنہ سے ملا اور کہا اللہ تمہیں جزائے خیر دے، امیر المومنین میری حاجت پر نظر اور میری طرف التفات نہ فرماتے تھے یہاں تک کہ آپ نے ان سے میرے بارے میں عرض کی، عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم میں نے تو تیرے معاملے میں امیر المومنین سے کچھ بھی نہ کہا، مگر ہوا یہ کہ میں نے سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو دیکھا حضور کی خدمت اقدس میں ایک نابینا حاضر ہوا اور نابینائی کی شکایت کی حضور نے یوں ہی اسے ارشاد فرمایا کہ وضو کر کے دو رکعت پڑھے پھر یہ دعا کرے، خدا کی قسم! ہم اٹھنے بھی نہ پائے تھے، باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ ہمارے پاس آیا گویا کبھی اندھا ہی نہ تھا۔

تنبیہ: ۔ ایھا المسلمون! حضرات منکرین کی غایت ودیانت سخت محل افسوس وعبرت، اس حدیث جلیل کی عظمت رفیعہ وجلالت منیعہ اوپر معلوم ہو چکی اور اس میں ہم اہل سنت و جماعت کے لئے جواز استمداد اور التجاء ہنگام توسل، ندائے محبوبان خدا کا بحمد اللہ کیا روشن وواضح وبین ثبوت جس سے اہل انکار کو کہیں مفر نہیں۔ اب ان کے ایک بڑے عالم مشہور نے باوجود اس قدر دعوی بلند علم وتدین کے اپنے مذہب کی حمایت بیجا میں صریح بیباکی وشوخ چشمی کو کام فرمایا ہے ،انہیں اس سے شرم چاہیے تھی، حضرت نے حصن حصین شریف کا ترجمہ لکھا جب اس حدیث پر آ ئے اس کی قاہر شوکت عظیم عزت نے جرائت نہ کرنے دی کہ نفس متن میں اس پر لعن طعن فرما ئیں اور ادھر پاس مشرب، ناخن بدل جوش عصبیت تاب گسل، ناچار حاشیہ کتاب پر یوں ہجوم ہموم کی تسکین فرمائی کہ۔

ایک راوی اس حدیث میں عثمان بن خالد بن عمر بن عبد اللہ جو متروک ہے جیسا کہ تقریب میں موجود ہے اور متروک الحدیث راویوں کی حدیث حجت کے قابل نہیں ہوتی۔ انا للہ

وانا الیہ راجعون۔

انصاف ودیانت کا تو یہ مقتضی تھا کہ جب حق واضح ہو گیا تھا تسلیم فرماتے اور ارشاد مفترض الانقیاد حضور پرنور سید عالم صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلی آلہ الامجاد کی طرف رجوع لاتے، نہ کہ خواہی نخواہی بزور تحریف ایسی صحیح رجیح حدیث کی جس کی اس قدر ائمہ محدثین نے ایک زبان تصحیح فرمائی، معاذ اللہ ساقط ومردود قرار دیجئے اور انتقام خدا ومطالبہ حضور سید عالم روز جزاء علیہ افضل الصلوۃ والثناء کا کچھ خیال نہ کیجئے۔ اب حضرات منکرین کے تمام ذی علموں سے انصاف طلب کہ اس حدیث کا راوی عثمان بن خالد بن عمر بن عبد اللہ متروک الحدیث ہے جس سے ابن ماجہ کے سوا کتب ستہ میں کہیں روایت نہیں ملتی۔ یا عثمان بن عمر بن فارس عبدی بصری ثقہ جو صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہما تمام کتب صحاح کے رجال سے ہیں۔ کاش اتنا ہی نظر فرما لیتے کہ جو حدیث کئی صحاح میں مروی اس کا مدار روایت وہ شخص کیونکر ممکن جو ابن ماجہ کے سوا کسی کے رجال سے نہیں۔ وائے بیبا کی مشہور ومتداول صحاح کی حدیث جن کے لاکھوں نسخے ہزاروں بلادمیں موجود ان کی اسانید میں صاف عن عثمن بن عمر مکتوب۔ پھر کیا کہا جائے کہ ابن عمر کا ابن خالد بنالینا کس درجہ کی حیاودیانت ہے۔ لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اور سنئے ابن السنی عبد اللہ بن مسعود اور بزار عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا انفلتت دابۃ احدکم بارض فلاۃ فلینا د یا عباد اللہ احبسوا فان للہ تعالی عبادا فی الارض تحبسہ۔

جب تم میں کسی کا جانور جنگل میں چھوٹ جائے تو چاہئے کہ یوں ندا کرے، اے خدا کے بندو! روک لو، کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے زمین میں ہیں جو اسے روک لیں گے۔

بزار کی روایت میں یوں ہے کہے۔ اعینوا یا عباد اللہ۔

مدد کرو اے خدا کے بندو۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان لفظوں کے بعد، رحمکم اللہ۔ اللہ تم پر رحم کرے۔ اور زیادہ فرماتے ہیں۔ رواہ ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ۔ اسے ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب مصنف میں روایت کیا۔

امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اذکار میں فرماتے ہیں:

ہمارے بعض اساتذہ نے کہ عالم کبیر تھے ایسا ہی چھوٹا جانور فوراً رو کا رک گیا۔

اور فرماتے ہیں:

ایک بار ہمارا ایک جانور چھوٹ گیا، لوگ عاجز آگئے ہاتھ نہ لگا، میں نے یہی کلمہ کہا فوراً رک گیا، جس کا اس کہنے کے سوا کوئی سبب نہ تھا۔ نقلہ سیدی علی القاری فی حرز الثمین۔

ملا علی قاری نے اسے حرز ثمین میں نقل کیا ہے۔

امام طبرانی سیدنا عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا ضل احدکم شیئا و اراد عونا و ھو بارض لیس بھا انیس فلیقل یا عباد اللہ اعینونی فان للہ عبادا لا یراھم۔

جب تم میں سے کوئی شخص سنسان جگہ میں بہکے بھولے یا کوئی چیز گم کردے اور مدد مانگنی چاہے تو یوں کہے: اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ کہ اللہ کے کچھ بندے ہیں جنہیں یہ نہیں دیکھتا۔

عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

قد جرب ذلك، بالیقین یہ بات آزمائی ہوئی ہے۔ رواہ الطبرانی ایضا۔ اسے طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔

فاضل علی قاری علامہ میرک سے، وہ بعض علمائے ثقات سے ناقل۔ ھذا حدیث حسن۔ یہ حدیث حسن ہے۔ اور ارشاد فرمایا: مسافروں کو اس کی ضرورت ہے اور فرمایا: مشائخ کرام قدست اسرارھم سے مروی ہوا۔ انہ مجرب قرن بہ النجح۔ یہ مجرب ہے اور مراد ملنی اس کے ساتھ مقرون۔ ذکرہ فی الحرز الثمین۔ اس کو حرز ثمین میں ذکر کیا ہے۔

ان احادیث میں جن بندگان خدا کو وقت حاجت پکارنے اور ان سے مدد مانگنے کا صاف حکم ہے وہ ابدال ہیں کہ ایک قسم ہے اولیاء کرام سے۔ قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم و افاض علینا انوارھم۔ یہی قول اظہر واشہر ہے۔ کما نص علیہ فی الحرز الوصین۔ جیسا کہ حرز

الوصین میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔

اور ممکن کہ ملائکہ یا مسلمان صالح جن مراد ہوں وکیف ما کان ایسے توسل وندا کو شرک و حرام اور منافی توکل واخلاص جاننا معاذ اللہ شرع مطہرہ کو اصلاح دینا ہے۔

تنبیہ:۔ یہاں تو حضرات منکرین کے انہیں عالم نے یہ خیال فرما کر کہ معجم طبرانی بلاد ہند میں متداول نہیں بے خوف وخطر خاص متن ترجمہ میں اپنے زور علم ودیانت وجوش تقوی کا جلوہ دکھایا فرماتے ہیں:

اس حدیث کے راویوں میں سے عتبہ بن غزوان مجہول الحال ہے، تقوی اور عدالت اس کی معلوم نہیں جیسا کہ کہا ہے تقریب میں کہ نام ایک کتاب کا اسماء الرجال کی کتابوں سے۔

اقول: مگر بحمد اللہ آپ کا تقویٰ وعدالت تو معلوم کیسا طشت از بام ہے، خدا کی شان کہاں عتبہ بن غزوان بن مازنی رقاشی کہ طبقہ ثالثہ سے ہیں جنہیں تقریب میں مجہول الحال اور میزان میں لایعرف کہا۔ اور کہاں اس حدیث کے راوی عتبہ بن غزوان بن مازنی بدری کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلیل القدر مہاجر ومجاہد غزوہ بدر ہیں جن کی جلالت شان بدر سے روشن مہر سے ابین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ۔ مترجم صاحب دیباچہ ترجمہ میں معترف کہ حرز ثمین ان کے پیش نظر ہے، شاید اس حرز میں یہ عبارت تو نہ ہوگی،

رواه الطبرانی عن زید بن علی بن عتبة بن غزوان رضی الله تعالی عنه عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم۔

اس کو طبرانی نے زید بن علی سے انہوں نے عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔

یا جس تقریب کا آپ نے حوالہ دیا ہے اس میں خاص برابر کی سطر میں یہ تحریر تو نہ تھی۔

عتبة بن غزوان بن جابر المزنی صحابی جلیل مهاجر بدری مات سبعة عشر اه ملتحصا۔

عتبہ بن غزوان بن جابر المزنی صحابی جلیل بدری اور مہاجر ہیں جن کا وصال ۱۷ھ میں ہوا۔ اھ

پھر کون سے ایمان کا مقتضی ہے کہ اپنے مذہب فاسد کی حمایت میں ایسے صحابی رفیع

الشان عظیم المکان کو بزور زبان و بزور جنان درجہ صحابیت سے طبقہ ثالثہ میں لاڈالے اور تمس عدالت و بدر جلالت کو معاذ اللہ مردود الروایۃ ومطعون جہالت کی بنانے کی بدراہ نکالے۔

ولکن صدق نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :اذا لم تستحی فاصنع ماشئت ۔

لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تجھے حیانہیں تو پھر جو چاہے کر۔

مسلمان دیکھیں کہ حضرات منکرین انکار حق واصرار باطل میں کیا کچھ کر گزرے پھرا دعائے حقانیت گویا بے تمیز کا وضوئے محکم ہے۔لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

خیر یہ تو حدیثیں تھیں ،اب شاہ ولی اللہ صاحب کی سنئے ،اپنے قصیدۂ اطیب النعم کی شرح میں پہلی بسم اللہ یہ لکھتے ہیں کہ۔

لابدست از استمداد بروح آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی روح پاک سے مدد حاصل کرنا ضروری ہے۔

اسی میں ہے۔

بنظرنمی آید مرا مگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ جائے دست زدن اندوھگیں است در ہر شدتے۔

مجھے ہر مصیبت میں اور ہر پریشان حال کے لئے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا دست تصرف ہی نظر آتا ہے۔

اسی میں ہے۔

بہترین خلق خدا است درخصلت ودرشکل ونافع ترین ایشان ست مردمان را نزدیک ہجوم حوادث زماں۔

زمانے کے حوادث میں لوگوں کے لئے آپ سے بڑھ کر کوئی نافع نہیں ہے۔

اسی میں ہے۔

فصل یازدہم درابتہال بجناب آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحمت فرستد برتو خدائے تعالیٰ اے بہترین کسیکہ امید داشتہ شود اے بہترین عطاکنندہ۔

گیارہویں فصل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح میں ہے۔ بہترین مددگار اور

جائے امید اور بہترین عطا کرنے والے! آپ پر اللہ تعالی کی بے شمار رحمتیں ہوں۔

اسی میں ہے۔

اے بہترین کسیکہ امید داشتہ شود برائے ازالۂ مصیبتے۔

اے بہترین امید گاہ مصیبتوں کے ازالہ کے لئے۔

اسی میں ہے۔ تو پناہ دہندہ منی از ہجوم کردن مصیبتے وقتی کہ بخلاند در دل بدترین چنگال لہا را۔

آپ مجھے ہر ایسی مصیبت میں جو دل میں بدترین اضطراب پیدا کرے پناہ دیتے ہیں

اور قصیدہ ہمزیہ کی شرح میں تو قیامت ہی توڑ گئے، لکھتے ہیں۔

آخر حالت کہ ثابت است مادح آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقتیکہ احساس کند نا رسائی خود را از حقیقت ثنا ضراعۃ (بالفتح) خواری وزاری، ابتہال واخلاص در دعا آں است کہ ندا کند زار و خوار شدہ بشکستگی دل واظہار بے قدری خود با خلاص در مناجات و پناہ گرفتن بایں طریق، اے رسول خدا اے بہترین مخلوقات عطائے ترا می خواہم روز فیصل کردن۔

مایوسی کے وقت مدح کرنے والے کی آخری حالت میں یہ دعا اور ثنا ہونی چاہئے کہ وہ اپنے کو انتہائی گریہ وزاری اور دل جمعی اور اظہار بے قدری میں خلوص کے ساتھ پناہ حاصل کرتے ہوئے مناجات کرے اور کہے: کہ اے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اے اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں بہترین ذات، قیامت کے روز میں آپ کی عطا کا خواست گار ہوں۔

اسی میں ہے۔

وقتیکہ فرود آید کار عظیم در غایت تاریکی پس توئی پناہ از ہر بلا۔

جب کوئی کام تاریکی کی گہرائی میں گر جائے تو آپ ہی ہر بلا میں پناہ دیتے ہیں۔

اسی میں ہے۔

بسوئے تو ست آوردن من وبہ تو است پناہ گرفتن من ودر تو است امید داشتن من۔

میری جائے پناہ، میری جائے امید اور میرے مرجع آپ ہی ہیں۔

بالجملہ بندگان خدا سے توسل کو اخلاص وتوکل کے خلاف نہ جانے گا مگر سخت جاہل محروم یا ضال ومکابر ملوم۔ رہا۔ اس نماز غوثیہ کے افعال پر کلام۔

اولا: جب اس کی ترغیب خود حضور پرنور غوث اعظم رضی تعالیٰ عنہ کے ارشاد سے ثابت تو مدعی تسنن کو کیا گنجائش انکار، خود منکرین کی زبانیں اس شہادت میں ہمارے دل وزبان کی شریک ہیں کہ وہ جناب اتباع قرآن وحدیث اقتضائے سنت سنیہ ومراعات سیرت صحابہ واجماع محدثات شنیعہ والتزام احکام شرعیہ پر استقامت کاملہ رکھتے تھے۔ رضی اللہ عنہا وارضاو امد نافی الدا رین بنعماہ آمین۔

(فتاوی رضویہ جدید ۷/۵۸۴تا ۵۹۳)

اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف وسیلہ مشائخ کرام ہیں اور سلسلہ بہ سلسلہ جس طرح اللہ عزوجل تک بے وسیلہ رسائی محال قطعی ہے یوں ہی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک رسائی بے وسیلہ دشواری عادی ہے ۔احادیث سے ثابت کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صاحب شفاعت ہیں، اللہ عزوجل کے حضور وہ شفیع ہوں گے اور ان کے حضور علماء واولیاء اپنے متوسلوں کی شفاعت کریں گے، مشائخ کرام دنیا ودین، نزع وقبر وحشر سب حالتوں میں اپنے مرید کی امداد فرمائیں گے۔ میزان الشریعہ میں ارشاد فرمایا۔

تحقیق ہم نے ذکر کیا ہے کتاب الاجوبۃ عن ائمۃ الفقہاء والصوفیاء میں کہ ائمہ فقہاء اور صوفیا سب کے سب اپنے متبعین کی شفاعت کریں گے اور وہ اپنے متبعین اور مریدین کی نزاع کی حالت میں روح کے نکلنے اور منکر ونکیر کے سوالات، نشر وحشر اور حساب ومیزان عدل پر اعمال تولنے اور پل صراط پر گزرنے کے وقت ملاحظہ فرماتے ہیں۔ اور تمام مواقف میں سے کسی ٹھرنے کی جگہ سے غافل نہیں ہوتے، اس محتاج بے دست وپا سے بڑھ کر احمق کون، اور اپنی عافیت کا دشمن کون جو اپنی سختیوں کے وقت اپنے مددگار نہ بنائے۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

استکثروا من الاخوان فان لکل مومن شفاعۃ یوم القیمۃ۔

اللہ کے بکثرت نیک بندوں سے رشتہ وعلاقہ محبت پیدا کرو۔ کہ قیامت میں ہر مسلمان کامل کو شفاعت دی جائے گی کہ اپنے علاقہ والوں کا شفاعت کرے۔ رواہ البخاری فی تاریخہ عن انس بن مالک رضی تعالیٰ عنہ۔ اور بالفرض معاذ اللہ اور کچھ نہ ہوتا تو نبی صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک اتصال سلسلہ کی برکت کیا تھوڑی تھی جس کے لئے علمائے کرام آج تک حدیث کی سندیں لیتے ہیں یہاں تک رتن ہندی وغیرہ کے اسانید سے طلب برکت کرتے ہیں ۔امام ابن حجر عسقلانی اصابہ فی تمیز الصحابہ میں فرماتے ہیں:

کوچ کرنے والے محدث جمال الدین محمد بن احمد امین اقشہری مدینہ منورہ میں رہائش پذیر سے خبر دیا گیا میں، اپنی فوائد رحلت میں بیان کیا کہ ہم سے ابوالفضل اور ابوالقاسم ابن عبد اللہ ابن ابراہیم بن عتیق الوائی معروف ساتھ ابن جبار عدوی کے ذکر کیا اپنی سند حدیث حضرت خواجہ رتن سے فرمایا اور ذکر کیا خواجہ رتن بن عبد اللہ نے کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معیت میں غزوہ خندق میں حاضر ہوئے اور آپ نے اس حدیث کو سنا اور ہندوستان کے شہروں میں واپس آئے اور وہاں فوت ہوئے اور سات سو سال تک زندہ رہے۔ اور ۵۹۶ھ میں وفات پائی۔ اور اقشہری نے فرمایا: اس سند سے برکت حاصل کی جاتی ہے، اگرچہ اس کہ صحت کا وثوق واعتماد نہیں ہے۔ تو سلاسل اسانید اولیاء کرام کا کیا کہنا خصوصا سلسلہ عالیہ علیہ حضور پر نور سیدنا غوث اعظم قطب عالم صلی اللہ علی جدہ الکریم وعلیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

کہ میرا ہاتھ میرے مرید پر ایسا ہے جیسے زمین پر آسمان، اور فرماتے ہیں: میرے مرید کا پاؤں پھسلے گا میں ہاتھ پکڑلوں گا اسی لئے حضور کو پیر دستگیر ہاتھ پکڑنے والا کہتے ہیں، اور فرماتے ہیں: اگر میرا مرید مشرق میں ہو اور میں مغرب میں ہوں اس کا پردہ کھلے میں ڈھانک دوں گا۔ اور فرماتے ہیں: مجھے ایک دفتر دیا گیا حد نگاہ تک کہ اس میں میرے مریدوں کے نام تھے قیامت تک اور مجھ سے فرمایا: وھبتھم لک۔ یہ سب ہم نے تمہیں دے ڈالے۔ رواہ الائمۃ الثقات۔

(بیعت وخلافت کے احکام ۱۲ تا ۱۴)

〈۴۳ تا ۵۰〉 وَكَيْفَ يُحَكِّمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ۔☆

اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا

قَلِيْلًا ط وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۔☆

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَا اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ لا وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ لا وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ط فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ط وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۔☆

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ لا وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۔☆

وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ط وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۔☆

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ط لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ط وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ط اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۔☆

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ط فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ط وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ۔☆

اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ط وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۔☆

اور وہ تم سے کیونکر فیصلہ چاہیں گے حالانکہ ان کے پاس توریت ہے جس میں اللہ کا حکم موجود ہے بایں ہمہ اسی سے منہ پھیرتے ہیں اور وہ ایمان لانے والے نہیں۔

بیشک ہم نے توریت اتاری اس میں ہدایت اور نور ہے اس کے مطابق یہود کو حکم دیتے تھے ہمارے فرمانبردار نبی اور عالم اور فقیہ کہ ان سے کتاب اللہ کی حفاظت چاہی گئی تھی اور وہ اس پر گواہ تھے تو لوگوں سے خوف نہ کرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلے ذلیل قیمت نہ لو

اور جو اللہ کے اترے پر حکم نہ کرے وہی لوگ کافر ہیں۔

اور ہم نے توریت میں ان پر واجب کیا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں بدلہ ہے پھر جو دل کی خوشی سے بدلہ کرادے تو وہ اس کا گناہ اتار دے گا اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

اور ہم ان نبیوں کے پیچھے ان کے نشان قدم پر عیسی ابن مریم کو لائے تصدیق کرتا ہوا توریت کی جو اس سے پہلے تھی اور ہم نے اسے انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور نور ہے اور تصدیق فرماتی ہے توریت کی کہ اس سے پہلی تھی اور ہدایت اور نصیحت پرہیز گاروں کو۔

اور چاہئے کہ انجیل والے حکم کریں اس پر جو اللہ نے اس میں اتارا اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں تو وہی لوگ فاسق ہیں۔

اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی اور ان پر محافظ و گواہ تو ان میں فیصلہ کرو اللہ کے اتارے سے اور اے سننے والے ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اپنے پاس آیا ہوا حق چھوڑ کر ہم نے تم سب کے لئے ایک ایک شریعت اور راستہ رکھا اور اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت کر دیتا مگر منظور یہ ہے کہ جو کچھ تمہیں دیا اس میں تمہیں آزمائے تو بھلائیوں کی طرف سبقت چاہو تم سب کا پھرنا اللہ ہی کی طرف ہے تو وہ تمہیں بتادے گا جس بات میں تم جھگڑتے تھے۔

اور یہ کہ اے مسلمان اللہ کے اتارے پر حکم کر اور ان کی خواہشوں پر نہ چل اور ان سے بچتا رہ کہ کہیں تجھے لغزش نہ دے دیں کسی حکم میں جو تیری طرف اترا پھر اگر وہ منہ پھیریں تو جان لو کہ اللہ ان کے بعض گناہوں کی سزا ان کو پہونچایا چاہتا ہے اور بیشک بہت آدمی بے حکم ہیں۔

تو کیا جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں اور اللہ سے بہتر کس کا حکم یقین والوں کے لئے۔

﴿۱۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

تکذیب قرآن ان کی نئی نہیں، ان کے عظیم لیڈران ابوالکلام آزاد نے "الھلال" میں سیدنا عیسی علی نبینا علیہ الصلاۃ والسلام کے نبی صاحب شریعت ہونے کا صاف انکار کیا اور منہ بھر کر قرآن عظیم کو جھٹلا دیا۔

الہلال ۲۴ ستمبر ۱۹۱۳ء میں کہا: مسیح ناصری کا تذکرہ بیکار ہے، وہ شریعت موسوی کا ایک مصلح تھا جو خود کوئی صاحب شریعت نہ تھا، اس کی مثال مجدد کی سی تھی۔ وہ کوئی شریعت نہ لایا، اس کے پاس کوئی قانون نہ تھا، اس نے خود تصریح کردی کہ میں توریت کو مٹانے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ (یوحنا ۵۱۳)

مسلمانو! اول تو روح اللہ کلمۃ اللہ رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کو کہنا کہ اس کا تذکرہ بیکار ہے۔

دوم بار بار موکد فقروں سے جمانا کہ وہ نبی صاحب شریعت نہ تھے۔

سوم نصاریٰ کی انجیل محرف سے سند لانا، اور وہ بھی محض بربنائے جہالت وضلالت۔ کیا صاحب شریعت انبیاء اللہ کے اگلے کلاموں کو مٹانے آتے ہیں؟ حاشا بلکہ پورا ہی فرمانے کو، نسخ کے یہی معنی ہیں کہ اگلے حکم کی مدت پوری ہوگئی۔

خیر یہاں کہنا یہ ہے کہ ان فقروں سے آزاد صاحب نے پیٹ بھر کر قرآن کریم کی تکذیب کی۔ قرآن کریم قطعا فرماتا ہے کہ مسیح علیہ الصلاۃ والسلام صاحب شریعت تھے۔

اولا: اس نے پہلے تورات مقدس کا ذکر فرمایا،

وعند هم التورة فيها حكم الله ۔ (المائد ۔ ۴۳)

ان کے پاس تورات ہے اس میں اللہ کے حکم ہیں۔

اور فرمایا:

و من لم يحكم بما انزل الله فاولئك هم الكافرون ۔ (المائدة ۔ ۴۴)

جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہی کافر ہیں۔

پھر مسیح علیہ الصلاۃ والسلام کو انجیل دینا بیان کرکے فرمایا:

وليحكم اهل الانجيل بما انزل الله و من لم يحكم بما انزل الله فاولئك هم الفاسقون ۔ (المائدة ۔ ۴۷)

انجیل والے اللہ کے اتارے پر حکم کریں اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہی فاسق ہیں۔

ثانیا: اور صاف فرمادیا کہ دونوں کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قرآن

مجید اترنے کا ذکر کر کے فرمایا:

لکل جعلنا منکم شرعۃ و منھا جا و لو شاء اللہ لجعلکم امۃ واحدۃ ۔

(المائدۃ ۔ ۴۸)

اے توریت و انجیل و قرآن والو! ہم نے تم میں ہر ایک کے لئے شریعت و راہ رکھی تو اللہ تعالی چاہتا تو تم سب کو گروہ واحد کر دیتا۔

ثالثاً۔ کج فہم بلیدوں یا ہٹ دھرم عیدوں کی اس سے بھی تسکین نہ ہو تو قرآن عظیم جھوٹوں کو راہ نہیں دیتا، اس نے نہایت روشن لفظوں میں بعض احکام توراۃ مقدس کا احکام انجیل مبارک سے منسوخ ہونا بتا دیا، اپنے مسیح علیہ الصلوۃ والسلام کا قول ذکر فرماتا ہے:

مصدقا لما بین یدی من التوراۃ و لا حل لکم بعض الذی حرم علیکم ۔

(آل عمران ۔ ۵۰)

میں تمہارے پاس آیا ہوں سچا بتاتا اپنے آگے اتری کتاب توریت کو اور اس سے کہ میں تمہارے واسطے بعض وہ چیزیں حلال کر دوں کہ تم پر توراۃ نے حرام فرمائی تھیں۔

اب بھی کسی مسلمان کو مسیح علیہ الصلوۃ والسلام کے صاحب شریعت ہونے میں شک ہو سکتا ہے، یا منکر بجہنم اس میں شک کرنے والا مسلمان ہو سکتا ہے، انجیل میں کئی جگہ ان احکام کی تفصیل بھی ہے کہ پہلے تم سے یہ فرمایا گیا تھا اور اب میں یہ کہتا ہوں"۔ آزاد صاحب خاص اپنا اٹمیں ان چاہیں تو اپنی معتمد بائبل ہی کو دیکھ لیں، آزاد صاحب تو ابو الکلام ہیں، مواقع سخن سے خوب آگاہ ہیں، یہ تین آیات کریمہ تھیں ولیحکم اھل الانجیل ۔لکل جعلنا منکم۔ و لا حل لکم ۔ بلیغ الدھر نے جب ان کی تکذیب کی اور منہ پھاڑ کر کہہ دیا کہ مسیح صاحب شریعت نہ تھا، تو اسے بھی تین فقروں سے موکد کیا۔ اس کی مثال مجدد کی سی تھی۔ وہ کوئی شریعت نہ لایا۔ اس کے پاس کوئی قانون نہ تھا۔ تا کہ ہر آیت کے مقابلہ کو ایک فقرہ تیار رہے۔ آیات قرآن بردار کرنے کو یہ ان کی ذوالفقار رہے۔ بالجملہ ایک تکذیب وہ تھی کہ اسلام نے کچھ کافروں سے محبت کا حکم دیا، دوسری تکذیب وہ کہ مسلمین و کافرین سب سے محبت اسلام کی اصل الاصول ہے، اور چار تکذیبیں ان چار فقروں سے، یہاں تک چھ تکذیبیں ہوئیں۔ ان چار پر کوئی گمان کر سکتا ہے کہ آزاد صاحب اب ترک موالات میں ہیں، نصاری سے بائیکاٹ اس زور سے کیا

کہ ان کے نبی کو بھی بائیکاٹ کر دیا۔ اگر مسلمان اس پر معترضانہ کہیں کہ یہ تو سب انبیاء اور خود حضور سید الانبیاء علیہم وعلیہ افضل الصلوۃ والثناء کا بائیکاٹ ہوگیا کہ ایک نبی سے مقاطعہ تمام انبیاء سے مقاطعہ اور خود رب عزوجل سے مقاطعہ ہے۔ اب آپ کے ماننے کو اللہ کا کوئی نبی نہیں مل سکتا۔ پھر بھی وہ اس کی کیا پرواہ کرتے جب کہ کمیٹی کے نبی بالقوہ خواہ بالفعل گاندھی صاحب مذکر مبعوث من اللہ سلامت ہیں۔ یک در گیر و محکم گیر۔ لیکن اسی اللہلال کی جلد ۳ کی چار اور تکذیبیں اس بائیکاٹ کے بالکل خلاف ہیں۔

ص ۳۲۸ پر مسیح علیہ الصلاۃ والسلام کی نسبت کہا: یہودیوں نے ان کے سر پر کانٹوں کا تاج رکھا تا کہ وہ صلیب پر لٹائے جائیں اور جو لکھا ہے پورا ہو۔

یہ قرآن عظیم کی ساتویں تکذیب کی۔

وہ فرماتا ہے: وما صلبوہ ۔ (النساء ۔ ۱۵۷)

انہوں نے مسیح کو سولی نہ دی، نیز اسی صفحہ پر کہا: مسیح نے اپنی عظیم قربانی کی۔

اور صفحہ ۳۴۹ پر دو لفظ اور لکھے۔ ''مظلومانہ قربانی''۔ اور۔ ''خون شہادت'' یہ تینوں لفظ بھی قرآن عظیم کی تکذیب بتاتے ہیں۔

وہ فرماتا ہے: وما قتلوہ ۔ (النساء ۔ ۱۵۷)

انہوں نے مسیح کو قتل نہ کیا۔

یہاں تک پوری دس تکذیبیں ہوئیں۔ تلك عشرة كاملة ۔ یہ پچھلی چار عین مذہب نصاریٰ ہیں۔ کیا قرآن عظیم کو جھٹلانے کے لئے نصاریٰ سے بائیکاٹ کے بدلے میل ہو جاتا ہو۔ یعنی ملة واحدة ۔ ہر شخص جس کے سر میں دماغ اور دماغ میں عقل کا ادنیٰ جلوہ، پہلو میں دل اور دل میں اسلام کا کچھ بھی حصہ ہو، علانیہ دیکھ رہا ہے کہ آزاد صاحب کے ان اقوال میں تین کفر ہیں۔

(۱) کلام اللہ کی تکذیب۔

(۲) رسول کی توہین۔

(۳) شریعت اللہ کا انکار۔

اور پھر وہ قوم کے لیڈر ہیں، دین کے ریفارمر ہیں، سب لیڈروں کے سر ہیں،

فسبحان مقلب القلوب والابصار كذلك يطبع الله على كل قلب متكبر جبار ۔ (الروم ۔ ۵۹)

اللہ تعالیٰ تو پاک ہے تو دلوں اور آنکھوں کو پھیرنے والا ہے، اللہ یونہی مہر کر دیتا ہے متکبر سرکش کے سارے دل پر۔

اذا كان الغراب دليل قوم سيهديهم طريق الهالكينا

جب قوم کا رہنما کوا ہوگا تو ان کو ہلاکت ہی دکھائے گا۔

کیا نہیں ڈرتے کہ

ہر کہ آزاد از اسلام بود در سقر بندی آلام بود

جو اسلام سے آزاد ہوگا وہ مصیبتوں کی جہنم میں جکڑا جائے گا

آج کل کفر وارتداد وزندقہ والحاد کا گرم بازار ہے۔ ہر چہار طرف سے اللہ ورسول و قرآن پر گالیوں تکذیبوں کی بوچھار ہے، کفر بکنے والوں سے گلا نہیں، عجب عام مدعیان اسلام سے کہ ان کے نزدیک اللہ ورسول وقرآن سے زیادہ ہلکی عزت کسی کی نہیں۔ ان کے ماں باپ کو گالی دینا تو بڑی بات، کوئی انہیں تو تو کہہ کر دیکھے، اور اللہ ورسول پر گالیاں سنتے ہیں، چھپتے شائع ہوتے دیکھتے ہیں، اور تیوری پر بل نہیں آتا، بلکہ گالیاں دینے والوں سے میل جول یارانے دوستانے بدستور رہتے ہیں، ان کے اعزاز واکرام، القاب وآداب ویسے ہی منظور رہتے ہیں، صاف دلکشادہ جبیں گویا کسی نے کچھ کہا ہی نہیں، نہیں نہیں بلکہ الٹی ان کی حمایت، انہیں برا کہنے والوں سے بغض وعداوت، ان کا حکم الٰہی ظاہر کرنے والا بے تہذیب وبدلگام ہے، تنگ کنندہ دائرہ اسلام ہے۔ عبد الماجد سے بدتر کافر آج کل شاید ہی کوئی ہو جس نے عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو مجہول النسب بچہ کہا، اور قرآن کو اپنے دعویٰ توحید میں کاذب ونا تمام ٹھہرایا، اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی تعظیم کی آیتیں تصنیف کر لیں، اور رنگ وروغن بڑھانے کو اپنی اہل بیت وازواج کی تعظیمیں بھی اضافہ کر دیں۔ وغیرہ ملعونات کثیرہ۔ جب ان باتوں پر اس کی تکفیر ہوئی چار طرف سے کوا گہار دوڑ پڑی، ناپاک اخباروں میں دفتر کے دفتر اس کی برائت میں سیاہ ہونے لگے، ایک کافر ہوا تھا اس کے پیچھے ہزاروں کے اسلام تباہ ہونے لگے، مگر جواب ایک حرف کا نہیں، بلکہ ڈھٹائی بے شرمی بیحیائی سے مکرنا، صاف دن میں ٹھیک دوپہر کو آفتاب کا

انکار کرنا، وہ بے چارہ تو کوئی چیز نہ تھا "لا فی العیر و لا فی النفیر" نہ اونٹوں میں نہ چڑیوں میں یعنی کسی گنتی میں نہ تھا۔ جب اس کی حمایت میں وہ کچھ جوش، تو مسٹر ابوالکلام تو لیڈر کبیر، ان کا کفر ضرور ٹھیٹ اسلام بنے گا، ان کے مقابل اللہ ورسول وقرآن کی کون سنے گا، کھلے گرا ہان لیڈران لیام کو جانے دو۔ بدایوں، شاہجہان پور، لکھنو، کانپور وغیرہ میں بڑے بڑے سنیت کا دم بھرنے والے بستے ہیں، دیکھئے تکذیب کلام اللہ، توہین رسول اللہ، انکار شریعت اللہ دیکھ کر ان میں کتنے اوکستے ہیں، مسٹر آزاد سے توبہ وقبول اسلام شائع کراتے ہیں اور نہ مانے تو ان سے بائیکاٹ مقاطعہ بناتے ہیں۔ حاشا نہ وہ توبہ واسلام شائع کریں، نہ یہ ہرگز ان کی موالات وتعظیم سے پھریں، تکذیب کی تو قرآن کی کی ان کی توبہ نہ کی۔ گالی دی تو رسول اللہ کو انہیں تو نہ دی۔ یہ تصویر جو یان خود گم، ابھی حب للہ وبغض اللہ کے مزے سے واقف ہی نہیں تم۔

قولوا اسلمنا و لما یدخل الایمان فی قلوبکم ۔ (الحجرات ۔ ۱۴)
کہو کہ ہم مطیع ہوئے اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں کہاں داخل ہوا

اور جن بندگان خدا کو ان کا حصہ ملا ہے ان پر چڑھتے ہو، ان کے سایہ سے کہ ان کا سایہ نہیں سایہ مصطفیٰ ہے مستنفر ہو کر بچتے ہو، یہاں سے ان کے بائکاٹ اور ترک موالات کی حقیقت کھلتی ہے، مسلمان کا ایمان شاہد ہے کہ ترک بھائیوں کا سارا ملک چھین لیں، یا کعبہ معظمہ کو معاذ اللہ ایک ایک اینٹ کردیں ہرگز اللہ ورسول وقرآن کی تکذیب وتوہین کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اگر ان کا وہ جوش، وہ نان کو آپریشن ۔ (NON SO. OPERATION) کا خروش اللہ کے لئے ہوتا تو وہاں ایک حصہ تھا، ان سے ہزار حصے ہوتا، مگر یہاں ہزاروں حصہ بھی درکنار، وہی محبت وہی پیار، وہی تعظیم وہی تکریم، وہی داد ودہش وہی اتحاد، وہی لیڈری وہی سروری، تو للہ انصاف، کیا آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہوا کہ ہرگز انہیں دین سے غرض نہیں، نہ دین کے لئے ان کی کوششیں ہوئیں بلکہ سب جوش وخروش بہر نان ونوش، سوراج بس باقی ہوس ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔

مسلمان کہلانے والو! اپنا ایمان سنبھالو، واحد قہار کے قہر سے ڈرو، حب للہ وبغض للہ کے سامان درست کرو، نیچری تہذیب اور ساختہ تادیب کے خواب غفلت سے جاگو، جس سے کلمہ تکذیب وتوہین خدا اور رسول سنو، تمہارا کیسا ہی معظم یا پیارا ہو دور کرو، دور بھاگو، خدا کے

دشمن کو دشمن مانو، اس سے تعلق کو آگ جانو، ورنہ عنقریب دیکھ لوگے کہ تمہارے قلوب مسخ ہو گئے، تمہارے ایمان نسخ ہو گئے۔

فستذکرون ما اقول لکم و افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد ۔ (الغافر ۔ ٤٤)

من یضلل اللہ فما لہ من ھاد ۔ (الرعد ۔ ٣٣)

ومن یھد اللہ فما لہ من مضل ۔ (الزمر ۔ ٣٧)

تو جلد وقت آتا ہے جو کہ میں تم سے کہہ رہا ہوں اسے یاد کرو۔ اور میں اپنے کام اللہ کو سونپتا ہوں بیشک اللہ بندوں کو دیکھتا ہے۔ اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت کرنے والا نہیں ۔ اور جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی بہکانے والا نہیں۔

میں جانتا ہوں کہ حق کڑوا لگے گا، مگر کوئی مسلمان تو ایسا نکلے گا کہ رب کے حضور گردن جھکا تا سچے دل سے سنے دیکھے، حق و باطل کو میزان ایمان میں پرکھے، اور اگر سب پر وہی عناد و مکابرہ کا داغ، تو وما علینا الا البلاغ ۔ اللھم الیک المشتکی و انت المستعان و علیک البلاغ والیک المصیر، و لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔

ہماری ذمہ داری بات پہنچانا تھی، تیری بارگاہ میں درخواست ہے اور تو ہی مدد فرمانے والے، تیرا کام ہی بات موثر فرمانا ہے۔ اور لوٹنا تیری طرف ہے۔ برائی سے پھرنے اور نیکی کو بجالانے کی قوۃ اللہ بلند وعظیم کے بغیر نہیں ہوسکتی۔

(فتاوی رضویہ جدید ١٤/ ١٥٦ تا ١٦١)

(۴۵) یعنی اگر عناداً ہو کہ حکم کو حق نہیں مانتا تو کافر ہے۔

(فتاوی رضویہ جدید ٨/٥٦٨)

(۴۶) شرعی احکام اور عرفی خیالات میں بہت تفاوت ہے۔ شریعت کا حکم تو یہ ہے کہ حاکم پر فرض ہے کہ مطابق احکام الٰہیہ کے حکم کرے، اگر خلاف حکم الٰہی کرے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک عمداً اور ایک خطاءً۔ عمداً کے لئے قرآن عظیم میں تین ارشاد ہوئے کہ:

من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفاسقون ۔ اولئک ھم الظالمون ۔ اولئک ھم الکافرون ۔

جولوگ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ تعلیمات کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ فاسق ہیں، وہ ظالم ہیں، وہ کافر ہیں،

قرآن مجید ایسے حکم کو فسق وظلم وکفر فرماتا ہے، یعنی اگر عناداً ہو کہ حکم کو حق نہیں مانتا تو کافر ہے ورنہ ظالم وفاسق۔ اور اگر خطا ہو تو پھر اس کی دو قسمیں ہیں، ایک یہ کہ خطا بوجہ جہل ہو، یعنی علم نہ رکھتا تھا کہ صحیح احکام سے واقف ہوتا، یہ صورت بھی حرام وفسق ہے۔ صحیح حدیث میں قاضی کی تین قسمیں فرمائیں۔ قاض فی الجنة و القاضیان فی النار، ایک قاضی جنت میں ہے اور دو قاضی دوزخ میں۔ وہ کہ عالم وعادل ہو جنت میں ہے، اور وہ کہ قصداً خلاف حکم کرے یا بوجہ جہل یہ دونوں نار میں ہیں، بوجہ جہل پر ناری ہونے کا یہ سبب ہے کہ اس نے ایسی بات پر اقدام کیا جس کی قدرت نہ رکھتا تھا، وہ جانتا تھا کہ میں عالم نہیں اور بے علم مطابق احکام ممکن نہیں، تو مخالفت احکام پر قصداً راضی ہوا۔ بلکہ اس سے اگر کوئی حکم مطابق شرع بھی صادر ہو جب بھی وہ مخالفت شرع کر رہا ہے کہ اس اتفاقی مطابقت کا اعتبار نہیں، لہذا حدیث میں فرمایا:

من قال فی القرآن برأیه فاصاب فقد اخطأ۔

جس نے قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہا اگر ٹھیک کہا تو غلط کہا۔

دوسری صورت خطا کی یہ ہے کہ عالم ہے احکام شرعیہ سے آگاہ ہے قابلیت قضاء رکھتا ہے، احکام الہیہ کے مطابق فیصلہ کرنا چاہا اور براہ بشریت غلط فہمی ہوئی۔ اس کی پھر دو صورتیں ہیں۔ اگر وہ مجتہد ہے اور اس کے اجتہاد نے خطا کی تو اس خطا پر اس کے لئے اجر ہے اور وہ فیصلہ جو اس نے کیا نافذ ہے، اور اگر مقلد ہے جیسے عموماً قاضیان زمانہ، اور جدوجہد میں اس نے کمی نہ کی اور فہم حکم میں اس سے غلطی واقع ہوئی اور ہے پورا عالم اور اس عہدۂ جلیلہ کے قابل، تو اس کی یہ خطاء معاف ہے مگر وہ فیصلہ نافذ نہیں۔ یہ سب احکام قاضیان سلطنت اسلامیہ سابقہ کے لئے ہیں جو اسی کام کے لئے مقرر ہوئے تھے۔ کہ مطابق احکام الہیہ فیصلہ کریں بخلاف حال، کہ اکثر اسلامی سلطنتوں کے جن میں خود سلاطین نے احکام شرعیہ کے ساتھ اپنے گڑھے ہوئے باطل قانون بھی خلط کیے ہیں اور قاضیوں کو ان پر فیصلہ کرنے کا حکم ہے، ان کی شناعت کا کیا اندازہ ہوسکتا ہے کہ وہ اللہ ورسول کے حکم کے خلاف فیصلہ کرنے ہی پر مقرر ہوئے، ان اسلامی سلطنتوں کے ایسے قاضیوں کو بھی قاضی شرع کہنا حلال نہیں ہوسکتا، بلکہ اس کلمہ کے یہ میں جو

خباثت ہے قائل اگر اس پر آگاہ ہو اور اس کا ارادہ کرے تو قطعاً خارج از اسلام ہو جائے کہ اس نے باطل کا نام شرع رکھا۔ ولہذا ائمہ کرام نے اپنے زمانہ کہ سلاطین کی نسبت فرمایا ہے کہ:

من قال لسلطان زماننا عادل فقد کفر۔ ہمارے زمانہ کے سلطان کو عادل کہنا کفر ہے۔

کہ خلاف احکام الٰہیہ حکم کرتے ہیں اور خلاف احکام الٰہیہ عدل نہیں ہو سکتا، عدل حق ہے تو اسے عدل کہنے کے یہ معنی ہوئے کہ خلاف احکام الٰہیہ حق ہے، تو معاذ اللہ احکام الٰہیہ ناحق ہوئے اور یہ کفر ہے۔ بہر حال جو قاضی خلاف احکام الٰہیہ حکم کرتا ہو ہرگز قاضی شرع نہیں ہو سکتا، جب قاضیان سلطنت اسلامیہ کے نسبت یہ احکام ہیں تو سلطنت غیر اسلامیہ کے احکام تو مقرر ہی اس لئے کئے جاتے ہیں کہ مطابق قانون فیصلہ کریں، رہی رجسٹراری اس میں اگرچہ کوئی حکم نہیں مگر وہ دستاویزیں سود کی بھی ہوتی ہے اور صحیح حدیث میں ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکل الربو و موکلہ و کاتبہ شاھدیہ و قال ھم سواء۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سود کھانے والے اور سود دینے والے اور سود کا کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہیاں کرنے والوں پر اور فرمایا سب برابر ہیں۔

جمعہ و عیدین کی امامت پنج گانہ کی امامت سے بہت خاص ہے، امامت پنج گانہ میں صرف اتنا ضرور ہے کہ امام کی طہارت و نماز صحیح ہو۔ قرآن عظیم صحیح پڑھتا ہو، بدمذہب نہ ہو، فاسق معلن نہ ہو، پھر جو کوئی پڑھائے گا نماز بلاخلل ہو جائے گی بخلاف نماز جمعہ و عیدین کے، ان کے لئے شرط ہے کہ امام خود سلطان اسلام ہو یا اس کا ماذون، اور جہاں یہ نہ ہوں تو بضرورت عام مسلمانوں نے جمعہ و عیدین کا امام مقرر کیا ہو۔ کما فی الدر المختار وغیرہ۔

دوسرا شخص اگرچہ کیسا ہی عالم و صالح ہو ان نمازوں کی امامت نہیں کر سکتا ہے اگر کرے گا نماز نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رضویہ جدید ۸/۵۶۸۔۵۶۹)

(۴۷) جو شخص خلاف شریعت مطہرہ کے فیصلہ کرے اسے امام بنانا ناجائز نہیں۔

قال اللہ تعالیٰ و من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفاسقون۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو لوگوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کے مطابق فیصلہ نہیں

کرتے وہ لوگ فاسق ہیں۔

غنیۃ میں ہے۔

لو قد موا فاسقا یا ثمو ن ۔

اگر فاسق کو لوگوں نے امام بنایا تو تمام گنہگار ہوں گے۔

اوراس کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہے کما حققہ المحقق الحلبی فی الغنیۃ ۔و اللہ سبحا نہ و تعالی اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

(۵۱) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِیَآءَ ؔۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍؕ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۔☆

اے ایمان والوں یہود ونصاری کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اورتم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے بے شک اللہ بے انصافوں کوراہ نہیں دیتا۔

﴿۱۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

فی الواقع جو بدعتی ضروریات دین میں سے کسی شئی کا منکر ہو باجماع مسلمین یقیناً قطعاً کافر ہے اگر چہ کروڑ بار کلمہ پڑھے، پیشانی اس کے سجدے میں ایک ورق ہو جائے۔ بدن اس کا روزوں میں ایک خاکہ رہ جائے۔ عمر میں ہزار حج کرے، لاکھ پہاڑ سونے کے راہ خدا پر دے۔ واللہ ہرگز ہرگز کچھ مقبول نہیں، جب تک حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ان تمام ضروری باتوں میں جو وہ اپنے رب کے پاس سے لائے تصدیق نہ کرے، ضروریات اسلام اگر مثلاً ہزار ہیں تو ان میں سے ایک کا بھی انکار ایسا ہے جیسا نوسو ننانوے کا، آج کل جس طرح بعض بد دینوں نے یہ روش نکالی ہے کہ بات بات پر کفر وشرک کا اطلاق کرتے ہیں، اور مسلمان کو دائرہ اسلام سے خارج کہتے ہوئے مطلق نہیں ڈرتے، حالانکہ مصطفی علیہ افضل الصلوۃ والثنا فرماتے ہیں: فقد باء بہ احدھما، (ان دونوں میں سے ایک نے یہ حکم اپنے اوپر لاگو کیا) یونہی بعض مداہنوں پر یہ بلا ٹوٹی ہے کہ ایک دشمن خدا سے صریح کلمات توہین آقائے عالمیان حضور پرنور سید

المرسلین الکرام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا اور ضروریات دین کا انکار سنتے جائیں، اور اسے سچا پکا مسلمان بلکہ ان میں کسی کو افضل العلماء کسی کو امام الاولیاء مانتے جائیں، یہ نہیں جانتے یا جانتے ہیں اور نہیں مانتے، کہ اگر انکار ضروریات بھی کفر نہیں ہے، تو عزیزو! بت پرستی میں کیا زہر گھل گیا ہے وہ بھی آخر اسی لئے کفر ٹھہری کہ اول ضروریات دین یعنی توحید الٰہی جل وعلا کے خلاف ہے، کہتے ہیں وہ کلمہ گو ہے، نماز پڑھتا ہے، روزے رکھتا ہے، ایسے ایسے مجاہدے کرتا ہے، ہم کیوں کر اسے کافر کہیں۔ ان لوگوں کے سامنے اگر کوئی کلمہ پڑھے، افعال اسلام ادا کرے، با آنہمہ مہادیو کو خدا مانے شاید جب بھی کافر نہ کہیں گے، مگر اس قدر نہیں جانتے کہ اعمال تو تابع ایمان ہیں، پہلے ایمان تو ثابت کرلو تو اعمال سے احتجاج کرو۔ ابلیس کے برابر تو یہ مجاہدے کا ہے کو ہوئے پھر اس کے کیا کام آئے، جو ان کے کام آئیں گے۔ آخر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک قوم کی کثرت اعمال اس درجہ بیان فرمائی کہ

تحقرون صلوتکم مع صلوتھم وصیامکم مع صیامھم او کما قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ان کی نمازوں کے مقابلے میں تم اپنی نمازوں کو اور ان کے روزوں کے مقابلے میں اپنے روزوں کو حقیر سمجھو گے، جیسا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے، پھر ان کے دین کا بیان فرمایا۔

یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ۔

دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پار نکل جاتا ہے۔

رہی کلمہ گوئی تو مجرد زبان سے کہنا ایمان کے لئے کافی نہیں، منافقین تو خوب زور وشور سے کلمہ پڑھتے حالانکہ ان کے لئے فی الدرک الاسفل من النار، (جہنم کی نچلی تہہ میں) کا فرمان ہے۔ والعیاذ باللہ۔

الحاصل ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے اور وہ بعد انکار ضروریات کہاں، مثلاً۔

جو رافضی اس قرآن مجید کو جو بفضل الٰہی ہمارے ہاتھوں میں موجود، ہمارے دلوں میں محفوظ ہے، عیاذا باللہ بیاض عثمانی بتائے، اس کے ایک حرف یا ایک نقطہ کی نسبت صحابہ یا اہل سنت یا کسی شخص کے گھٹانے یا بڑھانے کا دعوی کرے۔

یا احتمالاً کہے شاید ہوا ہو۔

یا کہے مولیٰ علی یا باقی ائمہ یا کوئی غیر نبی انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل ہیں۔

یا مسئلہ خبیثہ ملعونہ بدل کا قائل ہو یعنی کہے باری تعالیٰ کبھی ایک حکم سے پشیمان ہو کر اسے بدل دیتا ہے۔

یا کہے ایک وقت تک مصلحت پر اطلاع نہ تھی جب اسے اطلاع ہوئی حکم بدل دیا۔ تعالیٰ اللہ عما یقول الظلمون علوا کبیرا۔

یا دامن عفت مامن طیب الطیب اعطر اطہر کنیزان بارگاہ طہارت پناہ حضرت ام المومنین صدیقہ بنت الصدیق صلی اللہ تعالیٰ علیٰ زوجہا الکریم وابیہا وعلیہا وبارک وسلم کے بارے میں اسی افک مبغوض مغضوب ملعون کے ساتھ اپنی ناپاک زبان آلودہ کرے۔

یا کہے احکام شریعت حضرات ائمہ طاہرین کو سپرد تھے جو چاہتے راہ نکالتے جو چاہتے بدل ڈالتے،

یا کہے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ائمہ طاہرین پر وحی شریعت آتی رہی۔

یا کہے ائمہ میں سے کوئی شخص حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہم پلہ تھا۔

یا کہے حضرات کریمین امامین شہیدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے افضل ہیں، کہ ان کی سی ماں حضور کی والدہ کب تھیں، اور ان کے سے باپ حضور کے والد کہاں تھے، اور ان کے سے نانا حضور کے نانا کب تھے۔

یا کہے حضرت جناب شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم نے نوح کی کشتی بچائی، ابراہیم پر آگ بجھائی، یوسف کو بادشاہی دی، سلیمان کو عالم پناہی دی، علیہم الصلوٰۃ والسلام اجمعین۔

یا کہے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی کسی وقت کسی جگہ حکم الٰہی کی تبلیغ میں معاذ اللہ تقیہ فرمایا، الی غیر ذلک من الاقوال الخبیثہ۔

یا جو نجدی وہابی حضور پرنور سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے کوئی مثل آسمان میں یا زمین طبقات بالا میں یا زیرین میں موجود مانے یا کہے کبھی تھا یا کبھی ہوگا، یا شاید ہو، یا ہے تو نہیں مگر ہو جائے تو کچھ حرج بھی نہیں۔

یا حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا انکار کرے۔

یا کہے آج تک جو صحابہ تابعین خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین سمجھتے رہے خطا پر تھے، نہ پچھلا نبی ہونا حضور کے لئے کوئی کمال بلکہ اس کے معنے یہ ہیں جو میں سمجھا۔

یا کہے میں ذمہ کرتا ہوں اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبوت پائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

یا دو ایک بڑے نام ذکر کر کے کہے نماز میں جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف خیال لے جانا فلاں وفلاں کے تصور میں ڈوب جانے سے بدتر ہے، لعنۃ اللہ علی مقالتہ الخبیثۃ۔

یا بوجہ تبلیغ رسالت حضور پرنور محبوب رب العالمین ملک الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس چپراسی سے تشبیہ دے جو فرمان شاہی رعایا کے پاس لایا۔

یا حضور اقدس مالک ومعطی جنت علیہ افضل الصلوۃ والتحیۃ اور حضرت سیدنا ومولانا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ وحضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسمائے کریمہ طیبہ لکھ کر کہے (خاک بدہان گستاخان) یہ سب جہنم کی راہیں ہیں۔

یا حضور فریادرس بیکساں حاجت روائے دو جہاں صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ سے استعانت کو برا کہے کریوں ملعون مثال دے کہ جو غلام ایک بادشاہ کا ہو رہا اسے دوسرے بادشاہ سے بھی کام نہیں رہتا، پھر کیسے، کا ذکر ہے اور یہاں دونا پاک قوموں کے نام لکھے۔

یا ان کے مزار پرانوار کو فائدہ زیارت میں کسی پادری کافر کی گور سے برابر ٹھہرائے، اشد مقت اللہ علی قولہ۔

یا اس کی خباثت قلبی توہین شان رفیع المکان واجب الاعظام حضور سید الانام علیہ افضل الصلوۃ والسلام پر باعث ہو، کہ حضور کو اپنا بڑا بھائی بتائے۔

یا کہے کہ ان کے بدگو مر کر مٹی میں مل گئے۔

یا ان کی تعریف ایسی ہی کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کی کرتے ہو بلکہ اس سے بھی کم الی غیر ذلک من الخرافات المعلونۃ۔

یا کوئی نیچری نئی روشنی کا مدعی کہے باندی غلام بنانا ظلم صریح اور بہائم کا سا کام ہے، جس

شریعت میں کبھی یہ فعل جائز رہا ہو وہ شریعت منجانب اللہ نہیں۔

یا معجزات انبیاء علیہم السلام سے انکار کرے، نیل کے شق ہونے کو جوار بھاٹا بتائے، عصا کے اژدہا بن کر حرکت کرنے کو سیماب وغیرہ کا شعبدہ ٹھہرائے۔

یا مسلمانوں کی جنت کو معاذ اللہ رنڈیوں کا چکلہ کہے۔

یا نار جہنم کو الم نفسانی سے تاویل کرے۔

یا وجود ملائکہ علیہم السلام کا منکر ہو،

یا کہے آسمان ہر بلندی کا نام ہے، وہ جس جسے مسلمان آسمان کہتے ہیں محض باطل ہے۔

یا کہے شیطان (کہ اس کا معلم شفیق ہے،) کوئی چیز نہیں فقط قوت بدی کا نام ہے اور قرآن عظیم میں جو قصے آدم وحوا کے موجود ہیں جن سے شیطان کا وجود جسمانی سمجھا جاتا ہے تمثیلی کہانیاں ہیں،

یا کہے ہم بانی اسلام کو برا کہے بغیر نہیں رہ سکتے۔

(۹) یا نصوص قرآنیہ کو عقل کا تابع بتائے کہ جو بات قرآن عظیم کی قانون نیچری کے مطابق مانی جائے فبہا ورنہ کفر جلی کے روئے زشت پر پردہ ڈھکنے کو ناپاک تاویلیں کی جائیں گی۔

یا کہے میں استقبال قبلہ ضرور نہیں جدھر منہ کرو اسی طرف خدا ہے۔

یا کہے آجکل کے یہود ونصاری کافر نہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ نہ پایا نہ حضور کے معجزات دیکھے۔

یا ہاتھ سے کھانا کھانے وغیرہ بعض سنن کے ذکر پر کہے تہذیب نصاری نے ایجاد کی، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض افعال نا مہذب تھے، اور یہ دونوں کلمے بعض اشقیاء سے فقیر نے خود سنے، الی غیر ذلک من الاباطیل، الشیطانیہ۔

یا کوئی جھوٹا صوفی کہے جب بندہ عارف باللہ ہو جاتا ہے تکالیف شرعیہ اس سے ساقط ہو جاتی ہیں، یہ باتیں تو خدا تک پہنچنے کی راہ ہیں جو مقصود تک واصل ہو گیا اسے راستہ سے کیا کام۔

یا کہے یہ رکوع وسجدہ تو محجوبوں کی نماز ہے محبوبوں کو اس نماز کی کیا ضرورت، ہماری نماز

ترک وجود ہے،

یا یہ نماز روزہ تو عالموں نے انتظام کے لئے بنایا ہے۔

یا جتنے عالم ہیں سب پنڈت ہیں عالم وہی ہے جو انبیاء بنی اسرائیل کی مثل معجزے دکھائے، یہ بات حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل ہوئی وہ بھی ایک مدت کے بعد مولی علی سکھانے سے، کما سمعتہ من بعض المتھورین علی اللہ۔ (جیسا کہ میں نے خود ایسے لوگوں سے سنا، ہے جو اللہ تعالیٰ پر جرأت کرتے ہیں، ت)

یا خدا تک پہوچنے کیلئے اسلام شرط نہیں، بعیت بک جانے کا نام ہے اگر کافر ہمارے ہاتھ پر بک جائے ہم اسے بھی خدا تک پہنچادیں، گو وہ اپنے دین خبیث پر رہے۔

یا رنڈیوں کا ناچ علانیہ دیکھے جب اس پر اعتراض ہو تو کہے یہ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے، کما بلغنی عن بعضھم واعترف بہ بعض خلص، مریدیہ۔) جیسا کہ ان کے بعض سے مجھے اطلاع ملی اور اس کے مخلص مرید نے اس کا اعتراف کیا۔ت)

یا شبانہ روز طبلہ سارنگی میں مشغول رہے جب تحریم مزامیر کی احادیث سنائیں تو کہے یہ مذمتیں تان کثیف بے مزہ باجوں کے لئے وارد ہیں، جو اس وقت عرب میں رائج تھے، یہ لطیف نفیس لذیذ باجے جواب ایجاد ہوئے اس زمانے میں ہوتے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سوا ان کے سننے کے ہرگز کوئی کام نہ کرتے۔

یا کہے۔

بمعنی خدا ہے سراہا گیا ہے — محمد خدا ہے خدا ہے محمد

یہ دونوں ہیں ایک ان کو دو مت سمجھنا — خدا باطن وظاہر ہے محمد

مسیحا سے تری آنکھوں کی سب بیمار اچھے ہیں

اشاروں میں جلا دیتے ہیں مردہ یا رسول اللہ

یا کہے۔

علی مشکلکشا شیر خدا تھا اور حیدر تھا

دو بالا مرتبہ تھا را کب دوش پیمبر تھا

برب کعبہ کیب خیبر شکن فرزند آزر تھا

بتوں کے توڑنے میں اس سے ابراہیم ہمسر تھا
اگر ہوتا نہ زیر پا کتف شاہ رسولاں کا

یا کہے مولی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اللہ تعالیٰ کے محبوب تھے، اور انبیاء و سابقین علیہم الصلوۃ والسلام میں کوئی خدا کا محبوب نہ تھا۔

یا اس کے جلسہ میں لا الٰہ الا اللہ فلاں رسول اللہ اسی مغرور کا نام لے کر کہا جائے اور وہ اس پر راضی ہو جائے۔

یہ سب فرقے بالقطع کافر مطلق ہیں، ھداھم اللہ تعالیٰ الی الصراط المستقیم والا لعنھم لعنہ تبید صغار ھم و کبارھم و تزیل عن الاسلام والمسلمین عارھم وعوارھم آمین۔

اللہ تعالیٰ ان کو سیدھی راہ کی ہدایت دے ورنہ ان پر لعنت فرمائے۔ ایسی لعنت جوان کے بڑوں چھوٹوں کو ملیامیٹ کردے، اور اسلام اور مسلمانوں سے ان کی عار اور اندھاپن ختم ہو جائے۔ آمین۔

اور جو شخص ابتدا میں صحیح الاسلام تھا بعدہ ان خرافات کی طرف رجوع کی اس کے مرتد ہونے میں شبہ نہیں، اس قدر پر تو اجماع قطعی قائم ہے، اب رہی تحقیق اس بات کی کہ ان میں جو شخص قدیم سے ایسے ہی عقائد پر ہوا اور بچپن سے یہی کفریات سیکھے، جیسے وہ مبتدعین جن کے باپ دادا سے یہی مذاہب کفرہ چلے آتے ہیں ان کی نسبت کیا حکم ہونا چاہیے، کہ کفار چند قسم ہیں کچھ ایسے کہ باوجود کفر شرع مطہر نے ان کی عورتوں سے نکاح اور ذبائح کا تناول جائز فرمایا دیا، وہ کتابی ہیں، اور بعض وہ جن کے نساء و ذبائح حرام، مگر ان سے جزیہ لینا مناسب ہو تو صلح کرنا غلبہ پائیں تو رفیق بنانا جائز ہے اور انہیں خواہی نخواہی اسلام پر جبر نہ کریں گے، وہ مشرکین ہیں اور بعض ایسے جن کے ساتھ یہ سب باتیں ناجائز، وہ مرتدین ہیں، آیا ان ہمیشہ کے بدعتی کفار مدعیان اسلام پر کس قسم کے حکم جاری ہوں، مطالعہ کتب فقہ سے اس بارہ میں چار قول مستفاد ہوتے ہیں جن کی تفصیل فقیر نے رسالۃ الاعقالۃ المفسرۃ عن احکام البدعۃ المکفرۃ۔ میں بما لا مزید علیہ کی، ان میں مذہب صحیح و معتمد علیہ یہی ہے کہ یہ مبتدعین بحکم شرع مطلقا مرتدین ہیں خواہ بدعت ان کے باپ دادا سے چلی آتی ہو یا خود انہوں نے ابتدائے اختیار کی ہو خواہ بعد ایک

زمانہ کے کی ہو کسی طرح فرق نہیں، بس اتنا چاہیے کہ باوجود دعوی اسلام و اقرار شہادتین بعض ضروریات دین سے انکار رکھتا ہو، اس پر احکام مرتدین جاری کیئے جائیں گے، عالمگیریہ میں ہے۔

یجب الکفار وافض فی قولھم برجعۃ الاموات الی الدنیا و بتناسخ الارواح و بانتقال روح اللہ الی الائمۃ وبقولھم فی خروج امام باطن و بتعطیلھم الامر والنھی الی ان یخرج الامام الباطن وبقولھم ان جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام غلط فی الوحی الی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دون علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وھؤلاء القوم خارجون عن ملۃ الاسلام و احکامھم احکام المرتدین کذا فی الظھیریۃ۔

رافضیوں کی ان باتوں پر کہ ''مردے دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔'' روح دوسرے جسموں میں آئیں گے، اللہ تعالیٰ کی روح ائمہ اہل بیت میں منتقل ہوئی ہے، امام باطن خران کریں گے، امام باطن کے خروج تک امر ونہی حکام معطل رہیں گے، جبرئیل علیہ الصلوۃ والسلام سے حضرت علی کے مقابلہ میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی لانے میں غلطی ہوئی ہے، ان کی تکفیر ضروری ہے، یہ لوگ ملت اسلامیہ سے خارج ہیں، اوران کے احکام مرتدین جیسے ہوں گے ظہیریہ میں ایسے ہی ہے۔

خود علامہ شامی علیہ الرحمۃ تنقیح الفتاوی الحامدیہ میں مؤلف فتاوی علامہ حامد آفندی عماوی سے نقل کرتے ہیں انہوں نے شیخ الاسلام عبداللہ آفندی کے مجموعہ میں علامۃ الوری نوح آفندی حنفی علیہ الرحمۃ کا فتویٰ دیکھا جس میں ان سے تکفیر روافض کے بارے میں سوال ہوا تھا علامہ ان کے کلمات کفریہ لکھ کر فرماتے ہیں،

ثبت بالتواتر قطعا عند الخواص والعوام المسلمین ان ھذہ القبائح مجتمعۃ فی ھؤلاء الضالین المضلین فمن اتصف بواحد من ھذہ الامور فھو کافر الی ان قال، ولا یجوز ترکھم علیہ باعطاء الجزیۃ ولا بامان مؤبد نص علیہ قاضی خان فی فتاو جواز ارقاق نسائھم لان ارقاق المرتدۃ بعد مالحقت بدار الحرب جائز الخ۔ اھ ملتقطا۔

خواص وعوام مسلمانوں میں یہ بات تواتر سے چلی آرہی ہے کہ مذکورہ قباحتیں ان گمراہ لوگوں میں جمع ہیں جبکہ ان قباحتوں میں سے کسی ایک سے متصف ہونے والا کافر ہے۔(آگے یہاں تک فرمایا) کہ جزیہ کے بدلے یا امان دے کرلوگوں کو یہ اجازت نہیں دی سکتی اس پر قاضی خان نے اپنے فتاوی میں تصریح کی ہے اوران کی عورتوں کو لونڈیاں بنانا جائز کیونکہ مرتدہ عورت جب دارالحرب چلی جائے تو اس کے بعد اس کو لونڈی بنانا جائز ہے الخ۔ اھ ملتقطا۔

فتاوی علامہ قاضی خان میں شیخ امام ابوبکر بن الفضل علیہ الرحمہ سیدربارہو میض کہ اول زن وشوہر تھے پھر دونوں مسلمان ہوئے، عورت نے اور مسلمان سے نکاح کرلیا، منقول۔

ان کان یظهران الکفرا واحد هما کانا بمنزلة المرتدین لم یصح نکاحهما ویصح نکاح المرأة مع الثانی انتهی باختصار۔

مرد وعورت دونوں یا ان سے ایک جب کفر کا اظہار کرے توان کا حکم مرتدوں والا ہوگا، ان کا نکاح ختم ہوجائے گا۔اور وہ عورت دوسرے کے لئے حلال ہوگی، اھ مختصرا۔

امام علامہ قاضی عیاض شفا شریف میں امام اہل سنت قاضی ابوبکر باقلانی سے نقل فرماتے ہیں:

انهم علی رائے من کفرهم بالتاویل لاتحل مناکحتهم ولا اکل ذبائحهم ولا الصلوة علی میتهم و یختلف فی موار ثتهم علی اخلاف فی میراث المرتد۔

جن لوگوں نے ان کی تکفیر کی ہے ان کی رائے میں ان سے نکاح کرنا، ان کا ذبیحہ کھانا، ان کی نماز جنازہ پڑھنا، جائز نہیں، ہے اور ان کی وراثت میں وہی اختلاف ہوگا جو مرتد کی وراثت میں ہے۔

ان عبارات سے ظاہر ہوگیا کہ ان مبتدعین منکرین ضروریات دین پر حکم مرتدین جاری ہونا ہی منقول ومقبول بلکہ مذاہب اربعہ کا مفتی بہ ہے، بالجملہ ان اعدا اللہ پر حکم ارتداد ہی کیا جائے گا۔ نہ ان سے سلطنت اسلام میں معاہدہ دائمی جائز نہ ہمیشہ کو امان دینا جائز، نہ جزیہ لینا جائز، نہ کسی وقت کسی حالت میں ان سے ربط رکھنا جائز، نہ پاس بیٹھنا جائز، بٹھانا ناجائز، نہ ان کے کسی کام میں شریک ہونا جائز نہ اپنے کام میں شریک کرنا جائز نہ مناکحت کرنا جائز نہ ذبیحہ کھانا جائز۔

قاتلهم الله انی یذهبون قال الله تعالیٰ و من یتولهم منکم فانه منهم۔
اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کرے یہ کدھر جارہے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا جوتم میں سے ان سے دوستی رکھے گا، وہ انہی میں سے ہے۔

هدنا الله تعالیٰ الی الصراط المستقیم و دین هذا النبی الکریم علیه افضل الصلوة والتسلیم و ثبتنا بالقول الثابت فی الدنیا والآخرة انه ولی ذلك وا هل التقوی و اهل المغفرة لا الٰه الا هو سبحنه و تعالیٰ عما یشرکون والله تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سیدھی راہ کی ہدایت کرے اواس آخری نبی علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم کے دین پر چلائے اور دنیا وآخرت میں ایمان کامل پر ثابت قدم رکھے، اللہ تعالیٰ اس کا مالک ہے، اے تقوی والو اور مغفرت والو! اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ پاک و بلند ہے، کسی شریک سے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۱۲۳ تا ۱۳۰)

مدارک شریف میں ہے۔

ای لا تتخذو هم اولیاء تنصرو نهم و تستنصرو نهم و تا خذو نهم و تعا شرو نهم معاشرة المؤمنین۔

یعنی رب عزوجل فرماتا ہے: کافروں کو دوست نہ بناؤ کہ تم ان کے معاون بنو اور ان سے اپنے لئے مدد چاہو، انہیں بھائی بناؤ، دنیوی برتاؤ ان کے ساتھ مسلمانوں کا سا رکھو، اس سب سے منع فرماتا ہے۔

تفسیر کبیر پارہ نمبر ۶ میں ہے:

المراد ان الله تعالیٰ امر المسلم ان لا یتخذ الحبیب الناصر الا من المسلمین۔

یعنی مراد آیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حکم فرماتا ہے کہ صرف مسلمانوں کو ہی اپنا دوست اور مددگار بنائیں۔

اور اسی میں ہے۔

یعنی لا تتخذو هم او لیا ء ای لا تعتمدو اعلی الا ستنصا ر بهم و لا تتود و االیهم ،

یعنی مراد آیت یہ ہے کہ کافروں کی مددویاری پر اعتماد نہ کرو۔

تفسیر ابی السعود وتفسیر فتوحات الٰہیہ میں زیر آیت مذکورہ ہے۔

نهـو عـن مـوا لا تهـم لـقـرا بة او صـدا قة جـا هلية و نحو هما من اسباب المصادقة والمعاشرة و عن الا ستعا نة بهم فی الغزو و سا ئر الا مور الد ينية۔

یعنی مسلمان منع کیے گئے کافروں کی دوستی سے خواہ وہ رشتہ داری ہو یا اسلام سے پہلے کا یارانہ یا کسی سبب یاری خواہ میل جول کے سبب، اور منع کیے گئے اس سے کہ جہاد یا کسی دینی کام میں کافروں سے استعانت کریں۔ (فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۴۹۳۔۴۹۴)

(۵۵) اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ☆

تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔

﴿۱٦﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہاں اللہ ورسول اور نیک بندوں میں مدد کو منحصر فرمایا کہ بس یہی مددگار ہیں، تو ضرور یہ مدد خاص ہے جس پر نیک بندوں کے سوا اور لوگ قادر نہیں، ورنہ عام مددگاری کا علاقہ تو ہر مسلمان کے ساتھ ہے۔

قال تعالیٰ:

و المؤ منون و المؤمنات بعضهم اولياء بعض۔

مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔

حالانکہ خود ہی دوسری جگہ فرماتا ہے:

مالهم من د ونه من ولی۔

اللہ کے سوا کسی کا کوئی مددگار نہیں۔

معالم التنزیل میں ہے۔

(مالہم) ای لاھل السموات و الارض (من دونہ) ای من دون اللہ (من ولی) ناصر۔

وہابی صاحبو! تمہارے طور پر معاذ اللہ کیسا کھلا شرک ہوا کہ قرآن نے خدا کی خاص صفت امداد کو رسول و صلحاً کے لئے ثابت کیا، جسے قرآن ہی جا بجا فرما چکا: کہ یہ اللہ کے سوا دوسرے کی صفت نہیں۔

مگر بحمدہ تعالیٰ اہل سنت دونوں آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ذاتی وعطائی کا فرق سمجھتے ہیں، اللہ تعالیٰ بالذات مددگار ہے، یہ صفت دوسرے کی نہیں، اور رسول و اولیاء اللہ، اللہ تعالیٰ کی قدرت دینے سے مددگار ہیں۔ وللہ الحمد۔

اب اتنا سمجھ لیجئے کہ مدد کاہے کے لئے ہوتی ہے؟ ابلا کے لئے، تو جب رسول اللہ اور اللہ کے مقبول بندے بنص قرآن مسلمانوں کے مددگار ہیں تو قطعا البلاء بھی ہیں، اور فرق وہی ہے کہ اللہ سبحانہ بالذات دافع البلاء، اور انبیاء و اولیاء علیہم الصلوۃ والثناء بعطائے خدا، و الحمد للہ العلی الاعلی۔

پنج آیت از توریت وانجیل و زبور مقدسہ۔

امام بخاری حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، اور دارمی وطبرانی و یعقوب بن سفیان حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ توراۃ مقدس میں حضور پر نور دافع البلاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفت یوں ہے۔

یا ایھا النبی ! انا ارسلناك شاھدا و مبشرا و نذیرا و حرزا للامیین (الی قولہ تعالیٰ) یعفو و یغفر۔

اے نبی! ہم نے تجھے بھیجا گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا اور بے پڑھوں کے لئے پناہ، معاف کرتا ہے اور مغفرت فرماتا ہے۔ حرز بھی رب العزت جل جلالہ کی صفات سے ہیں۔ حدیث میں ہے۔

یا حرز الضعفاء ! یا کنز الفقراء !

علامہ زرقانی شرح مواہب شریفہ میں فرماتے ہیں۔

جعلہ نفسہ حرزا مبالغۃ لحفظہ لہم فی الدارین۔

یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پناہ دینے والے ہیں، مگر رب تبارک وتعالیٰ نے حضور کو بطور مبالغہ خود پناہ کہا: جیسے عادل کو عدل یا عالم کو علم کہتے ہیں، اور اس صفت کی وجہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم دنیا و آخرت میں اپنی امت کے حافظ ونگہبان ہیں۔ و الحمدللہ رب العالمین۔

ہاں ہاں، خبردار ہوشیار، اے نجدیان نابکار! ذرا کم سن نو پیدا عیارہ خام پارہ وہابیت ناکارہ کے ننھے سے کلیجے پر ہاتھ دھر لینا، توریت وزبور کی دو آیتیں تلاوت کی جائیں گی، نوخیز وہابیت کی نادان جان پر قہر الہی کی بجلیاں گرائیں گئی، افسوس، تمہیں توریت وزبور کی تکذیب کرتے کیا لگتا ہے، جب تم قرآن کی نہ سنو، اللہ کا کذب تم ممکن گنو، مگر جان کی آفت، گلے کا غل تو یہ ہے کہ یہ آیات جناب شاہ عبدالعزیز صاحب نے نقل فرمائیں، کلام الہی بتائیں، یہ امام الطائفہ کے نسب کے چچا، شریعت کے باپ، اور طریقت کے دادا۔ اب نہ انہیں مشرک کہے بنتی ہے نہ کلام الہی پر ایمان لانے کو روٹھی وہابیت منتی ہے، نہ روئے رفتن، نہ رائے ماندن۔

دوگونہ رنج وعذاب است جان لیلی را　　بلائے صحبت مجنون وفرقت مجنون

ہاں اب ذرا گھبرائے دلوں، شرمائی چتونوں سے لجالی انکھڑیا اوپر اٹھایئے، اور بجمدہ وہ سنئے کہ ایمان نصیب ہو تو سنی ہو جایئے۔

جناب شاہ صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں۔

توریت کے سفر چہارم میں ہے۔

قال اللہ تعالیٰ لابراھیم: ان ھاجرۃ تلد ویکون من ولدھا من یدہ فوق الجمیع و یدا الجمیع مبسوطۃ الیہ بالخشوع۔

اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام سے فرمایا: بیشک ہاجرہ کے اولاد ہوگی اور اس کے بچوں میں وہ ہوگا جس کا ہاتھ سب پر بالا ہے۔ اور سب کے ہاتھ اس کی طرف پھیلے ہیں۔ عاجزی اور گڑگڑانے میں۔

وہ کون محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سید الکونین، معطی العون، صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، قربان تیرے لئے بلند ہاتھ والے، اے دوجہاں کے اجالے، حمد اس کے وجہ کریم کو جس نے ہماری عاجزی ومحتاجی کے ہاتھ ہر لئیم بے قدر سے بچائے اور تجھ جیسے

کریم رؤف ورحیم کے سامنے پھیلائے، والحمد للہ رب العالمین ۔

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستاں بتایا

نیز تحفہ میں زبور شریف سے منقول :۔

یا احمد ! فاضت الرحمة علی شفتیك من اجل ذلك ابارك علیك فتقلد السیف ، فان بهاءك و حمدك الغالب (الی قوله) الامم یخرون تحتك ، كتاب حق جاء الله به من الیمن و التقدیس من جبل فاران ، و امتلأت الارض من تحمید احمد و تقدیسه ، و ملك الارض و رقاب الامم ۔

اے احمد ! رحمت نے جوش مارا تیرے لبوں پر میں اس لئے برکت دیتا ہوں ، تو اپنی تلوار حمائل کر کہ تیری چمک اور تیری تعریف غالب ہے ، سب امتیں تیرے قدموں میں گریں گی سچی کتاب لایا اللہ کی برکت و پاکی کے ساتھ مکہ کے پہاڑ سے ، بھر گئی زمین احمد کی حمد اور اس کی پاکی بولنے سے ، احمد مالک ہوا ساری زمین اور تمام امتوں کی گردنوں کا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ۔

اے احمد پیارے صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے مملوکو ! خوشی وشادمانی ہے تمہارے لئے ، تمہارا مالک پیارا سراپا کرم وسراپا رحمت ہے ۔ والحمد للہ رب العالمین ۔

عہد ما با لب شیریں دہناں بست خدائے
با ہمہ بندہ وایں قوم خداوندانند

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب یعنی محبوب ومحب میں نہیں میرا تیرا

لہذا امام اجل عارف باللہ سیدی سہل بن عبد اللہ تستری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، پھر امام اجل قاضی عیاض شفا شریف ، پھر امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں نقلا وتذکیرا ، پھر علامہ شہاب الدین خفاجی مصری نسیم الریاض ، پھر علامہ محمد بن عبد الباری زرقانی شرح مواہب میں شرحا وتفسیرا فرماتے ہیں :۔

من لم یر ولایة الرسول علیه فی جمیع احواله و لم یر نفسه فی ملكه لا یذوق حلاوة سنته ۔

جو ہر حال میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو اپنا والی اور اپنے آپ کو حضور کی ملک نہ جانے وہ سنت نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی حلاوت سے اصلا خبردار نہ ہوگا۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔

فائدہ عظیمہ: الحمد للہ سنیوں کی اقبالی ڈگری، ان آیات توریت وزبور پر فقیر غفرلہ القدیر کو دو آیات توریت وانجیل مبارک مع چند احادیث کے یاد آئیں، مگر ان کے ذکر سے پہلے امام الطائفہ کا ایک انجان پنے کا اقرار سن لیجئے۔

تقویۃ الایمان فصل ثانی اشراک فی العلم کے شروع میں لکھا:۔

جس کے ہاتھ میں کنجی ہوتی ہے قفل اسی کے اختیار میں ہوتا ہے جب چاہے تو کھولے جب چاہے تو نہ کھولے۔ انتہی

بھولا نادان لکھتے تو لکھ گیا مگر۔

کیا خبر تھی انقلاب آسمان ہوجائے گا دین نجدی پائمال سنیاں ہوجائے گا

غریب مسکین کیا جانتا تھا کہ وہ چند ورق بعد یہ کہنے کو ہے کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔

یہاں اس قول سے تمام عالم پر محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا اختیار تام ثابت ہوجائے گا، بیچارے مسکین عزیز کے دھیان میں اس وقت بھی یہ ہی لوہے پیتل کی کنجیاں تھیں جو جامع مسجد کی سیڑھیوں پر بساطی پیسے پیسے بیچتے ہیں، اس کے خواب میں بھی خیال نہ تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے رب جل وعلا نے اس بادشاہ جبار جلیل اقتدار عظیم الاختیار صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو کیا کیا کنجیاں عطا فرمائی ہیں۔ ہاں ہم سے سن اور وہ سن کہ سن ہو جا۔

(الامن والعلی ص ۹۳)

۴۳۴۳۔ **عن** ام الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: قلت لکعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ما تجدون فی التوراۃ من وصف النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم؟ قال: نجدہ محمد رسول اللہ اسمہ المتوکل، لیس بفظ ولا غلیظ ولا سخاب

۴۳۴۳۔ دلائل النبوۃ للبیہقی، ۱/ ۳۷۷ ☆ تاریخ دمشق لابن عساکر، ۱/ ۳۴۳

فی الاسواق و اعطی المفاتیح لیبصر اللہ بہ اعینا عورا، و یسمع بہ آذانا صما، و یقیم بہ السنۃ معوجۃ حتی یشھدون لا الہ الا اللہ وحدہ و لا شریک لہ، یعین المظلوم و یمنعہ من ان یستضعف۔

حضرت ام درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا، تم توریت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت پاک کیا پاتے ہو؟ کہا: حضور کا وصف توریت مقدس میں یوں ہے۔ محمد اللہ کے رسول ہیں، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کا نام متوکل ہے، نہ درشت خو ہیں، نہ سخت گو، نہ بازاروں میں چلانے والے، وہ کنجیاں دیئے گئے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ پھوٹی آنکھیں بینا اور بہرے کان شنوا اور ٹیڑھی زبانیں سیدھی کردے، یہاں تک کہ لوگ گواہی دیں کہ ایک اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، اسکا کوئی ساجھی نہیں، وہ نبی کریم ہر مظلوم کی مدد فرمائیں گے، اور اسے کمزور سمجھے جانے سے بچائیں گے۔

۴۳۴۴۔ **عن** ام المؤمنین عائشۃ الصدیقۃ رضی اللہ تعالی عنہا قالت: مکتوب فی الانجیل من نعت النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، لا فظ و لا غلیظ و لا سخاب فی الاسواق و اعطی المفاتیح مثل ما مر سواء بسواء۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفت وثنا انجیل پاک میں مکتوب ہے، نہ سخت دل ہیں، نہ درشت خو، نہ بازاروں میں شور کرتے، انہیں کنجیاں عطا ہوئی ہیں۔ باقی عبارت مثل توریت مبارک ہے۔

۴۳۴۵۔ **عن** ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی

۴۳۴۴۔ دلائل النبوۃ للبیہقی، ۱/ ۳۷۷ ☆ الطبقات الکبری لابن سعد،

۴۳۴۵۔ الجامع الصحیح للبخاری، باب نصرت بالرعب مسیرۃ شھر، ۱/ ۴۱۸

الصحیح لمسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلوۃ، ۱/ ۱۹۹

المسند لاحمد بن حنبل، ۲/ ۴۵۵ ☆ التفسیر للقرطبی، ۱۰/ ۴۹

السنن الکبری للبیہقی، ۸/ ۱۷۵ ☆ دلائل النبوۃ للبیہقی، ۵/ ۳۳۵

علیه وسلم بینما انانائم اذ جئی بمفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں سورہا تھا کہ تمام خزائن زمین کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے دونوں ہاتھوں میں رکھدی گئیں۔

۴۳۴۶۔ **عن** امیر المؤمنین علی المرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجهه الکریم قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: اعطیت ما لم یعط احد من الانبیاء قبلی، نصرت بالرعب، و اعطیت مفاتیح الارض الحدیث۔

امیر المؤمنین حضرت علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے وہ عطا ہوا جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ ملا رعب سے میری مدد فرمائی گئی (کہ مہینہ بھر کی راہ پر دشمن میرا نام پاک سن کر کانپے) اور مجھے ساری زمین کی کنجیاں عطا ہوئیں۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

۴۳۴۷۔ **عن** جابر بن عبد الله رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: اوتیت بمقالید الدنیا علی فرس ابلق، جاء نی به جبرئیل، علیه قطیفة من سندس۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور مالک تمام دنیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: دنیا کی کنجیاں ابلق گھوڑے پر رکھ کر میری خدمت میں حاضر کی گئیں، جبرئیل لے کر آئے، اس پر نازک ریشم کا زین پوش بانقش ونگار پڑا تھا۔

۴۳۴۸۔ **عن** عبد الله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: اوتیت مفاتیح کل شئ الا الخمس۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور پرنور ابو القاسم صلی اللہ

۴۳۴۶۔ المسند لاحمد بن حنبل، ۱/ ۹۸ ☆ السنن الکبری للبیهقی، ۱/ ۲۱۳

۴۳۴۸۔ المسند لاحمد بن حنبل، ۳/ ۳۲۸ ☆ مجمع الزوائد للهیثمی، ۹/ ۲۰
میزان الاعتدال للذهبی، ۲۰۶ ☆ الترغیب والترهیب للمنذری، ۴/ ۱۹۷

تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے ہر چیز کی کنجیاں عطا ہوئیں سوا ان پانچ کے۔

﴿۱۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یعنی غیوب خمسہ، علامہ حفنی حاشیہ جامع صغیر میں فرماتے ہیں: ثم اعلم بها بعد ذلك۔ پھر یہ پانچ بھی عطا ہوئیں۔ ان کا علم بھی دیا گیا۔ اسی طرح امام جلال الدین سیوطی نے بھی خصائص کبری میں نقل فرمایا:

علامہ مدابغی شرح فتح المبین امام ابن حجر مکی میں فرماتے ہیں: یہ ہی حق ہے۔ وللہ الحمد۔

اس مقام کی تحقیق انیق فقیر کے رسالہ "مالی انیب بعلوم الغیب" میں دیکھئے۔ وباللہ التوفیق۔

(الامن والعلی ص۹۴)

۴۳۴۹۔ **عن** عبد الله بن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قالت ام رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم امنة رضی الله تعالیٰ عنها: لما خرج من بطنی نظرت الیه فاذا انا به ساجدا، ثم رأیت سحابة بیضاء قد اقبلت من السماء حتی غشیته فغیب عن وجهی، ثم تجلت فاذا انا به مدرج فی ثوب صوف ابیض و تحته حریرة خضراء، و قد قبض علی ثلثة مفاتیح من اللؤلؤ الرطب، و اذا قائل یقول: قبض محمد صلی الله تعالی علیه وسلم علی مفاتیح النصر و مفاتیح الربح و مفاتیح النبوة، ثم اقبلت سحابة اخری حتی غشیته فغیب عنی، ثم تجلت فاذا انا به قد قبض علی حریرة خضراء مطویة، و اذا قائل یقول: بخ بخ، قبض محمد صلی الله تعالی علیه وسلم علی الدنیا کلها لم یبق خلق من اهلها الادخل فی قبضته، هذا مختصر۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور مالک غیور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں: جب حضور میرے شکم سے پیدا ہوئے میں نے دیکھا سجدہ میں پڑے ہیں، پھر ایک سفید ابر نے آسمان سے آکر حضور کو ڈھانپ لیا کہ میرے سامنے سے غائب ہوگئے۔ پھر وہ پردہ ہٹا تو میں کیا دیکھتی ہوں

۴۳۴۹۔ دلائل النبوۃ لابی نعیم،

کہ حضور ایک سفید اونی کپڑے میں لپٹے ہیں اور سبز ریشمی بچھونا بچھا ہے، اور گوہر شاداب کی تین کنجیاں حضور کی مٹھی میں ہیں، کہنے والا کہہ رہا تھا، نصرت کی کنجیاں، نفع کی کنجیاں اور نبوت کی کنجیاں، سب پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبضہ فرمایا، پھر ایک اور ابر نے آکر حضور کو ڈھانپ لیا کہ میری نگاہ سے چھپ گئے، پھر روشن ہوا تو کیا دیکھتی ہوں کہ ایک سبز ریشم کا لپٹا ہوا کپڑا حضور کی مٹھی میں ہے۔ اور کوئی منادی پکار رہا ہے ۔ واہ واہ ساری دنیا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مٹھی میں آئی، زمین وآسمان میں کوئی مخلوق ایسی نہ رہی جو ان کے قبضہ میں نہ آئی ہو، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والحمد للہ رب العالمین۔

۴۳۵۰۔ **عن** عبد الله بن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال : قالت امنة الزهرية رضی الله تعالیٰ عنها : لما ولد جاء رضوان خازن الجنة عليه السلام و ادخله فی جناحيه فقال فی اذنه معك مفاتيح النصر ، قد البست الخواف و الرعب ، لا يسمع احد بذكرك الا وجل فؤاده و خاف قلبه و ان لم يراك يا خليفة الله !

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: رضوان خازن جنت علیہ السلام نے بعد ولادت حضور سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے پروں کے اندر لے کر گوش اقدس میں عرض کی: حضور کے ساتھ نصرت کی کنجیاں ہیں، رعب ودبدبہ کا جامہ حضور کو پہنایا گیا ہے۔ جو حضور کا چرچا سنے گا اس کا دل ڈر جائے گا اور جگر کانپ اٹھے گا، اگر چہ حضور کو نہ دیکھا ہو اے اللہ کے نائب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

﴿۱۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ایمان کی آنکھ میں نور ہو تو ایک اللہ کا نائب ہی کہنے میں سب کچھ آگیا، اللہ کا نائب ایسا ہی تو چاہیے کہ جس کا نام محمد ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں؟ ایک دنیا کے کتے کا نائب کہیں کا صوبہ دار وہاں کی سیاہ وسفید کا مختار ہوتا ہے، مگر اللہ کا نائب کسی پتھر کا نائب نہیں ہے؟ و ما قدر و االلـه حق قدره ، بے دولتوں نے اللہ ہی کی قدر نہ جانی لا واللہ! اللہ کا نائب اللہ کی طرف

۴۳۵۰۔ المولد لابی زکریا یحییٰ بن عائذ،

سے اللہ کے ملک میں تصرف تام کا اختیار رکھتا ہے جب تو اللہ کا نائب کہلایا ہے۔ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔ (الامن والعلی ص ۹۶)

(۵۷) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ الْكُفَّارَ اَوْلِیَآءَ ج وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔ ☆

اے ایمان والو جنھوں نے تمہارے دین کو ہنسی کھیل بنالیا وہ جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے اور کافران میں کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو اگر ایمان رکھتے ہو۔

﴿۱۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

موالات ہر کافر سے حرام ہے۔ واضح ہو چکا کہ رب عزوجل نے عام کفار کی نسبت یہ احکام فرمائے تو بزور زبان ان میں سے کسی کا استثناء ماننا اللہ عزوجل پر افتراء بعید اور قرآن کریم کی تحریف شدید ہے، بلکہ عالم الغیب عز جلالہ نے یہ حکم یہود ونصاری سے خاص ماننے والوں کے منہ میں اپنے قہر عظیم کا پتھر دیدیا، ایک آیت میں صراحۃ کتابیوں کے ساتھ باقی کفار کو جدا ذکر فرمایا کہ کتابی غیر کتابی سب کو تعمیم حکم مفسر منور ہو جائے، جاہلان ضلیل کی تاویل ذلیل راہ نہ پائے۔ (فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۱۵۳)

اب تو کسی مفتری کے اس بکنے کی گنجائش نہ رہی کہ یہ حکم صرف یہود ونصاری کے لئے ہے، نیز آیت کریمہ میں کھلا اشارہ فرماتا ہے کہ کسی قسم کے کافروں سے اتحاد ماننے والا ایمان نہیں رکھتا اور اوپر آیت میں صریح تصریح گذر چکی کہ انہیں اللہ ورسول وقرآن پر ایمان ہوتا تو کافروں سے اتحاد نہ کرتے۔ (فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۱۵۴)

تفسیر ابن جریر میں اس آیت کریمہ کے تحت ہے۔

یقول لا تتخذوهم ایها المؤمنون انصارا واخوانا وحلفاء فانهم لا یالونکم خبالا وان اظهروا لکم مودة وصداقة۔

رب عزوجل فرماتا ہے: اے مسلمانو! کافروں کو مددگار یا بھائی اور حلیف نہ بناؤ، وہ تمہاری ضرر رسانی میں کمی نہ کریں گے، اگرچہ وہ تم سے دوستی یارانہ ظاہر کریں۔

فقہ وحدیث کے حاوی امام اجل ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے مشکل الآثار میں

یہ تحقیق فرما کر کہ مشرکوں سے استعانت حرام ہے، کتابی سے ہو سکتی ہے اس پر حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابن ابی منافق کے چھ سو حلیف یہودیوں کو واپس کر دیا اور انہیں مشرکین فرمایا۔ اعتراضات وارد کی کہ دیکھو حضور نے یہود کو بھی مشرکین سے گنا اور ان سے استعانت کو بھی مشرکین سے استعانت قرار دیا، اس کے جواب میں فرمایا: اس کی وجہ ان کا اس مشرک منافق سے حلف ہے۔ کہ حلف کرنے والے جس سے حلف کرتے ہیں اس کی موافقت قبول کرتے ہیں تو مشرک سے حلیف ہو کر وہ کتابی نہ رہے مرتد ہو گئے، اسی طرح مشرک۔

امام ابوالولید باجی نے مختصر پھر علامہ یوسف دمشقی نے معتصر میں اسے مقرر رکھا۔

بنی قینقاع کے یہودی ابن ابی کے حلیف بنکر مرتدوں کے مثل ہو گئے تو کتابیوں کے حکم میں نہ رہے اور مشرکوں کی طرح ہو گئے، ان کا حکم وہی حکم ہوا جو مشرکوں کا، اسی واسطے حدیث نے انھیں منع فرمایا اور ان کا نام مشرک رکھا۔

سبحان اللہ! یہودی مشرک کے حلیف بنکر کتابی نہ رہے مرتد و مشرک ہو گئے حالانکہ الکفر ملۃ واحدۃ ۔ مگر کلمہ گو لیڈر مشرکین ہند کے حلیف بلکہ رو غلام بن کر نہ مرتد ہوئے نہ مشرک ہوئے، ہٹے کٹے مسلمان ہی بنے رہے۔

مشرک سے عہد باندھ کر مشرک ہوئے یہود
یہ مشرکوں کے عبد مسلمان ہی رہے

حلف جب دو مساوی گروہوں میں ہو فریقین یکساں ہیں اور جب مغلوب وضعیف گروہ دوسرے کی پناہ لے کر اس کا حلیف بنے تو پوری موافقت کا بار اسی پر ہے، اس کی طرف سے صرف قبول پناہ دہی ہے، ابن ابی خبیث نے بڑی سطوت پیدا کر لی تھی یہاں تک کہ اس کے لئے تاج تیار کیا جاتا تھا قریب تھا کہ اسے بادشاہ بنایا جائے، یہودی بنی قینقاع کا حلف اس کی شوکت سے مستفید ہی ہونے کو تھا۔ لہذا امام نے فرمایا:

ھی الموافقۃ من الحالفین للمحالفین ۔ حلف کرنے والے جس سے حلف کرتے ہیں اس کی موافقت قبول کرتے ہیں۔ نہ اختصار کی طرح "الموافقۃ بین المتحالفین" "حلف کرنے والوں کے درمیان موافقت۔ پھر وہ بارہ ادیان حکم یہ ہے کہ نازل سے مجرد ارادہ موافقت نازل کر دیتا ہے، اور ضد کے لئے صرف ارادہ کافی نہیں۔ مسلمان اگر معاذ اللہ صرف

ارادہ کفر کرے گا تو کافر ہو جائے گا لیکن کافر محض ارادہ اسلام سے مسلمان نہ ہوگا جب تک کہ اسلام قبول نہ کرے، یونہی کتابی صرف ارادہ موافقت مشرکین سے مشرک ہو سکے گا مشرک نر ے ارادے سے کتابی نہ ہو جائے گا۔ لہٰذا وہ یہودی مشرک ہو گئے ابن ابی خبیث کتابی نہ ہوا۔ یونہی حلیفان مشرکین ہند پر امام کا یہ حکم نافذ ہوگا مشرکین ہند مسلمان نہ ہو جائیں گے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۴۸۸ تا ۴۹۰)

(۷۸) لُعِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا یَعْتَدُوْنَ۔☆

لعنت کئے گئے وہ جنہوں نے کفر کیا بنی اسرائیل میں داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان پر یہ بد لہ ان کی نافرمانی اور سرکشی کا۔

﴿۲۰﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

بنی اسرائیل میں پہلی خرابی جو آئی وہ یہ تھی کہ ان میں ایک شخص دوسرے سے ملتا، اس سے کہتا اے شخص اللہ سے ڈر اور اپنے کام سے باز آ کہ یہ حلال نہیں۔ پھر دوسرے دن اس سے ملتا اور وہ اسی حال پر ہوتا، تو یہ امر اس کو اس کے ساتھ کھانا نے پینے پاس بیٹھنے سے نہ روکتا، جب انھوں نے یہ حرکت کی اللہ تعالیٰ نے ان کے دل باہم ایک دوسرے پر مارے کہ منع کرنے والوں کا حال بھی انہیں خطا والوں کے مثل ہو گیا پھر فرمایا:

بنی اسرائیل کے کافر لعنت کیے گئے داؤد و عیسیٰ بن مریم کی زبان پر، یہ بدلہ ہے ان کی نافرمانیوں اور حد سے بڑھنے کا، وہ آپس میں ایک دوسرے کو برے کام سے نہ روکتے تھے، البتہ یہ سخت بری حرکت تھی کہ وہ کرتے تھے۔ (فتاوی رضویہ قدیم ۹/۱۸۲)

(۸۰۔۸۱) تَرٰى كَثِیْرًا مِّنْهُمْ یَتَوَلَّوْنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْاؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَ فِی الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ۔☆ وَ لَوْ كَانُوْا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ النَّبِیِّ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِیَآءَ وَ لٰكِنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ۔☆

ان میں تم بہت کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں کیا ہی بری چیز خود اپنے لئے آگے بھیجی یہ کہ اللہ کا ان پر غضب ہوا اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔

اور اگر وہ ایمان لاتے اللہ اور ان نبی پر اور اس پر جو ان کی طرف اترا تو کافروں سے دوستی نہ کرتے مگر ان میں بہتیرے فاسق ہیں۔

﴿۲۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مشرکوں سے اتحاد وودادقطعی حرام اور ان سے اخلاص دلی یقیناً کفر ہے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۱۴۵)

﴿۸۹﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ج فَكَفَّارَتُهٗ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ط فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ط ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ط وَاحْفَظُوْا اَيْمَانَكُمْ ط كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔☆

اللہ تمہیں نہیں پکڑتا تمہاری غلط فہمی کی قسموں پر ہاں ان قسموں پر گرفت فرماتا ہے جنہیں تم نے مضبوط کیا تو ایسی قسم کا بدلہ دس مسکینوں کو کھانا دینا اپنے گھر والے کو جو کھلاتے ہو اس کے اوسط میں سے یا انہیں کپڑے یا ایک بردہ آزاد کرنا تو جو کچھ ان میں سے نہ پائے تو تین دن کے روزے یہ بدلہ ہے تمہاری قسموں کا جب تم قسم کھاؤ اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو اسی طرح اللہ تم سے اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں تم احسان مانوں۔

﴿۲۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اگر قسم کے خلاف کرنے میں شرعاً خیر دیکھے تو خلاف کرے اور کفارہ دے ورنہ بلا وجہ شرعی قسم توڑنا حرام ہے۔ (فتاوی رضویہ قدیم ۵/۹۳۶)

۴۳۵۱ ۔ عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَرَاٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَلْيَاْتِ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ وَ

۴۳۵۱ ۔ الصحيح لمسلم، كتاب الايمان و النذور، ۲/۴۸

المعجم الكبير للطبراني، ۱۷/۹۷ ☆ المسند لابی داؤد الطيالسی، ۴/۱۳۸

تلخيص الحبير لابن حجر، ۴/۱۷۰ ☆ الجامع الصغير للسيوطی، ۲/۵۲۴

لِيُكَفِّرْ عَنْ يَمِينِهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی شخص نے قسم کھائی پھر خیال آیا کہ اسکا خلاف بہتر ہے تو اس بہتر پر ہی عمل کرے اور قسم کا کفارہ ادا کردے۔

۴۳۵۲۔ عن أبي موسى الأشعري رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إنِّي وَاللّٰهُ ! إنْ شَاءَ اللّٰهُ لَا أحْلِفُ عَلىٰ يَمِينٍ فَأرىٰ غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا إلَّا كَفَّرْتُ عَنْ يَمِينِيْ وَأتَيْتُ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خدا کی قسم ! ان شاء اللہ میں کسی چیز پر قسم نہیں کھاؤں گا کہ اسکے غیر میں بھلائی نظر آئی تو قسم کا کفارہ دیکر اس اچھے کام پر عمل کرونگا۔

(فتاوی رضویہ ۵/۹۵۰)

(۹۶) اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ج وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ إلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ۔☆

حلال ہے تمہارے لئے دریا کا شکار اور اس کا کھانا تمہارے اور مسافروں کے فائدے اور تم پر حرام ہے خشکی کا شکار جب تک تم احرام میں ہو اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف تمہیں اٹھنا ہے۔

﴿۲۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مچھلی تر ہو یا خشک مطلقا حلال ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: و احل لکم صید البحر۔ سوائے طافی کے جو خود بخود بغیر کسی سبب ظاہر کے دریا میں مرکر اترا آتی ہے۔

عالمگیری میں ہے۔

۴۳۵۲۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الایمان و النذور، ۲/۹۸۰

السنن لابن ماجہ، باب من حلف علی یمین، ۱/۱۵۳

السمك يحل اكله الا ما طفا منه ۔

خشک مچھلی کا کسی نے استثنانہ کیا، اگر حرام کہنے والا جاہل ہے اسے سمجھایا جائے اور ذی علم ہے تو اس پر حلال خدا کے حرام کہنے کا الزام عائد ہے۔ اسے تجدید اسلام وتجدید نکاح چاہیے ہاں اگر وہاں سوکھی مچھلی دریائے کے سوا کسی خشکی کے جانور کا نام ہے جیسے ریگ ماہی تو اس کا حال معلوم ہونا چاہئے۔ اگر ریگ ماہی کی طرح حشرات الارض سے ہے تو ضرور حرام ہے۔

عالمگیری میں ہے۔

جميع الحشرات اهوام الارض لا خلاف فى حرمة هذه الاشياء ۔

والله تعالىٰ اعلم ۔ (فتاوی رضویہ قدیم ۳۷۵/۸)

(۱۰۱) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ج وَإِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ تُبْدَ لَكُمْ ط عَفَا اللَّهُ عَنْهَا وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۔☆

اے ایمان والوں ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں جو تمہیں بری لگیں اور انہیں اس وقت پوچھو گے کہ قرآن اتر رہا ہے تو تم پر ظاہر کردی جائیں گی اللہ انہیں معاف کر چکا ہے اور اللہ بخشنے والا اور حلم والا ہے۔

﴿۲۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ ان کا حکم دیتے تو فرض ہو جاتیں اور بہت ایسی کہ منع کرتے تو حرام ہو جاتیں، پھر جو انہیں چھوڑتا یا کرتا گناہ میں پڑتا، اس مالک مہربان نے اپنے احکام میں ان کا ذکر نہ فرمایا، یہ کچھ بھول کر نہیں کہ وہ تو بھول اور ہر عیب سے پاک ہے، بلکہ ہم پر مہربانی کے لئے کہ یہ مشقت میں نہ پڑیں تو مسلمانوں کو فرماتا ہے: تم بھی ان کی چھیڑ نہ کرو کہ پوچھو گے حکم مناسب دیا جائیگا اور تمہیں کو وقت ہوگی، اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ جن باتوں کا ذکر قرآن وحدیث میں نہ نکلے وہ ہرگز منع نہیں بلکہ اللہ کی معافی میں ہیں۔

دارقطنی ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الله تعالىٰ فرض فرائض فلا تضيعوها، وحرم حرمات فلا تنتهكوها

وحد حدودا فلا تعتدوها، وسکت عن اشیاء من غیر نسیان فلاتبحثوا عنہا۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے کچھ باتیں فرض کی ہیں انھیں ہاتھ سے نہ دو، اور کچھ حرام فرمائی ہیں ان کی حرمت نہ توڑو، اور کچھ حدیں باندھی ہیں ان سے آگے نہ بڑھو، اور کچھ چیزوں سے بے بھولے سکوت فرمایا ان میں کاوش نہ کرو۔

احمد و بخاری و مسلم ونسائی وابن ماجہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ذرونی ما ترکتکم فانماہلك من كان قبلكم بكثرة سوالهم واختلافهم علی انبیائهم فاذا نهیتكم عن شیئفاجتنبوه واذا امرتكم بامر فأتو منه ما استطعتم۔

یعنی جس بات میں میں نے تم پر تضییق نہ کی اس میں مجھ سے تفتیش نہ کرو کہ اگلی امتیں اسی بلا سے ہلاک ہوئیں، میں جس بات کو منع کروں اس سے بچو اور جس کا حکم دوں اسے بقدر قدرت بجالاؤ۔

احمد و بخاری و مسلم سیدنا سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اعظم المسلمین فی المسلمین جرما من سأل عن شئ لم یحرم علی الناس فحرم من اجل مسالته۔

بے شک مسلمانوں کے بارے میں ان کا بڑا گنہگار وہ ہے جو ایسی چیز سے سوال کرے کہ حرام نہ تھی اس کے سوال کے بعد حرام کردی گئی۔

یہ احادیث باعلی ندا منادی کہ قرآن وحدیث میں جن باتوں کا ذکر نہیں نہ ان کی اجازت ثابت، نہ ممانعت وارد، وہ اصل جواز پر ہیں، ورنہ اگر جس چیز کا کتاب وسنت میں ذکر نہ ہو مطلقا ممنوع ونادرست ٹھہرے، تو اس سوال کرنے والے کی کیا خطا، اس کے بغیر پوچھے بھی وہ چیز ناجائز رہتی، بالجملہ یہ قاعدہ نفیسہ ہمیشہ یاد رکھنے کا ہے کہ قرآن وحدیث سے جس چیز کی بھلائی یا برائی ثابت ہو وہ بھلی یا بری ہے اور جس کی نسبت کچھ ثبوت نہ ہو وہ معاف وجائز ومباح وروا اور اس کو حرام وگناہ ونادرست وممنوع کہنا شریعت مطہرہ پر افتراء۔

(فتاوی رضویہ جدید ۷/۵۸۲۔۵۸۳)

(۱۰۳) مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۔ ☆

اللہ نے مقرر نہیں کیا ہے کان چرا ہوا اور نہ بجار اور نہ وصیلہ اور نہ حامی ہاں کافر لوگ اللہ پر جھوٹا افترا باندھتے ہیں اور ان میں اکثر نرے بے عقل ہیں۔

﴿۲۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مشرکین اپنے بتوں کے لئے سانڈ چھوڑتے اسے سائبہ کہتے، جس کا کان چیر کر چھوڑتے اسے بحیرہ کہتے، اور ان جانوروں کو حرام جانتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا۔

یعنی یہ باتیں اللہ نے ٹھہرائیں نہیں لیکن کافر اس پر جھوٹ باندھتے ہیں، تو ان جانوروں کو حرام بتانا کافروں کا قول ہے اور قرآن مجید کے خلاف ہے، اور آیہ کریمہ۔ ما اهل به لغير الله ۔ اس جانور کے لئے ہے جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا جائے، چھوڑے ہوئے جانور سے اسے کوئی تعلق نہیں۔ یہ متعصب وہابیوں کے جاہلانہ خیال ہیں۔ کہ جاندار یا بے جان ذبیحہ ہو یا غیر جس چیز کو غیر خدا کی طرف منسوب کر کے پکاریں گے حرام ہو جائے گی۔ ایسا ہو تو ان کی عورتیں بھی ان پر حرام ہوں گی کہ وہ بھی انہیں کی عورتیں کہہ کر پکاری جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا نام ان پر نہیں لیا جاتا۔ ایسے بیہودہ خیالوں سے بچنا لازم ہے۔ ہاں بت کے چڑھاوے کی مٹھائی مسلمانوں کو نہ لینا چاہئے کہ کافر اسے صدقہ کے طور پر بانٹتے ہیں۔ وہ لینا ذلت بھی ہے اور معاذ اللہ جو چیز انہوں نے تعظیم بت کے لئے بانٹی اس کا ان کے موافق مراد استعمال بھی ہے بخلاف چھوڑے ہوئے جانور کہ اس کا کھانا کافروں کے خلاف مراد اور ان کی ذلت ہے، اس میں حرج نہیں مگر یہ شرط ہے کہ فتنہ نہ ہو ورنہ فتنہ سے بچنا لازم ہے۔

قال الله تعالىٰ: الفتنة اشد من القتل ۔ (البقرۃ ۔ ۱۹۱) واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاوی رضویہ قدیم ۸/۳۲۷)

(۱۱۰) اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ قف تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَ

بُرَصَ بِاِذْنِیْ ج وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰی بِاِذْنِیْ ج وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِیْۤ اِسْرَآئِیْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ☆۔

جب اللہ فرمائے گا اے مریم کے بیٹے عیسی یاد کر میرا احسان اپنے اوپر اور اپنی ماں پر جب میں نے پاک روح سے تیری مدد کی تو لوگوں سے باتیں کرتا پالنے میں اور پکی عمر ہوکر اور جب میں نے تجھے سکھائی کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل اور جب تو مٹی سے پرند کی سی مورت میرے حکم سے بناتا پھر اس میں پھونک مارتا تو وہ میرے حکم سے اڑنے لگتی اور تو مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو میرے حکم سے شفا دیتا اور جب تو مردوں کو میرے حکم سے زندہ نکالتا اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روکا جب تو ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر آیا تو ان میں کے کافر بولے کہ یہ تو نہیں مگر کھلا جادو۔

﴿۲۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

دفع بلائے مرض اور ابرائے اکمہ وابرص میں کتنا فرق ہے۔ یعنی کوئی فرق نہیں)

سورۃ الانعام
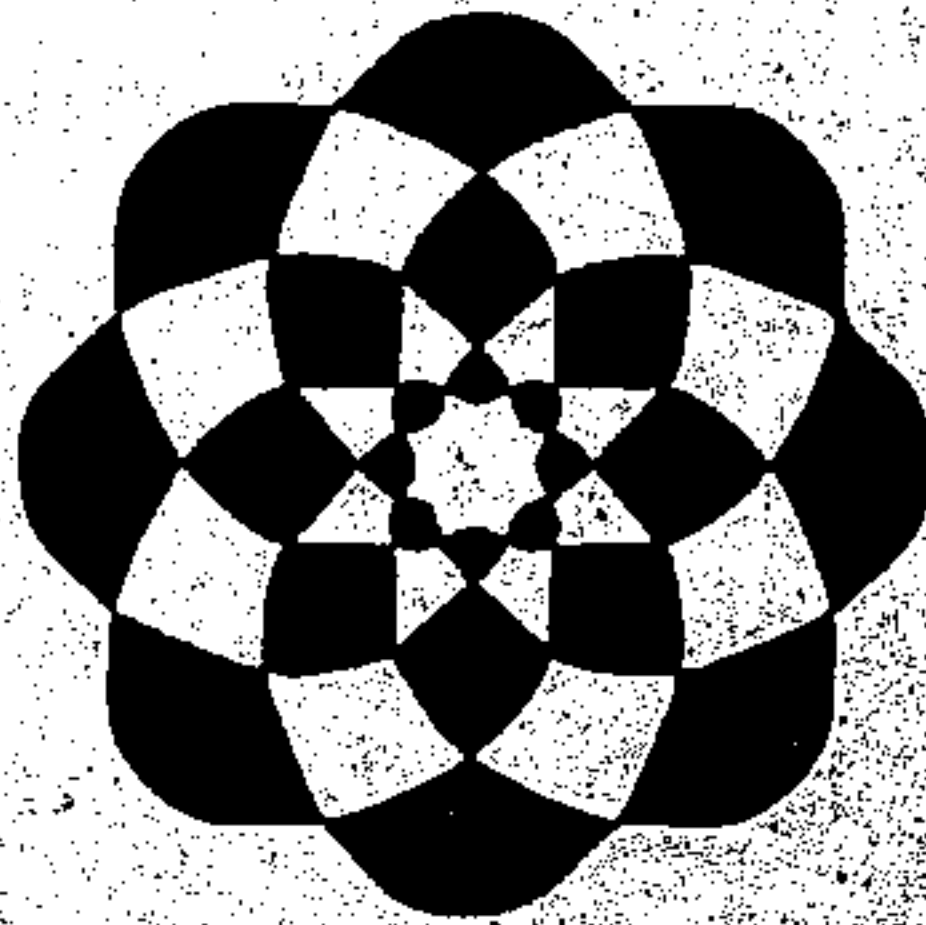
بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا ہے

(۱۹) قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً ط قُلِ اللّٰهُ قف شَهِیْدٌ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ قف وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ط اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰی ط قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ج قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۔☆

تم فرماؤ سب سے بڑی گواہی کس کی تم فرماؤ کہ اللہ گواہ ہے مجھ میں اور تم میں اور میری طرف اس قرآن کی وحی ہوئی ہے کہ میں اس سے تمہیں ڈراؤں اور جن جن کو پہنچے تو کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور خدا ہیں۔ تم فرماؤ کہ میں یہ گواہی نہیں دیتا۔ تم فرماؤ کہ وہ تو ایک ہی معبود ہے اور میں بیزار ہوں ان سے جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس سے کذب باری محال ہونے پر استدلال فرمایا) اقول: اللہ کے لئے حمد و منت، یہ آیہ کریمہ سابقہ " و من اصدق من اللہ قیلا " سے بھی جلی واظہر اور افادہ مراد میں اجلی وازہر، وہاں ظاہر نظم نفی اصدقیت غیر تھا اور اثبات اصدقیت کلام اللہ بحوالہ عرف، یہاں صراحۃ ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل کی گواہی سب گواہیوں سے اکبر واعظم واعلی ہے۔ اب اگر معاذ اللہ امکان کذب کو دخل دیجئے تو ہرگز شہادت الٰہی کو تواتر پر تفوق نہیں کہ جو یقین اس سے ملے گا اس سے بھی مہیا، اور جو احتمال اس میں باقی اس میں بھی پیدا، تو قرآن پر ایمان لانے والے کو یہی چارہ کہ مذہب مہذب اہل سنت کی طرف رجوع کرے اور جناب عزت کے امکان کذب سے برأت پر ایمان لائے۔ فافہم واعلم واللہ تعالٰی اعلم۔ (فتاوی رضویہ جدید ۱۵/۳۵۵)

﴿۲۶﴾ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ ج وَإِنْ يُهْلِكُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ☆

اور وہ اُس سے روکتے اور اس سے دور بھاگتے ہیں اور ہلاک نہیں کرتے مگر اپنی جانیں اور انہیں شعور نہیں۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یعنی جابوجھ کر بے شعوروں کے سے کام کرے، اس سے بڑھ کر بے شعور کون؟ سلطان المفسرین سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے تلمیذ رشید سیدنا امام اعظم کے استاد مجید امام عطا بن ابی رباح ومقاتل وغیرہم مفسرین فرماتے ہیں: یہ آیت ابو طالب کے باب میں اتری۔

تفسیر امام بغوی محی السنۃ میں ہے:

قال ابن عباس ومقاتل نزلت فی ابی طالب کان ینھی الناس عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و یمنعھم و ینأی عن الایمان بہ ای یبعد۔

انوار التنزیل میں ہے:

ینھون عن تعرض لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ینأون فلا یؤمنون بہ کابی طالب۔

فریابی اور عبد الرزاق اپنے مصنف اور سعید بن منصور سنن میں اور عبید بن جریر و ابن منذر و ابن ابی حاتم وطبرانی و ابو الشیخ ابن مردویہ وحاکم مستدرک میں بافادہ تصحیح اور بیہقی دلائل النبوۃ میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں راوی۔

قال: نزلت فی ابی طالب کان ینھی عن اذی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وینأی عما جاء بہ۔

یعنی یہ آیت ابو طالب کے بارے میں اتری اور کافروں کو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایذا رسانی سے منع کرتے باز رکھتے اور خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے دور رہتے۔

(ایمان ابوطالب ۔۱۳تا۱۵)

٤٣٥٣ ۔ **عن** أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم لعمه قل : لا اله الا الله ، اشهد لك بها يوم القيامة قال : لو لا ان تعيرنی قريش يقولون : انما حمله علی ذلك الجزع لا قررت عينك فانزل الله عزوجل ، انك لا تهدی من احببت ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوطالب سے مرتے وقت کلمہ پڑھنے کو ارشاد فرمایا صاف انکار کیا اور کہا: مجھے قریش عیب لگائیں گے کہ موت کی سختی سے گھبرا کر مسلمان ہوگیا ورنہ حضور کی خوشی کر دیتا۔ اس پر رب العزت تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ اے محبوب، جس کو آپ پسند کرتے ہیں اسکو ہدایت نہیں دے سکتے۔

٤٣٥٤ ۔ **عن** سعيد بن المسيب عن أبيه رضی الله تعالیٰ عنهما قال : لما حضرت ابا طالب الوفاة جاءه رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم فوجد عنده ابا جهل و عبد الله ابن أبی امية بن المغيرة فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم : يا عم ! قل لا اله الا الله كلمة اشهد لك بها عند الله ، فقال ابو جهل و عبد الله بن أبی امية : يا ابا طالب ! اترغب عن ملة عبد المطلب ؟ فلم يزل رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم يعرضها عليه و يعيد له تلك المقالة حتی قال ابو طالب اخرما كلمهم هو علی ملة عبد المطلب و ابی ان يقول : لا اله الا الله ، فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم : ام و الله لا استغفرن لك ما لم انه عنك ، فانزل الله

٤٣٥٣ ۔ الصحيح لمسلم، كتاب الايمان، ٤٠/١
المسند لاحمد بن حنبل، ٤٣٤/٢

٤٣٥٤ ۔ الجامع الصحيح للبخاری، باب اذا قال المشرك عند الموت، ١٨١/١
الصحيح لمسلم، كتاب الايمان، ٤٠/١
المسند لاحمد بن حنبل، ٤٣٣/٥

تبارک و تعالیٰ ما کان للنبی و الذین آمنوا ان یستغفروا و المشرکین و لو کانوا اولی قربی من بعدی ماتبین لھم انھم اصحاب الجحیم ، و انزل اللہ تعالی فی أبی طالب فقال لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : انک لا تھدی من احببت و لکن اللہ یھدی من یشاء و ھو اعلم بالمھتدین ۔

حضرت سعد بن مسیّب اپنے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ ابو طالب کے انتقال کا وقت جب آیا تو حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے، اس وقت وہاں ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ مغیرہ موجود تھا، حضور سید عالم صلی تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے چچا! تم کلمہ پڑھ لو میں اللہ تعالیٰ کے یہاں گواہی دوں گا۔ یہ سن کر ابو جہل اور ابن امیہ نے کہا اے ابوطالب کیا تم عبدالمطلب کے دین سے پھر رہے ہو؟ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بار بار یہی فرماتے رہے لیکن ابوطالب نے آخر میں یہی کہا: کہ میں عبدالمطلب کے دین و مذہب پر ہوں اور کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیا حضور نے فرمایا: تو میں تمہارے لئے اس وقت تک دعائے استغفار کروں گا جب تک مولیٰ سبحانہ مجھے منع نہیں فرمائے گا۔ مولی تعالی سبحانہ نے یہ دونوں آیتیں نازل فرمائیں کہ اے محبوب! آپ اس کو ہدایت نہیں کر سکتے جس کو محبوب رکھتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہے ہدایت فرمائے اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔ نیز فرمایا: نبی کریم اور مومنین کے لئے جائز نہیں کہ مشرکین کے لئے استغفار کریں خواہ وہ قریبی رشتہ دار ہی ہوں جبکہ یہ واضح ہو چکا ہے کہ وہ دوزخی ہیں۔ شرح المطالب ص ۱۶

۴۳۵۵۔ **عن** عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال: نزلت ای " انک لا تھدی من احببت " فی أبی طالب کان ینھی عن اذی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ینأی عما جاء بہ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آیت مبارکہ " انک لا تھدی من احببت " ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی، ابوطالب کا حال یہ تھا کہ حضور نبی

۴۳۵۵۔ المستدرک للحاکم،

کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کافروں کو باز رکھتے اور خود حضور پر ایمان لانے سے باز رہتے۔

۴۳۵۶۔ عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ قال للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : ما اغنیت عن عمك ؟ فو اللہ کان یحوطك و یغضب لك، قال :ھو فی ضحضاح من نار و لو لا انا لکان فی الدرك الا سفل من النار، و فی روایۃ و جدته فی غمرات من النار فا خرجته الی ضحضاح ۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی: حضور نے اپنے چچا ابو طالب کو کیا نفع دیا خدا کی قسم! وہ حضور کی حمایت کرتا اور حضور کیلئے لوگوں سے لڑتا۔ فرمایا: میں نے اسے سراپا آگ میں ڈوبا ہوا پایا تو کھینچ کر پاؤں تک آگ میں کر دیا اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے سب سے نیچے طبقہ میں ہوتا۔

۴۳۵۷۔ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال۔ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذکر عندہ عمہ ابو طالب فقال :لعلہ تنفعہ شفاعتی یوم القیامۃ فیجعل فی ضحضاح فی النار یبلغ کعبہ یغلی منہ دماغہ ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ابو طالب کا ذکر آیا۔ فرمایا: کہ میں امید کرتا ہوں کہ روز قیامت میری شفاعت اسے یہ نفع دے گی کہ جہنم میں پاؤں تک کی آگ میں کر دیا جائے گا جو اس کے ٹخنوں تک ہوگی جس سے اس کا دماغ جوش مارے گا۔

۴۳۵۶۔ الجامع الصحیح للبخاری، باب قصۃ ابی طالب، ۱/۵۴۸
الصحیح لمسلم، کتاب الایمان ۱/۱۱۵

۴۳۵۷۔ الجامع الصحیح للبخاری، باب قصۃ ابی طالب، ۱/۵۴۸
الصحیح لمسلم، کتاب الایمان، ۱/۱۱۵
المسند لا حمد بن حنبل، ۳/۹ ☆

۴۳۵۸۔ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال۔ قیل للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : هل نفعت ابا طالب ؟ قال :اخرجته من غمرة جهنم الی ضحضاح منها ۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: حضور نے ابوطالب کو کچھ نفع دیا؟ فرمایا: میں نے اسے دوزخ کے غرق سے پاؤں تک کی آگ میں کھینچ لیا۔ شرح المطالب ص ۲۱

۴۳۵۹۔ عن ام سلمة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قالت : ان الحارث بن هشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم حجة الوداع فقال : یا رسول اللہ! انك تحث علی صلة الرحم و الاحسان الی الجار و ایواء الیتیم و اطعام الضیف و اطعام المسکین و کل ذلك یفعله هشام بن المغیرة فما ظنك به یا رسول اللہ! فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : کل قبر لا یشهد صاحبه ان لا اله الا اللہ فهو جزوة من النار، قدو جدت عمی ابا طالب فی طمطام من النار فاخرجه اللہ لمکانه منی و احسانه الی فجعله الی ضحضاح من النار ۔

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حارث بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روز حجۃ الوداع حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی: یارسول اللہ! حضور ان باتوں کی ترغیب فرماتے ہیں، رشتہ داروں سے نیک سلوک، ہمسایہ سے اچھا برتاؤ یتیم کو جگہ دینا، مہمان کی مہمانی دینا، محتاج کو کھانا کھلانا، اور میرا باپ ہشام یہ سب کام کرتا تو حضور کا اس کی نسبت کیا گمان ہے؟ فرمایا: جو قبر بنے جس کا مردہ لا اللہ الا اللہ نہ مانتا ہو وہ دوزخ کا انگار ہے۔ میں نے خود اپنے چچا ابو طالب کو سر سے اونچی آگ میں پایا۔ میری قرابت وخدمت کے باعث اللہ تعالیٰ نے اسے وہاں سے نکال کر پاؤں تک آگ میں کر دیا۔

۴۳۵۸۔ جمع الجوامع للسیوطی، ۸۱۱ ☆

۴۳۵۹۔ مجمع الزوائد للهیثمی، ۱/۱۱۸ ☆ کنز العمال للمتقی، ۳۴۴۳۶، ۱۲/۱۵۱

۴۳۶۰۔ **عن** عبد الله بن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : اهون اهل النار عذا با ابوطالب و هو متنعل بنعلین من نار، یغلی منها دماغه ۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک دوزخیوں میں سب سے کم عذاب ابوطالب پر ہے۔ وہ آگ کے دو جوتے پہنے ہوئے ہے جس سے اسکا دماغ کھولتا ہے۔

۴۳۶۱۔ **عن** امیر المؤمنین علی المرتضی کرم الله تعالیٰ وجهه الکریم قال: قلت للنبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ان عمك الشیخ الضال قد مات، قال: اذهب فوار اباك ۔

امیر المؤمنین حضرت علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی: یا رسول اللہ! حضور کا چچا وہ بڈھا گمراہ مر گیا، فرمایا: جا، اسے دبا آ۔

۴۳۶۲۔ **عن** امیر المؤمنین علی المرتضی کرم الله تعالی وجهه الکریم قال: قلت للنبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : ان عمك الشیخ الکافر قد مات فما تری فیه ؟ قال : اری ان تغسله تجنه ـ

۴۳۶۰۔ الجامع الصحیح للبخاری، باب صفة الجنة والنار، ۹۷۱/۲
الصحیح لمسلم، کتاب الایمان ۱۱۵/۱
المستدرك للحاکم، ۵۸۱/۴ ☆ کنز العمال للمتقی ۳۹۵۱۲، ۹۸/۱
المسند لا حمد بن حنبل، ۴۳۲/۲ ☆ المسند لا بی عوانه ۹۸/۱
الجامع الصغیر للسیوطی، ۱۶۵/۱ ☆

۴۳۶۱۔ السنن لا بی داؤد، باب الرجل یموت له قرابة مشرك، ۴۵۸/۲
السنن للنسائی، باب موارة المشرك، ۲۱۰/۱

۴۳۶۲۔ المصنف لا بن ابی شیبة،

امیر المؤمنین حضرت علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: حضور کا چچا وہ بڈھا کافر مر گیا اس کے بارے میں حضور کی کیا رائے ہے۔ فرمایا: نہلا کر دبا دو

(شرح المطالب ص ۲۴)

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

امام الائمہ ابن خزیمہ نے فرمایا:

یہ حدیث صحیح ہے۔

امام حافظ الشان اصابہ فی تمیز الصحابہ میں فرماتے ہیں:

صححہ ابن خزیمہ ۔

اس حدیث جلیل کو دیکھئے! ابو طالب کے مرنے پر خود امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں: کہ حضور کا وہ گمراہ کافر چچا مر گیا۔ حضور اس پر انکار نہیں فرماتے، نہ خود جنازہ میں تشریف لے جاتے ہیں۔ ابو طالب کی بی بی امیر المؤمنین کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جب انتقال کیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی چادر و قمیص مبارک میں انہیں کفن دیا۔ اپنے دست مبارک سے لحد کھودی اپنے دست مبارک سے مٹی نکالی پھر ان کے دفن سے پہلے خود ان کی قبر مبارک میں لیٹے اور دعا کی۔

کاش ابو طالب مسلمان ہوتے تو کیا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے جنازہ میں تشریف نہ لیجاتے صرف اتنے ہی ارشاد پر قناعت فرماتے کہ جاؤ اسے دبا آؤ۔

امیر المؤمنین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی قوت ایمان دیکھئے کہ خاص اپنے باپ نے انتقال کیا ہے اور خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غسل کا فتویٰ دے رہے ہیں اور یہ عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ تو مشرک مرا، ایمان ان بندگان خدا کے تھے کہ اللہ و رسول کے مقابلہ میں باپ بیٹے کسی سے کچھ علاقہ نہ تھا۔ اللہ و رسول کے مخالفوں کے دشمن تھے اگر چہ وہ اپنا جگر ہو۔ دوستان خدا اور رسول کے دوست تھے اگر چہ ان سے دنیوی ضرر ہو۔ شرح المطالب ص ۲۵

۴۳۶۳۔ **عن** انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال :لما جاء ابو بکر بأبی قحافة قال : فلما مدیدہ یبایعه بکی ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنه فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم :ما یبکیك؟ قال : لان تکون ید عمك مکان یدہ و یسلم یقر اللہ تعالیٰ عینیك احب الی من ان یکون ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد حضرت ابوقحافہ کو لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست انور ابوقحافہ سے بیعت اسلام لینے کیلیے بڑھایا تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روئے۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں روتے ہو؟ عرض کی: ان کے ہاتھ کی جگہ آج حضور کے چچا کا ہاتھ ہوتا اور ان کے اسلام لانے سے اللہ تعالیٰ حضور کی آنکھ ٹھنڈی کرتا تو مجھے اپنے باپ کے مسلمان ہونے سے زیادہ یہ بات عزیز تھی۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حاکم نے کہا: یہ حدیث بر شرط شیخین صحیح ہے۔حافظ الشان نے اصابہ میں اسے مسلم رکھا اور فرمایا: سندہ صحیح ۔ شرح المطالب ص ۲۷

۴۳۶۴۔ **عن** عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال: جاء ابو بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنه بأبی قحافة یقودہ یوم فتح مکة فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم الا ترکت الشیخ حتی ناتیه قال : ابو بکر اردت ان یاجرہ اللہ تعالٰی و الذی بعثك بالحق لا نا اشد فرحا باسلام أبی طالب لو کان اسلم منی بأبی ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۴۳۶۳۔ المستدرك للحاکم،
الاصابه لا بن حجر،

۴۳۶۴۔ سیرۃ ابن اسحاق، الاصابة لا بن حجر ۳۷۵/۴

فتح مکہ کے دن ابوقحافہ کا ہاتھ پکڑ ہوئے خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر لائے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس بوڑھے کو وہیں کیوں نہ رہنے دیا کہ ہم خود اس کے پاس تشریف فرما ہوتے۔ صدیق نے عرض کی: میں نے چاہا کہ اللہ تعالیٰ ان کو اجر دے۔ قسم اس کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا مجھے اپنے باپ کے مسلمان ہونے سے زیادہ ابوطالب کے مسلمان ہونے کی خوشی ہوتی اگر وہ اسلام لے آتے۔

۴۳۶۵۔ **عن** علی المرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: کانت مشیۃ اللہ عزوجل فی اسلام عمی العباس و مشیتی فی اسلام عمی أبی طالب فغلبت مشیۃ اللہ مشیتی۔

حضرت علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میرے چچا عباس کا مسلمان ہونا چاہا اور میری خواہش یہ تھی کہ میرا چچا ابوطالب مسلمان ہو اللہ تعالیٰ کا ارادہ میری خواہش پر غالب آیا کہ ابو طالب کافر رہا۔

۴۳۶۶۔ **عن** محمد بن کعب القرظی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: بلغنی انہ لما شتکی ابو طالب شکواہ التی قبض فیھا قالت لہ قریش: ارسل الی ابن اخیک یرسل الیک من ھذہ الجنۃ التی ذکرھا یکون لک شفاء فارسل الیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ان اللہ حرمھا علی الکافرین طعامھا و شرابھا، ثم اتاہ فعرض علیہ الاسلام فقال: لو لا ان تعیربھا فیقال جزع عمک من الموت لاقررت بھا عینک و استغفرلہ بعد ما مات فقال المسلمون ما یمنعنا ان تستغفر لآبائنا و لذوی قرابتنا قد استغفر ابراھیم علیہ السلام لابیہ و محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعمہ فاستغفروا للمشرکین حتی نزلت ما کان للنبی و الذین آمنوا لآیۃ۔

۴۳۶۵۔ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم، کنز العمال، للمتقی، ۳۴۴۳۹، ۱۲/۱۵۲

۴۳۶۶۔ البسیط للواحدی،

حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے روایت پہونچی کہ ابو طالب جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو کافران قریش نے صلاح دی کہ اپنے بھتیجے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کرو کہ یہ جنت جو وہ بیان کرتے ہیں اس میں سے تمہارے لئے کچھ بھیج دیں کہ تم شفا پاؤ۔ ابو طالب نے عرض کر بھیجی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کا کھانا پانی کافروں پر حرام کیا ہے پھر تشریف لاکر ابو طالب پر اسلام پیش کیا۔ ابو طالب نے کہا: لوگ حضور پر طعنہ کریں گے کہ حضور کا چچا موت سے گھبرا گیا، اس کا خیال نہ ہوتا تو میں آپ کی خوشی کر دیتا۔ جب وہ مر گئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعائے مغفرت کی۔ مسلمانوں نے کہا: ہمیں اپنے والدوں قریبوں کے لئے دعائے بخشش سے کون مانع ہے۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے باپ کے لئے استغفار کی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے چچا کے لئے استغفار کر رہے ہیں یہ سمجھ کر مسلمانوں نے اپنے اقارب مشرکین کے واسطے دعائے مغفرت کی، اللہ عزوجل نے آیت اتاری کہ مشرکوں کے لئے یہ دعا نہ نبی کو روا نہ مسلمانوں کو جبکہ روشن ہولیا کہ وہ جہنمی ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ (شرح المطالب ص ۲۹)

۴۳۶۷۔ **عن** عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اذا کان یوم القیامۃ شفعت لأبی و امی و أبی طالب و اخ لی کان فی الجاھلیۃ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں روز قیامت اپنے والدین اور ابو طالب اور اپنے ایک رضاعی بھائی کی کہ زمانہ جاہلیت میں گزرا شفاعت فرماؤں گا۔

﴿۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

امام محب طبری نے کہ حافظان حدیث وعلمائے فقہ سے ہیں ذخائر العقبیٰ میں فرمایا:۔

۴۳۶۷۔ فوائد تمام الرازی،

یہ حدیث اگر ثابت بھی ہو تو ابو طالب کے بارے میں اس کی تاویل وہ ہے جو صحیح حدیث میں آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے عذاب ہلکا ہو جائے گا۔

امام سیوطی فرماتے ہیں:

خاص ابو طالب کے باب میں تاویل کی حاجت یہ ہوئی کہ ابو طالب نے زمانۂ اسلام پایا اور کفر پر اصرار رکھا بخلاف والدین کریمین اور برادر رضاعی کہ زمانۂ فترت میں گزرے۔

اقول: یہاں تاویل بمعنی بیان مراد و معنی ہے جس طرح شرح معانی قرآن کو تاویل کہتے ہیں: کفار سے تخفیف عذاب بھی حضور سید الشافعین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقسام شفاعت سے ہے۔ شفاعت کبری کہ فتح باب حساب کے لئے ہے تمام جہاں کو شامل و عام ہے۔ امام نووی نے باآنکہ ابو طالب کو بالیقین کافر جانتے ہیں تبویب صحیح مسلم شریف میں یوں لکھا۔

باب شفاعة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لابی طالب والتخفیف عنہ بسببه۔

امام بدر الدین زرکشی نے خادم میں ابن ماجہ سے نقل کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقسام شفاعت سے وہ تخفیف عذاب ہے جو ابولہب کو بروز دوشنبہ ملتی ہے۔

لسرورہ بولادته صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واعتاقه ثویبة حین بشربه و انما ھی کرامة له صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

اس لئے کہ اس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے میلاد مبارک کی خوشی کی اور اس کا مژدہ سن کر ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔ یہ حضور ہی کا فضل ہے جس کے باعث اس نے تخفیف پائی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

شرح مواہب علامہ زرقانی میں ہے۔

بیشک صحاح میں ثابت ہے اور صادق و مصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی کہ ابو طالب پر سب دوزخیوں سے کم عذاب ہے۔

اللھم اجرنا من عذابك الالیم بجاہ نبیك الرؤف الرحیم علیه و علی آله افضل الصلوٰة و ادوم التسلیم۔ آمین والحمد للہ رب العالمین شرح المطالب ص۔

﴿۳۸﴾ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ط مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ۔☆

اور نہیں زمین میں کوئی چلنے والا اور نہ کوئی پرند کہ اپنے پروں پر اڑتا ہے مگر تم جیسی امتیں ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا پھر اپنے رب کی طرف اٹھائے جائیں گے۔

﴿۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس میں (یعنی قرآن کریم میں) تمام احکام جزئیہ تفصیلیہ ہی نہیں بلکہ ازلاً ابداً جمیع کوا ئن وحوادث بالاستیعاب موجود ہیں۔ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے مروی کہ حضور پرنور سید عا لم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کتاب الله فيه نبأ ما قبلكم و خبر ما بعد كم و حكم ما بينكم ۔

قرآن اس میں خبر ہے ہر اس چیز کی جو تم سے پہلے ہے اور ہر اس شئی کی جو تمہارے بعد ہے اور حکم ہے ہر اس امر کا جو تمہارے درمیان ہے۔ رواہ الترمذی ۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

لو ضاع لی بغير لو جد ته فی کتاب الله ۔

اگر میرے اونٹ کی رسی گم ہو جائے تو میں قرآن عظیم میں اسے پالوں۔

ذکرہ ابن الفضل المرسی نقل عنه فی الاتقان ۔

امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

لو شئت لا و قرت من تفسير الفا تحة سبعين بعيرا ۔

میں چاہوں تو سورہ فاتحہ کی تفسیر سے ستر اونٹ بھر دوں۔

ایک اونٹ کے من بوجھ اٹھاتا ہے اور ہر من میں کے ہزار اجزا؟ حساب سے تقریباً پچیس لاکھ جز آتے ہیں، یہ فقط سورہ فاتحہ کی تفسیر ہے پھر باقی کلام عظیم کی کیا گنتی، پھر یہ علم علی ہے اس کے بعد علم عمر اس کے بعد علم صدیق کی باری ہے۔ ذھب عمر بہ تسعة اعشار العلم ۔ عمر علم کے نو حصے لے گئے۔ کان ابو بکر اعلمنا ۔ ہم سب میں زیادہ علم ابوبکر کو تھا۔ پھر علم نبی تو علم ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔

غرض قرآن عظیم وفرقان کریم میں سب کچھ ہے جسے جتنا علم اتنی ہی فہم جس قدر فہم اسی قدر علم۔ وتلك الامثال نضربها للناس وما یعقلها الا العلمون۔ (العنکبوت۔ ۴۳) کہاوتیں ارشاد تو سب کے لئے ہوئیں ہیں پر ان کی سمجھ انہیں کو ہے جو علم والے ہیں پھر علم کے مدارج بیحد متفاوت۔ وفوق کل ذی علم علیم۔

عالم امکان میں نہایات حضور سید الکائنات علیہ وعلی آلہ افضل الصلوات والتحیات۔

ولہذا ارشاد ہوا:

انا انزلنا الیك الکتب بالحق لتحکم بین الناس بما ارىك الله۔ (النساء۔ ۱۰۵)

تو حضور کو جو کچھ حکم جو کچھ رائے جو کچھ طریقہ جو کچھ ارشاد ہے سب قرآن عظیم سے ہے

ان الی ربك المنتهی۔ (النجم۔ ۴۲)

سب قرآن عظیم میں ہے۔

ان هو الا وحی یوحی۔ (النجم۔ ۴)

مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے علم تام وشامل سے جانا کہ آخر زمانہ میں کچھ بددین مکار بدلگام، فاجر آنیوالے ہیں کہ ہمارا جو حکم اپنی اندھی آنکھوں سے بظاہر قرآن عظیم میں نہ پائیں گے منکر ہو جائیں۔

بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمه ولما یأتهم تاویله کذلك کذب الذین من قبلهم فانظر کیف کان عاقبة الظالمین۔ (یونس۔ ۳۹)

لہذا حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صاف ارشاد فرمایا:

الا انی اوتیت القرآن ومثله معه لا یوشك رجل شبعان علی اریکته یقول علیکم بهذا القرآن فما وجدتم فیه من حلال فاحلوه وما وجدتم فیه من حرام فحرموه وانما حرم رسول الله کما حرم الله۔

سن لو مجھے قرآن کے ساتھ اس کے مثل دیا گیا، خبردار نزدیک ہے کہ کوئی پیٹ بھرا اپنے تخت پر پڑا کہے یہی قرآن لئے رہو اس میں جو حلال پاؤ حلال جانو، اور جسے حرام پاؤ اسے حرام مانو۔ حالانکہ جو چیز رسول اللہ نے حرام کی وہ اسی کے مثل ہے جو اللہ نے حرام فرمائی۔

رواه الائمة احمد و الدارمی و ابو داؤد و الترمذی و ابن ماجه بالفاظ متقاربة عن المقدام بن معدیکرب رضی الله تعالیٰ عنه۔

اور فرماتے ہیں:

لا الفین احد کم متکئا علی اریکته یاتیه الامر مما امرت به او نہیت عنه فیقول لا ادری ما وجدنا فی کتاب الله اتبعناه ،

خبردار! میں نہ پاؤں تم میں کسی کو اپنے تخت پر تکیہ لگائے کہ میرے حکم سے کوئی حکم اسکے پاس آئے جس کا میں نے امر فرمایا، یا اس سے نہی تو کہنے لگے میں نہیں جانتا، ہم جو کچھ قرآن میں پائیں گے اسی کی پیروی کریں گے۔

رواہ احمد و ابو داؤد و الترمذی و ابن ماجۃ و البیھقی فی الدلائل عن ابی رافع رضی الله تعالی عنه۔

اور ایک حدیث میں حضور والاصلاۃ اللہ تعالی وسلامہ علیہ نے فرمایا:

یحسب احدکم متکئا علی اریکته یظن ان الله لم یحرم شیئا لا ما فی هذا القرآن ، الا انی و الله قد امرت و عظت و نہیت عن اشیاء انها کمثل القرآن او اکثر۔

تم میں کوئی اپنے تخت پر تکیہ لگائے گمان کرتا ہے کہ اللہ نے بس یہی چیز حرام کی ہیں جو قرآن میں لکھی ہیں، سن لو خدا کی قسم مین نے حکم دیئے اور نصیحتیں فرمائیں اور بہت چیزوں سے منع فرمایا کہ وہ قرآن کی حرام فرمائی اشیاء کے برابر بلکہ بیشتر ہیں۔

رواہ ابو داؤد عن العرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنه۔

(قدیم ۹/ ۱۱۸۔۱۱۹)

۴۳۶۸۔ **عن** أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: من لم یسأل الله یغضب علیه۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

۴۳۶۸۔ السنن لابن ماجه، باب فضل الدعاء، ۲/ ۲۸۰

وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اللہ تعالیٰ سے دعا نہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر غضب فرمائیگا۔

(فتاوی رضویہ ۱۱/۱۷۵)

۴۳۶۹۔ **عن** أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلی الله تعالی عليه وسلم : ان الله تعالیٰ يقول : من لا يدعونني اغضب عليه ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالی کا فرمان مقدس ہے: جو مجھ سے دعا نہ کریگا میں اس پر غضب فرماؤں گا۔

(فتاوی رضویہ ۳/۷۸۵)

﴿۵۷﴾ قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ كَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ یَقُصُّ الْحَقَّ وَ هُوَ خَیْرُ الْفٰصِلِیْنَ ۔☆

تم فرماؤ میں تو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں۔ اور تم اسے جھٹلاتے ہو۔ میرے پاس نہیں جس کی تم جلدی مچا رہے ہو۔ حکم نہیں مگر اللہ کا وہ حق فرماتا ہے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا۔

﴿۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے) جس چیز کو اس نے کی ہیئت خاصہ سے محل معین سے مخصوص اور مقصور و محصور فرمایا اس سے تجاوز جائز نہیں، جو تجاوز کریگا دین میں بدعت نکالے گا، جس چیز کو اس نے ارسال و اطلاق پر رکھا ہر گز کسی ہیئت و محل پر مقتصر نہ ہوگی اور ہمیشہ اپنے اطلاق پر ہی رہے گی، جو اس سے بعض صورتوں کو جدا کرے گا دین میں بدعت پیدا کرے، ذکر و دعا اسی قبیل سے ہیں کہ زنہار شرع مطہرہ نے انہیں کسی قید و خصوصیت پر محصور نہ فرمایا بلکہ عموماً و مطلقاً ان کی تکثیر کا حکم دیا۔

(فتاوی رضویہ جدید ۸/۵۳۵)

﴿۵۹﴾ وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ

۴۳۶۹۔ كنز العمال للمتقی، ۳۱۲۷، ۲/۶۳

ط وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۔☆

اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی انہیں وہی جانتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ خشکی اور تری میں ہے۔ اور جو پتا گرتا ہے وہ اسے جانتا ہے اور کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر اور خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو۔

﴿۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اور بیشک صحیح حدیثیں بیان فرما رہی ہیں کہ روز اول سے آخر تک جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہو گا سب لوح محفوظ میں لکھا ہے، بلکہ یہاں تک کہ جنت و دوزخ والے اپنے اپنے ٹھکانے میں جائیں۔ اور وہ جو ایک حدیث میں فرمایا:

کہ اب تک کا سب حال اس میں لکھا ہے، اس سے بھی یہی مراد ہے، اس لئے کہ کبھی ابد بولتے ہیں اور اس سے آئندہ مراد لیتے ہیں جیسا کہ بیضاوی میں ہے، ورنہ غیر متناہی چیز کی تفصیل متناہی چیز نہیں اٹھا سکتیں جیسا کہ پوشیدہ نہیں اور اسی کو ''ما کان وما یکون'' کہتے ہیں۔

اور بیشک علم اصول میں بیان کر دیا گیا کہ نکرہ مقام نفی میں عام ہوتا ہے تو جائز نہیں کہ اپنی کتاب میں اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز بیان سے چھوڑ دی ہو اور ''کل'' کا لفظ تو عموم پر نص سے زیادہ نص ہے تو روا نہیں کہ بیان روشن اور تفصیل سے کوئی چیز چھوٹ گئی ہو اور یہ عام افادۂ استغراق میں یقینی ہے اور یہ کہ نصوص کو ظاہر پر حمل کرنا واجب ہے جب تک کہ کوئی صحیح دلیل اس کو نہ پھیر دے اور یہ کہ جب تک کوئی دلیل مجبور نہ کرے تخصیص و تاویل بات کا بدلنا اور پھیرنا ہے، ورنہ شرع جلیل سے امان اٹھ جائے۔ اور یہ کہ حدیث احاد اگرچہ کیسی ہی اعلیٰ صحت پر ہو مگر عموم کی تخصیص نہیں کر سکتی بلکہ اس کے سامنے مضمحل ہو جائے گی۔

(الدولۃ المکیہ۔ ۲۷۵)

﴿۶۱﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ط حَتّٰى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ۔☆

اور وہی غالب ہے اپنے بندوں پر اور تم پر نگہبان بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں کسی

کوموت آتی ہے ہمارے فرشتے روح قبض کرتے ہیں اور وہ قصور نہیں کرتے۔

﴿۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت میں مولی سبحانہ وتعالی فرشتوں کو ہمارا حافظ ونگہبان فرماتا ہے۔

(الامن والعلی ـ ۷۸)

اوران کوموت دینے والا بھی فرشتہ ہے، حالانکہ خود فرماتا ہے۔ اللہ یتو فی الا نفس ـ اللہ ہے کہ موت دیتا ہے جانوں کو۔

(الامن والعلی ـ ۸۷)

(۶۸) وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ ؕ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۔☆

اور اے سننے والے جب تو انہیں دیکھے جو ہماری آیتوں میں پڑتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لے جب تک اور بات میں پڑیں اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

﴿۱۰﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت میں بدکاروں اور ظالموں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور میل جول رکھنے کی ممانعت ہے کہ ان کا برا اثر پڑتا ہے، اور) صحبت خصوصا بدکار کا اثر پڑنا احادیث وتجارب صحیحہ سے ثابت ہے۔

۴۳۷۰ ـ عن أبی موسی الأشعری رضی اللہ تعالیٰ عنه قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم : انما مثل الجلیس الصالح و جلیس السوء کحامل المسك و نافخ الکیر ، فحامل المسك اما ان یحذیك، و اما ان تبتاع، واما ان تجد منه ریحا طیبة، ونافخ الکیر اما ان یحرق ثیابك ، واما ان تجد ریحا خبیثة۔

۴۳۷۰ ـ الجامع الصحیح للبخاری، باب فی العطار و بیع المسك، ۲۸۲/۱
الصحیح لمسلم، باب استحباب مجالسة الصالین، ۳۳۰/۲

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نیک ہم نشیں اور بد جلیس کی مثال یوں ہے جیسے ایک کے پاس مشک ہے اور دوسرا دھونکنی دھوک رہا ہے۔ مشک والا یا تو مشک ویسے ہی تجھے مشک دیگا، یا تو اس سے مول لیگا، اور کچھ نہ سہی خوشبو تو آئے گی۔ اور وہ دوسرا یا تیرے کپڑے جلا دیگا یا تو اس سے بدبو پائے گا۔

۴۳۷۱۔ **عن** انس رضی اللہ تعالی عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: مثل جلیس السوء کمثل صاحب الکیر، ان لم یصبک من سوادہ اصابک من دخانہ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: برے کی صحبت دھونکنی والے کی طرح ہے کہ اگر تجھے اس کی سیاہی نہ پہونچی تو دھواں ضرور پہونچے گا۔ (فتاوی رضویہ، ۲۶۶/۵)

۴۳۷۲۔ **عن** عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ان اول ما دخل النقص علی بنی اسرائیل کان الرجل یلقی الرجل فیقول: یا ھذا! اتق اللہ، ودع ما تصنع، فانہ لا یحل لک، ثم یلقاہ من الغد و ھو علیٰ حالہ فلا یمنعہ ذلک ان یکون اکیلہ و شریبہ و قعیدہ، فلما فعلوا ذلک ضرب اللہ قلوب بعضھم علی بعض، ثم قال: لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد و عیسی بن مریم ذلک بما عصوا و کانوا یعتدون، کانوا لا یتناھون عن منکر فعلوہ، لبئس ما کانوا یفعلون۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بنی اسرائیل میں پہلی خرابی جو آئی وہ یہ تھی کہ ان میں ایک شخص

۴۳۷۱۔ السنن لأبی داؤد، باب من یومر ان یجالس، ۶۶۴/۲

۴۳۷۲۔ السنن لأبی داؤد، باب الامر و النھی، ۵۹۶/۲

السنن لابن ماجہ، باب الامر بالمعروف، ۲۹۸/۲

دوسرے سے ملتا تو اس سے کہتا: اے شخص اللہ سے ڈر، اور اپنے کام سے باز آ۔ کہ یہ حلال نہیں پھر دوسرے دن اس سے ملتا اور وہ اپنے اسی حال پر ہوتا تو یہ امر اس کو اس کے ساتھ کھانے پینے اور پاس بیٹھنے سے نہ روکتا۔ جب انہوں نے یہ حرکت کی اللہ تعالیٰ نے ان کے دل باہم ایک دوسرے پر مارے کہ منع کرنے والوں کا حال بھی انہیں خطا والوں کے مثل ہوگیا۔ پھر فرمایا: بنی اسرائیل کے کافر لعنت کئے گئے حضرت داؤد و عیسیٰ ابن مریم علیہم السلام کی زبان پر۔ یہ بدلہ ہے ان کی نافرمانیوں اور حد سے بڑھنے کا۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کو برے کام سے نہ روکتے تھے۔ البتہ یہ سخت بری حرکت تھی کہ وہ کرتے تھے۔

۴۳۷۳۔ **عن** عمر الصنعانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اوحی اللہ عزوجل الی یوشع بن نون علی نبینا و علیہ الصلوۃ والتسلیم: ان اھلک من قریتك اربعین الفا من الصالحین و ستین الفا من الفاسقین، فقال: یا رب الفاسقون ھم الفاسقون، فلم یھلك الصالحون؟ قال: انھم لم یغضبوا لغضبی و اکلوھم و شاربوھم۔

حضرت عمر صنعانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل نے حضرت یوشع بن نون علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والتسلیم کو وحی بھیجی، میں تیری بستی سے چالیس ہزار اچھے اور ساٹھ ہزار برے لوگ ہلاک کروں گا۔ عرض کی: الٰہی! برے تو برے ہیں، اچھے لوگ کیوں ہلاک ہوں گے؟ فرمایا: اس لئے کہ جن پر میرا غضب تھا انھوں نے ان پر غضب نہ کیا اور ان کے ساتھ کھانے پینے میں شریک رہے۔

فتاویٰ رضویہ، حصہ اول، ۱۸۳/۹

۴۳۷۴۔ **عن** عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: لما وقعت بنو اسرائیل فی المعاصی فنھتھم علماؤھم فلم ینتھوا، فجالسوھم فی مجالسھم واکلوھم و شاربوھم فضرب اللہ قلوب

۴۳۷۴۔ الجامع للترمذی، ۳۵۱ ☆ تاریخ بغداد للخطیب ۲۵۵/۱
السنن لابی داؤد، باب الامر و النھی ۵۹۶/۲

بعضهم علی بعض و لعنهم علی لسان داؤد و عیسی بن مریم علیهم الصلوۃ و السلام۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بنی اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہوئے تو ان کے علماء نے انکو منع کیا لیکن انھوں نے نہ مانا۔ کچھ ایام کے بعد یہ مولوی بھی ان کے ساتھ گھل مل گئے اور ان کے ساتھ بیٹھنے لگے، کھانے اور پینے لگے، تو اللہ تعالیٰ نے بعض کے دل بعض سے ملادئے پھر ان سب کو حضرت داؤد و حضرت عیسیٰ بن مریم علیہم السلام کی زبان میں ملعون قرار دیا۔

(فتاوی رضویہ، ۵/۲۸۰)

﴿۷۵﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّیْۤ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔☆

اور یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا کیا تم بتوں کو خدا بناتے ہو بے شک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں پاتا ہوں۔

﴿۱۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

تفسیر کبیر میں اس آیت کے تحت فرمایا:

الاطلاع علی آثار حکمة الله تعالی فی کل واحد من مخلوقات هذه العالم بحسب اجناسها وانواعها و اصنافها و اشخاصها و اجزامها مما لا یحصل الا للاکابر من الانبیاء علیهم الصلاة و السلام لهذا المعنی کان رسولنا صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یقول فی دعاءه اللهم ارنا الاشیاء کما هی

اس عالم کی تمام جنسوں اور نوعوں اور صنفوں اور شخصوں اور بدنوں میں حکمت الہیہ کے آثار پر انہیں اکابر کو اطلاق ہوتی ہے جو انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام ہیں، اسی لئے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ الٰہی ہم کو تمام چیزیں جیسی کہ وہ ہیں دکھادے۔

اقول: یہاں مقصود اس قدر ہے کہ ان امام اہل سنت کے نزدیک انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام اس عالم کی تمام مخلوقات کے ایک ایک ذرہ کی جنس نوع صنف تخص جسم اور ان سب میں

اللہ کی حکمتیں بالتفصیل جانتے ہیں۔ وہابیہ کے نزدیک کافرو مشرک ہونے کو یہی بس ہے بلکہ ان کے نزدیک امام ممدوح کو کافرو مشرک سے بڑھ کر کہنا چاہئے۔

گنگوہی صاحب نے صرف اتنی بات کو کہ دنیا میں جہاں کہیں مجلس میلاد مبارک ہو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع ہو جائے زمیں کا علم محیط مانا اور صاف حکم شرک جڑ دیا کہ شرک نہیں تو کونسا حصہ ایمان کا ہے۔

تو امام کہ صرف زمیں در کنار زمیں و آسمان و فرش و عرش تمام عالم کے جملہ اجناس وانواع واصناف واشخاص واجرام کو نہ صرف حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلکہ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کا بھی علم محیط مانتے ہیں۔ گنگوہی دھرم میں ان کو تو کئی لاکھ درجے کافر ہو جانا چاہئے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ ورنہ اصل بات یہ ہے کہ اصالۃ علوم غیب اور ان کی عطا و نیابت سے ان کا خدا اکابر اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی ایک ایک ذرہ عالم کا تفصیلی علم ہونا ہرگز ممنوع نہیں بلکہ بتصریح اولیاء واقع ہے وللہ الحمد۔

(۷۶) یہی مضمون شریف تفسیر نیشاپوری میں بایں عبارت ہے۔

الاطلاع علی آثار حکمۃ اللہ تعالیٰ فی کل احد من مخلوقات ھذہ العوالم بحسب اجناسھا وانواعھا واصنافھا واشخاصھا وعوارضھا ولواحقھا کما ھی لا تحصل الا لاکابر الانبیاء ولھذا قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارنی الاشیاء کما ھی۔

ان عالموں کی مخلوقات میں سے ہر ایک کے تمام آثار حکمت الٰہیہ کی جنسوں نوعوں اور فردوں نیز عوارض ولواحق حقیقیہ پر مطلع ہونا اکابر انبیاء کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں ہوتا، اسی وجہ سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعاء میں عرض کیا کہ مجھے اشیاء کی حقیقتیں دکھا۔

اس میں آثار حکمۃ اللہ کے ساتھ تفاصیل زائد ہے۔ ھذہ العالم۔ کی جگہ ھذہ العوالم۔ ہے کہ نظر تفصیلی پر زیادہ دلالت کرتا ہے، اور اجناس وانواع واصناف واشخاص کے ساتھ عوارض ولواحق بھی مذکور ہے کہ احاطہ جملہ جواہر واعراض میں تصریح تر ہو اگرچہ اجناس عالم میں عارض بھی داخل تھے پھر ان کے ساتھ "کما ھی" کا لفظ اور زیادہ ہے کہ صحت علم غیب غیر مشوب بالخطاء والوھم کی تاکید ہو۔ جزاھم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء آمین۔

(خالص الاعتقاد ۳۲-۳۳)

(۷۹) فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّیْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۔☆

پھر جب سورج جگمگاتا دیکھا بولے اسے میرا رب کہتے ہو یہ تو ان سب سے بڑا ہے پھر جب وہ ڈوب گیا کہا اے قوم میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو۔

﴿۱۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس میں توجہ بقصد عبادت کا ذکر ہے کہ میں اپنی عبادت سے اسی کا قصد کرتا ہوں جس نے پیدا کئے آسمان وزمین نہ کہ مطلق توجہ کا جس میں انبیاء و اولیا علیہم الصلاۃ والسلام سے استعانت بھی داخل ہو سکے۔

جلالین شریف میں اسی آیت کریمہ کی تفسیر فرمائی۔

قالوا: ما تعبد قال انی وجهت وجهی قصدت لعبادتی۔

یعنی کافروں نے سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والتسلیم سے کہا: کہ تم کسے پوجتے ہو؟ فرمایا میں اپنی عبادت سے اس کا قصد کرتا ہوں جس نے بنائے آسمان وزمین۔

آیت میں اگر مطلق توجہ مراد ہو تو کسی کی طرف منہ کر کے باتیں کرنا بھی شرک ہو۔ نماز میں قبلہ کی طرف توجہ بھی شرک ہو کہ قبلہ بھی خدا نہیں اور رب العزت جل وعلا کا ارشاد:

حیثما کنتم فولوا وجوهکم شطره۔ (البقرة۔ ۱٤٤)

جہاں کہیں ہو اپنا منہ قبلہ کی طرف کر۔

معاذ اللہ شرک کا حکم دینا ٹھہرے، مگر وہابیہ کی عقل کم ہے۔ آیہ کریمہ۔ وایاك نستعین۔ میں مناجات سعدی ونظامی میں استعانت وفریادرسی ویاوری ویاری کا حضرت عزت جل وعلا میں حصر ہے نہ مطلق کا، اور بلاشبہ حقیقت ان امور بلکہ ہر کمال بلکہ وجود وہستی کی خاص بجناب احدیت عزوجل ہے استعانت حقیقیہ یہ کہ اسے قادر بالذات ومالک مستقل وغنی وبے نیاز جانے اور بے عطائے الہی وہ خود اپنی ذات سے اس کام کی قدرت رکھتا ہے اس معنی کا غیر کے ساتھ اعتقاد ہر مسلمان کے نزدیک شرک ہے۔ نہ ہر گز کوئی مسلمان غیر کے ساتھ اس معنی کا قصد

کرتا ہے بلکہ واسطہ وصول فیض وذریعہ ووسیلہ قضائے حاجات جانتے ہیں اور یہ قطعا حق ہے، خو درب العزت تبارک وتعالی نے قرآن عظیم میں حکم فرمایا:

وابتغوا الیہ الوسیلۃ ۔ (المائدۃ ۔ ۳۵) اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو،

بایں معنی استعانت بالغیر ہرگز اس سے حصر۔ ایاک نستعین ۔ کے منافی نہیں جس طرح وجود حقیقی کہ خود اپنی ذات سے بے کسی کے پیدا کئے موجود ہونا خاص بجناب الہی تعالی و تقدس ہے پھر اس کے سبب دوسرے کو موجود کہنا شرک نہ ہوگا جب تک کہ وہی وجود حقیقی نہ مراد لے، حقائق الاشیاء ثابتۃ پہلا عقیدہ اہل اسلام کا۔ ہے، یونہی علم حقیقی کہ اپنی ذات سے بے عطائے غیر ہو اور تعلیم حقیقی کہ بذات خود بے حاجت بدیگرے القائے علم کرے اللہ عز جلالہ سے خاص ہیں، پھر دوسرے کو عالم کہنا یا اس سے علم طلب کرنا شرک نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہی معنی اصلی مقصود نہ ہوں، خود رب العزت تبارک وتعالی قرآن عظیم میں اپنے بندوں کو علیم وعلماء فرماتا ہے۔ اور حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی نسبت ارشاد کرتا ہے: و یعلمھم الکتاب والحکمۃ ۔ (البقرۃ ۔ ۱۲۹) یہ نبی انہیں کتاب وحکمت کا علم عطا کرتا ہے۔

یہی حال استعانت کا فریاد رسی کا ہے کہ ان کی حقیقت خاص بخدا اور معنی وسیلہ وتوسل غیر کے لئے ثابت اور قطعا روا، بلکہ یہ معنی تو غیر خدا ہی کے لئے خاص ہیں، اللہ عزوجل وسیلہ وتوسل وتوسط سے پاک ہے، اس سے اوپر کون ہے کہ یہ اس کی طرف وسیلہ ہوگا اور اس کے سوا حقیقی حاجت روا کون ہے کہ یہ بیچ میں واسطہ بنے گا۔

ولہذا احدیث میں ہے جب ایک اعرابی نے حضور پرنور صلوات اللہ تعالی وسلامہ سے عرض کیا یارسول اللہ! ہم حضور کو اللہ تعالی کا شفیع بناتے ہیں اور اللہ عزوجل کو حضور کے سامنے شفیع لاتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر سخت گراں گزرا اور دیر تک سبحان اللہ فرماتے رہے۔ پھر فرمایا:

ویحک انہ لا یستشفع باللہ علی احد شان اللہ اعظم من ذلک ۔

ارے نادان اللہ کو کسی کے پاس سفارشی نہیں لاتے ہیں کہ اللہ کی شان اس سے بہت بڑی ہے۔

رواہ ابوداؤد عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالی عنہ

اہل سلام انبیاء واولیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے یہی استعانت کرتے ہیں جو اللہ عزوجل سے کیجئے تو اللہ اور اس کا رسول غضب فرمائیں اور اسے اللہ عزوجل کی شان میں بے ادبی ٹھہرائیں، اور حق تو یہ ہے کہ اس سے استعانت کے معنی اعتقاد کرکے جناب الہی جل وعلا سے کرے تو کافر ہو جائے، مگر وہابیہ کی بدعقلی کو کیا کہئے، نہ اللہ کا ادب نہ رسول سے خوف نہ ایمان کا پاس، خواہی نخواہی اس استعانت کو "ایاك نستعین" میں داخل کرکے جو اللہ عزوجل کے حق میں محال قطعی ہے اسے اللہ تعالی سے خاص کئے دیتے ہیں، ایک بیوقوف وہابی نے کہا تھا:

وہ کیا ہے جو نہیں ملتا خدا سے

جسے تم مانگتے ہو اولیاء سے

فقیر غفر اللہ تعالی لہ نے کہا:

توسل کر نہیں سکتے خدا سے

اسے ہم مانگتے ہیں اولیاء سے

یعنی یہ تو ہو نہیں سکتا کہ خدا سے توسل کرکے اسے کسی کے یہاں وسیلہ وذریعہ بنائیں۔ اسی وسیلہ بننے کو ہم اولیائے کرام سے مانگتے ہیں کہ وہ بارگاہ الہی میں ہمارا وسیلہ وذریعہ وواسطہ قضائے حاجات ہو جائیں۔ اس بیوقوفی کے سوال کا جواب اللہ عزوجل نے اس آیت کریمہ میں دیا ہے:

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما ۔ (النساء ۔ ٦٤)

اور جب وہ اپنی جانوں پر ظلم یعنی گناہ کرکے تیرے پاس حاضر ہوں اور اللہ سے معافی چاہیں اور معافی مانگے ان کے لئے رسول تو بیشک اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

کیا اللہ تعالی اپنے آپ نہیں بخش سکتا تھا؟ پھر یہ کیوں فرمایا: کہ اے نبی تیرے پاس حاضر ہوں اور تو اللہ سے ان کی بخشش چاہے تو یہ دولت ونعمت پائیں گے۔ یہی ہمارا مطلب ہے جو قرآن کی آیت صاف فرما رہی ہے مگر وہابیہ تو عقل نہیں رکھتے۔

خدارا انصاف اگر یہ آیہ کریمہ "ایاك نستعین" میں مطلق استعانت کا ذات الہی جل وعلا میں حصر مقصود ہو تو کیا صرف انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام ہی سے استعانت شرک ہوگی؟ کیا

یہی غیر خدا ہیں اور سب اشخاص وہابیہ کے نزدیک خدا ہیں؟ یا آیت میں خاص انہیں کا نام لے دیا ہے کہ ان سے شرک اوروں سے روا ہے؟ نہیں جب مطلقا ذات احدیت سے تخصیص اور غیر سے شرک ماننے کی ٹھہری تو کیسی ہی استعانت کسی غیر خدا سے کی جائے ہمیشہ ہر طرح وہ شرک ہی ہوگی کہ انسان ہوں یا جمادات، احیاء ہوں یا اموات، ذوات ہوں یا صفات، افعال ہوں یا حالات غیر خدا ہونے میں سب داخل ہیں۔ اب کیا جواب ہے آیہ کریمہ کا کہ رب جل وعلا فرماتا ہے:

واستعینوا بالصبر والصلوۃ۔ (البقرۃ ۔ ٤٥)

دوسری آیت میں فرماتا ہے:

و تعاونوا علی البر و التقوی۔

پس آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرو بھلائی اور پرہیزگاری پر۔

کیوں صاحب غیر خدا سے مدد لینی مطلقا محال ہے تو اس حکم الٰہی کا حاصل کیا اور اگر ممکن تو جس سے مدد مل سکتی ہے اس سے مدد مانگنے میں کیا زہر گھل گیا۔

حدیثوں کی تو گنتی ہی نہیں بکثرت احادیث میں صاف صاف حکم ہے کہ صبح کی عبادت سے استعانت کرو، شام کی عبادت سے استعانت کرو، کچھ رات رہے کی عبادت سے استعانت کرو، دوپہر کے سونے سے استعانت کرو، صدقہ سے استعانت کرو، کیا یہ سب چیزیں وہابیہ کی خدا ہیں کہ ان سے استعانت کا حکم آیا۔

(برکات الامداد ۔۳ تا ٦)

﴿۹۲﴾ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ☆

اور یہ ہے برکت والی کتاب کہ ہم نے اتاری تصدیق فرماتی ان کتابوں کی جو آگے تھیں اور اس لئے کہ تم ڈر سناؤ سب بستیوں کے سردار کو اور جو کوئی سارے جہاں میں اس کے گرد ہیں اور جو آخرت پر ایمان لاتے ہیں اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں اور اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔

﴿۳۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

کہ وقت سے باہر نہ ہو جائیں۔ تفسیر کبیر میں ہے:

المراد بالمحافظة التعهد لشروطها من وقت وطهارة وغيرهما والقيام على اركانها واتمامها حتى يكون ذلك دابه في كل وقت۔

محافظت سے مراد یہ ہے کہ وقت اور طہارت وغیرہ تمام شروط کو ملحوظ رکھا جائے، اس کے ارکان کو قائم کیا جائے اور اسے مکمل کیا جائے یہاں تک کہ جب نماز کا وقت آئے تو آدمی ان کاموں کو بطور عادت کرنے لگے۔ فتاوی رضویہ جدید ۵/۲۷۲

(۱۰۲) بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۔☆

بے کسی نمونہ کے آسمانوں اور زمین کا بنانے والا اس کے بچہ کہاں سے ہو حالانکہ اس کی عورت نہیں اور اس نے ہر چیز پیدا کی اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔

﴿۱۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہاں صرف حوادث مراد ہیں کہ قدیم یعنی ذات وصفات باری تعالی عز مجدہ مخلوقیت سے پاک ہے۔ (فتاوی رضویہ جدید ۱۵/۳۱۴)

مسلمان کا ایمان ہے کہ مولی سبحانہ وتعالی کے سب صفات صفات کمال وبروجہ کمال ہیں۔ جس طرح کسی صفت کمال کا سلب اس سے ممکن نہیں یونہی معاذ اللہ کسی صفت نقص کا ثبوت بھی امکان نہیں رکھتا، اور صفت کا بروجہ کمال ہونا یہ معنی کہ جس قدر چیزیں اس کے تعلق کی قابلیت رکھتی ہیں ان کا کوئی ذرہ اس کے احاطہ دائرہ سے خارج نہ ہو، یہ کہ موجود و معدوم و باطل و موہوم میں کوئی شئی مفہوم بے اس کے تعلق کے نہ رہے اگر چہ وہ اصلا صلاحیت تعلق نہ رکھتی ہو اور اس صفت کے دائرہ سے محض اجنبی ہو۔ (فتاوی رضویہ جدید ۱۵/۳۱۴)

(۱۱۲) وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَا اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ۔☆

اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے اتارتے اور ان سے مردے باتیں کرتے اور ہم ہر چیز ان کے سامنے اٹھا لاتے جب بھی وہ ایمان لانے والے نہ تھے۔ مگر یہ کہ خدا چاہتا ولیکن ان میں بہت نرے جاہل ہیں۔

(۱۱۳) وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ۔☆

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن کئے ہیں آدمیوں اور جنوں میں کے شیطان کہ ان میں ایک دوسرے پر خفیہ ڈالتا ہے بناوٹ کی بات دھوکے کو اور تمہارا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے تو انہیں ان کی بناوٹوں پر چھوڑ دو۔

﴿۱۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اللہ کی پناہ مانگ شیطان آدمیوں اور شیطان جنوں کے شر سے۔ عرض کیا: آدمیوں میں بھی شیطان ہیں؟ فرمایا: ہاں۔

رواہ احمد و ابن ابی حاتم و الطبرانی عن ابی امامۃ و احمد بن مردویہ و البیھقی فی الشعب عن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنھما۔

اس حدیث کی روایت احمد ابن ابی حاتم اور طبرانی نے ابی امامہ سے اور احمد نے ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب میں ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کی۔

ائمہ دین فرمایا کرتے: کہ شیطان آدمی شیطان جن سے سخت تر ہوتا ہے۔

رواہ ابن جریر عن عبد الرحمن بن زید۔

اس کی روایت ابن جریر نے عبد الرحمن بن زید سے کی۔

(جدید ا/۷۸۰ تا ۷۸۱)

﴿۱۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

دیکھو ان کی باتوں کی طرف کان لگانا ان کا کام بتایا جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں۔

اور اس کا نتیجہ یہ فرمایا کہ وہ ملعون باتیں ان پر اثر کر جائیں اور یہ بھی ان جیسے ہو جائیں۔ العیاذ باللہ تعالی ۔

لوگ اپنی جہالت سے گمان کرتے ہیں کہ ہم اپنے دل سے مسلمان ہیں، ہم پر ان کا کیا اثر ہوگا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من سمع بالدجال فلینأ منه فو اللہ ان الرجل لیاتیه و هو یحسب انه مومن فیتبعه ممایبعث به من الشبهات ۔

جو دجال کی خبر سنے اس پر واجب ہے کہ اس سے دور بھاگے کہ خدا کی قسم آدمی اس کے پاس جائے گا اور یہ خیال کرے گا کہ میں تو مسلمان ہوں یعنی مجھے اس سے کیا نقصان پہنچے گا، وہاں اس کے دھوکوں میں پڑ کر اس کا پیرو ہو جائے گا۔

رواہ ابو داؤد عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنه و عن الصحابة جمیعا ۔

کیا دجال ایک اسی دجال کو سمجھتے ہو جو آنے والا ہے، حاشا تمام گمراہوں کے داعی منادی سب دجال ہیں اور سب سے بھاگنے کا حکم فرمایا اور اس میں یہی اندیشہ بتایا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بمالم تسمعوا انتم ولا آبائکم فایاکم و ایاهم لا یضلونکم و لا یفتنونکم رواہ مسلم عن ابی هریرة رضی اللہ تعالیٰ عنه ۔

آخر زمانہ میں دجال کذاب لوگ ہوں گے کہ وہ تمہارے پاس لائیں گے جو نہ تم نے سنیں نہ تمہارے باپ دادا نے، تو ان سے دور رہو اور انہیں اپنے سے دور رکھو، کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں کہیں تمہیں فتنہ میں ڈال دیں۔ (فتاوی رضویہ جدید ۱/۷۸۱۔۷۸۲)

(۱۱۴) وَلِتَصۡغٰۤی اِلَیۡهِ اَفۡـِٕدَةُ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ وَلِیَرۡضَوۡهُ وَلِیَقۡتَرِفُوۡا مَا هُمۡ مُّقۡتَرِفُوۡنَ۝

اور اس لئے کہ اس کی طرف ان کے دل جھکیں جنہیں آخرت پر ایمان نہیں اور اسے

پسند کریں اور گناہ کمائیں جو انہیں کماتا ہے۔

﴿۱۱۵﴾ اَفَغَیْرَ اللّٰہِ اَبْتَغِیْ حَکَمًا وَّھُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ اِلَیْکُمُ الْکِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْلَمُوْنَ اَنَّہٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّکَ بِالْحَقِّ فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ۔☆

تو کیا اللہ کے سوا میں کسی اور کا فیصلہ چاہوں اور وہی ہے جس نے تمہاری طرف مفصل کتاب اتاری اور جن کو ہم نے کتاب دی وہ جانتے ہیں کہ یہ تیرے رب کی طرف سے سچ اترا ہے تو اے سننے والے تو ہرگز شک والوں میں نہ ہو۔

﴿۱۱۶﴾ وَتَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ ج وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔☆

اور پوری ہے تیرے رب کی بات سچ اور انصاف میں اس کی باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں اور وہی ہے سنتا جانتا۔

﴿۱۱۷﴾ وَاِنْ تُطِعْ اَکْثَرَ مَنْ فِی الْاَرْضِ یُضِلُّوْکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ ھُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ۔☆

اور اے سننے والے زمین میں اکثر وہ ہیں کہ تو ان کے کہے پر چلے تو تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دیں وہ صرف گمان کے پیچھے ہیں اور نری اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔

﴿۱۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ تمام آیات کریمہ انہیں مطالب کے سلسلہ بیان میں ہیں۔ گویا ارشاد ہوتا ہے: تم جو ان شیطان آدمیوں کی باتیں سننے جاؤ کیا تمہیں یہ تلاش ہے کہ دیکھیں اس مذہبی اختلاف میں یہ لیکچرار یا یہ منادی کیا فیصلہ کرتا ہے؟ ارے خدا سے بہتر فیصلہ کس کا! اس نے مفصل کتاب قرآن عظیم تمہیں عطا فرمادی، اس کے بعد تمہیں کسی کی کیا حاجت ہے، لیکچر والے جو کسی کتاب دینی کا نام نہیں لیتے کس گنتی وشمار میں ہیں! یہ کتاب والے دل میں خوب جانتے ہیں کہ قرآن حق ہے، تعصب کی پٹی آنکھوں پر بندھی ہے کہ ہٹ دھرمی سے مکرے جاتے ہیں، تو تجھے کیوں شک پیدا ہوا کہ ان کی سننا چاہے، تیرے رب کا کلام صدق وعدل میں بھرپور ہے، کل تک جو اس پر تجھے کا

مل یقین تھا آج کیا اس میں فرق آیا، کہ اس پر اعتراض سننا چاہتا ہے، کیا خدا کی باتیں کوئی بدل سکتا ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ میرا کوئی مقال کوئی خیال خدا سے چھپ رہے گا، وہ سنتا و جانتا ہے، دیکھ اگر تو نے ان کی سنی تو وہ تجھے خدا کی راہ سے بہکا دیں گے، یہ خیال کرتا ہے کہ ان کا علم دیکھوں کہاں تک ہے۔ یہ کیا کہتے ہیں، ارے ان کے پاس علم کہاں، وہ تو اپنے اوہام کے پیچھے لگے ہوئے اور نری اٹکلیں دوڑاتے ہیں، جن کا تھل نہ بیڑا۔

جب اللہ واحد وقہار کی گواہی ہے کہ ان کے پاس نری مہمل اٹکلوں کے سوا کچھ نہیں تو ان کو سننے کے کیا معنی، سننے سے پہلے وہی کہدے جو تیرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا کہ "کذبت" "شیطان تو جھوٹا ہے۔ اور اس گھمنڈ میں نہ رہنا کہ مجھ کو کیا گمراہ کریں گے میں تو راہ پر ہوں، تیرا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بہکے گا اور کون راہ پر ہے، تو پورا راہ پر ہوتا تو بے راہوں کی سننے کیوں جاتا، حالانکہ تیرا رب فرما چکا۔ ذرھم وما یفترون۔ چھوڑ دے انہیں اور ان کے بہتانوں کو، تیرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرما چکے: ایاکم و ایاھم۔ ان سے دور رہو اور ان کو اپنے سے دور کردو کہیں بہکا نہ دیں کہیں وہ تم کو فتنہ میں نہ ڈالدیں۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱۵/۷۸۳)

بھائیو! ایک سہل سی بات ہے اسے غور فرمالو۔ تم اپنے رب جل وعلا، اپنے قرآن، اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سچا ایمان رکھتے ہو، یا معاذ اللہ کچھ شک ہے؟ جسے شک ہو اسے اسلام سے کیا علاقہ، وہ ناحق اپنے آپ کو مسلمان کہہ کر مسلمانوں کو کیوں بدنام کرے۔ اور اگر سچا ایمان ہے تو اب یہ فرمائے کہ ان کے لیکچروں نداؤں میں آپ کے رب وقرآن ونبی وایمان کی تعریف ہوگی یا مذمت۔ ظاہر ہے کہ دوسری ہی صورت ہوگی اور اسی لئے تم کو بلاتے ہیں کہ تمہارے منہ پر تمہارے خدا ونبی وقرآن ودین کی توہین وتکذیب کریں۔

اب ذرا غور کرلیجئے! ایک شریر نے زید کے نام اشتہار دیا کہ فلاں وقت میں فلاں مقام پر میں بیان کروں گا، کہ تیرا باپ ولد الحرام ہے، اور تیری ماں زانیہ تھی۔ للہ انصاف! کیا کوئی غیرت والا حمیت والا انسانیت والا جب کہ اسے اس بیان سے روک دینے باز رکھنے پر قادر نہ ہو اسے سننے جائے گا، حاشا للہ! کسی بھنگی چمار سے بھی یہ نہ ہوسکے گا۔ پھر ایمان کے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھو کہ اللہ ورسول وقرآن عظیم کی توہین وتکذیب مذمت سخت تر ہے یا ماں باپ کی گالی۔

ایمان رکھتے ہو تو اسے اس سے کچھ نسبت نہ جانو گے۔ پھر کون سے کلیجے سے ان جگر شگاف ناپاک ملعون بہتان وافتراؤں، شیطانی اٹکلوں ڈھکوسلوں کو سننے جاتے ہو، بلکہ حقیقۃً انصافاً وہ جو کچھ بکتے اور اللہ ورسول وقرآن عظیم کی تحقیر کرتے ہیں اس سب کے باعث یہ سننے والے ہیں، اگر مسلمان اپنا ایمان سنبھالیں، اپنے رب کو قرآن ورسول کی عزت وعظمت پیش نظر رکھیں اور ایکا کرلیں کہ وہ خبیث لیکچر گندی ندائیں سننے کوئی نہ جائے گا، جو وہاں موجود ہوں وہ بھی فوراً وہی مبارک ارشاد کا کلمہ کہہ کر 'تو جھوٹا ہے' چلا جائے گا، تو کیا وہ دیواروں، پتھروں سے اپنا سر پھوڑیں گے۔ تو تم سن سنکر کہلواتے ہو، نہ تم سنو نہ وہ کہیں۔ پھر انصاف کیجئے کہ اس کہنے کا وبال کس پر ہوا۔ علماء فرماتے ہیں: ہٹے کٹے جوان تندرست جو بھیک مانگنے کے عادی ہوتے ہیں اور اسی کو اپنا پیشہ کرلیتے ہیں انہیں دینا ناجائز ہے کہ اس میں گناہ پر شہ دینی ہے، لوگ نہ دیں تو جھک ماریں اور محنت ومزدوری کریں۔

بھائیو! جب اس میں گناہ کی امداد ہے تو اس میں کفر کی مدد ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ قرآن عظیم کی نص قطعی نے ایسی جگہ سے فوراً ہٹ جانا فرض کردیا۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۶۸۷)

(۱۱۵) امام رازی اس آیت کے تحت میں لکھتے ہیں۔

اعلم ان ہذہ الآیات تدل علی ان کلمۃ اللہ موصوفۃ بصفات کثیرۃ (الی ان قال) الصفۃ الثانیۃ من صفات کلمۃ اللہ کونہا صدقا والدلیل علیہ ان الکذب نقص والنقص علی اللہ تعالیٰ محال۔

یہ آیت ارشاد فرماتی ہے: کہ اللہ تعالیٰ کی بات بہت صفتوں سے موصوف ہے۔ ازانجملہ اس کا سچا ہونا ہے۔ اور اس پر دلیل یہ ہے کہ کذب عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال ہے

یہیں فرماتے ہیں:

صحۃ الدلائل السمعیۃ موقوفۃ علی ان الکذب علی اللہ تعالیٰ محال

دلائل قرآن وحدیث کا صحیح ہونا اس پر موقوف ہے کہ کذب الٰہی محال مانا جائے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱۵/۳۲۶۔۳۲۷)

(وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا کے بارے میں) علماء فرماتے ہیں: یعنی باری عز

وجل کا کلام انتہاء درجہ صدق وعدل پر ہے، جس کا مثل ان امور میں متصور نہیں۔

بیضاوی میں ہے:

بلغت الغاية اخباره و احكامه و مواعيده صدقا فی الاخبار و المواعيد و عدلا فی الاقضية والاحكام ۔

اللہ تعالیٰ کی اخبار اور احکام اور مواعید انتہائی کامل ہیں۔ اخبار ومواعید صدق کے اعتبار سے، قضایا واحکام عدل کے اعتبار سے۔

ارشاد العقل السلیم میں ہے:

المعنى انها بلغت الغاية القاصية صدقا فی الاخبار والمواعيد و عدلا فی الاقضيه و الاحكام لا احد يبدل شيئا من ذلك بما هو اصدق و اعدل بما هو مثله ۔

مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلمات اخبار ومواعید میں صدق کے اعتبار سے اور قضایا و احکام کے اعتبار سے انتہائی درجہ پر ہیں، اس سے بڑھ کر کوئی اصدق و اعدل نہیں جو ان میں سے کسی کو بدل ڈالے بلکہ ان کے مماثل پر بھی کوئی قدرت نہیں رکھتا۔

اقول وباللہ التوفیق: صدق قائل کے لئے درجات ہیں:

درجہ (۱) روایات وشہادات میں قطعا کذب سے محترز ہو اور مخاطبات میں بھی زنہار ایسا جھوٹ روانہ رکھے جس میں کسی کا اضرار ہو اگر چہ اسی قدر کے غلط بات کا باور کرانا، مگر مزاحا یا عبثا ایسے کذب کا استعمال کرے جو نہ کسی کو نقصان دے نہ سننے والا یقین لاسکے، مثلا: زید نے آج منوں کھانا کھایا، آج مسجد میں لاکھوں آدمی تھے، ایسا شخص کاذب نہ گنا جائے گا، یا آثم ومردود الروایت نہ ہوگا، تاہم بات خلاف واقع ہے اور محض فضول غیر نافع، اگر چہ نفس کلام میں حکایت واقع مراد نہ ہونے پر دلیل قاطع، ولہذا احدیث میں ارشاد فرمایا:

قال بعض اصحابه: فانك تداعبنا يا رسول الله فقال انی لا اقول الاحقا اخرجه احمد و الترمذی باسناد حسن عن ابی هريرة عن النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم ۔

آپ کے بعض صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ ہم سے

مزاح فرماتے ہیں، آپ نے فرمایا: میں صرف حق ہی کہتا ہوں۔ امام احمد اور ترمذی نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روایت کیا۔

درجہ (۲): ان لغو وعبث جھوٹوں سے بھی بچے مگر نثر یا نظم میں خیالات شاعرانہ ظاہر کرتا ہو، جس طرح قصائد کی تشبیبیں۔ ع

با نت سعا د فقلبی الیو م متبو ل

سعاد کی جدائی میں میرا دل مضطرب ہے

سب جانتے ہیں کہ وہاں نہ کوئی عورت تھی اور نہ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر مفتون، نہ وہ ان سے جدائی ہوئی، نہ یہ اس کے فراق میں مجروح، محض خیالات شاعرانہ ہیں مگر نہ فضول بحث کہ تشحید خاطر و تشویق سامع و ترقیق قلب و تزئین سخن کا فائدہ رکھتے ہیں، تاہم از آنجا کہ حکایت بے محکی عنہ ہے، ارشاد فرمایا گیا: وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ۔ نہ ہم نے اسے شعر سکھایا نہ وہ اس کی شان کے لائق، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

درجہ (۳): ان سے بھی تحرز کرے مگر مواعظ و امثال میں ان امور کا استعمال کرتا ہو جن کے لئے حقیقت واقعہ نہیں، جیسے کلیلہ دمنہ کی حکایتیں، منطق الطیر کی روایتیں، اگر چہ کلام قائل میں بظاہر حکایت واقع ہے مگر تغلیظ سامع نہیں کہ سب جانتے ہیں وعظ و نصیحت کے لئے یہ تمثیلی باتیں بیان کی گئی ہیں جن سے دینی منفعت مقصود، پھر بھی انعدام مصداق موجود، ولہذا قرآن عظیم کو اساطیر الاولین (پہلوؤں کے قصے) کہنا کفر ہوا، جیسے آج کل کے بعض کفار لئام، مدعیان اسلام، نئی روشنی کے پرانے غلام، دعوی کرتے ہیں کہ کلام عزیز میں آدم وحوا کے قصے، شیطان وملک کے افسانے سب تمثیلی کہانیاں ہیں جن کی حقیقت مقصود نہیں، تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا۔ ظالم کچھ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی اس سے کہیں بلند ہے۔

درجہ (۴): ہر قسم حکایت بے محکی عنہ سے اجتناب کلی کرے اگر چہ برائے سہو وخطاء حکایت خلاف واقع کا وقوع ہوتا ہو یہ درجہ خاص اولیاء اللہ کا ہے۔

درجہ (۵): عزوجل سہوا و خطا بھی صدور کذب سے محفوظ رکھے مگر امکان وقوعی واقع ہو یہ مرتبہ اعاظم صدیقین کا ہے کہ:

ان اللہ تعالی یکرہ فوق سماءہ ان یخطأ ابو بکر الصدیق فی الارض ۔ رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر والحارث فی مسندہ و ابن شاھین فی السنتہ عن معاذ بن جبل رضی تعالی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر اس بات کو ناپسند فرماتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمین پر غلطی کریں۔ اسے طبرانی نے معجم الکبیر میں اور شیخ حارث نے مسند میں اور ابن شاہین نے السنہ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ سے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

درجہ(۶): معصوم من اللہ ومؤید بالمعجزات ہو کہ کذب کا امکان وقوعی بھی نہ رہے مگر بنظر نفس ذات امکان ذاتی ہو، یہ رتبہ حضرات انبیاء ومرسلین علیہم الصلوۃ والسلام کا ہے۔

درجہ(۷): کذب کا امکان ذاتی بھی نہ ہو بلکہ اس کی عظمت جلیلہ وجلالت عظیمہ بالذات کذب وغلط کی نافی ومنافی ہو اور اس کی ساحت عزت کے گرد اس گردلوث کا گذر محال عقلی، یہ نہایت درجات صدق جس سے مافوق متصور نہیں۔ اب آیہ کریمہ ارشاد فرمارہی رہے کہ تیرے رب کا صدق وعدل اعلی درجہ منتہی پر ہے، تو واجب کے جس طرح اس سے صدور ظلم وخلاف عدل باجماع اہل سنت محال عقلی ہے یونہی صدور کذب وخلاف صدق عقلا ممتنع ہو ورنہ صدق الٰہی غایت ونہایت تک نہ پہونچا ہوگا کہ اس کے مافوق ایک درجہ اور بھی پیدا ہوگا، یہ خود بھی محال اور قرآن عظیم کے خلاف، فثبت المقصود والحمد للہ العلی الودود۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱۵/۳۵۵ـ تا ۳۵۸)

(۱۱۹) فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِآيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ☆

تو کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا اگر تم اسکی آیتیں مانتے ہیں

﴿۱۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس مسئلہ (ذبح) میں حق یہ ہے کہ یہاں صرف وقت ذبح قول ونیت ذابح کا اعتبار ہے۔ اگر ذابح مسلم نے اللہ ہی کے لئے ذبح کیا اور وقت ذبح اللہ ہی کا نام لیا تو ذبیحہ قطعا حلال ہے اگرچہ مالک نے کسی کے نام پر مشہور کر رکھا ہو۔ (فتاوی رضویہ قدیم ۸/۳۲۲)

(۱۴۱) وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُکُلُهٗ وَالزَّیْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَیْرَ مُتَشَابِهٍ ط کُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ صلے وَلَا تُسْرِفُوْا ط اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ۔☆

اور وہی ہے جس نے پیدا کئے باغ کچھ زمین پر چھتے (چھائے) ہوئے اور کچھ بے چھتے (پھیلے) ہوئے اور کھجور اور کھیتی جس میں رنگ رنگ کے کھانے اور زیتون اور انار کسی بات میں ملتے اور کسی میں الگ کھاؤ اس کا پھل جب پھل لائے اور اس کا حق دو جس دن کٹے اور بے جانہ خرچو بیشک بے جا خرچنے والے اسے پسند نہیں۔

﴿۱۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اکثر مفسرین کے نزدیک اس حق (واتوا حقه) سے مراد عشر ہے۔ قاله ابن عباس وطاؤس والحسن وجابر بن زید وسعد بن المسیب رضی الله تعالی عنهم کما فی المعالم وغیرها۔ والله سبحانه وتعالی اعلم۔ (فتاوی رضویہ قدیم ۴/۳۷۸)

(۱۴۲) ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاجٍ ج مِنَ الضَّاْنِ اثْنَیْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَیْنِ ط قُلْ ءٰٓالذَّکَرَیْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَیَیْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَیْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَیَیْنِ ط نَبِّئُوْنِیْ بِعِلْمٍ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۔☆

آٹھ نر و مادہ ایک جوڑ بھیڑ کا اور ایک جوڑ بکری کا تم فرماؤ کیا اس نے دونوں نر حرام کئے یا دونوں مادہ یا وہ جسے دونوں مادہ پیٹ میں لئے ہیں کسی علم سے بتاؤ اگر تم سچے ہو۔

﴿۱۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

گاؤ کشی اگر چہ بالتخصیص اپنے نفس ذات کے لحاظ سے واجب نہیں، نہ اس کا تارک باوجود اعتقاد اباحت نظر نفس ذات فعل گنہگار، نہ ہماری شریعت میں کسی خاص شیء کا کھانا بالتعیین فرض مگر ان وجوہ سے صرف اس قدر ثابت ہوا کہ گاؤ کشی جاری رکھنا واجب لعینہ، اور اس کا ترک حرام لعینہ نہیں، یعنی ان کے نفس ذات میں کوئی امر ان کے واجب یا حرام کرنے کا مقتضی نہیں لیکن ہمارے احکام مذہبی صرف اس قسم کے واجبات و محرمات میں منحصر نہیں بلکہ جیسا ان

واجبات کا کرنا اور ان محرمات سے بچنا ضروری و حتمی ہے یونہی واجبات و محرمات لغیر ہا میں بھی امتثال و اجتناب اشد ضروری ہے جس سے ہم مسلمانوں کو مفر نہیں اور ان سے بالجبر باز رکھنے میں بیشک ہماری مذہبی توہین ہے جسے حکام وقت بھی روا نہیں رکھ سکتے۔

ہم ہر مذہب وملت کے عقلاء سے دریافت کرتے ہیں، اگر کسی شہر میں گاؤ کشی قطعا بند کردی جائے اور بلحاظ ناراضی ہنود اس فعل کو کہ ہماری شرع ہرگز اس سے باز رہنے کا ہمیں حکم نہیں دیتی یک قلم موقوف کیا جائے تو کیا اس میں ذلت اسلام متصور نہ ہوگی؟ کیا اس میں خواری ومغلوبی مسلمین نہ سمجھی جائے گی؟ کیا خوشی ظاہر کر کے ہمارے مذہب واہل مذہب کے ساتھ شماتت کا موقع ہاتھ نہ آئے گا؟ کیا بلا وجہ وجیہ اپنے لئے ایسی دنائیت وذلت اختیار کرنا اور دوسروں کو دینی مغلوبی سے اپنے اوپر ہنسوانا ہماری شرع مطہرہ جائز فرماتی ہیں؟ حاشا وکلا ہرگز نہیں۔ ہماری شریعت ہرگز ہماری ذلت نہیں چاہتی، نہ یہ متوقع کہ حکام وقت صرف اجانب کی پاسداری کریں اور دوسری طرف توہین وتذلیل روا رکھیں۔

سائل لفظ ترک لکھتا ہے، یہ صرف مغالطہ اور دھوکہ ہے، اس نے ترک اور کف میں فرق نہ کیا، کسی فعل کا نہ کرنا اور بات ہے اور اس سے بالقصد باز رہنا اور بات ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ جس میں صدہا منافع ہیں یک قلم امتناع آخر کسی وجہ پر مبنی ہوگا، اور وجہ سوائے ان کے کچھ نہیں کہ ہنود کی ہٹ پوری کرنا، اور مسلمانوں نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام انسانوں کے اسباب معیشت میں کمی وتنگی کردینا، ہم اہل اسلام کی ابتدائے عہد سے بڑی غذا جس کی طرف ہماری طبیعتیں اصل خلقت میں راغب اور اس میں ہمارے ہزاروں منافع اور اس سے ہمارے خالق وتبارک وتعالی نے قرآن عزیز میں جابجا ہم پر منت رکھی، گوشت ہے۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۴۴۵_۴۴۴/۸)

〈۱۶۲〉 قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔☆

تم فرماؤ بیشک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو رب سارے جہان کا۔

﴿۲۰﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

بیشک نماز وروزہ، حج وزکوۃ سب اللہ ہی کے لئے ہے۔ یعنی ان سے اس کی عبادت و تعظیم مقصود ہے اور بیشک تمام عبادات واعمال حسنہ اپنے ہی لئے ہیں یعنی اپنے فائدہ کو ہیں۔

من عمل صالحا فلنفسه۔ جو نیک کام کرے وہ اپنے لئے ہی کرتا ہے۔

﴿۱۶۳﴾ لَاشَرِیْکَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۔☆

اس کا کوئی شریک نہیں مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

﴿۲۰﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(آیت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرنے کا حضرت ابراہیم کو جو حکم ہوا اس کا ذکر ہے جس سے ثابت کہ شرک وغیرہ منکرات کا ازالہ ضروری ہے اور اگر) ازالہ منکر پر قدرت نہ ہو تو زبان سے منع کردے اور اس میں بھی فتنہ وفساد ہو تو دل سے برا جانے۔ پھر ان کے فعل کا اس سے مطالبہ نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من رای منکم منکرا فلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه، وذلك اضعف الایمان۔

تم میں سے جب کوئی برائی دیکھے تو ہاتھ سے اسے روکنے کی کوشش کرے اور اگر اسکی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے منع کرے اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو دل سے برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔ (فتاوی رضویہ جدید ۵/۴۰۶)

سورۃ الاعراف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۲۲﴾ فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ ج فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ. وَنَادٰهُمَا رَبُّهُمَا اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَا اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۔☆

تو اتار لایا انہیں فریب سے پھر جب انہوں نے وہ پیڑ چکھا ان پر ان کی شرم کی چیزیں کھل گئیں۔ اور اپنے بدن پر جنت کے۔ پتے چپٹانے لگے اور انہیں ان کے رب نے فرمایا کیا میں نے تمہیں اس پیڑ سے منع نہ کیا اور نہ فرمایا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

غیر تلاوت میں اپنی طرف سے سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف نافرمانی وگناہ کی نسبت حرام ہے۔ ائمہ دین نے اسکی تصریح فرمائی بلکہ ایک جماعت علمائے کرام نے اسے کفر بتایا۔ مولی کو شایاں ہے کہ اپنے محبوب بندوں کو جس عبارت سے تعبیر فرمائے، دوسرا کہے تو اسکی زبان گدی کے پیچھے سے کھینچی جائے، للہ المثل الاعلی، بلا تشبیہ یوں خیال کرو کہ زید نے اپنے بیٹے عمرو کو اس کی کسی لغزش یا بھول پر متنبہ کرنے، ادب دینے، حزم وعزم واحتیاط اتم سکھانے کے لئے مثلاً بیہودہ نالائق احمق وغیرہ الفاظ سے تعبیر کیا۔ باپ کو اسکا اختیار تھا۔ اب عمرو کا بیٹا بکر یا غلام انہیں الفاظ کو سند بنا کر اپنے باپ اور آقا عمرو کو یہ الفاظ کہہ سکتا ہے؟ حاشا، اگر کہے گا سخت گستاخ ومردود و ناسزاوار مستحق عذاب وتعزیر و سزا ہوگا۔ جب یہاں یہ حالت ہے تو اللہ عزوجل کی ریس کر کے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی شان میں ایسے لفظ کا بکنے والا کیونکر سخت شدید ومدید عذاب جہنم وغضب الہی کا مستحق ہوگا۔ والعیاذ باللہ تعالی۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱/۸۲۳۔تا۸۲۴)

امام ابوعبداللہ قرطبی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قال القاضی ابو بکر بن العربی رحمہ اللہ تعالی لا یجوز لا حدمنا الیوم ان یخبر بذلك عن آدم علیہ الصلاۃ والسلام الا اذ ذکرنا فی اثنا قولہ تعالیٰ عنہ او قول نبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاما ان نبتدی بذلك من قبل انفسنا فلیس بجائزفی آبا ئنا الا دنین الینا المماثلین لنا فکیف با بینا الاقدم الاعظم الاکبر النبی المقدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلموعلی جمیع الانبیاء المرسلین"

قاضی ابوبکر بن عربی فرماتے ہیں: کہ ہم میں سے کسی کو یہ جائز نہیں کہ آدم علیہ السلام کی بابت اس کی خبر دے، ہاں اللہ تعالی کے قول کے ضمن میں ہو تو حرج نہیں، یا کسی حدیث میں ہو تو حرج نہیں، اپنی طرف تو ان امور کا کوئی شخص اپنے ماں باپ کی طرف بھی منسوب کرنا پسند نہ کریگا تو حضرت جو ہمارے جد اعلی اکبر واعظم اور اللہ کے تمام انبیاء ومرسلین سے پہلے ہیں ان کی بابت یہ سوچا بھی نہیں جاسکتا۔

امام ابوعبداللہ بن عبدری ابن الحاج مدخل میں فرماتے ہیں:

قد قال علماء نا رحمہم اللہ تعالیٰ ان من قال عن نبی من الانبیاء علیہم الصلاۃ والسلام فی غیر التلاوۃ الحدیث انہ عصی او خالف فقد کفر نعوذ با للہ من ذلك۔

ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالی نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام کا ذکر بغیر تلاوت یا حدیث کے انکی لغزش کا ذکر کیا یا انکی نافرمانی کا ذکر کیا تو اس نے کفر کیا ہم اللہ تعالی سے اس بارے میں پناہ مانگتے ہیں۔

(۳۱) یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ خُذُوۡا زِیۡنَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ وَّ کُلُوۡا وَ اشۡرَبُوۡا وَ لَا تُسۡرِفُوۡا ۚ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الۡمُسۡرِفِیۡنَ۔☆

اے آدم کی اولاد اپنی زینت لو جب مسجد میں جاؤ اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو بیشک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

پاک ہے وہ ذات جو خطاونسیان سے منزہ ہے، محقق ابن ہمام نے شروط صلاۃ میں ستر عورت کے لازم ہونے پر ارشاد ربانی۔ خذوا زینتکم عند کل مسجد" سے استدلال کرتے ہوئے صاف فرمایا:

حق یہ ہے کہ ستر عورت کے بارے میں آیت کی دلالت ظنی ہے۔ لہذا اس کا مقتضا یہ ہے کہ نماز میں ستر عورت واجب ہے، بعض فقہاء نے قطعی الثبوت ہونا تو آیت سے لیا اور ستر عورت پر دلالت کا قطعی ہونا اس حدیث سے لیا کہ۔ بالغ عورت کی نماز بغیر اوڑھنی کے نہیں ۔پس دونوں کے دلائل کے اجتماع سے فرضیت ثابت ہوگئی۔ حدیث میں واضح اشکال ہے۔ ورنہ مستدل نے اس جیسی حدیثوں کا ظنی الدلالت ہونا خود تسلیم کیا ہے، مثلاً یہ حدیث کہ جس نے بسم اللہ نہیں پڑھی اسکا وضو نہیں۔ اور مسجد کے پڑوسی کی نماز سوائے مسجد کے نہیں ہے ،اور ظنی الدلالت ہونے میں شک نہیں ہے کیونکہ نفی کمال کا احتمال قائم ہے۔ (یہ معنی مراد ہوسکتا ہے کہ بالغہ کی نماز اوڑھنی کے بغیر کامل نہیں ہے۔ ۱۲ منہ)

لہذا بہتر یہ ہے کہ نماز میں ستر عورت کے فرض ہونے پر اجماع سے استدلال کیا جائے ،جیسے کہ متعدد ائمہ نقل نے اجماع بیان کیا ہے یہاں تک کہ بعض مالکیہ پیدا ہوئے اور انہوں نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا، مثلا قاضی اسمٰعیل، حالانکہ اجماع کے منعقد ہوجانے کے بعد ایسا کرنا جائز نہیں۔ (فتاوی رضویہ جدید ۱/۲۲۷)

اسراف بلاشبہ ممنوع و ناجائز ہے۔

اقول: اسراف کی تفسیر میں کلمات متعدد وجہ پر آئے:

(۱) غیر حق میں صرف کرنا۔ یہ تفسیر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمائی

الفریابی و سعید ابن منصور و ابو بکر بن ابی شیبہ و البخاری فی الادب المفرد و ابناء جریر و المنذر و ابی حاتم و الطبرانی و الحاکم وصححہ و البیہقی فی شعب الایمان و اللفظ لابن جریر کلہم عنہ رضی اللہ تعالی عنہ فی قولہ تعالی ولا تبذر تبذیرا۔ قال: التبذر فی غیر الحق وھو اسراف۔

فریابی، سعید بن منصور، ابوبکر بن ابی شیبہ اور بخاری نے ادب مفرد میں، ابن جریر، ابن

منذر ابن ابی حاتم، ابو حاتم، طبرانی، حاکم بافادہ تصحیح بیہقی نے شعب الایمان میں اور یہ لفظ ابن جریر کے ہیں۔ ان تمام حضرات نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کی کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے قول۔ ولا تبذر تبذیرا۔ کی تفسیر میں فرمایا کہ تبذیر ناحق خرچ کو کہتے ہیں ،یہی اسراف ہے۔

اور اسی کے قریب ہے وہ کہ تاج العروس میں بعض سے نقل کیا: 'وضع الشئی فی غیر موضعه "یعنی بیجا خرچ کرنا۔

ابن ابی حاتم نے امام مجاہد تلمیذ سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی:

لو انفقت مثل ابی قبیس ذهبا فی طاعة الله لم یکن اسرافا ولو انفقت صاعا فی معصیة الله کان اسرافا۔

اگر تو اللہ کی فرمانبرداری میں کوہ ابوقبیس کے برابر سونا خرچ کردے تو بھی اسراف نہ ہوگا اور اگر تو ایک صاع بھی اللہ کی نافرمانی میں خرچ کرے تو اسراف ہوگا۔

کسی نے حاتم کی کثرت داد و دہش پر کہا۔ لا خیر فی سرف ۔اسراف میں خیر نہیں ۔اس نے جواب دیا: لا سرف فی خیر ۔خیر میں اسراف نہیں۔

اقول۔ حاتم کا مقصود تو خدا نہ تھا نام تھا، کما نص علیه فی الحدیث۔

تو اس کی داد و دہش اسراف ہی تھی۔ مگر خیر میں بھی شرع مطہر اعتدال کا حکم فرماتی ہے۔

قال الله تعالی ولا تجعل یدك مغلولة الی عنقك ولا تبسطها كل البسط فتقعد ملوما محسورا "(الاسراء ـ ۲۹)

فرمان الٰہی ہے۔ اور تو اپنا ہاتھ اپنی گردن میں باندھ کر نہ رکھ اور نہ اسکو پوری طرح کھول ورنہ تو ملامت زدہ حسرت زدہ بیٹھ رہے گا۔

وقال الله تعالی: والذین اذا انفقوا لم یسرفوا و لم یقتروا و کان بین ذلك قواما"(الفرقان ـ ٦٧)

اور وہ جب بھی خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ کنجوسی کرتے ہیں اور خرچ انکے درمیان ہوتا ہے۔

آیہ کریمہ۔ واتو حقہ یوم حصادہ ولا تسرفوا۔ (الانعام۔ ۱۴۱)
اورتم اس کا حق اسکی کٹائی کے دن ادا کردو اور نہ اسراف کرو۔
کی شان نزول میں ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصہ معلوم ومعروف ہے۔ رواہ ابن جریر وابن ابی حاتم عن ابی جریج۔

ادھر صحاح کی حدیث جلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تصدق کا حکم فرمایا، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خوش ہوئے کہ اگر میں کبھی ابوبکر صدیق پر سبقت لے جاؤں گا تو وہ یہی بار ہے کہ میرے پاس مال بسیار ہے۔ اپنے جملہ اموال سے نصف حاضر خدمت اقدس لائے۔ حضور نے فرمایا: اہل وعیال کے لئے کیا رکھا؟ عرض کی: اتنا ہی: اتنے میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے اور کل مال حاضر لائے۔ گھر میں کچھ نہ چھوڑا: ارشاد ہوا: اہل وعیال کے لئے کیا رکھا؟ عرض کی اللہ اور اسکا رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اس پر حضور پرنور نے فرمایا: تم دونوں میں وہی فرق ہے جو تمہارے ان جوابوں میں۔

تحقیق یہ ہے کہ عام لوگوں کے لئے وہی حکم میانہ روی ہے اور صدق توکل وکمال تبتل والوں کی شان بڑی ہے۔

(۲) حکم الٰہی کی حد سے بڑھنا۔ یہ تفسیر ایاس ابن معاویہ بن قرہ تابعی ابن صحابی کی ہے۔ ابن جریر وابو الشیخ عن سفین بن حسین عن ابی بشر قال: طاف الناس بایاس بن معویۃ فقالوا ما السرف قال ما تجاوزت بہ امر اللہ فھو سرف۔

ابن جریر اور ابوالشیخ نے سفیان بن حسین سے ابوبشر سے روایت کی کہ لوگوں نے ایاس بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گھیر لیا اور ان سے دریافت کیا کہ اسراف کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ خرچ جس میں اللہ کے حکم سے تجاوز کرو وہ اسراف ہے۔

اور اسی کی مثل اہل لغت سے ابن الاعرابی کی تفسیر ہے، کما سیاتی من التفسیر الکبیر۔

تعریفات السید میں ہے۔ الاسراف تجاوز الحد فی النفقۃ (نفقہ میں حد سے تجاوز کرنا اسراف ہے)

اقول: یہ تفسیر مجمل ہے، حکم الٰہی وضو میں کہنیوں تک ہاتھ گٹوں تک پاؤں دھونا ہے مگر

اس سے تجاوز اسراف نہیں، بلکہ نیم بازو اور نیم ساق تک بڑھانا مستحب ہے جیسا کہ احادیث سے ثابت۔ تو امر سے مراد تشریع لینا چاہئے۔ یعنی حد اجازت سے تجاوز اور اب تفسیر تبذیر کی طرف عود کرے گی۔

(۳) ایسی بات میں خرچ کرنا جو شرع مطہر یا مروت کے خلاف ہو۔ اولا حرام ہے اور ثانیا مکروہ تنزیہی۔

طریقہ محمدیہ میں ہے۔

الاسراف و التبذير ملكة بذل المال حيث يجب امساكه بحكم الشرع او المروة و هي رغبة صادقة للنفس في الافادة بقدر ما يمكن و هما في مخالفة الشرع حرامان و في مخالفة المروة مكروهان تنزيها اه۔

اسراف اور تبذیر مال کو ایسے مقام پر خرچ کرنے کا ملکہ ہے جہاں اس کو بحکم شرع یا بحکم مروت روکے رکھنا واجب ہے اور مروت یہ رغبت صادقہ ہے نفس کی امکانی حد تک کسی کو فائدہ پہنچانے کے لئے۔ اور یہ دونوں چیزیں مخالفت شرع میں حرام ہیں اور مخالفت مروت میں مکروہ تنزیہی ہیں اھ۔

اقول: و زاده ملكة ليجعلهما من منكرات القلب لانه في تعديدها و مثل الشارح العلامة سيدي عبد الغني النابلسي قدس سره القدسي مخالفة المروة بدفعه للاجانب و التصدق به عليهم و ترك الاقارب و الجيران المحاويج اه۔

اقول: لفظ ملکہ کا اضافہ اس میں اس لئے کیا تا کہ ان دونوں کو منکرات قلب میں شامل کیا جائے کیونکہ انہوں نے ان کو انہیں منکرات کے بیان میں ذکر کیا ہے۔ علامہ سیدی عبد الغنی نابلسی نے مروت کی مخالفت کی مثال یہ دی ہے کہ مال غیروں کو دیدیا جائے اور ان پر صدقہ کیا جائے حالانکہ حصہ دار اور پڑوسی حاجت مند موجود ہوں اھ۔

اقول: اخرج الطبراني بسند صحيح عن ابي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: يا امة محمد و الذي بعثنا بالحق لا يقبل الله صدقة من رجل و له قرابة محتاجون الى صلته و يصرفها الى غيرهم و الذي نفسي بيده لا ينظر الله اليه يوم القيمة اه۔ فهو خلاف الشرع لا

مجرد خلاف المروۃ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

اقول طبرانی نے بسند صحیح ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے امت محمد! قسم اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ اللہ ایسے شخص کا صدقہ قبول نہیں فرماتا ہے کہ جو اپنے قریبی رشتہ دار حاجتمندوں کو چھوڑ کر دوسروں پر خرچ کرتا ہے۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اللہ ایسے شخص کی طرف قیامت کے دن نگاہ نہیں فرمائے گا اھ، تو یہ خلاف شرع ہے صرف خلاف مروت نہیں۔

اقول وباللہ التوفیق۔ آدمی کے پاس جو مال زائد بچا اور اس نے ایک فضول کام میں اٹھا دیا، جیسے بے مصلحت شرعی مکان کی زینت وآرائش میں مبالغہ، اس سے اسے تو کوئی نفع ہوا نہیں اور اپنے غریب مسلمان بھائیوں کو دیتا تو ان کو کیسا نفع پہونچتا، تو اس حرکت سے ظاہر ہوا کہ اس نے اپنی بے معنیٰ خواہش کو ان کی حاجت پر مقدم رکھا اور یہ خلاف مروت ہے۔

(۴) طاعت الٰہی کے غیر میں اٹھانا، قاموس میں ہے۔

الاسراف التبذیرا و ما انفق فی غیر طاعۃ۔

اسراف فضول خرچی ہے یا غیر طاعت میں خرچ کرنا۔ (ت)

ردالمحتار میں اسی کی نقل پر اقتصار فرمایا، اقول۔ ظاہر ہے کہ مباحات نہ طاعت ہیں نہ ان میں خرچ اسراف مگر یہ کہ غیر طاعۃ سے خلاف طاعت مراد لیں، تو مثل تفسیر دوم ہوئی اور اب علامہ شامی کا یہ فرمانا کہ

لا یلزم من کونہ غیر طاعۃ ان یکون حراما نعم اذا اعتقد سنیتہ (ای سنیۃ الزیادۃ علی الثلث فی الوضوء) یکون ،منھیا عنہ ویکون ترکہ سنۃ موکدۃ۔

اس کے غیر طاعت ہونے سے اس کا حرام ہونا لازم نہیں آتا، ہاں اگر اس کے سنت ہونے کا اعتقاد ہے، یعنی وضو میں تین تین مرتبہ اعضاء وضو دھونا تو یہ منہی ہوگا اور اسکا ترک سنت موکدہ ہوگا۔

صحیح نہ رہے گا۔

(۵) حاجت شرعیہ سے زیادہ استعمال کرنا کما تقدم فی صدر البحث عن

الحلیۃ والبحر و تبعھما العلامۃ الشامی (جیسا کہ ابتدائے بحث میں گزرا حلیہ و بحر سے علامہ شامی نے ان کی پیروی کی۔

اقول۔ اولا۔ مراتب خمسہ کہ ہم اوپر بیان کر آئے ان میں حاجت کے بعد منفعت پھر زینت ہے اور شک نہیں کہ ان میں خرچ بھی اسراف نہیں جب تک حد اعتدال سے متجاوز نہ ہو،

قال اللہ تعالیٰ قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق۔

اے نبی فرما دے کہ اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی اور پاکیزہ رزق کس نے حرام کئے ہیں،

مگر یہ تاویل کریں کہ حاجت سے ہر بیکار آمد بات مراد ہے۔

ثانیا۔ شرعیہ کی قید بھی مانع جامعیت ہے کہ حاجت دنیویہ میں بھی زیادہ اڑانا اسراف ہے مگر یہ کہ شرعیہ سے مراد مشروعہ لیں یعنی جو حاجت خلاف شرع نہ ہو تو یہ اس قول پر مبنی ہو جائے گا جس میں اسراف و تبذیر میں حاجت جائزہ و ناجائزہ سے فرق کیا ہے۔ اگر کہیے ان علماء کا یہ کلام در بارہ وضو ہے اس میں تو جو زیادت ہوگی حاجت شرعیہ دینیہ ہی سے زائد ہوگی،

اقول۔ اب مطلقا حکم ممانعت مسلم نہ ہوگا، مثلا میل چھڑانے یا شدت گرما میں ٹھنڈک کی نیت سے زیادت کی تو اسراف نہیں کہہ سکتے کہ غرض صحیح جائز میں خرچ ہے، شاید اسی لئے علامہ طحطاوی نے لفظ شرعیہ کم فرما کر اتنا ہی کہا: الا اسراف ھو الزیادۃ علی قدر الحاجۃ۔ ضرورت سے زیادہ اسراف ہے۔

اقول۔ مگر یہ تعریف اگر مطلق اسراف کی ہو تو جامعیت ہی میں ایک اور خلل ہوگا کہ قدر حاجت سے زیادت کے لئے وجود حاجت درکار، اور جہاں حاجت ہی نہ ہو اسراف اور زائد ہے، ہاں حلیہ و اتباع کی طرح خاص اسراف فی الوضو کا بیان ہو تو یہ خلل نہ ہوگا۔

(۶) غیر طاعت میں یا بلا حاجت خرچ کرنا۔ نہایہ و اثیر و مجمع بحار الانوار میں ہے۔

الاسراف والتبذیر فی النفقۃ لغیر حاجۃ او فی غیر طاعۃ اللہ تعالیٰ،

اسراف اور تبذیر بغیر ضرورت خرچ یا غیر اطاعت خداوندی میں خرچ۔

یہ تعریف گویا چہارم و پنجم کی جامع ہے۔

اقول۔ اولا۔ طاعت میں وہی تاویل لازم جو چہارم میں گزری۔

ثانیا۔ حاجت میں وہی تاویل ضرور جو پنجم میں مذکور ہوئی۔

(۷) دینے میں حق کی حد سے کمی یا بیشی۔ تفسیر ابن جریر میں ہے:

الاسراف فی کلام العرب الاخطاء باصابة الحق فی العطية اما بتجاوزه حده فی الزيادة واما بتقصير عن حده الواجب۔

کلام عرب میں اسراف کے معنی عطیہ دینے میں حق کو چھوڑ دینے کے ہیں یا حد سے تجاوز کرنے میں یا حد واجب سے تقصیر کرنے میں۔

اقول۔ یہ عطا کے ساتھ خاص ہے اور اسراف کچھ لینے دینے ہی میں نہیں، اپنے خرچ کرنے میں بھی ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

فی الوضوٗ اسراف و فی کل شئی اسراف ،

وضو میں بھی اسراف ہوتا ہے اور ہر کام میں اسراف کو دخل ہے۔ رواه سعيد بن منصور عن يحى بن ابى عمر والشيبانى الثقة مرسلا

اس کی روایت سعید بن منصوت نے یحیی بن ابی عمر سیابانی سے مرسل کی ہے۔

(۸) ذلیل غرض میں کثیر مال اٹھا دینا، تعریفات السید میں ہے۔

الاسراف الفاق المال الكثير فى الغرض الخسيس قدمه ههنا واقتصر عليه فى المسرف۔

اسراف مال کثیر کا گھٹیا مقصد کے لئے خرچ کرنا۔ یہاں اس کو مقدم کیا اور مسرف میں اس پر اکتفا کیا۔

اقول۔ یہ بھی جامع نہیں، بے غرض محض تھوڑا مال ضائع کر دینا بھی اسراف ہے،

(۹) حرام میں سے کچھ یا حلال کو اعتدال سے زیادہ کھانا۔ حکامہ السید قیلا۔ اس کو علامہ نے قیل سے ذکر کیا ہے۔

اقول۔ یہ کھانے سے خاص ہے۔

(۱۰) لائق و پسندیدہ بات میں قدر لائق سے زیادہ اٹھا دینا، تعریفات علامہ شریف میں ہے:

الاسراف صرف الشئى فيما ينبغى زائدا على ما ينبغى بخلاف التبذير فانه

صرف الشئی فیما لاینبغی۔

اسراف جہاں خرچ کرنا مناسب ہو وہاں زائد خرچ کر دینا ہے، اور تبذیر یہ ہے کہ جہاں خرچ کی ضرورت نہ ہو وہاں خرچ کیا جائے۔

اقول۔ ینبغی کا اطلاق کم از کم مستحب پر آتا ہے، اور اسراف مباح خاص میں اس سے بھی زیادہ ہے۔

مگر یہ کہ جو کچھ لاینبغی نہیں سب کو ینبغی مان لیں کہ مباح کاموں کو بھی شامل ہو جائے ولیس ببعید۔ اور عبث محض اگرچہ بعض جگہ مباح بمعنی غیر ممنوع ہو مگر زیر لاینبغی داخل ہے تو اس میں جو کچھ اٹھے گا اس تفسیر پر داخل تبذیر ہوگا۔

(۱۱) بے فائدہ خرچ کرنا۔ قاموس میں ہے۔

ذهب ماء الحوض سرفا، فاض من نواحيه۔

جب حوض کا پانی اس کے کناروں سے بہہ نکلے تو کہتے ہیں کہ پانی سرف چلا گیا۔

تاج العروس میں ہے:

قال شمر سرف الماء ذهب منه في غير سقي ولا نفع يقال اروت البير النخيل وذهب بقية الماء سرفا۔

شمر نے کہا: سرف الماء کے معنی یہ ہیں کہ پانی سیرابی اور نفع کے بغیر ضائع ہو گیا، کہتے ہیں: اروت البئر النخيل و ذهب بقية الماء سرفا۔

اعلم ان لا هل اللغة في تفسير الاسراف قولين الاول قال ابن الاعرابي السرف تجاوز ما حد لك الثاني قال شمر سرف المال ما ذهب منه في غير منفعة۔

جاننا چاہیے کہ اہل لغہ کا اسراف کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ اس میں دو قول ہیں، ابن الاعرابی نے کہا کہ السرف جو حد ہے اس سے زیادہ خرچ کرنا، شمر نے کہا کہ سرف سے مراد ہے کہ مال کا منفعت کے غیر میں خرچ کرنا،

اقول۔ منفعت کے بعد بھی اگرچہ ایک مرتبہ زینت ہے مگر ایک معنی پر زینت بھی بے فائدہ نہیں۔ ہمارے کلام کا ناظر جان سکتا ہے، کہ ان تمام تعریفات میں سب سے جامع و نافع واضح تعریف اول ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ یہ اس عبد اللہ کی تعریف ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم علم کی کٹھری فرماتے ہیں، اور جو خلفاء اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد تمام جہان میں علم میں زائد ہے، اور جو ابوحنیفہ جیسے امام الائمہ کا مورث ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم اجمعین۔

(فتاوی رضویہ جدید ۶۹۰/۲۶ تا ۶۹۷)

(۴۵) عالم امر اور عالم خلق میں فرق ہے۔ عالم خلق مادہ سے بتدریج پیدا فرمایا جاتا ہے اور عالم امر نری کن سے۔ روح عالم امر سے محض کن سے بنی۔ اور جسم عالم خلق سے کہ نطفہ پھر علقہ پھر مضغہ غیر مخلقہ پھر مخلقہ ہوتا ہے۔ (الملفوظ ۶۲/۲)

﴿۵۴﴾ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ فِىۡ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسۡتَوٰى عَلَى الۡعَرۡشِ يُغۡشِى الَّيۡلَ النَّهَارَ يَطۡلُبُهٗ حَثِيۡثًا ۙ وَّالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ وَالنُّجُوۡمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمۡرِهٖ ؕ اَلَا لَـهُ الۡخَـلۡقُ وَالۡاَمۡرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۔☆

بیشک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے پھر عرش پر استواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے رات دن کو ایک دوسرے سے ڈھانکتا ہے کہ جلد اس کے پیچھے لگا آتا ہے اور سورج اور چاند اور تاروں کو بنایا سب اس کے حکم کے دبے ہوئے سن لو اسی کے ہاتھ ہے پیدا کرنا اور حکم دینا بڑی برکت والا ہے اللہ رب سارے جہان کا۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ آیت کریمہ صاف ارشاد فرما رہی ہے کہ پیدا کرنا عدم سے وجود میں لانا خاص اسی کا کام ہے دوسرے کو اس میں شرکت نہیں، نیز بے اس کی مشیت کسی کی مشیت نہیں ہوسکتی۔ اور وہی مالک ومولیٰ جل وعلا اسی قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

ذلك جزينٰهم ببغيهم وانا لصادقون ۔ (الانعام ۔ ۱۴۶)

یہ ہم نے ان کی سرکشی کا بدلہ انہیں دیا۔ اور بیشک بالیقین ہم سچے ہیں۔

اور فرماتا ہے:

وما ظلمنٰهم ولكن كانوا انفسهم يظلمون ۔ (النحل ۔ ۱۱۸)

ہم نے ان پر کچھ ظلم نہ کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

اور فرماتا ہے:

اعملوا ما شئتم انه بما تعملو ن بصیرٌ ۔ (فصلت ۔ ٤٠)

جو تمہارا جی چاہے کئے جاؤ اللہ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے ۔

اور فرماتا ہے:

و قل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن و من شاء فلیکفر انا اعتد نا للظالمین نارا احاط بهم سرا دقها ۔ (الکهف ۔ ٢٩)

اے نبی تم فرمادو کہ حق تمہارے رب کے پاس سے ہے۔ تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔ بیشک ہم نے ظالموں کے لئے وہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کے سراپردے انہیں گھیریں گے ہر طرف آگ ہی آگ ہوگی۔

اور فرماتا ہے: قال قرینة ربنا ما اطغیته و لکن کان فی ضلال بعید ۔ قال لا تختصموا لدی و قد قدمت الیکم بالو عید ما یبد ل القول لدی و ما انا بظلام للعبید ۔ (ق ۔ ٢٧ ۔ ٢٨)

کافر کا ساتھی شیطان بولا اے رب ہمارے میں نے اسے سرکش نہ کردیا تھا یہ آپ ہی دور کی گمراہی میں تھا۔ رب جل وعلا نے فرمایا میرے حضور فضول جھگڑا نہ کرو میں تو تمہیں پہلے ہی سزا کا ڈر سنا چکا تھا میرے یہاں بات بدلی نہیں جاتی اور نہ میں بندوں پر ظلم کروں۔

یہ آیتیں صاف ارشاد فرمارہی ہیں، کہ بندہ خود ہی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے، وہ اپنی ہی کرنی بھرتا ہے، وہ ایک حرام کا اختیار وارادہ ضرور رکھتا ہے۔ اب دونوں قسم کی سب آیتیں قطعا مسلمان کا ایمان ہیں۔

بیشک بے شبہ بندہ کے افعال کا خالق بھی خدا ہی ہے۔ بیشک بندہ بے ارادہ الٰہیہ کچھ نہیں کرسکتا اور بیشک بندہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے ۔ بیشک وہ اپنی ہی بداعمالیوں کے سبب مستحق سزا ہے۔ یہ دونوں باتیں جمع نہیں ہوسکتیں مگر یونہی کہ عقیدہ اہل سنت وجماعت پر ایمان لایا جائے۔ وہ کیا ہے وہ جو اہل سنت کے سردار ومولی امیر المومنین علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم نے انہیں تعلیم فرمایا۔ (قدیم ۱۱/۱۹۵۔۱۹۶)

۴۳۷۵۔ **عن** عبداللہ بن جعفر الطیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن أمیر المؤمنین مولی المسلمین علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم إنہ خطب الناس یوما فقام الیہ رجل ممن کان شھد معہ الجمل ، فقال:یاأمیر المؤمنین !أخبرنا عن القدر ،فقال: بحر عمیق فلا تلجہ ،قال : یا أمیر المؤمنین ! أخبرنا عن القدر، قال : سر اللہ فلا تتکلفہ ، قال : یا أمیر المؤمنین ! أخبرنا عن القدر،قال : أما اذا أبیت فإنہ أمر بین أمرین،لا جبر ولا تفویض، قال : یا أمیر المؤمنین ! إن فلانا یقول بالا ستطاعۃ ، وھو حاضر ،فقال : علیّ بہ ،فأقاموہ ،فلما رأہ سل سیفہ قدر أربع أصا بع ، فقال: الاستطاعۃ تملکھا مع اللہ أو من دون اللہ ،و إیاک أن تقول أحدھما فترتد فأضرب عنقک ،قال : فما أقول یا أمیر المؤمنین! قال : قل: أملکھا باللہ الذی إن شاء ملکنیھا۔

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین مولی المسلمین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ایک دن خطبہ فرما رہے تھے ۔ایک شخص نے کہ واقعہ جمل مین امیر المؤمنین کے ساتھ تھے کھڑے ہو کر عرض کی: یاامیر المؤمنین ! ہمیں مسئلہ تقدیر سے خبر دیجئے ،فرمایا: گہرا دریا ہے اس میں قدم نہ رکھ،عرض کی: یاامیر المؤمنین ! ہمیں خبر دیجئے، فرمایا: اللہ کا راز ہے ،زبردستی اسکا بوجھ نہ اٹھا،عرض کی : یاامیر المؤمنین ! ہمیں خبر دیجئے ،فرمایا: اگرنہیں مانتا تو امر ہے دو امروں کے درمیان ، نہ آدمی مجبور محض ہے ، نہ اختیار اسکے سپرد ہے ۔عرض کی: یاامیر المؤمنین !فلاں شخص کہتا ہے: کہ آدمی اپنی قدرت سے کام کرتا ہے اور وہ حضور میں حاضر ہے ۔مولی علی نے فرمایا: میرے سامنے لاؤ ،لوگوں نے اسے کھڑا کیا ،جب امیر المؤمنین نے اسے دیکھا ، تیغ مبارک چار انگل کے قدر نیام سے نکال لی اور فرمایا: کام کی قدرت کا تو خدا کے ساتھ مالک ہے ، یا خدا سے جدا مالک ہے؟ اور سنتا ہے، خبردار! ان دونوں میں سے کوئی بات نہ کہنا کہ کافر ہو جائیگا ، اور میں تیری گردن ماردوں گا ۔اس نے کہا: اے امیر المؤمنین ! پھر میں کیا کہوں؟ فرمایا: یوں کہہ کہ خدا کے دینے سے اختیار رکھتا ہوں کہ اگر وہ چاہے تو مجھے اختیار دے ، بے اسکی مشیت کے مجھے کچھ اختیار نہیں ۔

پس یہی عقیدۂ اہل سنت ہے کہ انسان پتھر کی طرح مجبور محض ہے نہ خود مختار ، بلکہ ان

دونوں کے بیچ میں ایک حالت ہے۔ جس کی کنہ راز خدا اور ایک نہایت عمیق دریا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بیشمار رضائیں امیر المؤمنین مولی علی پر نازل ہوں کہ دونوں الجھنوں کو دو فقروں میں صاف فرمادیا۔ ایک صاحب نے اسی بارے میں سوال کیا کہ کیا معاصی بھی بے ارادۂ الٰہیہ واقع نہیں ہوتے؟ فرمایا: تو کیا زبردستی کوئی اسکی معصیت کریگا۔ افیعصی قهرا۔ یعنی وہ نہ چاہتا تھا کہ اس سے گناہ ہو مگر اس نے کر ہی لیا۔ تو اسکا ارادہ زبردست پڑا۔ معاذ اللہ، خدا بھی دنیا کے مجازی بادشاہوں کی طرح ہوا کہ ڈاکوؤں، چوروں کا بھتیرا بندوبست کرے پھر بھی ڈاکو اور چور اپنا کام کر ہی گزرتے ہیں۔ حاشا! وہ ملک الملوک بادشاہ حقیقی ہرگز ایسا نہیں کہ بے اسکے حکم اسکی ملک میں ایک ذرہ جنبش کر سکے۔ وہ صاحب کہتے ہیں: فکا نما القمنی حجرا ، مولی علی نے یہ جواب دیکر گویا میرے منہ میں پتھر رکھدیا کہ آگے کچھ کہتے بن ہی نہ پڑا۔

عمر بن عبید معتزلی کہ بندے کے افعال خدا کے ارادے سے نہ جانتا تھا، خود کہتا ہے: کہ مجھے ایسا الزام کسی نے نہ دیا جیسا ایک مجوسی نے دیا جو میرے ساتھ جہاز میں تھا۔ میں نے کہا: تو مسلمان کیوں نہیں ہوتا؟ کہا: خدا نہیں چاہتا، میں نے کہا: خدا تو چاہتا ہے، مگر تجھے شیطان نہیں چھوڑتے۔ کہا: تو میں شریک غالب کے ساتھ ہوں، اسی ناپاک شناعت کے رد کی طرف مولی علی نے اشارہ فرمایا، کہ وہ نہ چاہے تو کیا کوئی زبردستی اسکی معصیت کرے گا؟ باقی رہا اس مجوسی کا عذر، وہ بعینہ ایسا کہ کوئی بھوکا ہے، بھوک سے دم نکلا جاتا ہے، کھانا سامنے رکھا ہے اور نہیں کھاتا، کہ خدا کا ارادہ نہیں، اس کا ارادہ ہوتا تو میں ضرور کھالیتا۔ اس احمق سے یہ ہی کہا جائے گا کہ خدا کا ارادہ نہ ہونا تو نے کاہے سے جانا؟ اسی سے کہ تو نہیں کھاتا، تو کھانے کا قصد تو کر، دیکھ تو ارادۂ الٰہیہ سے کھانا ہو جائیگا۔ ایسی اوندھی مت اسی کو آتی ہے جس پر موت سوار ہے غرض مولی علی نے یہ تو اسکا فیصلہ فرمایا کہ جو کچھ ہوتا ہے بے ارادہ الٰہیہ نہیں ہو سکتا۔

فتاوی رضویہ ۱۱/۱۹۷

۴۲۷۶ ۔ عن محمد الباقر رضی اللہ تعالیٰ عنه قال : قیل لعلی بن أبی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجهه الکریم: إن ههنا رجلا یتکلم فی المشیئة فقال : یا عبد اللہ! خلقك

۴۲۷۶ ۔ کنز العمال للمتقی، ۱۵۵۹، ۱/۳۴۴

الله لما شآء أو شئت، قال: لما شآء، قال: فيميتك اذا شاء أو اذا شئت؟ قال: بل اذا شآء، قال: فيدخلك حيث شاء أو حيث شئت؟ قال، حيث شاء، قال: والله لو قلت غير هذا لضربت الذي فيه عيناك بسيف، ثم تلا علي، وما تشاؤن الا ان يشاء الله، هو اهل التقوى و اهل المغفرة ۔

فتاوی رضویہ ۱۱/۱۹۸

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت مولیٰ علی سے عرض کی گئی: کہ یہاں ایک شخص مشیت میں گفتگو کرتا ہے، مولیٰ علی نے اس سے فرمایا: اے خدا کے بندے! خدا نے تجھے اس لئے پیدا کیا جس لئے اس نے چاہا، یا اس لئے جس لئے تو نے چاہا؟ بولا: جس لئے اس نے چاہا، فرمایا: تجھے جب وہ چاہے بیمار کرتا ہے، یا جب تو چاہے؟ کہا: بلکہ جب وہ چاہے، فرمایا: تجھے اس وقت وفات دے گا جب وہ چاہے یا جب تو چاہے؟ بولا: جب وہ چاہے، فرمایا تو تجھے وہاں بھیجے گا جہاں وہ چاہے یا جہاں تو چاہے؟ بولا: جہاں وہ چاہے، فرمایا: خدا کی قسم! تو اسکے سوا کچھ اور کہتا تو یہ جس میں تیری آنکھیں ہیں یعنی تیرا سر تلوار سے مار دیتا۔ پھر مولیٰ علی نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ اللہ چاہے۔ وہ تقویٰ کا مستحق اور گناہ عفو فرمانے والا ہے۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

خلاصہ یہ کہ جو چاہا کیا، اور جو چاہے گا کریگا۔ بناتے وقت تجھ سے مشورہ نہ لیا تھا، بھیجتے وقت بھی نہ لیگا۔ تمام عالم اسکی ملک ہے اور مالک سے دربارۂ ملک سوال نہیں ہوسکتا۔

ابن عساکر نے حارث ہمدانی سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے آکر امیر المؤمنین حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے عرض کی: یا امیر المؤمنین! مجھے مسئلہ تقدیر سے خبر دیجئے، فرمایا: تاریک راستہ ہے اس میں نہ چل، عرض کی: یا امیر المؤمنین! مجھے خبر دیجئے، فرمایا: گہرا سمندر ہے اس میں قدم نہ رکھ۔ عرض کی: یا امیر المؤمنین مجھے خبر دیجئے۔ فرمایا: اللہ کا راز ہے تجھ پر پوشیدہ ہے اسے نہ کھول۔ عرض کی: یا امیر المؤمنین! مجھے خبر دیجئے، فرمایا: ان الله خلقك كما شاء او كما شئت۔ اللہ نے تجھے جیسا اس نے چاہا بنایا، یا جیسا تو نے چاہا؟ عرض کی: جیسا اس نے چاہا، فرمایا:

فیستعملك كما شاء او كما شئت ، تو تجھ سے کام ویسا لے گا جیسا کہ وہ چاہے، یا جیسا تو چاہے؟ عرض کی: جیسا وہ چاہے، فرمایا:

فیبعثك یوم القیامة كما شاء او كما شئت ؟ تجھے قیامت کے دن، جس طرح وہ چاہے اٹھائے گا، یا جس طرح تو چاہے؟ کہا جس طرح وہ چاہے، فرمایا:

ایها السائل! تقول : لاحول ولا قوة الابمن۔ اے سائل! تو کہتا ہے: کہ نہ طاقت ہے نہ قوت ہے مگر کس کی ذات سے؟ کہا: اللہ علی عظیم کی ذات سے، فرمایا: تو اس کی تفسیر جانتا ہے؟ عرض کی: امیر المؤمنین کو جو علم اللہ نے دیا ہے اس سے مجھے تعلیم فرمائیں، فرمایا:

ان تفسیرها لا یقدر علی طاعة الله و لایكون قوة معصیة الله فی الامرین جمیعا الا بالله ۔ اسکی تفسیر یہ ہے کہ نہ طاعت کی طاقت، نہ معصیت کی قوت، دونوں اللہ ہی کے دئے سے ہیں۔ پھر فرمایا:

ایها السائل! الك مع الله مشیة او دون الله مشیة ؟ فان قلت ان لك دون الله مشیة ،فقد اکتفیت بها عن مشیة الله و ان زعمت ان لك فوق الله مشیئة فقد ادعیت مع الله شرکا فی مشیته۔

اے سائل! تجھے خدا کے ساتھ اپنے کام کا اختیار ہے یا، بے خدا کے؟ اگر تو کہے کہ بے خدا کے تجھے اختیار حاصل ہے، تو تو نے ارادۂ الہیہ کی کچھ حاجت نہ رکھی جو چاہے خود اپنے ارادے سے کریگا، خدا چاہے یا نہ چاہے۔ اور یہ سمجھے کہ خدا سے اوپر تجھے اختیار حاصل ہے، تو تو نے اللہ کے ارادے میں اپنے شریک ہونے کا دعوی کیا۔ پھر فرمایا:

ایها السائل ان الله یشج ویداوی ،فمنه الداء و منه الدواء ،اعقلت عن الله امره۔

اے سائل! بے شک اللہ زخم پہونچاتا ہے اور اللہ ہی دوا دیتا ہے۔ تو اسی سے مرض ہے اور اسی سے دوا۔ کیوں تو نے اب تو اللہ کا حکم سمجھ لیا، اس نے عرض کی: ہاں، حاضرین سے فرمایا:

الآن اسلم اخوكم فقوموا وصافحوا

اب تمہارا یہ بھائی مسلمان ہوا۔ کھڑے ہو اس سے مصافحہ کرو۔ پھر فرمایا:

ان رجلا من القدریة لاخذت برقبة ثم ازال اجوئها حتی اقطعها فانهم

یهود هذه الامة و نصاراها و مجوسها۔

اگر میرے پاس کوئی شخص ہو جو انسان کو اپنے افعال کا خالق جانتا اور تقدیر الٰہی سے وقوع طاعت ومعصیت کا انکار کرتا ہو تو میں اس کی گردن پکڑ کر دوبچار ہوں گا یہاں تک کہ الگ کاٹ دوں۔ اس لئے کہ وہ اس امت کے یہودی، نصرانی، اور مجوسی ہیں۔

یہودی اس لئے فرمایا کہ ان پر خدا کا عذاب ہے اور یہود مغضوب علیھم ہیں اور نصرانی ومجوسی اس لئے فرمایا کہ نصاری تین خدا مانتے ہیں۔ مجوس یزدان اور اہرمن دو خالق مانتے ہیں۔ یہ بیشمار خالقوں پر ایمان لارہے ہیں کہ ہر جن وانس کو اپنے اپنے افعال کا خالق گارہے ہیں۔ و العیاذ باللہ رب العالمین،

یہ اس مسئلہ میں اجمالی کلام ہے۔ مگر انشاء اللہ تعالیٰ کافی ووافی اور صافی وشافی جس سے ہدایت والے ہدایت پائیں گے۔ اور ہدایت اللہ ہی کے ہاتھ۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔ فتاوی رضویہ ۱۱/۱۹۹

(۵۵) اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۔☆

اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے اور آہستہ بیشک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت میں اگر چہ دعا کے بارے میں بلند اور آہستہ آواز دونوں طرح سے حکم آیا لیکن سنت رسول ﷺ کے پیش نظر آمین کی تخصیص ہے، لہذا) آمین بآواز بلند کہنا مکروہ اور خلاف سنت ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اذا قال الامام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقولوا آمین، فان الملئكة تقول آمین و ان الامام یقول آمین۔ (نسائی شریف جلد اول ۱۱۳)

جب امام سورہ فاتحہ سے فارغ ہو تو تم آمین کہو کہ اسوقت امام اور فرشتے دونوں آمین کہتے ہیں۔ (جدید ۶/۱۸۴)

(۱۵۵) وَاخْتَارَ مُوْسٰی قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّاۤ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ؕ

أَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِينَ ۔☆

اور موسی نے اپنی قوم سے ستر مرد ہمارے وعدہ کے لئے چنے پھر جب انہیں زلزلہ نے لیا موسیٰ نے عرض کی اے رب میرے تو چاہتا تو پہلے ہی انہیں اور مجھے ہلاک کر دیتا کیا تو ہمیں اس کام پر ہلاک فرمائے گا جو ہمارے بے عقلوں نے کیا وہ نہیں مگر تیرا آزمانا تو اس سے بہکائے جسے چاہے اور راہ دکھائے جسے چاہے۔ تو ہمارا مولیٰ ہے تو ہمیں بخش دیگا اور ہم پر مہر کر اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔

﴿۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت میں) رجفہ کے معنی کڑکڑانا محض باطل و بے اصل ہے جس پر نہ لغت شاہد نہ تفسیر تو یہ ضرور تفسیر بالرائے ہے اور اس کا حصر کرنا کہ یہی معنی ہیں حضرت عزت پر افتراء۔ اور اس کا استدلال کہ وہ سبب استدلال آیت میں دوسری تاویل اور لفظ کو حقیقت سے مجاز کی طرف تبدیل ہے کہ اخذ عذاب حقیقت ہے اور سبب کی طرف اسناد مجازی یا بحذف مضاف تقدیر وبال کی جائے، بہر حال محض بلا وجہ بلکہ بلا مجال وحی عدول بہ مجاز ہے۔ کہ باطل و نا مجاز ہے۔ اسی قصہ میں دوسری جگہ، فا خذ تھم الصا عقة فرمایا، صاعقہ کا معنی اسی دلیل سے یہی کڑکڑانا ہو گا بلکہ جہاں جہاں قرآن عظیم نے اقوال کفار پر نار یا حمیم یا غساق وغیرہ کا ذکر فرمایا ہے ان سب کے معنی میں یہی کڑکڑانا آئے گا کہ یہ عذاب کا سبب ہوا۔ ایسی بات علم تو علم عقل سے بعید ہے۔ (فتاوی رضویہ قدیم ۱۲/۱۸۶۔۱۸۷)

(۱۵۷) الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ط فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ لا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۔☆

وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا

پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا اور ستھری چیزیں ان کے لئے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتارے گا تو وہ جو اس پر ایمان لائے اور اس کی تعظیم کرے اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا وہی بامراد ہوئے

﴿۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

جان جہاں و جان جان اس جان۔ ہاں وجان ایمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس مبارک ہاتھوں پر قربان جس نے ہماری پیٹھوں سے بھاری بوجھ اتار دیئے، ہماری گردنوں سے تکلیفوں کے طوق کاٹ دیئے للہ انصاف اور۔ افع بلا کسے کہتے ہیں۔ (الامن والعلی۔۸۱)

(۱۵۷) ثابت ہوا کہ جب تک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے، ان کی تعظیم نہ کرے ہرگز فلاح نہ پائے گا اگرچہ اپنے زعم میں کیسے ہی نیک عمل رکھتا ہو۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۲۰۳ ۷)

(۱۵۸) قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَا الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ☆

تم فرماؤ اے لوگو میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کو ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں جلائے اور مارے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول بے پڑھے غیب بتانے والے پر کہ اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی غلامی کرو کہ تم راہ پاؤ۔

﴿۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

معلوم ہوا کہ ہدایت نبی امی کے ماننے پر موقوف ہے جو ان کو نہ مانے انہیں ہدایت نہیں اور جب ہدایت نہیں تو ایمان کہاں۔ (فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۲۰۳ ۷)

(۱۶۴) وَ اِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ

اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ط قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ۔☆

اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا کیوں نصیحت کرتے ہو ان لوگوں کو جنہیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے یا انہیں سخت عذاب دینے والا بولے تمہارے رب کے حضور معذرت کو اور شاید انہیں ڈر ہو۔

﴿۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض ہے۔ فرض سے روکنا شیطان کا کام ہے، بنی اسرائیل میں جنہوں نے مچھلی کا شکار کیا تھا وہ بندر کردیئے گئے۔ اور جنہوں نے انہیں نصیحت کرنے کو منع کیا تھا یہ بھی تباہ ہوئے اور نصیحت کرنے والوں نے نجات پائی۔ (آیت میں انہیں کا ذکر ہے) (فتاوی رضویہ جدید ۵/۱۱۷)

﴿۱۷۵﴾ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ۔☆

اور اے محبوب انہیں اس کا احوال سناؤ جسے ہم نے اپنی آیتیں دیں تو وہ ان سے صاف نکل گیا۔ تو شیطان اس کے پیچھے لگا تو گمراہوں میں ہو گیا۔

﴿۱۷۶﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ج فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ج اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ط ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ۔☆

اور ہم چاہتے تو آیتوں کے سبب اسے اٹھا لیتے مگر وہ تو زمین پکڑ گیا اور اپنی خواہش کا تابع ہوا تو اس کا حال کتے کی طرح ہے، تو اس پر حملہ کرے تو زبان نکالے اور چھوڑ دے تو زبان نکالے یہ حال ہے ان کا جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں تو تم نصیحت سناؤ کہیں وہ دھیان کریں۔

﴿۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(یہاں علم ہوتے ہوئے گمراہی اختیار کرنے کی سخت مذمت بیان فرمائی) یعنی ہدایت کچھ علم پر

نہیں، خدا کے اختیار ہے۔ یہ آیتیں ہیں اور حدیثیں جو گمراہ عالموں کی مذمت میں ہیں ان کا تو شمار ہی نہیں یہاں تک کے ایک حدیث میں ہے۔ دوزخ کے فرشتے بت پرستوں سے پہلے انھیں پکڑیں گے یہ کہیں گے کیا ہمیں بت پوجنے والوں سے بھی پہلے لیتے ہو جواب ملے گا۔

لیس من یعلم کمن لا یعلم۔

جاننے والے اور انجان برابر نہیں۔

یہ حدیث طبرانی نے معجم کبیر اور ابو نعیم نے حلیہ حضرت انس سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

بھائیو! عالم کی عزت تو اس بنا پر تھی کہ وہ نبی کا وارث ہے۔ نبی کا وارث وہ جو ہدایت پر ہو اور جب گمراہی پر ہے تو نبی کا وارث ہوا یا شیطان کا؟ اُس وقت اس کی تعظیم نبی کی تعظیم ہوتی، اب اس کی تعظیم شیطان کی تعظیم ہوگی۔

یہ اس صورت میں ہے کہ عالم کفر سے نیچے کسی گمراہی میں ہو۔ جسے بدمذہبوں کے علماء، پھر اسکا کیا پوچھنا جو خود کفر شدید میں ہو اسے عالم دین جاننا ہی کفر ہے نہ کہ عالم دین جان کر اسکی تعظیم۔ بھائیو، علم اسوقت نفع دیتا ہے کہ دین کہ ساتھ ہو ورنہ پنڈت یا پادری۔ کیا اپنے یہاں کے عالم نہیں؟ ابلیس کتنا بڑا عالم تھا پھر کیا کوئی مسلمان اسکی تعظیم کریگا؟ اسے تو معلم الملکوت کہتے ہیں یعنی فرشتوں کو علم سکھاتا تھا۔ جب سے اسنے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم سے منہ موڑا۔

حضور کا نور کہ پیشانی آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں رکھا گیا، اسے سجدہ نہ کیا، اس وقت سے لعنت ابدی کا طوق اس کے گلے میں پڑا۔

(تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی۔ ج ۳۔ ص ۴۵۵۔ زیر قولہ تعالیٰ:۔ تلک رسول فضلنا، ان الملائکۃ امروا بالسجود لادم لاجل ان نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی جبھۃ آدم۔

(تفسیر نیشاپوری جلد ۳۔ ص ۷۔ سجود الملائکۃ لادم انما کان لاجل نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الذی کان فی جبھتہ)

دونوں عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ فرشتوں کا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو سجدہ کرنا اس

لئے تھا کہ انکی پیشانی میں نور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھا۔

دیکھو جب سے اس کے شاگردان رشید اس کے ساتھ کیا برتاؤ کرتے ہیں، ہمیشہ اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ ہر رمضان میں مہینہ بھر اسے زنجیروں میں جکڑتے ہیں، قیامت کے دن کھینچ کر جہنم میں ڈھکیلیں گے۔ یہاں سے علم کا جواب بھی واضح ہو گیا اور استاذی کا بھی۔

بھائیو! کروڑ، کروڑ افسوس ہے۔ اس ادعائے مسلمان پر کہ اللہ واحد قہار اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ استاذ کی وقعت ہو، اللہ ورسول سے بڑھ کر بھائی یا دوست یا دنیا میں کسی کی محبت ہو۔ اے رب! ہمیں سچا ایمان دے صدقہ اپنے حبیب کی سچی عزت، سچی رحمت کا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ آمین۔

فرقۂ دوم:۔ معاندین، اور دشمنان دین کہ خود انکار ضروریات دین رکھتے ہیں اور صریح کفر کر کے اپنے اوپر سے نام کفر مٹانے کو اسلام وقرآن وخدا اور رسول وایمان کے ساتھ تمسخر کرتے اور براہ اغواء وتلبیس وشیوۂ ابلیس وہ باتیں بناتے ہیں کہ کسی طرح ضروریات دین ماننے کی قید اٹھ جائے۔ اسلام فقط طوطے کی طرح زبان سے کلمہ رٹ لینے کا نام رہ جائے۔ بس کلمہ کا نام لیتا ہو پھر چاہے خدا کو جھوٹا کذاب کہے۔ چاہے رسول کو سڑی سڑی گالیاں دے اسلام کسی طرح نہ جائے۔

بَلْ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ۔

(پ ۱۔ آیت ۸۸۔ سورۃ بقرہ)

بلکہ اللہ نے ان پر لعنت کی ان کے کفر کے سبب تو ان میں تھوڑے ایمان لاتے ہیں۔

یہ مسلمانوں کے دشمن، اسلام کے عدو، عوام کو چھلنے، اور خداء واحد قہار کا دین بدلنے کے لئے چند شیطانی مکر پیش کرتے ہیں۔

دو مکروں کا جواب

اور صرف ادعائے اسلام مسلمان ہونے کے لئے کافی نہیں۔

مکر اول:۔ اسلام نام کلمہ گوئی کا ہے۔ حدیث میں فرمایا:۔

من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ۔

(ترمذی۔ باب ماجاء فی من یموت۔ ۲/۹۲)

جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ لیا جنت میں جائے گا۔

پھر کسی قول یا فعل کی وجہ سے کافر کیسے ہو سکتا ہے؟

مسلمانو! ذرا ہوشیار خبردار! اس مکر ملعون کا حاصل یہ ہے کہ زبان سے لا الٰہ الا اللہ کہہ لینا گویا خدا کا بیٹا بن جانا ہے، آدمی کا بیٹا اگر اسے گالیاں دے، جوتیاں مارے، کچھ کرے اس کے بیٹے ہونے سے نہیں نکل سکتا۔ یوں ہی جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ لیا اب وہ چاہے خدا کو جھوٹا کذاب کہے چاہے رسول کو سڑی سڑی گالیاں دے، اس کا اسلام نہیں بدل سکتا۔

اس مکر کا جواب ایک تو اسی آیت کریمہ الم احسب الناس میں گزرا، کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ نرے ادعائے اسلام پر چھوڑ دئے جائیں گے۔ اور امتحان نہ ہوگا؟ اسلام اگر فقط کلمہ گوئی کا نام تھا۔ تو وہ بیشک حاصل تھی پھر لوگوں کا گھمنڈ کیوں غلط تھا جسے قرآن عظیم رد فرما رہا ہے۔ (تمہید ایمان ۵۲ تا ۵۴)

(۱۸۸) قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ ۛۚ وَ مَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ۛۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ۔☆

تم فرماؤ میں اپنی جان کے بھلے برے کا خود مختار نہیں مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو یوں ہوتا کہ میں نے بہت بھلائی جمع کر لی اور مجھے کوئی برائی نہ پہونچی میں تو یہی ڈر اور خوشی سنانے والا ہوں انہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔

﴿۱۰﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اگر میں اپنی ذات سے بے بتائے غیب جانتا تو بہت سی خیر جمع کر لیتا اور مجھے کوئی برائی تکلیف نہ پہنچتی، میں تو ایمان والوں کو ڈر اور خوش خبری ہی سنانے والا ہوں، کافروں کے مہمل سوالات پر اتری تھی، اس سے علم غیب ذاتی کی نفی ہوتی ہے۔ کہ بے خدا کے بتائے مجھے علم نہیں ہوتا اور خدا کے بتائے سے نہ ہوتا مراد لیں تو صراحۃ قرآن عظیم کا انکار ہے۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۱/۷۰)

(۱۹۵) اَلَهُمْ اَرْجُلٌ یَّمْشُوْنَ بِهَاۤ٘ اَمْ لَهُمْ اَیْدٍ یَّبْطِشُوْنَ بِهَاۤ٘ اَمْ لَهُمْ

اَعْیُنٌ یُّبْصِرُوْنَ بِهَا ز اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ یَّسْمَعُوْنَ بِهَا ط قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَ كُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنَ ۔☆

کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے چلیں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے گرفت کریں یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے دیکھیں یا ان کے کان ہیں جن سے سنیں۔ تم فرماؤ کہ اپنے شریکوں کو پکارو اور مجھ پر داؤں چلو اور مجھے مہلت نہ دو۔

﴿۱۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

افعال سمع و بصر کی اضافت صحیح جب جوارح کی طرف فرمائی اور جوارح پر بائے استعانت آئی، ثابت ہوا کہ فاعل سامع و بصیر روح ہے اور بدن صرف آلہ۔ اسی طرح تمام نصوص سے احوال برزخ کے بعد فنا ئے بدن بھی مجازا بدن کی طرف بھی بوجہ آلیت نسبت ادراکات ہوتی ہے۔

قال اللہ تعالیٰ و تعیھا اذ ن واعیۃ (۔ الحاقہ ۔ ۱۲)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور کوئی سمجھ دار کان سے سمجھے۔

معالم میں ہے:

قال قتادہ اذ ن سمعت وعقلت ما سمعت ۔

حضرت قتادہ نے فرمایا کوئی کان جو سنے اور سنی ہوئی بات کو سمجھے۔

مدارک میں ہے۔

قال قتادہ اذ ن عقلت من اللہ تعالیٰ فانتفعت بما سمعت ۔

حضرت قتادہ نے فرمایا کوئی کان جس نے خدائے تعالیٰ کے کلام کو سمجھا اور سنی ہوئی بات سے فائدہ اٹھایا۔ یہ بر تقدیر مجاز عقلی ہے اور محتمل کہ مجاز فی الطرف ہو یعنی روح پر اطلاق ہو کما فی قولہ تعالیٰ قل اذ ن خیر لکم ۔ (التوبہ ۔ ۶۱)

جیسا کہ ارشاد باری میں فرمایا تمہارے لئے وہ بھلائی کے کان ہیں۔

نعمائے جنت کی حدیث میں ہے: ما لا عین رات و لا اذ ن سمعت ۔ جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جب تاکید توثیق روایت چاہتے

فرماتے:

ابصرت عیناى وسمعت اذناى ووعاه قلبى ۔

میری آنکھوں نے دیکھا اور میرے کانوں نے سنا اور میرے دل نے اسے سمجھا۔

تفسیر کبیر میں ہے۔

التحقيق ان الانسان جوهر واحد وهو الفعال وهو الدراك وهو المومن وهو الكافر وهو المطيع وهو العاصى، وهذه الاعضاء آلات له وادات له فى الفعل فاضيف الفعل فى الظاهر الى الآية وهو فى الحقيقة مضاف الى جوهر ذات الانسان ۔

تحقیق یہ ہے کہ انسان ایک جوہر ہے، وہی کام کرنے والا ہے، وہی سمجھنے والا ہے، وہی ایمان لانے والا ہے، وہی اطاعت کرنے والا ہے، وہی نافرمانی کرنے والا ہے۔ اور یہ اعضا کام میں اس کے آلات واسباب ہیں، تو بظاہر کام کی نسبت آلات کی طرف کی گئی اور حقیقت میں وہ اسی جوہر ذات انسانی کی طرف منسوب ہے۔

جب باجماع اہل حق روح کے لئے موت نہیں اور تمام کتب عقائد میں تصریح کہ اہل سنت کے نزدیک جسم شرط حیات نہیں، معتزلہ اس میں خلاف کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ادراکات تابع حیات ہیں، کما نص عليه فى شرح طوالع الانوار للعلامة التفتازانى وللاصفهانى و شرح المواقف للسيد الجرجانى۔ جیسا کہ علامہ تفتازانی واصفہانی کی شرح طوالع الانوار اور سید شریف جرجانی کی شرح مواقف میں اس کی تصریح ہے۔ لہذا ہمارے نزدیک روح موت سے متغیر نہیں ہوتی، اس کے علوم وادراکات بدستور رہتے ہیں، جس کا بیان شافی بروجہ کافی فصل مذکور میں مستور۔ تو روح بعد دفن فتنہ وسوال یا نعیم ونکال کسی امر میں ہرگز اعادہ حیات کی محتاج نہیں کہ حیات وادراکات اس سے جدا ہی کب ہوئے تھے، ہاں بدن ضرور محتاج ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اہل سنت کے نزدیک قبر کی تنعیم یا معاذ اللہ عذاب جو کچھ ہے روح وجسم پر ہے۔

امام جلیل جلال السیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں۔

عذاب القبر محله الروح والبدن جميعا باتفاق اهل السنة وكذ القول

فی التنعیم۔

باتفاق اہل سنت عذاب قبر اور آسائش قبر کا محل روح اور بدن دونوں ہیں، اس پر شرائع مطہرہ سے نصوص کثیرہ وشہیرہ متواترہ دال ہیں۔ جن نے اس استقصا کی طرف راہ نہیں۔ اسی کتاب کی احادیث مذکورہ میں بکثرت اس کے دلائل ہیں۔ کما تری۔ اسی طرح سوال نکیرین بھی روح وبدن دونوں سے ہے۔

شرح فقہ اکبر میں ہے:

لیس السوال فی البرزخ للروح وحدھا کما قال ابن حزم وغیرہ وافسد منه قول من قال انه للبدن بلا روح والاحادیث الصحیحه ترد القولین۔

برزخ میں تنہا روح سے سوال نہیں جیسے ابن حزم وغیرہ کا قول ہے، اور اس سے زیادہ فاسد اس کا قول ہے جو کہتا ہے سوال صرف بدن بے روح سے ہے۔ صحیح احادیث دونوں قولوں کی تردید فرماتی ہیں۔

اور جماد من حیث ھو جماد سے سوال یا اسے لذت خواہ الم کا وصال بداہۃ محال۔ لاجرم وقت سوال بدن کو ایک نوع حیات کی رو سے چارہ نہیں اگر چہ ہم اس کی کیفت جز مانہ جانیں۔

امام اجل ابوالبرکات نسفی عمدۃ الکلام میں فرماتے ہیں۔

عذاب القبر للکفار ولبعض العصاۃ من المومنین والانعام لاھل الطاعة باعادۃ الحیاۃ فی الجسد وان توقفنا فی اعادۃ الروح حق۔

کفار اور بعض گنہگار مومن کے لئے عذاب قبر اور اہل طاعات کے لئے آسائش وانعام حق ہے اس طرح کہ جسم میں زندگی لوٹا دیجائے اگر چہ روح کو لوٹانے میں ہمیں توقف ہو۔

امام الائمہ مالک الازمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

سوال منکر ونکیر فی القبر حق واعادۃ الروح الی العبد فی القبر حق۔

قبر میں منکر نکیر کا سوال حق ہے اور قبر میں بندے کی طرف روح کا اعادہ حق ہے۔

اس کی شرح منح الروض میں ہے۔

اعادۃ الروح ای ردھا وتعلقها (الی العبد) ای جسدہ بجمیع اجزائه او ببعضها مجتمعة او متفرقة (فی قبرہ حق) والواو للجمعیة فقط فلا ینافی ان

السوال بعد اعادۃ الروح و کمال الحال۔

روح کا اعادہ یعنی اسے لوٹانا اور اس کا تعلق ہونا (بندے کی طرف) یعنی اس کے بدن کی طرف جو اپنے تمام اجزاء کے ساتھ ہو یا بعض کے ساتھ ہو، یہ مجتمع ہوں یا منتشر ہوں (اس کی قبر کے اندر حق ہے) اور "واؤ" محض جمعیت کے لیے ہوتا ہے تو اس کے منافی نہیں کہ سوال روح لوٹانے اور حالت کامل ہو جانے کے بعد ہوگا۔

اسی میں ہے:

اعلم ان اہل الحق اتفقوا علی ان اللہ تعالی یخلق فی المیت نوع حیاۃ فی القبر قدر ما یتألم ویتلذ ذولکن اختلفوا فی انہ ہل یعاد الروح الیہ و المنقول عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ التوقف الا ان کلامہ ہنا یدل علی اعادۃ الروح اذ جواب الملکین فعل اختیاری فلا یتصور بدون الروح وقیل قد یتصور الخ۔

جان لو کہ اہل حق کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ میت کے اندر قبر میں ایک طرح کی زندگی پیدا کر دیتا ہے۔ اتنی کہ وہ لذت والم کا احساس کرے مگر اس میں ان کا اختلاف ہے کہ اس کی جانب روح لوٹائی جاتی ہے یا نہیں، اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول یہ ہے کہ توقف کیا جائے، مگر یہاں پر ان کا کلام اعادۂ روح پر دال ہے اس لئے کہ نکیرین کا جواب ایک فعل اختیاری ہے۔ تو وہ بغیر روح کے متصور نہیں، اور کہا گیا کہ متصور ہے۔

امام ابن الہمام اسی فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

الحق ان المیت المعذب فی قبرہ توضع فیہ الحیاۃ بقدر ما یحس الالم و البدنیۃ لیست بشرط عند اہل السنۃ حتی لو کان متفرق الاجزاء بحیث لا تتمیز الاجزاء بل ہی مختلطۃ بالتراب فعذب جعلت الحیاۃ فی تلک الاجزاء التی لا یاخذہا البصر و ان اللہ علیٰ ذلک لقدیر والخلاف فیہ ان کان بناء علی انکار عذاب القبر امکن والا فلا یتصور من عاقل القول بالعذاب مع عدم الاحساس۔

حق یہ ہے کہ قبر میں عذاب دیئے جانے والے مردے کے اندر اتنی زندگی رکھی جائے گی کہ وہ الم کا احساس کرے اور یہ بدن اس کے لئے شرط نہیں یہاں تک کہ اگر اس کے اجزاء اس طرح بکھر چکے ہوں کہ امتیاز نہ ہو سکے بلکہ مٹی سے خلط ملط ہو گئے ہوں پھر عذاب دیا جائے

تو حیات ان ہی اجزاء میں کردی جائے گی۔ جو نظر نہیں آتے۔ اور بلاشبہ اللہ اس پر قادر ہے۔ اس سے اختلاف اگر عذاب قبر سے انکار کی بنا پر ہو تو ہو سکتا ہے۔ ورنہ کسی عاقل سے متصور نہیں کہ وہ اس کا قائل ہو کہ بغیر احساس کے عذاب ہوگا۔

پھر روح کی نسبت تو اوپر واضح ہو چکا کہ اس کی حیات مستمرہ غیر منقطعہ ہے مگر بدن کے لئے بعد عود بھی استمرار ضرور نہیں کہ وہ ایک تعلق خاص بمقصد خاص ہوتا ہے جس کے انصرام پر اس کا انقطاع بجا ہے۔

امام بدر عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں بجواب معتزلہ دلائل اثبات عذاب قبر میں فرماتے ہیں:

لنا آیات احدها قوله تعالیٰ "النار یعرضون علیها غدوا عشیا" فهو صریح فی التعذیب بعد الموت الثانیة قوله تعالیٰ "ربنا امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین" فان الله تعالیٰ ذکر الموتة مرتین وهما لا تتحققان الا ان یکون فی القبر حیاة و موت حتی تکون احدی الموتتین ما یتحصل عقیب الحیاة فی الدنیا و الاخری ما یتحصل عقیب الحیاة التی فی القبر۔

ہماری دلیل میں متعدد آیتیں ہیں ایک باری تعالیٰ کا یہ ارشاد۔ وہ فرعون اور اس کے ساتھی صبح وشام آگ پر پیش کئے جاتے ہیں۔ یہ بعد موت عذاب دئے جانے کے بارے میں صریح ہے۔ دوسری آیت ارشاد باری ہے۔ اے ہمارے رب! تو نے دوبار ہمیں موت دی، اور دوبار حیات دی۔ اللہ تعالیٰ نے دوبار موت کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ اسی وقت ہوگا جب قبر میں بھی موت و حیات ہو کہ ایک موت تو وہ ہے جو کہ زندگی کے بعد ہوتی ہے۔

شرح الصدور میں بدائع سے ہے:

نقلت من خط القاضی ابی یعلی فی تعالیقه لا بد من انقطاع عذاب القبر لانه من عذاب الدنیا و الدنیا و ما فیها منقطع فلا بد ان یلحقهم الفناء والبلاء ولا یعرف مقدار مدة ذلک۔

قاضی ابو یعلی کی قلمی تحریر جو ان کی تعلیقات میں ہے۔ اس سے میں نے نقل کیا ہے کہ عذاب قبر کا منقطع ہونا ضروری ہے۔ اس لئے کہ وہ عذاب دنیا کی جنس سے ہے، اور دنیا اور دنیا

کے اندر جو کچھ ہے، سب منقطع ہے۔تو انہیں فنا و بوسیدگی لاحق ہونا ضروری ہے۔ اور اس کی مدت کی مقدار معلوم نہیں۔

پھر فرمایا:

قلت ویؤید هذا ما اخرجه هناد بن السری فی الزهد عن مجاهد قال للکفار هجعة یجدون فیها طعم النوم حتی یوم القیامة فاذا صیح باهل القبور یقول الکافر، یا ویلنا من بعثنا من مرقدنا فیقول المومن الی جنبه هذا ما وعد الرحمن و صدق المرسلون۔

میں نے کہا اس کی موید وہ ہے جو ہناد بن سری نے زہد میں امام مجاہد سے روایت کیا۔ فرمایا کفار کے لئے ایک خوابیدگی ہوگی جس میں نیند کا مزہ پائیں گے قیامت تک جب قبر والوں کو پکارا جائے گا کافر بولے گا۔ ہائے ہماری خرابی کس نے ہمیں ہماری خوابگاہ سے اٹھایا تو اس کے پہلو سے مومن بولے گا: یہی وہ جس کا رحمن نے وعدہ دیا اور رسولوں نے سچ فرمایا۔

(فتاوی رضویہ جدید ۹/۸۴۹تا۸۵۷)

(۲۰۱) اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ۔☆

بیشک وہ جو ڈر والے ہیں جب انہیں کسی شیطانی خیال کی ٹھیس لگتی ہے ہوشیار ہو جاتے ہیں اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

﴿۱۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(یہاں خشیت الہی کا ذکر ہے جس کی وضاحت میں یہ واقعہ بیان فرمایا) ابن عساکر نے ایک حدیث طویل روایت کی جس کا حاصل یہ ہے کہ عہد معدلت فاروقی میں ایک جوان عابد تھا، امیر المؤمنین اس سے بہت خوش تھے۔ دن بھر مسجد میں رہتا تھا۔ بعد عشاء باپ کے پاس جاتا، راہ میں ایک عورت کا مکان تھا، اس پر عاشق ہو گئی، ہمیشہ اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی، جوان نظر نہ فرماتا۔ ایک شب قدم نے لغزش کی، ساتھ ہو لیا دروازے تک گیا جب اندر جانا چاہا خدا یاد آیا اور بے ساختہ یہ آیہ کریمہ زبان سے نکلی۔

ان الذین اتقوا اذا مسہم طائف من الشیطان تذکروا فاذاھم مبصرون۔

(الاعراف۔۲۰۱)

ڈر والوں کو جب کوئی جھپٹ شیطان کی پہنچتی ہے خدا کو یاد کرتے ہیں، اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

آیت پڑھتے ہی غش کھا کر گرا، عورت نے اپنی کنیز کے ساتھ اٹھا کر اس کے دروازے پر ڈال دیا۔ باپ منتظر تھا آنے میں دیر ہوئی دیکھنے نکلا دروازے پر بیہوش پڑا پایا۔ گھر والوں کو بلا کر اندر اٹھوایا، رات گئے ہوش آیا، باپ نے حال پوچھا کہا خیر ہے۔ کہا بتادے ناچار قصہ کہا باپ بولا جان پدر وہ آیت کون سی ہے۔ جوان نے پھر پڑھی پڑھتے ہی غش آیا، جنبش دی مردہ پایا، رات ہی کو نہلا کفنا کر دفن کر دیا۔ صبح کو امیر المومنین نے خبر پائی باپ سے تعزیت اور خبر نہ دینے کی شکایت فرمائی، عرض کی: یا امیر المومنین رات تھی، پھر امیر المومنین ہمراہیوں کے ساتھ قبر پر تشریف لے گئے۔ آگے لفظ حدیث یوں ہے۔

فقال عمر یا فلان ولمن خاف مقام ربہ جنتن (الرحمن۔۲۶) فاجابہ الفتی من داخل القبر یا عمر قد اعطا نیھا ربی فی الجنۃ مرتین۔

یعنی امیر المومنین نے جوان کا نام لیکر فرمایا: اے فلاں! جو اپنے رب کے پاس کھڑے ہونے کا ڈر کرے اس کے لئے دو باغ ہیں۔، جوان نے قبر میں سے آواز دی۔ اے عمر! مجھے میرے رب نے یہ دولت عظمیٰ جنت میں دوبار عطا فرمائی۔

نسال اللہ الجنۃ لہ الفضل والمنۃ و صلی اللہ تعالیٰ علی نبی الانس والجنۃ والہ وصحبہ و اصحاب السنۃ امین امین امین۔

ہم اللہ سے جنت کے خواستگار ہیں۔ اسی کے لئے فضل واحسان ہے، اور خدائے برتر کا درود وسلام ہو انس وجن کے نبی اور ان کی آل واصحاب اور اہل سنت پر، الٰہی قبول فرما، قبول فرما، قبول فرما۔

(۲۰۴) وَاِذَا قُرِیَٔ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔☆

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو۔

﴿۱۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت میں قرأت قرآن کو بغور سننے اور خاموش رہنے کا حکم لھذا امام کے پیچھے مقتدی کو قرأت جائز نہیں، اسی مسئلہ کے استدلال میں یہ آیت پیش فرمائی، اور پھر متعدد احادیث سے اس کی تائید پیش کی، ان میں سے بعض یہ ہیں)

۴۳۷۷۔ **عن** جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: مَنْ صَلّٰی رَكْعَةً لَمْ يَقْرَءْ فِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَلَمْ يُصَلِّ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ وَرَآءَ الْاِمَامِ۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے ایک رکعت نماز پڑھی اور اس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی تو گویا اس نے نماز ہی نہ پڑھی مگر امام کے پیچھے ہو تو سورۂ فاتحہ نہیں۔

۴۳۷۸۔ **عن** جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: مَنْ صَلّٰی خَلْفَ الْاِمَامِ فَاِنَّ قِرَاءَةَ الْاِمَامِ لَهٗ قِرَاءَةٌ۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کا پڑھنا اسکا پڑھنا ہے۔

﴿۱۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ حدیث صحیح ہے۔ رجال اسکے سب رجال صحاح ستہ ہیں۔ حاصل حدیث کا یہ ہے کہ مقتدی کو پڑھنے کی کچھ حاجت نہیں امام کا پڑھنا اسکے لئے کفایت کرتا ہے۔

۴۳۷۹۔ **عن** جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: صلی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالناس فقرأ رجل خلفه فلما قضی الصلوٰة قال: اَيُّكُمْ قَرَاَ خَلْفِيْ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ، قال رجل: انا یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ

۴۳۷۷۔ الجامع للترمذی، ۱/۴۲

۴۳۷۸۔ المؤطا لمحمد، ۹۸/ ☆ مسند لامام الاعظم، ۶۱

۴۳۷۹۔ مسند لامام الاعظم، ۶۱

علیہ وسلم ، قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : مَنْ صَلّٰی خَلْفَ الْاِمَامِ فَاِنَّ قِرَاۃَ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَاۃٌ ۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ایک شخص نے حضور کے پیچھے قرأت کی۔سید اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہوکر ارشاد فرمایا: کس نے میرے پیچھے پڑھا تھا؟ لوگ حضور کے خوف کے سبب خاموش رہے۔یہاں تک کہ تین بار بتکرار یہی استفسار فرمایا۔آخر ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، میں نے ، ارشاد فرمایا: جو امام کے پیچھے ہو اسکے لئے امام کا پڑھنا کافی ہے۔

۴۳۸۰۔ عن ابراهيم النخعى رضى الله تعالىٰ عنه ان عبدالله ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه لم يقرأ خلف الامام لا فى الركعتين الاولين ولا فى غير هما ۔

حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام کے پیچھے قرأت نہ کی ۔نہ پہلی دو رکعتوں میں نہ انکے غیر میں۔

﴿۱۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

عبداللہ بن مسعود اور کون عبداللہ بن مسعود؟ جو افاضل صحابہ و مومنین سابقین سے ہیں ۔حضر وسفر میں ہمراہ رکاب سعادت انتساب حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رہتے اور بارگاہ نبوت میں بے اذن لئے جانا انکے لئے جائز تھا۔بعض صحابہ فرماتے ہیں ہم نے راہ و روش سرور انبیاء علیہ التحیۃ والثناء سے جو چال ڈھال ابن مسعود کی ملتی جلتی دیکھی اور پائی کسی کی نہ پائی۔

حدیث میں ہے۔خود حضور اکرم الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

میں نے اپنی امت کے لئے وہ پسند کیا جو عبداللہ بن مسعود اسکے لئے پسند کرے۔ اور اپنی امت کے لئے ناپسند کیا جو اسکے لئے عبداللہ بن مسعود ناپسند کرے۔گویا انکی رائے خود

۴۳۸۰۔ الموطا لمالک الصلوۃ

حضور والا کی رائے اقدس ہے۔ اور معلوم ہوا کہ جناب ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مقتدی ہوتے تو فاتحہ وغیرہ کچھ نہیں پڑھتے اور انکے سب شاگردوں کا یہی وتیرہ تھا۔

فتاوی رضویہ جدید ۶/۲۴۳

۴۳۸۱۔ **عن** أبی وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سئل عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن القرأۃ خلف الامام قال: انصت فان فی الصلوۃ لشغلا سیکفیک ذلک الامام۔

حضرت ابو وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دربارۂ قرأت مقتدی سوال ہوا۔ فرمایا: خاموش رہ کہ نماز میں مشغول ہے ''یعنی بیکار باتوں سے خاموش رہنا'' عنقریب تجھے امام اس کام کی کفایت کردے گا۔

﴿۱۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یعنی نماز میں تجھے لاطائل باتیں روا نہیں۔ اور جب امام کی قرأت بعینہ مقتدی کی قرات ٹھہرتی ہے تو پھر مقتدی کا خود قرأت کرنا محض لغو ناشائستہ ہے۔

فقیر کہتا ہے: یہ حدیث اعلی درجہ صحاح میں ہے۔ اسکے سب رواۃ ائمہ کبار و رجال صحاح ستہ ہیں۔

۴۳۸۲۔ **عن** علقمۃ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان لا یقرأ خلف الامام فیما یجھر وفیما یخافت فی الاولیین ولا فی الاخریین و اذا صلی وحدہ قرأفی الاولیین بفاتحۃ الکتاب وسورۃ ولم یقرأ فی الاخریین شیئا۔

حضرت علقمہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مقتدی ہوتے تو کسی نماز جہریہ ہو یا سریہ میں کچھ نہ پڑھتے۔ نہ پہلی رکعتوں میں نہ پچھلی رکعتوں میں۔ ہاں جب تنہا ہوتے تو صرف پہلیوں میں الحمد وسورۃ

۴۳۸۱۔ الموطا لمحمد، الصلوۃ، ۱۰۰ ☆ شرح معانی الآثار للطحاوی، ۱/۱۲۹

۴۳۸۲۔ الموطا لمحمد، الصلوۃ، ۱۰۰ ☆

پڑھتے

۴۳۸۳۔ **عن** ابراهيم النخعي رضى الله تعالىٰ عنه انه قال: لم يقرأ علقمة رضى الله تعالىٰ عنه خلف الامام حرفا لا فيما يجهر فيه القرأة ولا فيما لا يجهر فيه ولا قرأ فى الاخريين بام الكتاب ولا غيرها خلف الامام و اصحاب عبدالله جميعا۔

حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علقمہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو کبار تابعین واعاظم مجتہدین اورافقہ تلامذہ سیدنا ابن مسعود ہیں) امام کے پیچھے ایک حرف نہ پڑھتے۔ چاہے جہر کی قرأت ہو چاہے آہستہ کی۔ اور نہ پچھلی رکعتوں میں فاتحہ پڑھتے اور نہ کچھ اور جب امام کے پیچھے ہوتے۔ اور نہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب میں سے کسی نے روایت کی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

فتاوی رضویہ جدید ۶/۲۴۴

۴۳۸۴۔ **عن** ابراهيم النخعي رضى الله تعالىٰ عنه عن علقمة بن قيس رضى الله تعالىٰ عنه قال: لأن أعض على جمرة أحب الى من أن أقرأ خلف الإمام۔

حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علقمہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: البتہ آگ کی چنگاری منہ میں لینا مجھے اس سے زیادہ پیاری ہے کہ میں امام کے پیچھے قرأت کروں۔

۴۳۸۵۔ **عن** ابراهيم النخعي رضى الله تعالىٰ عنه قال: ان اول من قرأ خلف الامام رجل اتهم۔

حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: پہلے جس شخص نے امام کے پیچھے پڑھا وہ ایک مرد متہم تھا۔

۴۳۸۳۔ كتاب الآثار لمحمد، ۱۶

۴۳۸۴۔ الموطا لمحمد، ۱۰۰

۴۳۸۵۔ الموطا لمحمد، ۱۰۰

﴿۱۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حاصل یہ کہ امام کے پیچھے قرأت ایک بدعت ہے جو ایک بے اعتبار آدمی نے ایجاد کی۔ فقیر کہتا ہے رجال اس حدیث کے رجال صحیح مسلم ہیں۔ فتاوی رضویہ جدید ۶/۲۴۴

۴۳۸۶۔ **عن** نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : ان عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کان اذا سئل ، ہل یقرأ احد خلف الامام قال: اذا صلی احد کم خلف الامام فحسبہ قرأۃ الامام واذا صلی وحدہ فلیقرأ ،قال : وکان عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما لا یقرأ خلف الامام۔

حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جب دربارۂ قرأت مقتدی سوال ہوتا تو فرماتے: جب تم میں کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اسے قرأت امام کافی ہے۔ اور جب اکیلا پڑھے تو قرأت کرے۔ نافع فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خود امام کے پیچھے قرأت نہ کرتے۔

﴿۱۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

فقیر کہتا ہے۔ یہ حدیث غایت درجہ کی صحیح الاسناد ہے حتی کہ مالک عن نافع ابن عمر، کو بہت محدثین نے صحیح ترین اسانید کہا۔

فتاوی رضویہ، ۶/۲۴۵

۴۳۸۷۔ **عن** نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال : من صلی خلف الامام کفتہ قرأتہ۔

حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ارشاد فرمایا: مقتدی کو امام کا پڑھنا کافی ہے۔

﴿۱۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ سند بھی مثل سابق ہے اور اسکے رجال بھی رجال صحاح ستہ ہیں۔ بلکہ بعض علمائے

۴۳۸۶۔ المؤطا لمالک، ۶۸ ☆ شرح معانی الآثار للطحاوی، ۱/۱۲۹

۴۳۸۷۔ المؤطا لمحمد، ۹۷ ☆

حدیث نے روایات نافع عن عبداللہ بن عمر کو امام مالک پر ترجیح دی۔

۴۳۸۸۔ **عن** أنس بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما أنہ سئل عن القرأۃ خلف الامام قال: تکفیک قرأۃ الامام۔

حضرت انس بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دربارۂ قرأت استفسار ہوا۔ فرمایا: تجھے امام کا پڑھنا بس کرتا ہے۔

۴۳۸۹۔ **عن** زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمعہ یقول: لا یقرأ المؤتم خلف الامام فی شئی من الصلوات۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: مقتدی امام کے پیچھے کسی نماز میں قرأت نہ کرے، یعنی نماز جہریہ ہو یا سریہ۔

۴۳۹۰۔ **عن** موسی بن سعد بن زید بن ثابت الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یحدثہ عن جدہ قال: من قرأ خلف الامام فلا صلوۃ لہ۔

حضرت موسی بن سعد بن زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انکے دادا حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اسکی نماز جاتی رہی۔

﴿۲۰﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ حدیث حسن ہے اور دار قطنی نے بطریق طاؤس اسے مرفوعاً روایت کیا۔

فتاوی رضویہ ۶/۲۴۵

۴۳۹۱۔ **عن** زید بن ثابت الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْاِمَامِ فَلَا صَلٰوۃَ لَہٗ۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

۴۳۸۸۔ الموطا لمحمد، ۹۸ ☆

۴۳۸۹۔ شرح معانی الآثار للطحاوی، ۱/۱۲۹ ☆

۴۳۹۱۔ نصب الرایۃ للزیلعی، ۲/۱۹ ☆ کنز العمال للمتقی، ۸/۲۸۶

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: امام کے پیچھے پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوتی۔

۴۳۹۲۔ **عن** ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اِذَا صَلَّيْتُمْ فَأَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمْ أَحَدُكُمْ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَ إِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا۔

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم نماز پڑھو اپنی صفیں سیدھی کرو، پھر تم میں کوئی امامت کرے پس جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تم چپ رہو۔

۴۳۹۳۔ **عن** أبی هریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: إِنَّمَا الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: امام تو اس لئے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی کہو اور جب وہ قرأت کرے تم خاموش رہو۔

﴿۲۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

امام مسلم بن حجاج نیشاپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی صحیح میں اس حدیث کی نسبت فرماتے ہیں: میرے نزدیک صحیح ہے۔

علماء کو اختلاف ہے کہ یہ استماع وخاموشی فرض عین ہے۔ کہ جلسہ میں جس قدر حاضر ہوں سب پہ لازم ہے ان میں جو کوئی اس کے خلاف کچھ بات کرے مرتکب حرام وگناہ گار ہوگا یا فرض کفایہ ہے کہ اگر ایک شخص بغور متوجہ ہو کر خاموش بیٹھا سن رہا ہے تو باقی پر سے فرضیت ساقط ثانی اوسع اور اول احوط ہے۔

فی رد المحتار فی شرح المنیة والاصل ان الاستماع للقرآن فرض کفایة لانه لاقامة حقه بان یکون ملتفتا الیه غیر مضیع و ذلك یحصل بانصات البعض

۴۳۹۲۔ الصحیح لمسلم، الصلوٰۃ، ۱/۱۷۴ ☆

۴۳۹۳۔ السنن للنسائی، الصلوٰۃ، ۱/۱۱۲

الخ۔ نقل الحموی عن استاذ قاضی القضاۃ یحییٰ شہیر بمنقاری زادہ ان لہ رسالۃ حقق فیھا ان استماع القرآن فرض عین۔

اقول وباللہ التوفیق: ظاہر یہ ہے کہ واللہ تعالیٰ اعلم کہ اگر کوئی شخص اپنے لئے تلاوت قرآن عظیم باآواز کررہا ہے اور باقی لوگ اس کے سننے کو جمع نہ ہوئے بلکہ اپنے اغراض متفرقہ میں ہیں تو ایک شخص اگرتالی کے پاس بیٹھا بغور سن رہا ہے ادائے حق ہو گیا، باقیوں پر کوئی لزوم نہیں۔ اور اگر وہ سب اسی غرض واحد کے لئے مجلس میں مجتمع ہیں تو سب پر سننے کا لزوم چاہیے، جس طرح نماز میں جماعت مقتدیان کہ ہر شخص پر استماع وانصاف جداگانہ ہو فرض ہے۔ جس طرح جلسہ خطبہ کہ ان میں ایک شخص مذکر اور باقیوں کی یہی حیثیت واحدہ تذکیر جامع ہے تو باتفاق ان سب پر سننا فرض ہے نہ کہ استماع بعض کافی ہو، جب تذکیر میں کلام بشر کا سننا سب حاضرین پر فرض عین ہوا تو کلام الٰہی کا استماع بدرجہ اولیٰ۔

ولا یفرق بافتراض الخطبۃ و رود الامر بقولہ تعالیٰ: فاسعوا الی ذکر اللہ، بخلاف التلاوۃ فان المعتمد وجوب الاستماع کل خطبۃ ولو خطبۃ ختم القرآن او خطبۃ النکاح کما فی رد المحتار و غیرہ من الاسفار و ان حملنا القولین علی ما ذکرنا من الصورتین یحصل التوفیق۔

بہر حال اس قدر میں شک نہیں کہ قرآن عظیم کا ادب وحفظ حرمت لازم اور اس میں لغو لغط حرام وناجائز۔ پس صورت اولیٰ میں جہاں مقصود تلاوت وختم قرآن ہے نہ حاضرین کو سنانا، اگر سب آہستہ پڑھیں کہ ایک کی آواز دوسرے کو نہ جائے تو عین ادب واحسن واجب ہے، اس کی خوبی میں کیا کلام، اور اگر چند آدمی باآواز پڑھ رہے ہیں یوں ہی قاری کے پاس ایک یا چند مسلمان بغور سن رہے ہیں اور ان میں باہم اتنا فاصلہ ہے کہ ایک کی آواز سے دوسرے کا دھیان نہیں بٹتا، تو قول اوسع پر اس میں بھی حرج نہیں۔ اور اگر کوئی سننے والا نہیں یا بعض کی تلاوت اشخاص سن رہے ہیں بعض کی کوئی نہیں سنتا، یا ایسی قریب آوازیں مختلف ومختلط ہیں کہ جدا جدا سننا میسر ہی نہ رہا۔ تو ضرور یہ صورتیں بالاتفاق ناجائز وگناہ ہیں، اور صورت ثانیہ میں جہاں مقصود سنانا ہے اگر قول احوط پر نظر کیجئے تو چند آدمیوں کا معا آواز سے پڑھنا صریح حرام ہے، اور اگر توفیق مذکور پر نظر کی جائے تو جب بھی یہ صورت سب لزوم خاموشی کی ہے، اور اگر اس

سے قطع نظر کر کے قول اوسع ہی لیجئے تاہم اس صورت کے بدعت وشنیع ہونے میں کلام نہیں ،آوازیں ملانا گانے وغیرہ کے مناسب حال ہے،قرآن عظیم میں یہ ایک نو پیدا امر ہے جس کے لئے دین میں کوئی اصل نہیں اور اس کی تجویز وترویج میں ایک اور فتنہ عظیم کا اندیشہ صحیحہ ہے۔ باز و بنا کر آوازیں ملا کر گانے کی طرح قرآن عظیم میں پڑھنا ہوگا تو ایسے لوگ عبادت کو اپنے لہجوں میں منطبق کرنے کے لئے جگہ جگہ آواز گھٹانے بڑھانے کے عادی ہوتے ہیں، نظم میں خیریت ہے۔قرآن کریم میں جب ایسا اتار چڑھاؤ کیا جائے گا قطعا اجماعا حرام ہوگا۔لہذا ہر طرح اس سے ممانعت ہی لازم ہے۔ (فتاوی رضویہ قدیم ۱۶۷/۹)

سورة الأنفال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۸) لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ۔☆

کہ سچ کو سچ کرے اور جھوٹ کو جھوٹا پڑے برا مانیں مجرم۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

سبحان اللہ! ہمارے حضور دافع البلا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفار پر سے بھی سبب دفع بلاء ہیں۔ پھر مسلمانوں پر خاص رؤف ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(الامن والعلی ۔۶۳)

(۱۲) اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ۔☆

جب اے محبوب تمہارا رب فرشتوں کو وحی بھیجتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کو ثابت رکھو۔ عنقریب میں کافروں کے دلوں میں ہیبت ڈالوں گا تو کافروں کی گردنوں سے اوپر مارو اور ان کی ایک ایک پور پر ضرب لگاؤ۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت جن کفار کے دلوں میں رعب کا ذکر ہے وہ اس طرح ہے) سیرت ابن ہشام میں ہے: بنی قریظہ کو جاتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راہ میں اپنے کچھ اصحاب پر گزرے۔ ان سے دریافت فرمایا تم نے ادھر جاتے ہوئے کوئی شخص دیکھا،؟ عرض کی وحید بن خلیفہ کو نقرہ خنگ پر سوار جاتے ہوئے دیکھا فرمایا!

ذلك جبريل بعث الى بنى قريظة يزول بهم حصونهم و يقذف الرعب فى قلوبهم۔ وہ جبریل تھا کہ بنی قریظہ کی طرف بھیجا گیا کہ ان کے قلعوں میں زلزلے اوران کے دلوں میں رعب ڈالے۔

امام بیہقی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا جلس القاضى مجلسه هبط عليه ملكان يسعد انه ويوفقانه ويرشدانه مالم يجرفاذا جار عرجا وتركاه۔

جب قاضی مجلس حکم میں بیٹھتا ہے تو دو فرشتے اترتے ہیں کہ اس کی رائے کو درستی دیتے ہیں، اور اسے ٹھیک بات سمجھنے کی توفیق دیتے ہیں، اور اسے نیک راستہ سمجھاتے ہیں، جب تک حق سے میل نہ کرے، جہاں اس نے میل کیا فرشتوں نے اسے چھوڑا اور آسمان پر اڑ گئے۔

دیلمی مسند الفردوس میں صدیق اکبر و ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں سے راوی کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لو لم ابعث فيكم لبعث عمر ،ايد الله عمر بملكين يوفقانه ويسدد انه فاذا اخطاء صرفاه حتى يكون صوابا۔

اگر میں ابھی تم میں ظہور نہ فرماتا تو بیشک عمر نبی کیا جاتا۔ اللہ عز وجل نے عمر کی دو فرشتوں سے تائید فرمائی ہے کہ وہ دونوں عمر کو توفیق دیتے اور ہر بات میں اسے ٹھیک راہ پر رکھتے۔ اگر عمر کی رائے لغزش کرنے کی ہوتی ہے، وہ پھیر دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ عمر سے حق ہی صادر ہوتا ہے۔

ملائکہ کی شان یوں بلند ہے، شیاطین کو قلوب عوام میں تصرف دیا ہے جس سے فقط اپنے چنے ہوئے بندوں کو مستثنی کیا ہے کہ

ان عبادى ليس لك عليهم سلطانا۔ (الحجر۔ ۴۲)

میرے خاص بندوں کو پر تیرا قابو نہیں۔

قال اللہ تعالیٰ:

يوسوس فى صدور الناس من الجنة والناس۔ (الناس۔ ۵۔ ۶)

شیطان جن اور لوگ لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتے ہیں۔

(۲۴) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ ج وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ وَ اَنَّهٗۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ۔☆

اے ایمان والو اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو۔ جب رسول تمہیں اس چیز کے لئے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی۔ اور جان لو کہ اللہ کا حکم آدمی اور اس کے دلی ارادوں میں حائل ہو جاتا ہے۔ اور یہ کہ تمہیں اس کی طرف اٹھنا ہے۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت سے ثابت کہ حضور ﷺ کے بلانے پر نماز توڑنا واجب) ایک صحابی نماز پڑھ رہے تھے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں ندا فرمائی، انہوں نے بعد فراغ نماز آکر عذر نماز عرض کیا، فرمایا: تم نے نہ سنا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: اور یہی آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

ذوالیدین کے قصہ میں ہے کہ حضور نے صحابہ سے اور صحابہ نے حضور سے باتیں کیں، جب سہو تحقیق ہو گیا باقی ماندہ نماز مع اصحاب ادا فرمائی۔ وہ کلام مبطل نماز نہ ہوا۔

تمام متون فقہ میں تصریح ہے کہ کسی کو سلام اگر چہ سہوا ہو مفسد نماز ہے اور یہاں حکم ہے۔ کہ وسط نماز میں عرض کریں۔ السلام علیك ایها النبی و رحمة الله و بركاته۔

(عرفان شریعت دوم ص ۱۲)

(۲۵) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔☆

اے ایمان والو جب کسی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کی یاد بہت کرو کہ تم مراد کو پہونچو۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

معالم میں ہے۔

فی جمیع المواطن علی السراء والضراء۔

تمام مواضع میں خوشی و تکلیف میں۔ (فتاوی رضویہ جدید ۸/۵۳۸)

﴿٦٤﴾ یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ☆۔

اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) اللہ تمہیں کافی ہے اور یہ جتنے مسلمان تمہارے پیرو ہوئے۔

﴿٦﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہاں رب تبارک وتعالی اپنے نام پاک کے ساتھ صحابہ کرام کوملاکر فرماتا ہے:
اے نبی! اب کہ عمر اسلام لے آیا تجھے اللہ اور یہ چالیس مسلمان کفایت کرتے ہیں۔
فی الجلالین :حسبك الله و من اتبعك من المومنین۔
ترجمہ شاہ ولی اللہ میں ہے: اے پیغمبر کفایت ست ترا خدا وآنان کہ پیروی تو کردہ انداز مسلمانان۔

٤٣٩٤۔ **عن** عبدالله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه قال : ان اسلام عمر رضی الله تعالیٰ عنه كان عزةً ،و ان هجرته كان فتحاو نصرة ، و خلافته رحمة والله ! ماا ستطعنا ان نصلی حول البیت ظاهرین حتی اسلم عمر ،فلما اسلم عمر قاتلهم حتی صلینا، و انی لا حسب بین عینی عمر ملكا یسدده، و انی لا حسب الشیطان تفرقه، و اذاذكر الصالحون فحیّ هلا بعمر،

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: بیشک حضرت عمر کا اسلام عزت تھا، اور ان کی ہجرت فتح ونصرت، اور ان کی خلافت میں رحمت ۔خدا کی قسم! گرد کعبہ علانیہ نماز نہ پڑھنے پائے جب تک عمر اسلام نہ لائے، جب وہ مسلمان ہوئے کافروں سے قتال کیا، یہاں تک کہ ہم نے اعلانیہ گرد کعبہ معظمہ نماز ادا کی، اور بیشک میں سمجھتا ہوں کہ عمر کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک فرشتہ ہے کہ انہیں راستی ودرستی دیتا ہے، اور جب نیک بندوں کا ذکر ہو تو عمر کا ذکر لاؤ، رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

٤٣٩٤۔ كنز العمال للمتقی، ٣٥٨٦٩، ٥٩٩/١٢ ☆

الامن والعلی ۲۴۶

۴۳۹۵۔ **عن** عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : ان اللہ تعالیٰ باھی باھل عرفۃ عامۃ و باھی بعمرخاصۃ ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے عرفات میں جمع ہونے والوں پر عموما اور حضرت عمر پر خصوصا مباہات فرمائی ۔۱۲م الزلال الانقی ۴۸

۴۳۹۶۔ **عن** امیرالمؤمنین عمربن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : اللھم ! اعزالاسلام باحب ھذین الرجلین الیک ، بعمربن الخطاب اوبابی جھل بن ھشام۔

امیرالمومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بارگاہ الٰہی میں یوں دعا کی: الٰہی ! اسلام کو عزت دے ان دونوں مردوں میں جو تجھے زیادہ پیارا ہو اس کے ذریعہ سے، یا تو عمر بن خطاب یا ابوجہل بن ہشام۔

الامن والعلی ۷۴

۴۳۹۷۔ **عن** انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : ان رجلا من اھل مصر اتی عمربن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال : یاامیرالمؤمنین ! عائذ بک من الظلم ، قال : عذت معاذاً ، قال : سابقت ابن عمروبن العاص فسبقتہ ، فجعل یضربنی بالسوط ویقول : انا ابن الاکرمین ، فکتب عمر الی عمرو یأمرہ بالقدوم ویقدم بابنہ

۴۳۹۵۔ تاریخ دمشق لا بن عساکر، ۲۸۷/۴ ☆ کنز العمال للمتقی، ۳۵۸۵۸، ۵۹۶/۱۲ ☆

۴۳۹۶۔ الجامع للترمذی، باب مناقب عمر بن الخطاب، ۲۰۹/۲
المسند لاحمد بن حنبل، ۹۵/۲ ☆ المستدرک للحاکم، ۵۰۲/۳
فتح الباری للعسقلانی، ۴۸/۷ ☆ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم، ۵۶۱/۵

۴۳۹۷۔ کنز العمال للمتقی، ۳۶۰۱۰، ۶۶۰/۱۲

معه ، فقدم ، فقال عمر، این المصری ؟ خذالسوط فاضرب ،فجعل یضربه بالسوط ویقول عمر : اضرب ابن الاکرمین ،قال انس : فضرب فواللہ ! لقدضربه ونحن نحب ضربه ،فما اقلع عنه حتی تمنینا انه یرفع عنه ، ثم قال عمر للمصری : صنع السوط علی صلعة عمرو ،فقال : یاامیرالمؤمنین ! انما ابنه الذی ضربنی وقد استقدت منه ، فقال عمر لعمرو : مذکم تعبد تم الناس وقدولد تهم امهاتهم احرارا ،قال : یاامیرالمؤمنین ! لم اعلم ولم یأتنی ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مصری نے امیرالمؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کی: اے امیرالمومنین ! میں حضور کی پناہ لیتاہوں ظلم سے، امیرالمؤمنین نے فرمایا: تونے سچی جائے پناہ لی ، اس فریادی مصری نے عرض کی : میں نے حضرت عمروبن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاجزادے کے ساتھ دوڑ کی ، میں آگے نکل گیا، صاجزادے نے مجھے کوڑے مارے اور کہا: میں دومعزز وکریم والدین کا بیٹا ہوں، اس فریاد پر امیرالمؤمنین نے فرمان نافذ فرمایا کہ عمروبن عاص مع اپنے بیٹے کے حاضر ہوں، حاضر ہوئے، امیرالمؤمنین نے مصری کو حکم دیا کوڑا لے اور مار، اس نے بدلہ لینا شروع کیا، اور امیرالمؤمنین فرماتے جاتے ہیں، مارو دولیئموں کے بیٹے کو، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: خدا کی قسم ! جب اس فریادی نے مارنا شروع کیا تھا توہمارا جی چاہتا تھا کہ یہ مارے اور اپنا عوض لے، اس نے یہاں تک مارا کہ ہم تمنا کرنے لگے کاش اب ہاتھ اٹھالے، جب مصری فارغ ہوا تو امیرالمومنین نے فرمایا: اب یہ کوڑا عمروبن عاص کی چندیا پر رکھ، یعنی وہاں کے حاکم تھے انہوں نے کیوں نہ دادرسی کی ، بیٹے کا کیوں لحاظ پاس کیا۔ مصری نے عرض کی: یاامیرالمومنین ! ان کے بیٹے ہی نے مجھے مارا تھا، اس سے میں عوض لے چکا، امیرالمومنین نے عمروبن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: تم لوگوں نے بندگان خدا کو کب سے اپنا غلام بنالیا ہے حالانکہ وہ ماں کے پیٹ سے آزاد پیدا ہوئے تھے، حضرت عمروبن عاص نے عرض کی: یاامیرالمومنین ! نہ مجھے کوئی خبر ہوئی، نہ یہ شخص میرے پاس فریادی آیا

الامن والعلی، ۲۳۸

٤٣٩٨ ۔ عن الليث بن سعد رضى الله تعالىٰ عنه ان الناس بالمدينة اصابهم جهد شديد فى خلافة عمربن الخطاب رضى الله تعالىٰ عنه فى سنة الرمادة ،فكتب الى عمروبن العاص وهو بمصر ،من عبد الله عمر امير المؤمنين الى عمرو بن العاص، سلام! امابعد فلعمرى ياعمرو! ماتبالى اذا شبعت انت ومن معك ان اهلك انا ومن معى فياغوثا! ثم ياغوثا ـ يردده قوله . فكتب اليه عمروبن العاص : لعبد الله عمر أمير المؤمنين من عمروبن العاص ،اما بعد فياليبك !ثم يالبيك! وقد بعثت اليك بعيرأولها عندك وآخرها عندى ،والسلام عليك ورحمة الله وبركاته ،فبعث عمرو اليه بعير عظيمة فكان أولها بالمدينة وآخرها بمصر يتبع بعضها بعضا ،فلما قدمت على عمر وسع بها على الناس ودفع الى اهل كل بيت بالمدينة وما حولها بعيراً بما عليه من الطعام ،وبعث عبدالرحمٰن بن عوف والزبير بن العوام وسعد ابن ابى وقاص يقسمونها على الناس ، فدفعوا الى اهل كل بيت بعيراً بما عليه من الطعام أن يأكلوا الطعام وينحروا البعير فيأكلوا لحمه ويأتدموا شحمه ويحتذوا جلده وينتفعوا بالوعاء الذى كان فيه الطعام لما ارادوا من لحاف أوغيره ، فوسع الله بذلك على الناس ،فلما رأى ذلك عمر حمد الله ـ

حضرت لیث بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خلافت فاروقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ایک سال مدینہ طیبہ میں قحط عظیم پڑا اس سال کا عام الرمادہ نام رکھا گیا یعنی ہلاک وتباہی جان ومال کا سال امیر المومنین نے عمرو بن عاص کو مصر میں فرمان بھیجا یہ شقہ ہے بندۂ خدا عمر امیر المومنین کی طرف سے ابن عاص کے نام سلام کے بعد واضح ہو مجھے اپنی جان کی قسم اے عمرو جب تم اور تمہارے ملک والے سیر ہوں تو تمہیں کچھ پرواہ نہیں کہ میں اور میرے ملک والے ہلاک ہوجائیں ارے فریاد کو پہونچ ارے فریاد کو پہونچ اور اس کلمے کو بار بار تحریر فرمایا ۔عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب حاضر کیا یہ عرضی بندۂ خدا امیر المومنین عمر کو عمرو بن عاص کی طرف سے بعد سلام معروض حضور میں بار بار خدمت کو حاضر ہوں پھر بار بار خدمت کو

٤٣٩٨ ـ كنز العمال للمتقى، ٣٥٩٠٦، ٦١٥/١٢

حاضر ہوں میں نے حضور میں وہ کارواں روانہ کیا ہے جس کا اول حضور کے پاس ہوگا اور آخر میرے پاس اور حضور پر سلام اور اللہ عزوجل کی رحمت اور برکتیں عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا ہی کارواں حاضر کیا کہ مدینہ طیبہ سے مصر تک یہ تمام منزلہائے دور دراز اونٹوں سے بھری ہوئی تھیں یہاں سے وہاں تک ایک قطار تھی جس کا پہلا اونٹ مدینہ میں تھا اور پچھلا مصر جوتے بناؤ جس کپڑے میں ناج بھرا تھا اس کا لحاف وغیرہ بناؤ یوں اللہ عزوجل نے لوگوں کی مشکل دفع کی امیر المومنین حمد بجا لائے۔

الامن والعلی ۲۴۰

﴿۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت ایمان لائے جب کل مرد وعورت ۳۹ مسلمان تھے۔ آپ چالیسویں مسلمان ہیں، اسی واسطے آپ کا نام متمم الاربعین ہے یعنی چالیس مسلمانوں کو پورا کرنے والے۔ جب آپ مسلمان ہوئے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ کفار نے جب سنا تو کہا: آج ہم اور مسلمان آدھوں آدھ ہو گئے۔ جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام حاضر ہوئے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! حضور کو خوشخبری ہو کہ آج آسمانوں پر عمر کے اسلام لانے پر شادی رچائی گئی ہے۔ اور آپ کے اسلام لانے کا واقعہ یہ ہے کہ کفار ہمیشہ سرکار کی ایذا رسانی کی فکر میں رہتے، آیہ کریمہ نازل ہوئی۔ واللہ یعصمك من الناس۔ اللہ تمہارا حافظ و ناصر ہے کوئی تمہارا کچھ نہیں کر سکتا، اس وقت تک یہ بھی مسلمان نہ ہوئے تھے۔ ابوجہل لعین نے اعلان دیا کہ اس شخص کو اس قدر انعام دوں گا۔ ان کو جوش آیا تلوار ننگی کر لی اور قسم کھائی کہ اسکو نیام میں نہ کریں گے جب تک کہ معاذ اللہ اپنے ارادے کو پورا نہ کر لیں گے۔ معارج میں ہے کہ انہوں نے تو یہ قسم کھائی اور ادھر رب العزت جل جلالہ نے قسم یاد فرمائی کہ یہ تلوار نیام نہ ہوگی تاوقتیکہ کہ کفار کو اسی سے قتل نہ کریں۔ جارہے تھے راستہ میں عبداللہ بن نعیم صحابی ملے، دیکھا نہایت غصہ کی حالت میں سرخ آنکھیں ننگی تلوار لئے ہیں، پوچھا کہاں جارہے ہو؟ انہوں نے اپنا ارادہ ظاہر کیا، عبداللہ بن نعیم نے کہا: بنی ہاشم کے حملوں سے کیسے بچو گے۔ انہوں نے کہا: شاید تو بھی مسلمان ہو گیا ہے۔ تجھی سے شروع کروں، عبداللہ بن نعیم نے فرمایا: میری کیا فکر کرتے ہو اپنے گھر تو جا کر دیکھو، تمہارے بہنوئی بہن دونوں مسلمان ہو گئے ہیں۔ ان کو غیظ آیا، سیدھے بہن کے مکان پر گئے، دروازہ بند پایا، اندر سے پڑھنے کی آواز آرہی تھی، ان کی

بہن کو حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سورۃ طٰہٰ شریف سکھا رہے تھے۔ آواز اجنبی، کلام اجنبی ، خیر آواز دی، ان کی بہن نے صحیفہ کو کسی گوشے میں چھپا دیا اور حضرت خباب ایک کوٹھری میں چھپ گئے، دروازہ کھولا گیا، آتے ہی بہن سے پوچھا تو دین سے پھر گئی، اسلام میں رافضیوں کا سا تقیہ کہاں، صاف کہہ دیا میں نے سچا دین اسلام قبول کیا، خیر انہوں نے تلوار سے تو نہیں مارا مگر ہاتھ سے مارنا شروع کیا یہاں تک کہ خون بہنے لگا، جب آپ کی بہن نے دیکھا کہ چھوڑتے ہی نہیں، تو کہا کہ اے عمر تم مار ہی ڈالو مگر دین اسلام ہم سے نہ چھوٹے گا، جب انہوں نے خون بہتے ہوئے دیکھا تو غصہ فرد ہو گیا۔ اپنی بہن کو چھوڑ دیا، تھوڑی دیر بعد کہا کہ میں نے نئے کلام کی آواز سنی تھی۔ وہ مجھے دکھاؤ، آپ کی بہن نے کہا کہ تم مشرک ہو اس کو چھو نہیں سکتے۔ انہوں نے زبردستی کر کے مانگ لیا دو تین آیتیں پڑھیں، فوراً ان کے منھ سے نکلا، واللہ ھذا کلام البشر۔ خدا کی قسم یہ کلام بشر کا نہیں۔ یہ سن کر حضرت خباب فوراً اس کوٹھری سے نکل آئے اور کہا اے عمر تمہیں خوشخبری ہو، کل ہی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اللھم اعز الاسلام بابی جھل بن ھشام او بعمر بن الخطاب۔ الٰہی اسلام کو عزت دے ابو جہل یا عمر کے ذریعہ سے۔

الحمد للہ کہ حضور کی دعا تمہارے حق میں قبول ہوئی، انہوں نے فرمایا حضور کہاں تشریف فرما ہیں۔ حضرت خباب نے فرمایا دار ارقم میں، انہوں نے کہا مجھے لے چلو، حضرت خباب در دولت پر لیکر حاضر ہوئے، یہاں مسلمان بخوف کفار چھپ کر نماز پڑھتے تھے۔ دروزہ پر آوازیں دیں مگر جواب نہ دیا گیا، جب انہوں نے سختی سے آواز دی سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کواڑ کھول دی جائے، اگر خیر کے لئے آیا ہے فبہا، اور اگر ارادہ شر سے آیا ہے تو واللہ اس کی تلوار سے اس کا سر قلم کر دوں گا۔ دروازہ کھلا یہ اندر گئے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور ان کے شانہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: عمر کیا وہ وقت نہیں آیا کہ تو مسلمان ہو۔ فرماتے ہیں: مجھے یہ معلوم ہوا کہ ایک عظیم الشان پہاڑ میرے اوپر رکھ دیا گیا، یہ عظمت نبوت تھی فوراً عرض کیا: اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ۔ یہ دیکھتے ہی مسلمانوں نے خوش ہو کر باآواز تکبیریں کہیں جن سے پہاڑ گونج اٹھے ، انہوں نے مسلمان ہوتے ہی عرض کیا: یا رسول اللہ! کفار علی الاعلان اپنے معبودان باطل کی

پرستش کریں اور ہم مسلمان چھپ کر اپنے سچے خدا کی عبادت کریں، ہم علانیہ مسجد حرام میں نماز پڑھیں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں کے لیکر برآمد ہوئے، مسجد حرام شریف میں اذان کہی گئی، دو صفیں ہوئیں، ایک میں حضرت حمزہ شریک ہوئے اور دوسری میں عمر، رضی اللہ تعالیٰ عنہما، جس کافر نے دیکھا چپکا اپنے گھر میں گھس گیا۔ جب ضعفائے مسلمین نے ہجرت کی تو کفار سے چھپ چھپ کر چلے گئے، انہوں نے جب ہجرت فرمائی ایک ایک مجمع کفار میں ننگی شمشیر لیجا کر فرمایا: جس نے مجھے جانا اس نے جانا اور جس نے نہ جانا وہ اب جان لے، پہچان لے، میں ہوں عمر۔ جسے اپنی عورت بیوہ اور اپنے بچے یتیم کرانا ہوں میرے سامنے آئے، میں اب ہجرت کرتا ہوں، پھر یہ نہ کہنا کہ عمر بھاگ گیا، تمام کفار سر جھکائے بیٹھے رہے کسی نے چوں بھی نہ کی، پھر فرمایا سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ زیر قدم موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام ہیں، اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ زیر قدم حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام ہیں، اسی واسطے ان کی شدت اور ان کی رحمدلی رجہ کمال پر تھی۔ (الملفوظ ۵۹/۳)

(۷۵) وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۔☆

اور جو بعد کو ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ جہاد کیا وہ بھی تمہیں میں سے ہیں اور رشتہ والے ایک دوسرے سے زیادہ نزدیک ہیں اللہ کی کتاب میں بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے

﴿۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

عبد بن حمید وابن جریر اپنی تفسیر میں قتادہ سے راوی:

ان ابا بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال فی خطبۃ ان الآیۃ التی ختم بھا سورۃ الانفال انزلھا فی اولی الارحام بعضھم اولی ببعض فی کتاب اللہ ما جرت به الرحم من العصبۃ ھذا مختصر۔

احمد و بخاری و مسلم و ترمذی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الحقو الفوایض باھلھا فما بقی فھو لا ولی رجل ذکر۔

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما من مومن الا و انا اولی بہ فی الدنیا و الآخرۃ فاقروا ان شئتم "النبی اولی بالمومنین من انفسھم" فایما مومن مات و ترک مالا فلورثۃ و عصبۃ من کانو ومن ترک دینا او ضیاعا فلیاتنی فانا مولاہ والحدیث عند الشیخین و احمدو النسائی و ابن ماجہ و غیرھم بنحوہ۔

احمد وابوداؤدونسائی وابن ماجہ وبیہقی بسند صحیح بطریق عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مااحترزالولداوالوالد فھو لعصبۃ من کان۔

عبدالرزاق اپنی مصنف میں حضرت ابراہیم نخعی سے راوی امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

کل نسب توصل علیہ فی الاسلام فھو وارث مورث۔

سنن بیہقی میں ہے:

عن جریر عن المغیرۃ عن اصحابہ قال کان علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و اصحابہ اذالم یجد و اذا سھم اعطوا القرابۃ و ماقرب او بعد اذا کان رحما فلہ المال اذا لم یوجد غیرہ ھذا مختصر۔

آیہ کریمہ نے رشتہ داروں کو مطلق رکھا، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصریح فرما دی کہ آیت میں ہر عصبہ نسبی داخل، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث میں صاف تعمیم فرمائی کہ عصبہ وارث ہے کوئی ہو۔ حدیث میں فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

اسلام میں نسب جہاں جاکر ملے موجب وراثت ہے۔

حدیث میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا ارشاد کہ رشتہ دار پاس کا ہو یا دور کا جب اور نہ ہو تو سب مال اسی کا ہے۔

ان ارشادات نے تمام قریب وبعید کے عصبہ نسبی کو دائرہ توریث میں داخل فرمایا اور حدیث دوم میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد اقدس نے جو کہ اہل فرائض سے بچے وہ قریب تر مرد کے لئے ہے، ترتیب الاقرب فالاقرب کا حکم بتایا، لاجرم بلحاظ قرب اتصال یہ اقسام اربعہ منتظم ہوئیں۔ (فتاوی رضویہ قدیم ۱۰/۳۸۱)

سورۃ التوبۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۶) وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ۔☆

اور اے محبوب اگر کوئی مشرک تم ۔ ے پناہ مانگے ۔تو اسے پناہ دو کہ وہ اللہ کا کلام سنے پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچادو۔ یہ اس ۔لئے کہ وہ نادان لوگ ہیں۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت میں مستامن کا ذکر ہے جس کی تفصیل اس طرح ہے) حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے کوئی مجلس نہ تھی سوا مسجد کریم کے، ولہذا وفود یہیں حاضر ہوتے اور اس میں متون کا خلاف نہیں۔ ہدایہ میں ہے کہ مستامن جب تک دار اسلام میں ہے بمنزلہ ذمی ہے، ذمہ مؤبدہ وموقتہ دونوں طرح ہوتا ہے۔

کافی امام نسفی فصل امان میں ہے۔

المراد بالذمة العهد موقتا كان او موبدا و ذلك الامان و عقد الذمة۔

ذمہ سے عہد مراد ہے ایک میعاد معین تک ہو یا ہمیشہ کے لئے یہ امان وعقد ذمہ ہے۔

یہاں کہہ سکتے ہیں کہ ذمی وحربی برابر ہیں یعنی مستامن کہ اس کے لئے بھی ایک وقت تک ذمہ ہے، بالجملہ جواز خاص ذمی کے لئے تھا اور یہ حربی لے دوڑے۔

ثانیاً۔ یہاں بھی امام بدر الدین محمود عینی وغیرہ اکابر کی روایت یہ ہے کہ ہمارے امام مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب میں ذمیوں میں بھی جواز صرف کتابی کے لئے ہے یہ مشرک حربی لے دوڑے۔

عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے۔

قال ابو حنیفة یجوز للکتابی دون غیرہ واحتج بما رواہ احمد فی مسندہ بسند جید عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یدخل مسجد نا ھذا بعدعامنا ھذامشرك الااھل العھد و خدمھم۔

امام ابوحنیفہ نے فرمایا مسجد میں کتابی ذمی کا آنا جائز ہے اور کفار کا نہیں، اور امام اس پر اس حدیث سے سند لائے جو امام احمد نے اپنی مسند میں کھری اسناد کے ساتھ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سال کے بعد ہماری اس مسجد میں کوئی مشرک نہ آنے پائے سوائے ذمیوں اور ان کے غلاموں کے۔

غمز العیون والبصائر میں ہے۔

لا یمنع من دخول المسجد الذی الکتابی بخلاف غیرہ واحتج امام رحمہ اللہ لہ بما روا احمد عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ذمی کتابی کو مسجد میں آنے سے نہ روکا جائے گا، بخلاف اور کافر کے اور اس پر امام احمد نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

غایۃ البیان علامہ اتقانی کتاب القضاء میں ہے۔

قال شمس الائمة السرخسی فی شرح ادب القاضی وقد ذکر فی السیر الکبیر ان المشرك یمنع من دخول المسجد عملا بقولہ تعالیٰ انما المشرکون نجس۔

امام شمس الائمہ سرخسی نے شرح ادب القاضی میں فرمایا کہ امام محمد نے سیر کبیر میں فرمایا کہ مشرکوں کو مسجد میں نہ آنے دیا جائے گا اس ارشاد الٰہی پر عمل کے لئے، کہ مشرک نرے ناپاک ہیں۔

اگر کہیے حدیث میں تو مطلق ذمی کا استثنا فرمایا کتابی کی تخصیص کہاں ہے۔

اقول۔ (میں کہتا ہوں) مشرکین عرب کو ذمی بنانا روا نہ تھا ان پر صرف دو حکم تھے۔ اسلام لائیں ورنہ تلوار، تو وہاں ذمی نہ تھے، مگر کتابی۔ تو استثنا منقطع ہے۔ بلکہ ہم نے مسند میں دیکھا، اواخر مسند جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حدیث اس طرح مذکور ہوئی اور اس سے ۲۷/ ورق

پہلے یوں ہے۔

لا یدخل مسجد نا ھذا مشرك بعد عامنا ھذا غیر اھل الکتاب و خدمھم۔

اس سال کے بعد ہماری اس مسجد میں کوئی مشرک نہ آنے پائے سوائے کتابی اور ان کے غلام کے۔

تو یہاں خود کتابی کی تصریح ہے۔

ثالثاً۔ اقول (میں کہتا ہوں) للہ الحمد، اس حدیث نے صاف ارشاد فرمادیا کہ اس سے پہلے جو کسی مشرک یا کافر غیر ذمی کے لئے اجازت تھی منسوخ ہوگئی فرمایا: بعد عامنا ھذا۔ اس سال کے بعد کوئی مشرک مسجد میں نہ آنے پائے سوائے ذمیوں کے۔)

مخالفین جتنی روایات پیش کریں ان کے ذمہ لازم ہے کہ اس واقعہ کے اس ارشاد کے بعد ہونے کا ثبوت دیں ورنہ سب جوابوں سے قطع نظر ایک سیدھا سا یہی جواب بس ہے۔ کہ منسوخ ہوچکا اور وہ ہرگز اس کا ثبوت نہیں دے سکتے خصوصا، بعد عامنا ھذا، کا لفظ ارشاد فرمارہا ہے۔ کہ یہ ارشاد بعد نزول سورہ برأت ہے۔ غالبا اس کا یہ لفظ پاک ارشاد الٰہی:

انما المشرکون نجس فلا یقرب المسجد الحرام بعد عامھم ھذا (سورہ توبہ، ۲۸)

(مشرک نرے ناپاک ہیں تو اس برس کے بعد وہ مسجد حرام کے پاس نہ آنے پائیں) سے ماخوذ ہے۔ تو پہلے کے وقائع پیش کرنا محض نادانی۔ لیکن لیڈران تو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر منسوخات ہی پر عمل کررہے ہیں کہ اس میں اپنا بچاؤ دیکھتے ہیں۔ و خسر ھنالك المبطلون۔

(غافر ۷۸)

رابعاً۔ یہ نہ سہی اختلاف احوال زمانہ اور عادات قوم کو ہمیشہ مسائل تعظیم و توہین میں دخل تام ہے پھر غیر اسلامی سلطنت اور کافروں کی کثرت میں اس کی اجازت اور اسکی اشاعت اور مساجد کو پامالی کفار کے لئے وقف کرنا کس قدر خیر خواہی اسلام ہے۔

اے راہرو پشت بمنزل ہشدار

(اے منزل کی طرف پشت کرکے چلنے والے ہوش کر)

(فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۵۲۲تا۵۲۶)

(۱۱) فَاِنۡ تَابُوۡا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَاِخۡوَانُکُمۡ فِی الدِّیۡنِ ط

وَنُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ۔☆

پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوۃ دیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور ہم آیتیں مفصل بیان کرتے ہیں جاننے والوں کے لئے۔

(۱۲) وَاِنْ نَّكَثُوْۤا اَیْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ فَقَاتِلُوْۤا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَاۤ اَیْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ یَنْتَهُوْنَ۔☆

اور اگر عہد کرکے اپنی قسمیں توڑیں اور تمہارے دین پر منھ آئیں تو کفر کے سرغنوں سے لڑو۔ بیشک ان کی قسمیں کچھ نہیں اس امید پر کہ شاید وہ باز آئیں۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

دیکھو نماز و زکواۃ والے اگر دین پر طعنہ کریں تو انھیں کفر کا پیشوا کافروں کا سرغنہ فرمایا۔ کیا خدا اور رسول کے شان میں وہ گستاخیاں دین پر طعنہ نہیں۔

(تمہید ایمان ص ۵۹)

(۱۸) اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ یَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓىٕكَ اَنْ یَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ۔☆

اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تو قریب ہے کہ یہ لوگ ہدایت والوں میں ہوں۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(یہاں مسجد کا ذکر ہے تو اس کے احکام بیان فرمائے کہ) مسجد کے تین اطلاقات ہیں۔

(الف) زمین کا وہ حصہ کہ نماز کے لئے وقف کیا گیا ہو۔ مسجد کے حقیقی معنی یہی ہیں۔ اس اطلاق میں مسجد کی بنیادیں مسجد میں داخل نہیں کہ بنیادیں اوصاف کے حکم میں ہیں۔ جیسے کہ اطراف و حدود، پس مسجد کا دروازہ اور دیواریں مسجد سے خارج ہیں۔ اسی طرح اذان کے

چبوترے، مینارے، حوض اور کنویں، حدود مسجد یا جوف مسجد ہی میں کیوں نہ ہوں اگر تمام مسجدیت سے قبل بنائے گئے تو مسجد سے خارج ہیں۔ ہاں مسجد مکمل ہوجانے کے بعد اگر ان چیزوں کو مسجد میں بنایا، تو وقت کو بدلنا ہوا جو جائز نہیں، واقف نے وقف کی ضرورت کے لئے اس کی شرط لگائی ہو تو اور بات ہے اور مسجد میں یہ ناممکن ہے کہ مسجد حقوق عبد سے بالکلیہ آزاد ہوتی ہے۔ درمختار کے کتاب الوقف باب احکام المسجد میں ہے۔

اگر مسجد کے اوپر امام مسجد کے لئے کمرہ بنایا تو کوئی حرج نہیں کہ یہ مصالح مسجد میں ہے۔ لیکن مسجد مکمل ہوگئی ہو تو مسجد کی چھت پر منع کیا جائے گا، اگرچہ یہ کہے کہ میری نیت پہلے سے ہی کمرہ بنانے کی تھی، اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔

تاتارخانیہ میں ہے۔

جب خود واقف کا یہ حال ہے تو دوسرے کا کیا، ایسی تعمیر کو مسجد کی دیوار ہو اس کو بھی ڈھا دینا چاہیے۔

(ب) اس اطلاق میں زمین مع بنیادوں کے مسجد ہے، تو دروازے اور دیواریں سب مسجد میں داخل ہیں، اللہ تعالیٰ کے فرمان،

انما یعمر مساجد الله من امن بالله۔ (التوبۃ، ۱۸) مسجدیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والے ہی تعمیر کرتے ہیں۔) میں یہی مراد ہے۔

امام احمد، دارمی، ترمذی نے اس کو تخریج کیا اور ترمذی نے حسن کہا، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن حبان و حاکم نے اس کی تصحیح کی۔ روایت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ مسجد کی حاضری اس کی عادت بن چکی ہو تو اس کے ایمان کی گواہی دو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مسجد تو وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور یوم قیامت پر ایمان لائے۔

مسجد کی آبادی تو نماز پڑھنے سے ہے، تو وہاں کی مسجد کی عمارت نہ ہو جیسا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد حرام کا حال تھا، کہ وہ کعبہ کے گرد کی زمین تھی جو طواف کے لئے خالی چھوڑی ہوئی تھی۔

اور اس دوسرے معنی پر ہی اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔

لهدمت الصوامع والبیع۔ (الحج۔۴۰) تو البتہ یہود ونصاری کے صوامع اور عبادت خانے ڈھادیئے جاتے) اور بنی ہوئی عمارت ہی ڈھائی جاتی ہے۔

(ج) اور مسجد کا ایک تیسرا اطلاق بھی ہے اس اطلاق پر صحن کا وہ حصہ بھی شامل ہوتا۔ اسی لئے تو معتکف کو اس میں جانا جائز ہے اور اس کے بعد بھی وہ معتکف ہی رہتا ہے۔ بدائع اور شامی میں ہے۔

معتکف ایسے منارہ پر چڑھ سکتا ہے جس کا دروازہ مسجد سے خارج ہو کیوں کہ وہ مسجد میں شمار ہوتا ہے۔ اور وہاں پیشاب وپاخانہ منع ہے تو وہ بھی مسجد کے ایک کونہ کو طرح ہوا۔ اسی لئے لوگ کسی مسجد کے منارہ سے ہونے والی اذان کو سن کر کہتے ہیں کہ فلاں مسجد میں اذان ہوگئی حالانکہ منارہ تو مسجد سے خارج بنا ہے۔ اور چونکہ یہ محاورہ عرب وعجم میں شائع وذائع ہے۔ کہ اذان منارہ سن کر کوئی نہیں کہتا کہ چلو مسجد کے باہر اذان ہوگئی، اور یہی معنی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کے بھی ہیں جو آپ نے فرمایا تھا۔

جس مسجد میں نماز ہوتی ہو وہاں اذان دینا سنت ہدی ہے۔ (مسلم)

اور فقہا کرام کے اس قول کا بھی یہی مطلب ہے کہ مسجد میں اذان ہو چکی ہو تو جماعت میں شریک ہوئے بغیر مسجد سے باہر جانا مکروہ ہے۔

اس تفصیل کے بعد یہ جاننا چاہیے کہ اذان اصل مسجد میں مکروہ ہے۔ وصف مسجد میں نہیں اور تبع مسجد میں بھی نہیں۔ اس کی تعبیر یوں بھی کی جاسکتی ہے۔ اذان مسجد بالمعنی الاول میں مکروہ ہے۔ معنی ثانی اور ثالث میں نہیں۔ ائمہ کی نصوص سے بھی یہی ظاہر ہے کہ خاص مسجد کے اندر مکروہ ہے۔ منارہ صحن اور حدود میں نہیں۔ یہی حدیث سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص ہرا جوڑا پہنے ہوئے مسجد کی چھت پر کھڑا ہوا اللہ اکبر اللہ اکبر کہہ رہا تھا۔

دوسری حدیث میں انہیں سے ہے۔

کہ میں نے خواب میں ایک شخص کو ہرا جوڑا پہنے ہوئے مسجد کی چھت پر کانوں میں انگلیاں دئے ہوئے کھڑا دیکھا جو کہہ رہا تھا۔ (الحدیث) (تمام العبر ۲۴۰ تا ۲۴۳)

(۲۳) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔☆

اے ایمان والو اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ سمجھو اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو وہی ظالم ہیں۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

قرآن کریم جابجا شاہد ہے کہ مطلقا موالات حرام ہونے کی علت کفر ومخالف وعداوت اللہ ورسول ہے۔ جل وعلا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ معنی متعدد آیات سے روشن اور اس آیت میں نہایت صریح تر الفاظ سے اس کا علت ہونا ثابت۔

حاشا للہ۔ کسی قسم کفار سے محبت کرنے کا اسلام نے حکم نہ دیا، باپ، بیٹے کافر ہوں تو ان سے بھی محبت صریح حرام فرمادیا۔ اور دلی محبت واخلاص واتحاد کرنے والوں کو تو جابجا صاف ارشاد فرمادیا کہ وہ انہیں کافروں میں سے ہیں، انہیں اللہ وقیامت پر ایمان نہیں، انہیں اللہ ورسول وقرآن پر ایمان نہیں۔، بالجملہ وہ کسی طرح مسلمان نہیں، ہاں کافروں میں فرق ہوگا تو یہ کہ جس کا کفر اشد اس سے معاملات کا حرام وکفر ہونا اشد وزائد کہ علت حرمت کفر ہے۔ علت جتنی زیادہ حکم سخت تر، یہ ان کذابوں مفتریوں پر اور الٹا پڑے گا کہ کفر میں یہود ونصاریٰ سے مجوس بدتر ہیں۔، ہنود سے وہابیہ وسائر مرتدین عنود بدتر ہیں۔ ولہذا ان کے احکام اسی ترتیب پر سخت تر ہیں۔ کما لا یخفی علی من له اعلام باحکام الفقه و لکن الظالمین بآیات الله یجحدون، وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ (جدید ۱۴/۱۵۵)

(۲۴) قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ۟ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۔☆

تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور

تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کا مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے۔ اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

﴿۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جسے دنیائے جہان میں کوئی معزز، کوئی عزیز، کوئی مال کوئی چیز اللہ و رسول سے زیادہ محبوب ہو وہ بارگاہ الٰہی سے مردود ہے۔ اللہ اسے اپنی طرف راہ نہ دیگا، اسے عذاب الٰہی کے انتظار میں رہنا چاہئے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

تمہارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لا یو من احد کم حتی اکو ن احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین۔ (بخاری۔ باب حب الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الایمان۔ ۱/۷)

تم میں کوئی مسلمان نہ ہوگا جب تک میں اسے اس کے ماں باپ، اولاد اور سب آدمیوں سے زیادہ پیارہ نہ ہوں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

یہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم میں انس ابن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے ہے۔

اس نے تو یہ بات صاف فرما دی کہ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو عزیز رکھے ہرگز مسلمان نہیں۔

مسلمانو! کہو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہان سے زیادہ محبوب رکھنا مدار ایمان و مدار نجات ہوا یا نہیں؟ کہو ہوا اور ضرور ہوا۔

یہاں تک تو سارے کلمہ گو خوشی خوشی قبول کرلیں گے کہ ہاں ہمارے دل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم عظمت ہے۔ ہاں ہاں ماں، باپ، اولاد سارے جہان سے زیادہ ہمیں حضور کی محبت ہے۔ بھائیو خدا ایسا ہی کرے مگر ذرا کان لگا کر اپنے رب کا ارشاد سنو!

محبت اور تعظیم کا زبانی دعویٰ کافی نہیں

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے۔

الٓمّٓ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْۤا اَنْ یَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ۔

(پ ۲۰۔ ع ۱۳۔ سورۃ العنکبوت)

کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اتنا کہہ لینے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اوران کی آزمائش نہ ہوگی۔

یہ آیت مسلمانوں کو ہوشیار کررہی ہے کہ دیکھو کلمہ گوئی اور زبانی ادعائے مسلمانی پر تمہارا چھٹکارا نہ ہوگا ہاں ہاں سنتے ہو! آزمائے جاؤ گے، آزمائش میں پورے نکلے تو مسلمان ٹھہرو گے ہرشئی کی آزمائش میں یہی دیکھا جاتا ہے۔ کہ جو باتیں اس کے حقیقی وواقعی ہونے کو درکار ہیں وہ اس میں ہیں یا نہیں؟

ابھی قرآن وحدیث ارشاد فرما چکے کہ ایمان کے حقیقی وواقعی ہونے میں دو باتیں ضرور ہیں:۔

(۱) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم۔

(۲) اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو تمام جہاں پر تقدیم۔

حضور کی تعظیم ومحبت کے امتحان کا مطلب

تو اس کی آزمائش کا یہ صریح طریقہ ہے۔ کہ تم کو جن لوگوں سے کیسی ہی تعظیم، کتنی ہی عقیدت، کتنی ہی دوستی، کیسی ہی محبت کا علاقہ ہو۔

جیسے تمہارے باپ، تمہارے استاذ، تمہارے پیر، تمہاری اولاد، تمہارے بھائی، تمہارے احباب، تمہارے بڑے، تمہارے اصحاب تمہارے مولوی، تمہارے حافظ، تمہارے مفتی، تمہارے واعظ وغیرہ وغیرہ کسے باشد، جب وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کریں اصلا تمہارے قلب میں ان کی عظمت، ان کی محبت کا نام ونشان نہ رہے۔ فوراً ان سے الگ ہو جاؤ، ان کو دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو، ان کی صورت ان کے نام سے نفرت کھاؤ، پھر نہ تم اپنے کے رشتے، علاقے، دوستی، الفت کا پاس کرو، نہ اس کی مولویت مشیخت، بزرگی، فضیلت کو خاطر میں لاؤ کہ آخر یہ جو کچھ تھا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی غلامی کی بنا پر تھا جب یہ شخص ان ہی کی شان میں گستاخ ہوا پھر ہمیں اس سے کیا تعلق رہا؟

اسکے جبے عمامے پر کیا جائیں کیا بہتیرے یہودی جبے نہیں پہنتے، عمامے نہیں باندھتے؟

اس کے نام وعلم وظاہری فضل کولے کر کیا کریں؟ کیا بہتیرے پادری، بکثرت فلسفی بڑے بڑے علوم وفنون نہیں جانتے؟ اور اگر یہ نہیں بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل تم نے اس کی بات بنانی چاہی، اس نے حضور سے گستاخی کی اور تم نے اس سے دوستی نباہی یا اسے ہر بُرے سے بدتر نہ جانا یا اسے برا کہنے پر برا مانا یا اسی قدر کہ تم نے اس امر میں بے پرواہی منائی یا تمہارے دل میں اس کی طرف سے سخت نفرت نہ آئی تو للہ اب تم ہی انصاف کرلو۔ کہ تم ایمان کے امتحان میں کہاں پاس ہوئے، قرآن وحدیث نے جس پر حصول ایمان کا مدار رکھا تھا اس سے کتنی دور نکل گئے۔

مسلمانو! کیا جس کے دل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہوگی وہ ان کے بدگو کی وقعت کر سکے گا؟ اگر چہ اس کا پیر یا استاد یا پدر ہی کیوں نہ ہو۔ کیا جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان سے زیادہ پیارے ہوں وہ ان کے گستاخ سے فوراً سخت شدید نفرت نہ کرے گا؟ اگر چہ اس کا دوست یا برادر یا پسر ہی کیوں نہ ہو۔

(تمہید ایمان ۳۳ تا ۳۶)

(۲۹) قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ۔☆

لڑو ان سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور قیامت پر اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جس کو حرام کیا اللہ اور اس کے رسول نے۔ اور سچے دین کے تابع نہیں ہوتے یعنی وہ جو کتاب دیئے گئے جب تک اپنے ہاتھ سے جزیہ نہ دیں ذلیل ہوکر۔

﴿۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حلال کو حرام، حرام کو حلال ٹھہرانا ائمہ حنفیہ کے مذہب راجح میں مطلقاً کفر ہے۔ جبکہ ان کی علت وحرمت قطعی ہو۔ جیسے جائز کسب وتجارت واجارت کی حلت، مشرکین سے وداد وانقیاد و اتحاد کی حرمت۔ ان حلالوں کو وہ لوگ حرام بلکہ کفر اور ان حراموں کو حلال بلکہ فرض کر رہے ہیں اور اگر وہ حرام قطعی بعینہ ہے جیسے مذکورات جب تو اسے حلال ٹھہرانا باجماع ائمہ کفر ہے۔

اللہ عزوجل کفار کا بیان فرماتا ہے۔

لا یحرمون ما حرم اللہ و رسولہ۔

جسے اللہ ورسول نے حرام فرمادیا کافر اسے حرام نہیں ٹھہراتے۔

متن عقائد میں مسئلہ مصرحہ ہے، نیز فتاوی خلاصہ وغیرہا میں ہے۔

من اعتقد الحرام حلالا او علی العکس یکفر ھذا اذا کان حراما بعینہ والحرمۃ قامت بدلیل مقطوع بہ و اذا کانت باخبار الا حاد لا یکفر۔(ملخصا)

جس نے کسی حرام کو حلال یا حلال کو حرام مان لیا تو وہ کافر ہو جائے گا۔ یہ اس صورت میں ہے کہ وہ حرام لذاتہ ہو اور اس کی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو، اگر ثبوت خبر واحد سے ہو تو کافر نہیں ہوگا۔(ملخصا۔ت)

بزازیہ شرح وہبانیہ ودرمختار میں ہے۔

یکفر اذا تصدق بالحرام القطعی۔

ردالمحتار میں ہے۔

حاصلہ ان شرط الکفر علی القول الاول شیئان، قطعیۃ الدلیل و کونہ حراما لعینہ و علی الثانی یشترط الاول فقط و علمت ترجیحۃ وما فی البزازیہ مبنی علیہ۔

حاصل یہ ہے کہ قول اول پر کفر کے لئے دو شرائط ہوں گی۔ اول دلیل کا قطعی ہونا، ثانی اس کا حرام لذاتہ ہونا، اور دوسرے قول پر پہلی شرط ہے۔ اور آپ اس کی ترجیح سے آگاہ ہیں اور بزازیہ کا مدار اسی پر ہے۔

حالات دائرہ میں دونوں شرطیں موجود ہیں تو یہ باجماع ائمہ کفر ہیں، کفار مشرکین کی ایسی تعظیمیں کفر ہیں، ان کی جے پکارنا ان کے مرنے، جیل جانے پر ہڑتال اور اس پر وہ اصرار، اور جو مسلمان نہ مانے اس پر ظلم واضطراب، کمال تعظیم اور باعث دخول نار وغضب جبار، وحسب تصریحات ائمہ موجب کفر واکفار۔

فتاوی ظہیریہ والاشباہ والنظائر وتنویر الابصار ودرمختار میں ہے۔

یسلم علی الذمی تبجیلا یکفر لان تبجیل الکافر کفر۔

اگر کسی نے ذمی کو احتراما سلام کہہ دیا تو یہ کفر ہے۔ کیونکہ کافر کی تعظیم کفر ہوتی ہے۔
فتاوی امام ظہیر الدین و مختصر علامہ زین مصری و شرح تنویر مدقق علائی میں ہے۔
لو قال لمجوسی یااستاذ تبجیلا کفر۔
اگر کسی نے مجوسی کو تعظیما یا استاذ کہا تو اس سے وہ کافر ہو جائے گا۔
رب عزوجل فرماتا ہے،
وللہ العزۃ و لرسولہ وللمومنین ولکن المنافقین لا یعلمون۔
(المنافقون۔۸)
عزت تو خاص اللہ ورسول و مسلمین ہی کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔
من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الاسلام رواه الطبرانی فی الکبیر عن عبدالله بن بسر و ابن عساکر و ابن عدی عن ام المومنین الصدیقة و ابونعیم فی الحلیة و الحسن بن سفیان فی مسنده عن معاذ بن جبل و السنجری فی الابانة عن ابن عمر و کامل عدی عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهم اجمعین و البیهقی فی شعب الایمان عن ابی ابراهیم بن میسرة مرسلا۔
جس نے کسی بدمذہب کی توقیر کی بیشک اس نے دین اسلام ڈھانے پر مدد دی۔ اسے امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت عبداللہ بن بسر، ابن عساکر اور ابن عدی نے ام المومنین سیدہ صدیقہ سے، ابونعیم نے حلیہ میں اور حسن بن سفیان نے مسند میں حضرت معاذ بن جبل، سنجری نے ابانۃ میں حضرت ابن عمر سے اور ابن عدی کی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابراہیم بن میسرہ سے اسے مرسلا روایت کیا ہے۔
بدمذہب کی توقیر پر یہ حکم ہے مشرک کی تعظیم پر کیا حکم ہوگا، ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی
نهی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ان یصافح المشرکون او یکنوا او یرحب بهم۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ کسی مشرک سے ہاتھ ملائیں یا اسے کنیت سے ذکر کریں، یا اس کے آتے وقت مرحبا کہیں۔

یہ باتیں کچھ ایسی تعظیم بھی نہیں، ادنیٰ درجہ تکریم میں ہیں کہ نام لے کر نہ پکارا فلاں کا باپ کہا یا آتے وقت جگہ دینے کو آیئے کہہ دیا۔ حدیث نے اس سے بھی منع فرمایا کہ معاذ اللہ اس کی جے پکارنے اور وہ افعال شیطانی اور یہ عذر یا روکے کہ یہ اقوال عوام کے ہیں کسی ذمہ دار کے نہیں۔ محض کاذب و پادر ہوا ہے۔ تمہیں نے عوام کالہوام کو اس اتحاد مشرکین پر ابھارا اور ان حرکات ملعونہ سے نہ روکا بلکہ اپنے مقاصد مفاسد کا مؤید سمجھا۔ تمہارے دلوں میں ایمان یا ایمان کی قدر ہوتی تو اس اتحاد و حرام و کفر کے لئے جیسی زمین سروں پر اٹھالی ہے۔ رات و دن مشرق و مغرب ٹاپتے پھرتے ہو، ہزاروں دھواں دار ریزولیوشن پاس کرتے ہو اس کے مخالف بلکہ اس میں ساتھ نہ دینے والوں پر فتویٰ کفر لگاتے ہو۔ صدہا اخبارات کے کالم ان کی بدگمانی سے گندے کرتے ہو، اس سے سوحصے زائد ان کفروں، ضلالوں کی آگ ہرگز ہرگز ان شیطنتوں کی روک تھام میں اس بولاہت والی جان توڑ کوشش کا دسواں، بیسواں، حصہ بھی نہ دکھایا، پھر جھوٹے بہانے بنانے سے کیا حاصل معہذا خود ذمہ داروں نے جو کچھ کیا وہ جاہلوں کی حرکات مذکورہ سے کہیں بدتر خبیث تر ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ شملہ بمقدار علم۔ ابوالکلام آزاد صاحب نے کمپ ناگپور میں جمعہ پڑھایا اور خطبہ میں مدح خلفائے راشدین و حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جگہ گاندھی کی حمد کی، اسے مقدس ذات ستودہ صفات کہا۔ میاں عبدالماجد بدایونی نے ہزاروں کے مجمع میں گاندھی کو مذکر مبعوث من اللہ کہا کہ اللہ نے ان کو تمہارے پاس مذکر بنا کر بھیجا ہے۔ کہاں یہ کلمات ملعونہ اور کہاں بے تمیز احمق جاہلوں کا جے پکارنا۔

فانی تـوفکون ۔[الانعام ۔ ۹۵] افلا تعقلون [ال عمران ۔ ٦٥] کلا بل ران علی قلوبهم ما کانوا یکسبون ۔[المطففین ۔ ١٤]

تم کہاں اوندھے جاتے ہو۔ تو کیا تمہیں عقل نہیں۔ بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ان کی کمائیوں نے۔

ترکی ٹوپیاں جلانا صرف تضیع مال ہوتا کہ حرام ہے اور گاندھی ٹوپی پہننا مشرک کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنا ہوا کہ اس سے سخت تر اشد حرام ہے۔ مگر وہ لوگ ترکی ٹوپیوں کو

شعار اسلام جان کر پہنتے تھے انہیں جلا دیا اور ان کے بدلے گاندھی ٹوپی پہن لینا مشعر ہوا کہ انھوں نے نشان اسلام سے عدول اور کافر کا چیلا بننا قبول کیا۔

بئس للظالمین بدلا۔(الکہف۔ ۵۰) ظالموں کو کیا ہی برا بدلا ملا۔

بالجملہ ایسے اقوال وافعال کفر وضلال پر عالم موصوف کا انکار عین حق وصواب وسبب ثواب ورضائے رب الارباب تھا اور جو ان کے شرعی احکام اہل اسلام پر ظاہر فرمانا اور ان کو "ذیاب فی ثیاب" کے شر سے بچا کر راہ حق کی طرف بلانا، سنی عالم کا جلیل فرض مذہبی وکار منصبی وبجا آوری حکم خدا و نبی تھا اور ہے۔ جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اس کی طرف نفس خلافت کا انکار نسبت کرنا بہتان ہی نہیں چیزے دیگر است۔ اسکی تہ میں اور اشد خباثت ہے، مسلمان تو مسلمان نفس خلافت کا منکر جملہ مدعیان کلمہ گو میں کون ہے جس سے سائل سوال کرتا اور مجیب جواب دیتا۔ اہل سنت حضرات خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خلیفہ جانتے ہیں، غیر مقلد ودیوبندی اس میں نزاع نہیں کرتے، روافض حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو خلیفہ ووصی مانتے ہیں، مرزائی اپنے مرزا تک اترتے ہیں، بلکہ خلافت سے مراد مسئلہ دائرہ ہے، اسی سے سوال اسی کا تذکرہ ہے تو اسے یوں مطلق لفظ نفس خلافت سے تعبیر تلبیس ابلیس ہے اور دل میں جو مراد ہے اس کا حال خود خلافت کمیٹی کے مفتی اعظم اور مستفتی ان کے ڈیڈر معظم کے فتوے سے ظاہر ہو گیا کہ عالم موصوف نے وہی فرمایا جو متواتر حدیثوں میں مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس پر اجماع صحابہ امجاد ہے جو جمیع اہل سنت وجماعت کا اعتقاد ہے۔ اہل سنت سے خروج قرآن کا انکار، کفر، ارتداد ان کے یہ چار احکام ملعونہ، کاش اسی عالم دین پر محدود رہتے تو اس فتوے کے مفتی اور اسکے مصدقین بحکم ظواہر احادیث صحیحہ ونصوص کتب معتمدہ فقہیہ ایک ہی بلائے کفر سہتے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایما امرئ قال لاخیہ کافر فقد باء بھا احدھما فان کان کما قال والا رجعت علیہ۔ رواہ مسلم والترمذی ونحوہ البخاری عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما"

جو شخص کسی کلمہ گو کو کافر کہے ان دونوں میں سے ایک پر یہ بلا ضرور پڑے، جسے کہا اگر وہ

کافر تھا خیر ورنہ تکفیر اسی قائل پر پلٹ آئے گی یہ کافر ہو جائے گا۔ اسے مسلم، ترمذی، اور اس کے مثل بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

درمختار میں ہے۔

عزر الشاتم بیا کافر وهل یکفر ان اعتقد المسلم کافرانعم والالا به یفتی۔

کسی مسلمان کو 'اے کافر' کہنے والے شخص پر تعزیر نافذ کی جائے گی، کیا اگر کوئی شخص مسلمان کو کافر سمجھتا ہے تو وہ کافر ہوگا؟ ہاں وہ کافر ہے، اور اگر کافر نہیں سمجھتا تو پھر کافر نہیں، اسی پر فتوی ہے۔ شرح وہبانیہ، ذخیرہ، نہر الفائق، و درمختار میں ہے:

"لا نه لما اعتقد المسلم کا فرا فقد اعتقد دین الا سلام کفرا"

کیونکہ جب مسلمان کو کافر جانا تو اس دین اسلام کو کفر جانا۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۱۴۷ تا ۱۵۱)

ائمہ محققین تصریح فرماتے ہیں کہ احکام شریعت حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سپرد ہیں، جو چاہیں واجب کردیں جو چاہیں ناجائز فرمادیں، اور جس کو چاہیں مستثنی فرمادیں۔

۴۳۹۹۔ **عن** عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنهما قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم : ان اللہ عزوجل حرم مکة، فلم تحل لا حد کان قبلی ولا تحل لا حد بعدی، و انما احلت لی ساعة من نهار، لا یختلی خلا ها، ولا یعضد شجرها، ولا ینفر صیدها، ولا یلتقط لقیطها الا لمعرف، فقال العباس رضی اللہ تعالی عنه : الا الا ذخر لصا غتنا و قبورنا، قال : الا الا ذخر۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ عزوجل نے مکہ مکرمہ کو حرم بنایا، تو مجھ سے پہلے اور میرے بعد کسی کے لئے حلال نہیں، فقط میرے لئے ایک ساعت دن میں حلال ہوا، اس کی

۴۳۹۹۔ الجامع الصحیح للبخاری، باب الاذخر والحشیش فی القبر، ۱/ ۱۷۹

الصحیح لمسلم، باب تحریم مکة و تحریم صیدها، ۱/ ۴۳۷

المسند لاحمد بن حنبل، ۱/ ۲۵۳ ☆ السنن الکبری للبیهقی،

گھاس نہ کاٹی جائے درخت نہ تراشے جائیں، شکار نہ بھڑکایا جائے، گری پڑی چیز نہ اٹھائی جائے مگر وہ شخص جو لوگوں میں اعلان کرے، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! مگر اذخر کہ وہ ہمارے سناروں اور قبروں کے کام آتی ہے، فرمایا: مگر اذخر۔

۴۴۰۰۔ **عن** ابی هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: لما فتح الله تعالىٰ علىٰ رسوله مكة قام في الناس فحمد الله واثنى عليه، ثم قال: ان الله حبس عن مكة الفيل وسلط عليها رسوله والمؤمنين، وانها لن تحل لاحد كان قبلي، وانها احلت لي ساعة من نهار، وانها لن تحل لاحد بعدي، فلا ينفر صيدها ولا يختلى شوكها، ولا تحل ساقطتها الا المنشد، ومن قتل له قتيل فهو بخير النظرين، اما ان يفدى واما ان يقتل، فقال العباس رضي الله تعالىٰ عنه: الا الاذخر يا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم! فانا نجعله في قبورنا وبيوتنا، فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: الا الاذخر، فقام ابو شاه رجل من اهل اليمن فقال: اكتبوا لي يارسول الله! فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: اكتبوا لابي شاه۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر خطبہ ارشاد فرمایا: پہلے حمد وثنا بیان فرمائی اس کے بعد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ اور خانۂ کعبہ کی ہاتھیوں سے حفاظت فرمائی اور ابرہہ کو خائب وخاسر کیا، اور آج اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مؤمنین کو فاتح فرمایا، مجھ سے پہلے یہ کسی کے لئے حلال نہ ہوا، اور میرے لئے آج دن کی ایک ساعت میں حلال ہوا تھا لیکن اب میرے بعد کسی کے لئے حلال نہ ہوگا، اسکا شکار نہ بھڑکایا جائے، خاردار درخت نہ کاٹے جائیں، گری پڑی چیز اعلان کرنے والے کے علاوہ کوئی نہ اٹھائے، اور جسکا کوئی شخص قتل کردیا جائے تو اسے دو باتوں کا اختیار ہے خواہ فدیہ لے لے خواہ قصاص، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول

۴۴۰۰۔ الجامع الصحيح للبخاري، باب الاذخر والحشيش في القبر، ۱/۱۸۰
الصحيح لمسلم، باب تحريم مكة وتحريم صيدها، ۱/۴۳۸
المسند لاحمد بن حنبل، ۲/۴۳۸ ☆ كنز العمال للمتقي، ۲۹۹۲۹، ۱۰/۳۸۹

اللہ! مگر اذخر کہ وہ گھروں اور قبروں کے لئے ہے، فرمایا: مگر اذخر۔ یمن کے باشندہ ابوشاہ نے کھڑے ہوکر عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ خطبہ مجھے لکھوادیں، فرمایا: ابوشاہ کے لئے لکھدو۔ ۱۲م

۴۴۰۱۔ **عن** صفية بنت شيبة رضى الله تعالىٰ عنها قالت : سمعت النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يخطب عام الفتح فقال : يا ايها الناس ! ان الله حرم مكة يوم خلق السمٰوات والارض فهى حرام الى يوم القيامة ، لا يعضد شجرها ولا ينفر صيدها ولا يأ خذ لقطتها الا منشد ، فقال العباس رضى الله تعالىٰ عنه : الاالاذخر فانه للبيوت والقبور ، فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : الاالا ذخر ۔

حضرت صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے فتح مکہ کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا: اے لوگو! بیشک اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی پیدائش کے دن ہی مکہ مکرمہ کو حرم محترم بنایا تھا لہذا وہ قیامت تک حرام ہی رہے گا، اس کے درخت نہ کاٹے جائیں، یہاں شکار کو نہ بھڑکایا جائے، اور کوئی گری پڑی چیز نہ اٹھائے مگر وہ جو اعلان کرے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مگر اذخر کہ وہ ہمارے گھروں اور قبروں کے کام آتی ہے۔ فرمایا: مگر اذخر۔

۴۴۰۲۔ **عن** زيد بن خالد الجهنى رضى الله تعالىٰ عنه قال : قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : لو لا ان اشق على امتى لأخرت صلاة العشاء الى ثلث الليل۔

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر امت کو مشقت میں ڈالنے کا خیال نہ ہوتا تو میں عشاء کو تہائی رات تک ہٹادیتا۔

۴۴۰۱۔ السنن لا بن ماجة ، باب فضل مكة ،

شرح السنة للبغوى ، ۲۹۷/۷ ☆ فتح البارى ، للعسقلانى ، ۸۷/۵

نصب الراية للزيلعى ، ۱۴۲/۳ ☆ مجمع الزوائد للهيثمى ، ۲۸۳/۳

۴۴۰۲۔ المسند لا حمد بن حنبل ، ۱۱۴/۴ ☆ المصنف لا بن ابى شيبة ، ۲۳۱/۱

۴۴۰۳۔ **عن** ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: لو لا ان اشق علی امتی لاخرت صلاۃ العشاء الی نصف اللیل۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر اپنی امت کو مشقت میں ڈالنے کا لحاظ نہ ہوتا تو میں عشاء کو آدھی رات تک ہٹا دیتا۔

۴۴۰۴۔ **عن** عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: اخر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلاۃ العشاء فاحتبس عنہا حتی نام الناس واستیقظوا، ثم ناموا ثم استیقظوا، فقام عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فناداہ، الصلوۃ یارسول اللہ! فخرج یقطر رأسہ وقال: لو لا ان اشق علی امتی لاخرت ھذہ الصلاۃ الی ھذہ الساعۃ۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز عشاء میں تاخیر فرمائی۔ حضور حجرۂ مقدسہ سے تشریف نہ لائے یہاں تک کہ لوگ اونگھنے لگے پھر بیدار ہوئے، اس کے بعد پھر بیٹھے بیٹھے سونے لگے پھر بیدار ہوئے، لوگوں کی یہ کیفیت دیکھکر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کرتے ہوئے نماز کے لئے ندادی، یارسول اللہ نماز، اب حضور تشریف لائے تو سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے، فرمایا: اگر میں اپنی امت پر دشوار نہ جانتا تو اس نماز کو اتنی موخر کرکے پڑھتا۔ ۱۲م

۴۴۰۵۔ **عن** عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: مکثنا ذات لیلۃ

۴۴۰۳۔ السنن لابن ماجہ، باب وقت صلاۃ العشاء، ۱/ ۵۰

۴۴۰۴۔ الصحیح لمسلم، باب وقت العشاء وتاخیرھا، ۱/ ۲۲۹

الجامع الصحیح للبخاری، باب النوم قبل العشاء لمن غلب، ۱/ ۸۱

حلیۃ الاولیاء لابی نعیم، ۳/ ۳۱۷ ☆ کنز العمال للمتقی، ۲۱۸۵۹، ۸/ ۵۸

السنن للنسائی، باب آخر وقت العشاء، ۱/ ۲۳

ننتظر رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بصلوة العشاء الآخرة فخرج الينا حين ذهب ثلث الليل او بعده، فلاندرى اشئ شغله فى اهله او غير ذلك، فقال حين خرج: انكم لتنتظرون صلوة ماينتظروها اهل دين غير كم، ولولا ان يثقل على امتى لصليت بهم هذه الساعة۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شب ہم نماز عشا کے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منتظر تھے کہ حضور تہائی رات گذرنے یا اس کے بعد تشریف لائے، پتہ نہیں حضور کو اپنے دولت خانہ میں کوئی ضروری کام تھا یا اس کے علاوہ کوئی اور وجہ، جب تشریف لائے تو ارشاد فرمایا: تم آج اس وقت ایسی نماز کا انتظار کررہے ہو کہ تمہارے سوا کسی دوسرے مذہب کا کوئی اس کے انتظار میں نہیں، اگر میری امت پر بھاری نہ ہوتا تو میں اسی وقت یہ نماز پڑھاتا۔

٤٤٠٦۔ عن ابى سعيدالخدرى رضى الله تعالىٰ عنه قال: صلى بنا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم صلوة المغرب ثم لم يخرج حتى ذهب شطر الليل فخرج فصلى بهم ثم قال: ان الناس قد صلوا وناموا وانتم لم تزالوا فى صلوة ما انتظر تم الصلوة، ولولا الضعيف والسقيم احببت ان اؤ خر هذه الصلوة الى شطر الليل۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

٤٤٠٥۔ الصحيح لمسلم، باب وقت العشاء و تاخيرها، ١/٢٢٩

علل الحديث لا بن ابى حاتم، ٢٥٤

السنن لا بى داؤد، باب وقت العشاء الآخرة، ١/٦٠

الجامع الصحيح للبخارى، باب النوم قبل العشاء لمن غلب، ١/٨١

٤٤٠٦۔ السنن ال بى داؤد، باب وقت العشاء الآخرة، ١/٦١

السنن للنسائى، باب آخرت وقت العشاء، ١/٢٣

المسند لا حمد بن حنبل، ٣/٥ ☆ المعجم الكبير للطبرانى ١١/٤٠٩

علیہ وسلم نے ہمیں ایک دن مغرب کی نماز پڑھائی پھر باہر تشریف نہ لائے یہانتک کہ رات کا ایک حصہ گذر گیا، اس کے بعد تشریف لاکر نماز پڑھائی اور ارشاد فرمایا: دوسرے لوگ نماز پڑھکر سو چکے ہیں اور تم جب تک نماز ہی میں ہو جب تک نماز کا انتظار کر رہے ہو۔ اگر تم میں بوڑھے اور بیمار نہ ہوتے تو مجھے یہی پسند تھا کہ اس نماز کو رات کے اس حصہ تک مؤخر کرتا۔

۴۴۰۷۔ **عن** عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: لولا ضعف الضعیف وسقم السقیم لاخرت صلوۃ العشاء الآخرۃ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر بوڑھے ناتواں کی کمزوری اور بیماری کا خیال نہ ہوتا تو نماز عشا کو مؤخر کردیتا۔

۴۴۰۸۔ **عن** ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: خطب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال: ان اللہ عزوجل قد فرض علیکم الحج، فقال رجل فی کل عام فسکت عنہ حتی اعادہ ثلثا، فقال: لو قلت: نعم، لوجبت، ولو وجبت ماقمتم بھا، ذرونی ماترکتکم، فانما ھلک من کان قبلکم بکثرۃ سؤالھم واختلافھم علی انبیائھم، فاذا امرتکم بالشئ فخذوا بہ ماستطعتم، واذا نھیتکم عن شئ فاجتنبوہ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا تو ارشاد فرمایا: بیشک اللہ عزوجل نے تم پر حج بیت اللہ فرض فرمایا ہے، ایک صاحب بولے: یارسول اللہ! کیا ہر سال؟ حضور خاموش رہے انہوں نے تین مرتبہ یہی سوال کیا تو فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال واجب ہوجاتا، اور جب واجب ہوجاتا تو تم ادا

۴۴۰۷۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ☆ کنز العمال للمتقی، ۱۹۴۵۸، ۷/ ۳۹۲

۴۴۰۸۔ السنن للنسائی، باب وجوب الحج، ۲/ ۱

الصحیح لمسلم باب فرض الحج مرۃ فی العمر، ۱/ ۴۳۲

نہیں کر پاتے۔ جب تک میں خود تم پر کوئی حکم صادر نہ کروں اس وقت تک تم مجھے چھوڑے رہو کہ تم سے پہلی امتیں اسی سبب ہلاک ہوئیں کہ اپنے نبیوں سے زیادہ سوالات کر کے اپنے اوپر تنگی مول لے لی اور پھر نافرمانی کی۔ سنو! جب میں کسی چیز کا حکم دوں تو حسب استطاعت اس پر عمل کرو اور جب منع فرماؤں تو باز رہو۔ ۱۲م

۴۴۰۹۔ **عن** عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قام فقال: ان اللہ کتب علیکم الحج، فقال الاقرع بن حابس التیمی: کل عام؟ یارسول اللہ! فسکت فقال: لو قلت: نعم لوجبت، ثم اذاً لا تسمعون ولا تطیعون ولکنہ حجۃ واحدۃ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجمع عام میں ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض فرمایا، اقرع بن حابس بولے: یارسول اللہ! کیا ہر سال فرض ہے؟ حضور خاموش رہے پھر فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال فرض ہو جاتا، پھر نہ تم سنتے اور نہ بجالاتے لیکن حج عمر میں ایک ہی بار فرض ہے۔ ۱۲م

۴۴۱۰۔ **عن** امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم قال: لما نزلت، وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا، قالوا: یارسول اللہ! الحج فی عام؟ فسکت، ثم قالوا: أفی کل عام؟ فقال: لا، ولو قلت: نعم، لوجبت، فنزلت: یا ایہا الذین امنوا! لا تسألوا عن اشیاء ان تبدلکم تسؤکم۔

امیر المؤمنین حضرت علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ جب یہ

۴۴۰۹۔ السنن للنسائی، باب وجوب الحج، ۲/۱

السنن الکبری للبیہقی، ۵/۱۷۸ ☆ المستدرک للحاکم، ۱/۴۷۰

تاریخ بغداد للخطیب، ۱۲/۶۵ ☆ السنن للدارقطنی، ۲/۲۷۹

۴۴۱۰۔ السنن لابن ماجہ، باب فرض الحج، ۲/۲۰۷

کنز العمال للمتقی، ۱۱۸۷۰، ۵/۲۰ ☆ فتح الباری للعسقلانی، ۱۲/۲۶۰

الدر المنثور للسیوطی، ۲/۵۵ ☆

آیت نازل ہوئی ''اور اللہ ہی کے لئے لوگوں پر حج بیت اللہ فرض ہے جو صاحب استطاعت ہو'' تو صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ! حج ہر سال فرض ہے، حضور خاموش رہے، پھر عرض کیا: کیا ہر سال فرض ہے، فرمایا: نہیں، اور اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال فرض ہو جاتا۔ اس کے بعد یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، اے ایمان والو! بہت چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو کہ اگر اسکا حکم تمہارے لئے ظاہر کیا جائے تو تمہیں ناپسند ہو۔۱۲م

۴۴۱۱۔ **عن** انس بن مالك رضى الله تعالىٰ عنه قال: قالوا يارسول الله! الحج فى كل عام؟ قال: ولوقلت: نعم، لوجبت، ولو وجبت لم تقوموا بها، ولو لم تقوموا بها عذبتم۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا حج ہر سال فرض ہے؟ فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال فرض ہو جاتا، اور ہر سال فرض ہو جاتا تو تم اس کو ادا نہیں کر پاتے اور جب تم ادا نہیں کر پاتے تو عذاب میں مبتلا ہوتے۔

﴿۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حضور کے فرمان اقدس کا مطلب یہ ہے کہ جس بات میں میں تم پر وجوب یا حرمت کا حکم نہ کروں اسے کھود کھود کر نہ پوچھو کہ پھر واجب یا حرام کا حکم فرمادوں تو تم پر تنگی ہو جائے، یہاں سے یہ بھی ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس بات کا نہ حکم دیا نہ منع کیا وہ مباح و بلا حرج ہے۔

وہابی اسی اصل اصیل سے جاہل ہوکر ہر جگہ پوچھتے ہیں، خدا و رسول نے اسکا کہاں حکم دیا ہے؟ ان احمقوں کو اتنا ہی جواب کافی ہے کہ خدا اور رسول نے کہاں منع کیا ہے، جب نہ حکم دیا نہ منع کیا تو جواز رہا، تم جو ایسے کاموں کو منع کرتے ہو اللہ و رسول پر افتراء کرتے بلکہ خود شارع بنتے ہو کہ شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو منع کیا نہیں اور تم منع کر رہے ہو۔

مجلس میلاد مبارک، قیام، فاتحہ اور سوم وغیرہا مسائل بدعت وہابیہ سب اسی اصل سے طے ہو جاتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت، حجۃ الخلف خاتم المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد نے کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد میں اسکا بیان اعلیٰ درجہ کا روشن فرمایا۔ فنور اللہ

منزله واکرم عنده نزله، آمین،

امام قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں:۔

من خصائصه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم انه کان یخص من شاء بماشاء من الاحکام۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص کریمہ سے ہے کہ حضور شریعت کے عام احکام سے جسے چاہتے مستثنیٰ فرمادیتے۔

میزان الشریعۃ الکبری میں ہے:۔

شریعت کی دوسری قسم وہ ہے جو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کے رب عزوجل نے ماذون فرمادیا کہ خود اپنی رائے سے جو راہ چاہیں قائم فرمادیں، مردوں پر ریشم پہننا حرام حضور نے اسی طور پر فرمایا، گیاہ اذخر کا استثناء اسی طور پر گذرا نماز عشا کے مؤخر نہ ہونے اور حج کی ہر سال فرضیت صادر نہ کرنے کی وجوہ بھی اسی قبیل سے متعلق ہیں۔

بلکہ امام جلیل جلال الدین سیوطی قدس سرہ نے خصائص کبری شریف میں ایک باب وضع کیا۔

باب اختصاصه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم بانه یخص من شاء بماشاء من الاحکام۔

باب اس بیان کا کہ خاص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ منصب حاصل ہے کہ جسے چاہیں جس حکم سے چاہیں خاص فرمادیں۔ امام قسطلانی نے اس کی نظیر میں پانچ واقعے ذکر کئے تھے اور امام سیوطی نے دس۔ پانچ وہ اور پانچ دیگر۔

فقیر نے ان زیادات سے تین واقعے ترک کردیئے اور پندرہ اور بڑھائے اور ان کی احادیث بتوفیق اللہ تعالیٰ جمع کیں کہ جملہ بائیس واقع ہوئے، وللہ الحمد،

ان کی تفصیل اور ہر واقعے پر حدیث سے دلیل سنیئے۔

٤٤١٢۔ عن البراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: صلی رسول اللہ صلی

٤٤١٢۔ الجامع الصحیح للبخاری، باب ذبح قبل الصلوٰۃ اعادہ، ۸۳۴/۲

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذات یوم فقال : من صلی صلاتنا واستقبل قبلتنا فلا یذبح حتی ینصرف، فقام خالی ابو بردۃ بن نیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال :یا رسول اللہ! فعلتِ ، فقال: ہو شیء عجلتہ ، قال : فان عندی جذعۃ ہی خیر من مسنتین أ اذ بحھا ؟ قال : نعم اجعلہ مکانہ ولن تجزیٔ عن احد بعدک ،

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مرتبہ عید اضحیٰ کی نماز سے فارغ ہوئے تو خطبہ ارشاد فرمایا، اس میں یہ بھی فرمایا: جو ہماری طرح نماز پڑھتا ہے اور ہمارے قبلہ پر عامل ہے تو نماز عید سے پہلے قربانی نہ کرے میرے۔ ماموں حضرت ابو بردہ بن نیار کھڑے ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! میں تو قربانی کر چکا، فرمایا: تم نے وقت سے پہلے کر دی، بولے: میرے پاس بکری کا ششماہی بچہ ہے مگر دو بکریوں سے بھی اچھا ہے کیا میں اس کو ذبح کر سکتا ہوں؟ فرمایا: ہاں، اس کی جگہ اس کو کر دو اور ہرگز اتنی عمر کی بکری تمہارے بعد دوسروں کی قربانی میں کافی نہ ہوگی۔

﴿۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کے نیچے ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ایک خصوصیت ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بخشی جس میں دوسرے کا حصہ نہیں۔

۴۴۱۳۔ **عن** انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم النحر : من کان ذبح قبل الصلوۃ فلیعد ،فقام رجل فقال : یارسول اللہ اھذا یوم یشتھی فیہ اللحم ، و ذکر ھنۃ من جیرانہ ، کأن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صدقہ، قال : وعندی جذعۃ ھی احب الی من شاتی لحم ،أفاذبحھا قال: فرخص لہ ، فقال : لاادری ابلغت رخصۃ من سواہ ام لا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قربانی کے دن خطبہ دیا تو ارشاد فرمایا: جس نے نماز سے قبل قربانی کی ہو وہ دوبارہ کر

۴۴۱۳۔ الجامع الصحیح للبخاری ، باب مایشتھی ، من اللحم یوم النحر، ۲/ ۸۳۲

الصحیح لمسلم ، کتاب الاضاحی ، ۲/ ۱۵۴

ے، ایک صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! یہ دن تو گوشت کھانے کا ہے، پھر انہوں نے اپنے پڑوسیوں پر گوشت بطور ھدیہ عطیہ تقسیم کرنے کا ذکر کیا، ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ حضور ان کے فعل کی تصدیق فرمارہے ہیں، پھر انہوں نے خود ہی عرض کی: میرے پاس ایک بکری کا ششماہی بچہ ہے جو بکری سے زیادہ مجھے پسند ہے، تو کیا میں اس کی قربانی کردوں حضور نے ان کو اجازت مرحمت فرمائی حضرت انس کہتے ہیں: اب مجھے یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ یہ رخصت صرف ان کے لئے تھی یا عام حکم تھا۔

امام نووی نے فرمایا: یہ حضرت انس کا قول خود ان کے اپنے اعتبار سے ہے ورنہ حدیث سابق سے بات واضح ہوگئی کہ یہ حکم خاص ابو بردہ کے لئے تھا۔

۴۴۱۴۔ عن عقبة بن عامر الجهنی رضی الله تعالیٰ عنه قال: قسم النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بین اصحابه ضحایا فصارت لعقبة رضی الله تعالیٰ عنه جذعة، فقلت: یارسول الله! صارت لی جذعة، قال: ضح بها۔

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو قربانی کے لئے جانور عطا فرمائے ان کے حصہ میں ششماہی بکری آئی حضور سے حال عرض کیا، فرمایا: تم اسی کی قربانی کردو۔

﴿۱۰﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

سنن بیہقی میں بسند صحیح اتنا اور زائد ہے، لا أرخصه لاحد فیها بعد، تمہارے بعد اور کسی کے لئے اس میں رخصت نہیں۔

شیخ محقق اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں:۔

احکام مفوض بود بوے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برقول صحیح۔ صحیح قول کے مطابق احکام شرعیہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سپرد ہیں۔

۴۴۱۴۔ الجامع الصحیح للبخاری، باب قسمة الاضاحی بین الناس، ۲/ ۸۳۲
الصحیح لمسلم، باب من الاضحیة، ۲/ ۱۵۵
السنن الکبری للبیهقی، ۹/ ۴۵۲

الامن والعلی ۱۷۸

۴۴۱۵۔ عن زید بن خالد الجهنی رضی الله تعالیٰ عنه قال : قسم رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی اصحابه رضوان الله تعالیٰ علیهم اجمعین غنما، فاعطانی عتوداً جذعاً فقال : ضح به ،فقلت انه جذع من المعز اضحی به ؟ قال : نعم ، ضح به فضحیت به ۔

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے درمیان بکریاں تقسیم فرمائیں، مجھے بھی ایک ششماہی بکری عنایت فرما کر ارشاد فرمایا: قربانی کرو، میں نے عرض کیا: یہ تو ششماہی بچہ ہے کیا اسی کی کردوں؟ فرمایا: ہاں، اسی کی قربانی کردو لہذا میں نے قربانی کی۔

۴۴۱۶ ۔ عن ام عطیة رضی الله تعالیٰ عنها قالت : لما نزلت هذه الآیة ، یبایعنك علی ان لا یشرکن بالله شیئا ولا یعصینك فی معروف ، قالت : منه النیا حة ، قالت : فقلت : یارسول الله ! الا ال فلان ، فانهم کانوا اسعدونی فی الجاهلیة فلا بد لی من ان اسعدهم ، فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : الا ال فلان ۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب بیعت زنان کی آیت اتری اور اس میں ہر گناہ سے بچنے کی شرط تھی، اور مردے پر بیان کر کے رونا چیخنا بھی گناہ تھا ، میں نے عرض کی: یارسول اللہ! فلاں گھر والوں کو استثناء فرما دیجئے کہ انہوں نے زمانۂ جاہلیت میں میرے ساتھ ہو کر میری ایک میت پر نوحہ کیا تھا، تو مجھے ان کی میت پر نوحے میں ان کا ساتھ دینا ضرور ہے، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا وہ مستثنیٰ کردیئے۔

۴۴۱۷۔ عن ام سلمة اسماء بنت یزید الانصاریة رضی الله تعالیٰ عنها قالت : قالت امرأة من النسوة : ما هذا المعروف الذی لا ینبغی لنا ان نعصیك فیه ، قال

۴۴۱۶۔ الصحیح لمسلم، باب نهی النساء عن النیا حة، ۱/ ۳۰۴

۴۴۱۷۔ الجامع للترمذی، تفسیر سورة الممتحنه، ۲/ ۱۶۴

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :لا تنحن ، قلت : یارسول اللہ ! ان بنی فلان قد اسعدونی علی عمی ولا بد لی من قضائہم فأبی علی فراجعتہ مرارًا فاذن لی فی قضائہن ، فلم انح بعد قضائہن ۔

حضرت ام سلمہ اسماء بنت یزید انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک بی بی نے حاضر بارگاہ رسالت ہوکر عرض کی: یارسول اللہ! و لا یعصینك فی المعروف الآیۃ ، میں کس چیز کا ذکر ہے جس سے ہمیں منع کیا گیا؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نوحہ مت کرو، یہ سنکر میں بولی: یارسول اللہ! فلاں خاندان کی عورتوں نے میرے چچا کے مرنے پر نوحہ خوانی کی تھی تو مجھ پر ان کا بدلہ اتارنا ضروری ہے، حضور نے ان کار فرمادیا۔ میں نے کئی بار حضور سے عرض کی آخر حضور نے اجازت دیدی، پھر اس کے بعد میں نے کہیں نوحہ نہ کیا۔

۴۴۱۸۔ عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال : ان خولۃ بنت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا جاء ت الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقالت : یارسول اللہ ! کان ابی واخی ماتا فی الجاهلیۃ ، وان فلانۃ اسعدتنی وقد مات اخوہا ، فلابد لی من ان اسعدہا ، فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :اذہبی فاسعدیہا ۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: یارسول اللہ! میرے باپ اور بھائی کا انتقال زمانہ جاہلیت میں ہوا تو فلاں عورت نے نوحہ خوانی میں میرا ساتھ دیا تھا، لہذا مجھے اسکا ساتھ دینا ضرور ہے، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جا اسکا ساتھ دے آ۔

۴۴۱۹۔ عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال : لما بایع النساء

۴۴۱۸۔ الدر المنثور للسیوطی، ☆ تفسیر سورۃ الممتحنہ،

۴۴۱۹۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ۲۱۱/۱۱ ☆

(لا تبرجن تبرج الجاهلية الاولىٰ) قالت امرأة : يارسول الله ! اراك تشترط علينا ان لا نتبرج ، وان فلانة قد اسعدتني وقد مات اخوها ، فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : اذهبي فاسعديها ثم تعالى فبايعيني ـ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب عورتوں نے اس بات پر بیعت کی کہ زمانہ جاہلیت کی طرح اجنبی لوگوں کے سامنے عورتیں بے پردہ نہیں جائینگی تو ایک عورت نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ ہم پر یہ حکم لازم فرمارہے ہیں اور میرا حال یہ ہے کہ فلاں عورت نے نوحہ کرنے میں میرا ساتھ دیا تھا اور اب اسکا بھائی انتقال کر گیا ہے، فرمایا: جاؤ اور نوحہ میں اسکا ساتھ دو پھر مجھ سے آکر بیعت کرو۔۱۲ م

﴿۱۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ بات ظاہر ہے کہ گذشتہ احادیث میں ہر عورت کے لئے رخصت اسی کے ساتھ خاص تھی کہ اس میں دوسری شریک نہ تھی، لہذا امام نووی کے قول پر اس بات کی تردید نہ کی جائے کہ انہوں نے فرمایا: یہ رخصت صرف حضرت ام عطیہ کے لئے خاص تھی۔

اسی طرح وہ تعارض بھی دور کیا جاسکتا ہے جس میں بعض حضرات کو اشکال پیش آیا کہ قربانی سے متعلق احادیث حضرت ابو بردہ بن نیاز اور حضرت عقبہ بن عامر دونوں کے لئے کیسے ہوسکتی ہیں کہ تخصیص تو صرف ایک ہی کی متصور ہوگی۔

دفع تعارض کی صورت یہ ہوگی کہ دونوں احادیث میں حکم ہے خبر نہیں، اور اس میں شک نہیں کہ جب شارع علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت ابو بردہ کو ایک حکم میں خاص کردیا تو ان کے علاوہ تمام امت اس بات میں شریک ہوئی کہ کسی کے لئے. ششماہی بکری کی قربانی جائز نہیں، پھر حضرت عقبہ بن عامر کو خاص کیا تو اب بھی یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ تمہارے سوا کسی سب کے لئے ہر مرتبہ یہ حکم تخصیص صادق آتا، فافهم فقد خفي على كثير من

الامن والعلی ۱۷۹

۴۴۲۰ ـ عن اسماء بنت عميس رضى الله تعالىٰ عنها قالت : لما اصيب جعفر بن

۴۴۲۰ ـ الطبقات الكبرى لابن سعد ، ۸/ ۲۲۰

الاعلام۔

ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ امرنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال: تسلّمی ثلاثا ثم اصنعی ماشئت۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوگئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ تم تین دن سنگار سے الگ رہو پھر جو چاہو کرو۔

﴿۱۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو اس حکم عام سے استثناء فرمادیا کہ عورت کو شوہر پر چار مہینے دس دن سوگ واجب ہے۔

الامن والعلی ۱۸۰

۴۴۲۱ ـ **عن** ابی النعمان الازدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: ان رجلا خطب امرأۃ، فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اصدقها، قال: ماعندی شئ، قال: اما تحسن سورۃ من القرآن فاصدقها السورۃ، ولا تکون لاحد بعدک مھرا۔

حضرت ابو النعمان ازدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت کو پیام نکاح دیا، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مہر دو، عرض کی: میرے پاس کچھ نہیں، فرمایا: کیا تجھے قرآن کریم کی کوئی سورت نہیں آتی، وہ سورت سکھانا ہی اسکا مہر کر، اور تیرے بعد یہ مہر کسی اور کو کافی نہیں۔

۴۴۲۲ ـ **عن** عمارۃ بن خزیمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: ان عمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدثہ وھو من اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابتاع فرسا من اعرابی فاستتبعہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیقضیہ ثمن فرسہ، فاسرع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

۴۴۲۱ ـ الاصابۃ لابن حجر، ۷/ ۳۴۰

۴۴۲۲ ـ السنن لابی داؤد، باب اذا علم الحاکم صدق شھادۃ الواحد، ۲/ ۵۰۸

لمشی وبطأ الاعرابی ، فطفق رجال یعترضون الاعرابی فیساومونه بالفرس ولا یشعرون إن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ابتاعه ، فنادی الاعرابی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فقال : ان کنت مبتاعا هذا الفرس والا بعته ، فقام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم حین سمع نداء الاعرابی فقال : اولیس قد ابتعته منك ؟ قال الاعرابی : لا واللہ ! ما بعتکه ، فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم : بلی قد ابتعته منك ، فطفق الاعرابی یقول : هلم شهیدا ، فقال : خزیمة رضی اللہ تعالیٰ عنه قال : انا اشهد انك قد بایعته ، فاقبل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم علی خزیمة فقال : لم تشهد ؟ فقال : بتصدیقك یارسول اللہ ! فجعل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم شهادة خزیمة بشهادة رجلین ۔ الامن والعلی ۱۸۰

حضرت عمارہ بن خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میرے چچا صحابی رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بیان فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا، پھر حضور اس کو اپنے ساتھ لے چلے تاکہ گھوڑے کی قیمت ادا فرمائیں، حضور تو تیزی سے چل رہے تھے لیکن اعرابی آہستہ آہستہ قدم رکھتا تھا، راہ میں کچھ لوگوں نے اس اعرابی سے اس گھوڑے کا مول تول کیا، کیونکہ ان لوگوں کو معلوم نہ تھا کہ حضور اس کو خرید چکے ہیں۔ اعرابی نے وہاں سے ہی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آواز لگائی کہ آپ گھوڑا لینا چاہیں تو خرید یئے ورنہ میں گھوڑا فروخت کئے دیتا ہوں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہیں ٹھہر گئے اور فرمایا: کیا میں نے تجھ سے یہ گھوڑا خرید نہیں لیا؟ اعرابی بولا: نہیں قسم خدا کی! میں نے آپ کے ہاتھ فروخت نہیں کیا۔ حضور نے فرمایا: کیوں نہیں تو نے بلاشبہ مجھ سے سودا کرلیا ہے، بولا: اچھا کوئی گواہ پیش کیجئے، اس وقت حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے اس سے گھوڑا خرید لیا ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت خزیمہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تم نے گواہی کیسے دی تم تو اس وقت موجود بھی نہ تھے، عرض کی: یارسول اللہ! میں حضور کی تصدیق سے گواہی دے رہا ہوں۔ یہ سنکر انعامیں: حضور نے آپ کی گواہی دو مردوں کی شہادت کے برابر فرمادی۔ ۱۲م

۴۴۲۴ ۔ عن خزیمة بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنه قال : ان رسول اللہ صلی

الله تعالیٰ علیه وسلم ابتاع من سواء بن الحارث المحاربی فرسا فجحده فشهدله خزیمة بن ثابت رضی الله تعالیٰ عنه فقال له رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : ماحملك علی الشهادة ولم تکن معه ؟ قال : صدقت یارسول الله ! ولکن صدقت بما قلت ، وعرفت انك لاتقول الاحقا ، فقال : من شهد له خزیمة واشهد علیه فحسبه ۔

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سواء بن حارث محاربی اعرابی سے ایک گھوڑا خریدا، وہ بیچ کر مکر گئے اور گواہ مانگا، حضرت خزیمہ نے گواہی دی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم تو موجود ہی نہیں تھے تم نے گواہی کیسے دی، عرض کی؛ آپ نے سچ فرمایا میں موجود نہیں تھا، لیکن میں حضور کے لائے ہوئے دین پر ایمان لایا اور یقین جانا کہ حضور حق ہی فرمائینگے، اس کے انعام میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ ان کی گواہی دومرد کی شہادت کے برابر فرمادی اور ارشاد فرمایا: خزیمہ جس کسی کے نفع خواہ ضرر کی گواہی دیں ایک انہیں کی شہادت بس ہے۔

﴿۱۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ان احادیث سے ثابت کہ حضور نے قرآن عظیم کے حکم عام "واشهدوا ذوی عدل منکم" سے خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مستثنیٰ فرمادیا۔ الامن والعلی ۱۸۱

۴۴۲۵۔ **عن** ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال : بینما نحن جلوس عند النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اذجاءه رجل فقال : یارسول الله ! هلکت ، قال : مالك ؟ قال : وقعت علی امرأتی وانا صائم ، فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : هل تجد رقبة تعتقها ، قال : لا ، قال : فهل تستطیع ان تصوم شهرین متتابعین ، قال : لا ،قال : فهل تجد اطعام ستین مسکینا ، قال : لا ، قال : فمکث النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فبینانحن علی ذلك اتی النبی صلی الله تعالیٰ

۴۴۲۴۔ المستدرك للحاکم ، ۲/۲۲ ☆ کنز العمال للمتقی ، ۳۷۰۳۸ ، ۱۳/۳۷۹

۴۴۲۵۔ الجامع الصحیح للبخاری ، باب اذا جامع فی رمضان ولم یکن له شیٔ ، ۱/۲۵۹

علیہ وسلم بعرق فیما تمر، والعرق المکتل، قال: این السائل؟ فقال: انا، قال: خذ ھذا فتصدق بہ، فقال الرجل: أعلی افقر منی؟ یارسول اللہ! فواللہ! ما بین لابتیھا یرید الحرقین اھل بیت افقر من اھل بیتی، فضحك رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی بدت انیا بہ ثم قال: اطعمہ اھلك۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص نے بارگاہ اقدس میں حاضر ہوکر عرض کی: یارسول اللہ! میں ہلاک ہوگیا، فرمایا: کیا ہے؟ عرض کی: میں نے رمضان میں اپنی عورت سے نزدیکی کی، فرمایا: غلام آزاد کرسکتا ہے؟ عرض کی: نہ، فرمایا: لگاتار دو مہینے کے روزے رکھ سکتا ہے؟ عرض کی: نہ، فرمایا: ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاسکتا ہے؟ عرض کی: نہ، اتنے میں خرمے خدمت اقدس میں لائے گئے، حضور نے فرمایا: انہیں خیرات کردے، عرض کی: کیا اپنے سے زیادہ کسی محتاج پر، مدینے بھر میں کوئی گھر ہمارے برابر محتاج نہیں، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ سنکر ہنسے یہاں تک کہ دندان مبارک ظاہر ہوئے اور فرمایا: جا اپنے گھر والوں کو کھلادے۔

٤٤٢٦۔ **عن** ام المؤمنین عائشۃ الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا قالت: اتی رجل الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی المسجد فی رمضان، فقال: یارسول اللہ! احترقت، احترقت، فسألہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماشانہ؟ فقال: اصبت اھلی، قال: تصدق، فقال: واللہ یانبی اللہ! مالی شئ وما اقدر علیہ، قال: اجلس، فجلس فبینا ھو علی ذلك اقبل رجل یسوق حمارا علیہ طعام، فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: این المحترق آنفا، فقام الرجل، فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: تصدق بھذا، فقال: یارسول اللہ! أغیرنا، فواللہ! انا الجیاع، مالنا شئ، قال: فکلوہ۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی

٤٤٢٦۔ الصحیح لمسلم، باب تغلیظ تحریم الجماع فی نھار رمضان، ۱/۳۵۵

السنن لابی داؤد، باب کفارۃ من اتی اھلہ فی رمضان، ۱/۳۳۵

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ماہ رمضان میں مسجد نبوی میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میں برباد ہوگیا، میں برباد ہوگیا، حضور نے پوچھا کیا ہوا؟ عرض کی میں اپنی بیوی سے قربت کر بیٹھا، فرمایا: صدقہ کر، بولا: یارسول اللہ! میرے پاس تو کچھ بھی نہیں فرمایا: اچھا بیٹھ جا، اتنے میں ایک مرد اپنے گدھے پر کھانا لاد کر حاضر ہوا، فرمایا: کہاں ہے بربادی والا؟، وہ شخص حاضر ہوا تو فرمایا: یہ کھانا صدقہ کردو، بولا: یارسول اللہ! کیا میں اپنے اھل خانہ کے علاوہ پر صدقہ کروں، قسم خدا کی! میرے گھر والے خود فاقہ سے ہیں اور ہمارے پاس کچھ بھی نہیں، فرمایا: اچھا تو تم کھالو۔۱۲م

۴۴۲۷۔ **عن** امیر المؤمنین علی المرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: کلہ انت وعیالک فقد کفر اللہ عنک ۔

امیر المؤمنین حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا: تو اور تیرے اھل وعیال یہ خرمے کھالیں کہ اللہ تعالیٰ نے تیری طرف سے کفارہ ادا فرمادیا۔

﴿۱۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مسلمانو! گناہ کا ایسا کفارہ کسی نے بھی سنا ہوگا، سوا دو من خرمے سرکار سے عطا ہوتے ہیں کہ آپ کھالو کفارہ ہوگیا۔ واللہ! یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ رحمت ہے کہ سزا کو انعام سے بدل دے، ہاں ہاں یہ بارگاہ بیکس پناہ "فاؤلئک یبدل اللہ سیئاتھم حسنات" کی خلافت کبریٰ ہے، ان کی ایک نگاہ کرم کبائر کو حسنات کردیتی ہے۔ جب تو ارحم الراحمین جل جلالہ نے گنہگاروں خطاواروں تباہکاروں کو ان کا دروازہ بتایا کہ۔

ولو انھم اذظلموا انفسھم جائوک الآیۃ ۔

گنہگار تیرے دربار میں حاضر ہوکر معافی چاہیں اور تو شفاعت فرمائے تو خدا کو توبہ کرنے والا مہربان پائیں۔ والحمد للہ رب العٰلمین ۔

ہدایہ میں ہے، فرمایا:

۴۴۲۷۔ السنن للدار قطنی، ۲/۲۱۱

كل انت وعيالك تجزئك ولا تجزئ احدا بعدك

تو اور تیرے بال بچے کھالیں تجھے کفارے سے کفایت کرے گا اور تیرے بعد اور کسی کو کافی نہ ہوگا۔

سنن ابی داؤد میں امام ابن شہاب زہری تابعی سے ہے۔

انما كان هذه رخصة له خاصة ، ولو ان رجلا فعل ذلك اليوم لم يكن له بدّ من التكفير۔

یہ خاص اسی شخص کے لئے رخصت تھی، آج کوئی ایسا کرے تو کفارہ سے چارہ نہیں۔

امام جلال الدین سیوطی وغیرہ علما نے بھی اسے خصائص مذکورہ سے گنا، وفی الحدیث وجوہ اُخر۔ الامن والعلی ۱۸۲

۴۴۲۸۔ **عن** زينب بنت ابى سلمة رضى الله تعالىٰ عنه قالت: قالت ام المؤمنين عائشة الصديقة رضى الله تعالىٰ عنها : قد جاء ت سهلة بنت سهيل الى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقالت : يارسول الله ! والله ! انى لأرى فى وجه ابى حذيفة من دخول سالم ، فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : ارضعيه ، فقالت : انه ذولحية فقال : ارضعيه حتى يدخل عليك ويذهب مافى وجه ابى حذيفة، رضى الله تعالىٰ عنه ، فقالت :والله ! ماعرفته فى وجه ابى حذيفة ۔

حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: حضرت ابوحذیفہ کی بی بی حضرت سہلہ بنت سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ! سالم آزاد کردۂ ابوحذیفہ میرے سامنے آتا

۴۴۲۸۔ الصحيح لمسلم ، كتاب الرضاع ، ۱/۴۶۹
السنن للنسائى ، باب رضاع الكبير ، ۲/۶۹
السنن لا بن ماجه ، باب رضاع الكبير ، ۲/۱۳۹
المسند لا حمد بن حنبل ، ۶/۲۰۱ ☆ مجمع الزوائد للهيثمى ، ۴/۲۶۰
المعجم الكبير للطبرانى ، ۷/۶۹ ☆ كنز العمال للمتقى ، ۱۵۷۲۶، ۶/۲۸۴

جاتا ہے اور وہ جوان ہے، ابوحذیفہ کو یہ ناگوار ہے، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے دودھ پلادو کہ تمہارے پاس بے پردہ آنا جانا جائز ہو جائے، عرض کیا: وہ تو داڑھی والے جوان ہیں، فرمایا: تم دودھ پلاؤ کہ ابوحذیفہ کی ناگواری ختم ہو جائیگی، چنانچہ انہوں نے دودھ پلایا، پھر فرماتی تھیں کہ قسم بخدا! میں نے ابوحذیفہ کے چہرہ میں پھر کبھی ناگواری کے آثار نہیں دیکھے۔ ۱۲م

۴۴۲۹۔ **عن** عمرة بنت عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنها قالت: قالت ام المؤمنین عائشة الصديقة رضی اللہ تعالیٰ عنها: ان امرأة ابی حذیفة ذکرت لرسول صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم دخول سالم مولی ابی حذیفة علیها، فقال لها رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: ارضعیه، فارضعته بعد ان شهد بدرا فکان یدخل علیها۔

حضرت عمرہ بنت عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: ابوحذیفہ کی بیوی نے سالم غلام آزاد کردۂ ابوحذیفہ کے بارے میں عرض کیا کہ وہ میرے پاس آتا جاتا ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اس کو دودھ پلادو، لہذا انہوں نے سالم کو دودھ پلادیا اور سالم اس وقت مرد جوان تھے، جنگ بدر میں شریک ہو چکے تھے۔

جوان آدمی کو اول تو عورت کا دودھ پینا ہی کب حلال ہے اور پیئے تو اس سے پسر رضائی نہیں ہو سکتا مگر حضور نے ان حکموں سے سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مستثنیٰ فرمادیا۔

ولہذا ام المومنین ام سلمہ وغیرہا باقی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے فرمایا:

مانری هذه الا رخصة ارخصها رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم سالم خاصة۔

ہمارا یہی اعتقاد ہے کہ یہ رخصت حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خاص سالم کے لئے فرمادی تھی۔ الامن والعلی ۱۸۳

۴۴۲۹۔ المستدرك للحاكم، کتاب معرفة الصحابة ۳/۲۵۱

۴۴۳۰۔ **عن** انس بن مالك رضی الله تعالیٰ عنه قال : ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم رخص لعبد الرحمٰن بن عوف والزبیر ابن العوام فی لبس الحریر لحکة کانت بهما ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بدن میں خشک خارش کی وجہ سے ان دونوں حضرات کو ریشمیں کپڑے پہننے کی اجازت دیدی۔

۴۴۳۱۔ **عن** ابی سعید الخدری رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لعلی کرم الله تعالیٰ وجهه الکریم : یاعلی ! لایحل لاحد ان یجنب فی هذاالمسجد غیری وغیرك ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے ارشاد فرمایا: اے علی! میرے اور تمہارے سوا کسی کو حلال نہیں کہ اس مسجد میں بحال جنابت داخل ہو۔

۴۴۳۲ ۔ **عن** ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه : لقد اعطی علی بن ابی طالب کرم الله تعالیٰ وجهه الکریم ثلاث خصال لأن تکون لی خصلة منها احب الی من ان اعطی حمر النعم

۴۴۳۲۔ المستدرك للحاکم، کتاب معرفة الصحابة، ۱۳۵/۳

،قیل : وما هن یا امیرالمؤ منین ؟ قال : تزوجه فاطمة بنت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ،وسکناه المسجد مع رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یحل له فیه مایحل له ، والرایة یوم خیبر ۔

۴۴۳۰۔ السنن لابی داؤد، باب فی لبس الحریر لعذر، ۵۶۱/۲

۴۴۳۱۔ الجامع للترمذی، باب مناقب علی بن ابی طالب، ۲۱۴/۲

السنن الکبری للبیهقی، ۶۶/۷ ☆ کنز العمال للمتقی، ۳۲۸۸۵، ۵۹۹/۱۱

التفسیر لابن کثیر، ۲۷۴/۲ ☆ البدایة والنهایة لابن کثیر، ۳۴۳/۷

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا علی کو تین باتیں وہ دیدی گئیں کہ ان میں سے میرے لئے ایک ہوتی تو مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ پیاری تھی، سرخ اونٹ عزیز ترین اموال عرب ہیں کسی نے کہا: یا امیر المؤمنین! وہ کیا ہیں؟ فرمایا: دختر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شادی، اوران کا مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رہنا کہ انہیں مسجد میں روا تھا جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روا تھا۔ یعنی بحالت جنابت رہنا، اور روز خیبر کا نشان۔

۴۴۳۳۔ **عن** ام المؤمنین ام سلمة رضي الله تعالىٰ عنه قالت : قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: الا ان هذا المسجد لايحل لجنب و لا لحائض الا للنبى صلى الله تعالىٰ عليه وازواجه وفاطمة بنت محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وعلى، الا بينت لكم ان تضلوا۔

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سن لو! یہ مسجد کسی جنب کو حلال نہیں ہے نہ کسی حائض کو مگر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضور کی ازواج مطہرات وحضرت بتول زہرا اور مولی علی کو۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم۔ سن لو! میں نے تم سے صاف صاف بیان فرمادیا کہ کہیں بہک نہ جاؤ۔

۴۴۳۴۔ **عن** محمد بن مالك رضى الله تعالىٰ عنه قال :رأيت على البراء بن عازب رضى الله تعالىٰ عنه خاتما من ذهب و كان الناس يقولون له :لم تختم بالذهب وقد نهى عنه النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال البراء : بينا نحن عند رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وبين يديه غنيمة يقسمها سبى وخرثى، قال: فقسمها حتى بقى هذا الخاتم ، فرفع طرفه فنظر الى اصحابه ثم خفض، ثم رفع

۴۴۳۳۔ السنن الكبرى للبيهقى، ۷/ ۶۵ ☆ كنز العمال للمتقى، ۳۴۱۸۳، ۱۲/ ۱۱
تاريخ دمشق لا بن عساكر، ۴/ ۳۲۰ ☆ جمع الجوامع للسيوطى، ۴۰۹۱،
تاريخ اصفهان لا بى نعيم، ۱/ ۲۹۱ ☆ المطالب العالية، لابن حجر، ۱۱۹۳
۴۴۳۴۔ المسند لا حمد بن حنبل، ۵/ ۲۷۶ ☆

طرفه فنظر اليهم ،ثم خفض ثم رفع طرفه فنظر اليهم ،ثم قال: اى براء! فجئته حتى قعدت بين يديه، فاخذالخاتم فقبض على كورعى ،ثم قال: خذالبس ماكساك الله ورسوله ،قال: و كان البراء يقول : كيف تأمرونى ان أضع ماقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: البس ماكساك الله ورسوله ـ

حضرت محمد بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سونے کی انگوٹھی پہنے دیکھا،لوگ ان سے کہتے تھے کہ آپ سونے کی انگوٹھی کیوں پہنتے ہیں حالانکہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے ممانعت فرمائی ہے،حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہم حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے،حضور کے سامنے اموال غنیمت غلام ومتاع حاضر تھے،حضور تقسیم فرمارہے تھے،سب بانٹ چکے تو یہ انگوٹھی باقی رہی،حضور نے نظر مبارک اٹھا کر اپنے اصحاب کرام کو دیکھا پھر نگاہ نیچی کرلی،پھر نظر اٹھا کر ملاحظہ فرمایا پھر نگاہ نیچی کرلی،پھر نظر اٹھا کر دیکھا اور مجھے بلایا،اے براء! میں حاضر ہوکر حضور کے سامنے بیٹھ گیا،سید اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انگوٹھی لے کر میری کلائی تھامی پھر فرمایا: لے پہن لے جو کچھ تجھے اللہ ورسول پہناتے ہیں،جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے:تم لوگ کیونکر مجھے کہتے ہو کہ میں وہ چیز اتار ڈالوں جسے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لے پہن لے جو کچھ اللہ ورسول نے پہنایا ہے جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

الامن والعلی ۱۸۵

٤٤٣٥ ـ عن الحسن البصرى رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لسراقة بن مالك رضى الله تعالىٰ عنه : كيف بك اذالبست سوارى كسرى ، اذا فتح كسرى بزمن اميرالمؤمنين عمربن الخطاب رضى الله تعالىٰ عنه فجيئت بسوارى كسرى الى عمر الفاروق فالبسهما سراقة وقال: قل: برفع يديك الله اكبر، الحمد لله الذى سلبهما كسرى بن هرمز والبسهما سراقة

٤٤٣٥ـ اتحاف السادة للزبيدى، ٧/ ١٨ ☆ الشفا للقاضى، ١/ ٦٧٤

الاعرابی ۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: وہ وقت تیرا کیسا ہوگا جب تجھے کسریٰ بادشاہ ایران کے کنگن پہنائے جائیںگے؟ جب ایران زمانۂ امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فتح ہوا اور کسریٰ کے کنگن، کمر بند، تاج خدمتِ فاروقی میں حاضر کئے گئے، امیر المؤمنین نے انہیں پہنائے اور فرمایا: اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہو۔ اللہ بہت بڑا ہے، سب خوبیاں اللہ کو جس نے یہ کنگن کسریٰ بن ہرمز سے چھینے اور سراقہ دہقانی کو پہنائے۔

امام زرقانی فرماتے ہیں: اس حدیث سے سونے کا استعمال جائز نہیں ہوتا، کیونکہ وہ تو حرام ہے، رہا امیر المومنین کا یہ فعل تو یہ محض حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزہ کا اظہار مقصود تھا ان کو مستقل پہنانا نہیں، اسی لئے تو روایت ہے کہ امیر المومنین نے ان کو اتارنے کا حکم دیا اور ان کو مال غنیمت میں شامل فرمادیا۔ اور اس طریقے کو استعمال کرنا نہیں کہا جاتا۔

اقول: اللہ تعالیٰ فاضل کبیر الشان علامہ زرقانی پر رحم فرمائے، یہاں معجزہ کا اظہار بایں معنی مقصود ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ خبر دینا بالکل حق ثابت ہوا کہ حضرت سراقہ کسریٰ کے کنگن پہنیںگے، اور چونکہ پہننا ہی حرام ہے لہذا حرمت کا تعلق پہننے ہی سے مانا جائیگا، تو واضح یہ ہی ہے جو ہمارا مقصود ہے یہ کہ خاص حضرت سراقہ کے لئے رخصت تھی، ہاں حدیث شریف میں ایسا کوئی اشارہ نہ تھا جس سے وہ کنگن حضرت سراقہ کی ملک ثابت ہوتے لہذا امیر المومنین نے صرف پہنانے تک محدود رکھا اور پھر ان کو مال غنیمت میں شامل فرمادیا۔

الامن والعلی ۱۸۶

۴۴۳۶۔ **عن** محمد بن الحنفیة رضی الله تعالیٰ عنهما قال: وقع بین علی وطلحة رضی الله تعالیٰ عنهما کلام، فقال طلحة لعلی: ومن جرأتك انك سمیت

۴۴۳۶۔ کنز العمال للمتقی، ۳۷۸۵۴، ۲۹/۱۴

باسمه و کنيت بكنيته وقدقال صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: لايجتمعان ، وفی لفظ ، قد نهى رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم ان يجمعهما احدٌ من امته بعده فقال علی كرم الله تعالیی وجهه الكريم : ان الجری من اجترأ علی الله ورسوله ، ادعولی فلانا وفلانا ، لنفرمن قريش ، فجاؤا فشهادوا ان رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم قال لعلی : انه سيولد لك ولد ، نحلته اسمی و كنيتی ، ولا يحل لاحد من امتی بعده ۔

حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت علی اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں کچھ گفتگو ہوئی، حضرت طلحہ نے کہا: آپ نے اپنے بیٹے محمد بن حنیفہ ابوالقاسم کا نام بھی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پاک نام رکھا اور کنیت بھی حضور کی کنیت ،حالانکہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے جمع کرنے سے منع فرمایا ہے، امیر المومنین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے ایک جماعت قریش کو بلا کر گواہی دلوائی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امیر المومنین سے ارشاد فرمایا: عنقریب میرے بعد تمہارے ایک لڑکا ہوگا میں نے اسے اپنے نام وکنیت دونوں عطا فرمادیئے اور اس کے بعد میرے کسی اور امتی کو حلال نہیں۔

﴿۱۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ مولی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے رخصت تھی۔

شیخ محقق اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:۔

اس مسئلہ میں علمائے کرام کے متعدد اقوال ہیں، لیکن صحیح قول یہ ہے کہ حضور کے نام پر نام رکھنا جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ہے، لیکن کنیت درست نہیں، اسی طرح نام وکنیت دونوں کا جمع کرنا بطریق اولی ممنوع ہے ہاں حضرت علی کے لئے دونوں کا اجتماع جائز تھا جو دوسرے کے لئے نہیں۔

تنویر الابصار میں ہے۔ لیکن

جسکا نام محمد ہو اس کو ابوالقاسم کنیت رکھنا جائز ہے۔

درمختار میں اس کی وجہ یوں بیان ہوئی:۔

نام وکنیت کے جمع کرنے کی ممانعت منسوخ ہوچکی، حضرت علی کا دونوں کو جمع کرنا اس نسخ کی دلیل ہے۔

اقول: یہاں منسوخ کس طرح قرار دیا جاسکتا ہے جبکہ خود نص حدیث سے ثابت ہورہا ہے کہ یہ رخصت حضرت علی کے لئے خود حضور کی جانب سے تھی اور دوسروں کے لئے ناجائز۔ یہاں مزید تفصیل بھی کی جاسکتی ہے لیکن اس کی گنجائش نہیں۔ ایک خاص بات اور پیش نظر رہے کہ حضور تاکید فرمارہے ہیں کہ لڑکا ہوگا، وہابیہ کے دین میں پیٹ کا حال بتانا کہ نر ہے یا مادہ شرک اکبر ہے، ان بدمذہبوں نے شرک سے حضور کو بھی نہ بخشا۔

الامن والعلی ۱۸۶

۴۴۳۷۔ **عن** عثمان بن موهب رضی الله تعالیٰ عنه قال: جاء رجل من اهل مصر وحج البيت فرأى قوما جلوسا، فقال: من هؤلآء القوم؟ فقالوا: هؤلاء قريش، قال: فمن الشيخ فيهم، قالوا: عبد الله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما، قال: يا ابن عمر! انی سائلك عن شئ فحدثنی، هل تعلم ان عثمان بن عفان رضی الله تعالیٰ عنه فر يوم احد؟ قال: نعم، قال: تعلم قد تغيب عن بدر ولم يشهد قال: نعم، قال: تعلم انه تغيب عن بيعة الرضوان فلم يشهد؟ قال: نعم قال: الله اكبر، قال ابن عمر: تعال ابين لك، اما فرار يوم احد فاشهد ان الله قد عفا عنه وغفرله، واما تغيبه عن بدر فانه كان تحته بنت رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم وكانت مريضة، فقال له رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: ان لك اجر رجل ممن شهد بدرا وسهمه، واما تغيبه عن بيعة الرضوان فلو كان احد اعز ببطن

۴۴۳۷۔ الجامع الصحيح للبخاری، باب مناقب عثمان رضی الله تعالیٰ عنه، ۱/۵۲۳
الجامع للترمذی، باب مناقب عثمان رضی الله تعالیٰ عنه، ۲/۲۱۲
المسند لاحمد بن حنبل، ۲/۱۲۰ ☆ التفسير لابن كثير، ۲/۱۱۷
فتح البارى للعسقلانی، ۷/۵۴ ☆ كنز العمال للمتقی، ۳۲۸۲۶، ۱۱/۵۹۰

مكة من عثمان بعثه مكانه ، فبعث رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عثمان وكانت بيعة الرضوان بعد ما ذهب عثمان الى مكة ، فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بيده اليمنى : هذه يد عثمان فضرب بها على يده فقال : هذه لعثمان ، فقال له ابن عمر : اذهب بها الآن معك ۔

حضرت عثمان بن موہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی مصر سے آیا اور اس نے حج کیا، حج بیت اللہ سے فارغ ہونے کے بعد اس نے چند حضرات کو ایک جگہ بیٹھے دیکھا تو پوچھا، یہ کون لوگ ہیں؟ لوگوں نے کہا: یہ قریش ہیں، بولا: ان کا سردار کون ہے ؟ جواب ملا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، اس نے قریب آ کر حضرت ابن عمر سے کہا: اے ابن عمر! میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں اسکا جواب عنایت فرمایئے، کیا آپ کو معلوم ہے کہ حضرت عثمان غزوہ احد سے فرار ہو گئے تھے؟ جواب دیا: ہاں، پھر پوچھا، کیا آپ جانتے ہیں کہ حضرت عثمان غزوۂ بدر میں شریک نہیں تھے، فرمایا: ہاں، پھر دریافت کیا، کیا آپکے علم میں ہے کہ حضرت عثمان بیعت رضوان کے موقع پر موجود نہ تھے؟ فرمایا: ہاں، اس نے یہ تمام جوابات سنکر کہا اللہ اکبر، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: ٹھریئے، میں ان تمام واقعات کی حقیقت تمہیں سناتا ہوں ۔ سنو! جنگ احد سے فرار ہو جانے کا معاملہ یہ ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرمادیا اور بخشدیا۔ غزوۂ بدر میں شرکت نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپکے نکاح میں تھیں اور اس وقت بیمار تھیں، لہذا خود حضور نے ان سے فرمایا تھا تمہارے لئے وہی ثواب وہی حصہ ہے جو شریک ہونے والوں کے لئے ہے۔

رہا بیعت رضوان کا قصہ تو سنو! مکہ مکرمہ کی سرزمین پر حضرت عثمان سے بڑھکر کوئی دوسرا معزز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی جگہ اہل مکہ کے پاس اس کو بھیجتے تو بیعت رضوان کا واقعہ ان کے مکہ مکرمہ تشریف لے جانے کے بعد پیش آیا (بلکہ اس بیعت کا سبب ہی حضرت عثمان کا مکہ مکرمہ میں دیر تک ٹھہرے رہنا تھا جس سے غلط افواہ پھیل گئی اور لوگ بے چین ہو گئے تھے) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس وقت اپنے داہنے دست اقدس کے بارے میں فرمایا تھا: یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔ پھر دوسرے مبارک ہاتھ پر رکھ کر فرمایا: یہ

عثمان کی بیعت ہے۔

یہ تفصیل بیان فرما کر حضرت عبد اللہ بن عمر نے فرمایا: اے مصری! یہ معلومات اپنے سامنے رکھنا اور دوسروں کے شکوک وشبہات دور کرنے کے لئے ان کو یہ بتاتے رہنا۔

اس حدیث سے ثابت کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ثواب جہاد بھی عطا فرمایا اور مال غنیمت میں حصہ بھی، یہ حضرت عثمان غنی کی خصوصیت تھی حالانکہ جو حاضر جہاد نہ ہو غنیمت میں اسکا حصہ نہیں۔ سنن ابی داؤد میں انہیں حضرت ابن عمر سے ہے۔

۴۴۳۸۔ **عن** عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال : ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قام یعنی یوم بدر فقال : ان عثمان انطلق فی حاجۃ اللہ ورسولہ ، وانی ابایع لہ فضرب لہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بسھم ولم یضرب لاحد غاب غیرہ ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدر کے دن مال غنیمت کی تقسیم کے لئے تشریف فرما ہوئے اور فرمایا؛ حضرت عثمان اللہ ورسول کی حاجت میں گئے ہیں لہذا ان کی طرف سے میں بیعت کررہا ہوں، (یہ جملہ بیعت رضوان کے موقع پر فرمایا تھا لیکن راوی سے خلط واقع ہوا۔۱۲م) حضور نے حضرت عثمان کے لئے حصہ مقرر فرمایا اور ان کے سوا کسی غیر حاضر کو حصہ نہ دیا۔ الامن والعلی ۱۸۷

۴۴۳۹۔ **عن** عبید اللہ بن صخر الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول للہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لمعاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ حین بعثہ الی الیمن : انی قد عرفت بلاءک فی الدین ، والذی قد رکبک من الدین ، وقد طیبت لک الھدیۃ ،فان اھدی لک شیء فاقبل ،قال : فرجع حین رجع بثلاثین رأسا اھدیت لہ ۔

حضرت عبید بن صخر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی

۴۴۳۸۔ السنن لابی داؤد، باب فی من جاء بعد الغنیمۃ سھم لہ،

۴۴۳۹۔ الاصابۃ لابن حجر، ۶/۱۰۸ ☆

کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن پر گورنر بنا کر بھیجا تو فرمایا: مجھے معلوم ہے جو تمہاری آزمائشیں دین متین میں ہو چکیں اور جو کچھ دیون تم پر ہو گئے ہیں۔ لہذا میں نے تمہارے لئے رعایا کے ھدایا طیب کر دیئے، اگر کوئی چیز تمہیں ھدیہ دی جائے تو تم قبول کرلو۔ راوی حضرت عبید کہتے ہیں: جب معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس آئے تیس غلام ساتھ لائے کہ انہیں ھدیہ دیئے گئے۔

حالانکہ عاملوں کو رعایا سے ھدیہ لینا حرام ہے۔

٤٤٤٠ ۔ **عن** حذیفة بن الیمان رضی الله تعالی عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: هدایا العمال حرام کلها۔

٤٤٤٢ ۔ **عن** حمید الساعدی رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: هدایا العمال غلول۔

حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عاملوں کے ہدیئے خیانت ہیں۔

٤٤٤٣ ۔ **عن** عبد الله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال: ذکر رجل لرسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم انه یخدع فی البیوع فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: من بایعت فقل لاخلابة فکان اذا بایع یقول: لاخیابة زاد الحمیدی فی مسنده ثم انت بالخیار ثلثا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص یعنی حبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

٤٤٤٠ ۔ اتحاف السادة، للزبیدی، ٦/ ☆ المطالب العالیة لابن حجر، ٢١٠٢

کنز العمال للمتقی، ١٥٠٦٨، ٦/١١٢ ☆ کشف الخفا للعجلونی، ٢/٤٦٣

٤٤٤٢ ۔ مجمع الزوائد للهیثمی، ٤/٢٠٠ ☆ اتحاف السادة للزبیدی، ٦/١٦٢

فتح الباری للعسقلانی، ٥/٢٢١ ☆ کنز العمال للمتقی، ١٥٠٦٧، ٦/١١١

٤٤٤٣ ۔ الصحیح لمسلم، باب من یخدع فی البیع، ٢/٧، ٤

وسلم سے عرض کی: کہ میں فریب کھاجاتا ہوں، یعنی لوگ مجھ سے زیادہ قیمت لے لیتے ہیں ،فرمایا: جس سے خریداری کرو یہ کہد یا کروکہ فریب کی نہیں سہی، پھر تمہیں تین دن تک اختیار ہے،اگرناموافق پاؤ بیع ردکردو۔

٤٤٤٤ ـ **عن** انس بن مالك رضى الله تعالىٰ عنه قال : ان رجلا على عهد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يبتاع وفى عقدته ضعف ـفاتى اهله نبى الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقالوا: يا رسول الله ! احجر على فلان ،فانه يبتاع وفى عقدته ضعف، فدعاه النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فنهاه عن البيع ، فقال يا رسول الله!انى لا اصبر عن البيع، فقال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : ان كنت غير تارك للبيع فقل: هاء وهاء ولا خلابة ـ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں ایک شخص خرید وفروخت کرتا لیکن اس میں اس سے چوک ہوجاتی ،ان کے گھر والے حضور اقدس کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ آپ ان کو خرید وفروخت سے روک دیجئے ، کہ وہ خرید وفروخت میں دھوکہ کھاجاتے ہیں، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو بلایا اور خرید وفروخت سے منع فرمایا: بولے: یارسول اللہ! مجھ سے صبر نہیں ہوسکے گا،فرمایا: اچھاتم چھوڑ نہیں سکتے تو معاملۂ بیع کے وقت یہ کہہ دیا کرو، خبردار اس معاملہ میں فریب اور چکمہ نہیں ۔۱۲م

﴿۱۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

امام ابوحنیفہ،امام شافعی اور روایت اصح میں امام مالک وغیرہم ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک غبن باعث خیار نہیں، کتنا ہی غبن کھائے بیع کو رد نہیں کرسکتا،حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حکم سے خاص انہیں کو نوازا تھا،اوروں کے لئے نہیں،یہ ہی قول صحیح ہے۔

الامن والعلی ۱۸۸

٤٤٤٤ ـ السنن لابى داؤد، باب فى الرجل يقول عند البيع لا خلابة، ٢/ ٤٩٤

٤٤٤٥ ۔ **عن** كريب رضى الله تعالىٰ عنه ان عبد الله بن عباس والمسور ابن مخرمة وعبد الرحمن بن ازهر رضى الله تعالىٰ عنهم ارسلوه الى عائشة الصديقة رضى الله تعالىٰ عنها فقالوا اقرأ عليها السلام منا جميعا وسلها عن الركعتين بعد صلوة العصر وقل لها : انا اخبرنا انك تصليهما ، وقد بلغنا ان النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم نهى عنهما ،وقال ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما : وكنت اضرب الناس مع عمربن الخطاب رضى الله تعالىٰ عنه، قال كريب : فدخلت على عائشة الصديقة رضى الله تعالىٰ عنها فبلغتها ماارسلونى ، فقالت : سل ام سلمة رضى الله تعالىٰ عنها ، فخرجت اليهم فاخبرتهم بقولها ، فردونى الى ام سلمة بمثل ماارسلونى به الى عائشة ، فقالت ام سلمة رضى الله تعالىٰ عنها : سمعت النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ينهى عنها ، ثم رأيته يصليهما حين صلى العصر ، ثم دخل على و عندى نسوة من بنى حرام من الانصار ،فارسلت اليه الجارية فقلت : قومى بجنبه قولى له تقول لك ام سلمة : يارسول الله ! سمعتك تنهى عن هاتين الركعتين واراك تصليهما ،فان اشار بيدى فاستاخرى عنه ، ففعلت الجارية فاشار بيده فاستا خرت عنه ،فلما انصرف قال : يا ابنة ابى امية ! سألت عن الركعتين بعد العصر وانه اتانى ناس من عبد القيس فشغلونى عن الركعتين بعد الظهر فهما هاتان۔

حضرت کریب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس حضرت مسور بن مخرمہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن ازہر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مجھے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں بھیجا اور کہا: جاؤ ان کو ہمارا اسلام عرض کرنا اور عصر کے بعد دو رکعت نماز نفل کے بارے میں پوچھنا، کہ ہمیں معلوم ہوا کہ آپ عصر کے بعد دو

٤٤٤٥۔ الجامع الصحيح للبخارى ، باب اذا كلم وهو يصلى فاشار بيده واستمع ، ١٦٤/١
الصحيح لمسلم ، باب الاوقات نهى عن الصلوة فيها ، ٢٧٧/١
السنن لابى داؤد ، باب الصلوة بعد العصر ، ١٨٠/١

رکعتیں ادا کرتی ہیں حالانکہ ہمیں یہ حدیث پہونچی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس نماز سے منع فرماتے تھے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: میں ان دو رکعتوں کے پڑھنے پر حضرت فاروق اعظم کی موجودگی میں لوگوں کو مارتا تھا۔ حضرت کریب کہتے ہیں: میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں پہونچا اور ان حضرات کا پیغام پہونچایا، ام المومنین نے فرمایا: جاؤ اس سلسلہ میں ام سلمہ سے پوچھو، میں نے واپس آکر ان حضرات کو بتایا تو وہی پیغام لے کر مجھے ام المومنین حضرت ام سلمہ کے پاس بھیجا۔ ام سلمہ نے فرمایا: میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان دو رکعتوں سے روکتے ہوئے سنا تھا لیکن ایک مرتبہ عصر کے بعد میں نے آپ کو پڑھتے بھی دیکھا، اس وقت میرے یہاں قبیلہ بنو حرام کی کچھ انصاری عورتیں آئی ہوئی تھیں، لہذا میں نے ایک لونڈی سے کہا: حضور کے پاس جاؤ اور آپ کے پہلو میں کھڑے ہوکر عرض کرو: ام سلمہ عرض کرتی ہیں کہ یا رسول اللہ! میں نے تو ان دو رکعتوں کی ممانعت سنی تھی اور اب میں آپ کو پڑھتے دیکھ رہی ہوں، اگر حضور اشارے سے ہٹائیں تو پیچھے ہٹ آنا۔ چنانچہ وہ لونڈی گئی اور اس نے ویسا ہی عرض کیا: حضور نے اس کو اشارے سے ہٹایا تو وہ ہٹ آئی، جب حضور نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت ام سلمہ کے پاس آکر فرمایا: اے بنت ابی امیہ! تم نے مجھ سے ابھی عصر کے بعد دو رکعتوں کی بابت پوچھا تھا تو سنو، میرے پاس عبد القیس کے کچھ لوگ آئے تھے، انھوں نے ظہر کے بعد کچھ گفتگو شروع کردی جسکے سبب میں ظہر کے بعد کی دو رکعتیں نہ پڑھ سکا تھا، یہ دو رکعتیں وہی ہیں۔ ۱۲ ام

حالانکہ خود ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اس ممانعت کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں۔ نیز ان کے علاوہ دیگر صحابہ کرام بھی راوی ہیں۔

۴۴۴۶۔ **عن** ام المومنین عائشة الصديقة رضی الله تعالیٰ عنها قالت: ان رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم كان يصلی بعد العصر وينهی عنها، ويواصل وينهی عن الوصال۔

۴۴۴۶۔ السنن لابی داود، باب الصلوة بعد العصر، ۱/ ۱۸۱

الجامع الصحيح للبخاری، باب لا تحری الصلوة قبل غروب الشمس، ۱/ ۸۳

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عصر کے بعد نماز پڑھتے تھے اور دوسروں کو منع فرماتے، نیز صوم وصال خود رکھتے تھے اور دوسروں سے باز رکھتے۔۱۲م

٤٤٤٧۔ **عن** ابی هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال : ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم نهى عن الصلوة بعد العصر حتى تغرب الشمس وعن الصلوة بعد الصبح حتى تطلع الشمس ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے سے قبل نفل نماز سے منع فرمایا، اور اسی طرح نماز فجر کے بعد آفتاب طلوع ہونے سے قبل ممانعت فرمائی۔۱۲م

٤٤٤٨ ۔ **عن** ابی سعيد الخدرى رضى الله تعالىٰ عنه قال : قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : لاصلوة بعد صلوة العصر حتى تغرب الشمس ، ولا صلوة بعد صلوة الفجر حتى تطلع الشمس ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک کوئی نفل نماز نہیں، اور اسی طرح فجر کے بعد آفتاب نکلنے تک کوئی نماز نہیں۔۱۲م

٤٤٤٩ ۔ **عن** امير المؤمنين عمر بن الخطاب رضى الله تعالىٰ عنه قال : ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم نهى عن الصلوة بعد الفجر حتى تطلع الشمس ، وبعد العصر حتى تغرب الشمس ۔

٤٤٤٧۔ الصحيح لمسلم ، باب الاوقات التى نهى عن الصلوة فيها ، ۱/ ۲۷۵

٤٤٤٨۔ الجامع الصحيح للبخارى ، باب لا تتحرى الصلوة قبل غروب الشمس ، ۱/ ۸۲

الصحيح لمسلم ، باب الاوقات التى نهى عن الصلوة فيها ، ۱/ ۲۷۵

٤٤٤٩۔ الجامع الصحيح للبخارى ، باب لا تتحرى الصلوة قبل غروب الشمس ، ۱/ ۸۳

الصحيح لمسلم ، باب الاوقات التى نهى عن الصلوة فيها ، ۱/ ۲۷۵

امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فجر کے بعد طلوع آفتاب تک نفل نماز سے منع فرمایا، اور عصر کے بعد بھی غروب آفتاب تک ممانعت فرمائی۔ ۱۲م

۴۴۵۰ ـ **عن** معاویة رضی الله تعالیٰ عنه قال : انکم لتصلون صلوة ، لقد صحبنا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فما رأیناه یصلیهما ولقد نهی عنهما یعنی الرکعتین بعد العصر ـ

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے کچھ لوگوں کو عصر کے بعد نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا: تم اس وقت نماز پڑھتے ہو حالانکہ ہم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں رہے لیکن ہم نے کبھی آپ کو یہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا بلکہ اس سے منع فرمایا، یعنی عصر کے بعد دو رکعتیں ۔ ۱۲م

﴿۱۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

بایں ہمہ ام المومنین عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتیں، علماء فرماتے ہیں: یہ ام المومنین کی خصوصیت تھی، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لئے جائز کردیا تھا۔ امام جلیل خاتم الحفاظ سیوطی نے انموذج اللبیب پھر امام زرقانی علیہما الرحمہ نے اس کی تصریح فرمائی۔

الامن والعلی ۱۸۸

۴۴۵۱ ـ **عن** ام المومنین عائشة الصدیقة رضی الله تعالیٰ عنها قالت : دخل رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم علی ضباعة بنت الزبیر رضی الله تعالیٰ عنها فقال لها : لعلك اردت الحج ؟ قالت : والله ! لااجدنی الا وجعة ، فقال لها : حجی

۴۴۵۰ ـ الجامع للبخاری ، باب لا تتحری الصلوة قبل غروب الشمس ، ۱/ ۸۲

۴۴۵۱ ـ الجامع الصحیح للبخاری ، باب الاکفاء فی الدین ، ۲/ ۷۶۲

الصحیح لمسلم ، باب جواز اشتراط المحرم التحلل بعذر ، ۱/ ۳۸۵

الجامع للترمذی ، باب ما جاء فی الاشتراط فی الحج ، ۱/ ۱۱۳

السنن للنسائی ، باب الاشتراط فی الحج ، ۲/ ۱۵

واشترطی وقولی : اللھم ! محلی حیث حبستی و کانت تحت المقداد بن الاسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی چچازاد بہن حضرت ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: حج کا ارادہ ہے؟ عرض کی: یارسول اللہ! میں تو اپنے آپ کو بیمار پاتی ہوں (یعنی گمان ہے کہ مرض کے باعث ارکان ادانہ کرسکوں پھر احرام سے کیونکر باہر آؤنگی) فرمایا: احرام باندھ اور نیت حج میں یہ شرط لگالے کہ الٰہی! جہاں تو مجھے روکے وہیں میں احرام سے باہر ہوں۔ یہ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں تھیں۔

۴۴۵۲ ۔ **عن** عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال : ان ضباعۃ بنت الزبیر بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما اتت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقالت : یارسول اللہ ! انی ارید الحج فکیف اقول : قال : قولی : لبیک اللھم لبیک ! ومحلی من الارض حیث تحبسنی ، فان لک علی ربک ما استثنیت ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آپکی چچازاد بہن حضرت ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما حاضر ہوئیں اور عرض کی: یارسول اللہ! حج کا ارادہ کرچکی ہوں تو اب تلبیہ کس طرح پڑھوں؟ فرمایا: لبیک اللھم لبیک، پڑھنے کے بعد یوں کہو: مجھے تو جہاں روکے گا وہیں میں احرام سے باہر ہوں، تمہارا یہ استثناء تمہارے رب کے یہاں مقبول رہے گا۔

۴۴۵۳ ـ **عن** ضباعۃ بنت الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت : دخل علی رسول

۴۴۵۲۔ الصحیح لمسلم، باب جواز اشتراط المحرم التحلل بعذر، ۱/ ۳۸۵
السنن للنسائی ، باب الاشتراط فی الحج ۲/ ۱۵
الجامع للترمذی ، باب ما جاء فی الاشتراط فی الحج، ۱/ ۱۱۳
السنن لابن ماجہ ، باب الشرط فی الحج ، ۱/ ۲۱۱
۴۴۵۳۔ السنن لابن ماجہ، باب الشرط فی الحج ، ۲/ ۲۱۱

الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وانا شاكية فقال : اما تريدين الحج العام؟قلت :انى لعليلة يارسول الله ! قال : حجى وقولى : محلى حيث تحبسنى فان حبست او مرضت فقد احللت من ذلك شرطك على ربك عزوجل ـ

حضرت ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے جبکہ میں بیمار تھی، فرمایا: کیا اس سال حج کا ارادہ نہیں؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں مریضہ ہوں، فرمایا: حج کی نیت سے احرام باندھ لو اور یہ شرط کرلو کہ الٰہی! جہاں تو مجھے روکے گا وہیں میں احرام سے باہر ہوں۔ اب اگر تم حج سے روکی گئیں یا بیمار پڑگئیں تو اس شرط کے سبب جو تم نے اپنے رب عزوجل پر لگائی ہے احرام سے باہر ہو جاؤ گی۔

٤٤٥٤ ـ **عن** جابر بن عبد الله رضى الله تعالىٰ عنهما قال : ان النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال لضباعة بنت الزبير رضى الله تعالىٰ عنها :حجى واشترطى ان محلى حيث حبستنى ـ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ضباعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ارشاد فرمایا: حج کی نیت سے احرام باندھ لو اور یہ شرط کرلو کہ الٰہی! جہاں تو مجھے روکے گا وہیں میں احرام سے باہر ہوں۔ ۱۲م

٤٤٥٥ ـ **عن** اسماء بنت الصديق او سعدى بنت عوف رضى الله تعالىٰ عنهم قالت : ان النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم دخل على ضباعة بنت الزبير بن عبد المطلب رضى الله تعالىٰ عنهما فقال لها : ياعمة ! حجى ؟ فقالت : انى امرأة ثقيلة وانى اخاف الحبس فقال : حجى واشترطى ان محلى حيث حبست ـ

حضرت اسماء بنت صدیق یا سعدی بنت عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ

٤٤٥٤ ـ السنن للبيهقى، ٥/٣٦٤ ☆

٤٤٥٥ ـ السنن لابن ماجه، باب الشرط فى الحج، ٢/٢١١

المسند لاحمد بن حنبل، ☆ المعجم الكبير للطبرانى، ٢٤/٣٠٤

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ضباعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اے چچازادی! کیا حج کا ارادہ نہیں ہے؟ عرض کی: میں بیمار عورت ہوں خوف ہے کہ کہیں روک نہ دی جاؤں، فرمایا: حج کے لئے احرام باندھ لو اور یہ شرط کرلو کہ تو مجھے جہاں روک دے گا میں وہاں ہی احرام سے باہر ہوں۔۱۲م

﴿۱۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں: یہ ایک اجازت تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں عطا فرمائی ورنہ نیت میں شرط اصلا مقبول ومعتبر نہیں۔

بلکہ اس تخصیص میں بعض شوافع بھی ہمارے موافق ہیں، مثلا امام خطابی اور امام اویانی۔ امام عینی نے عمدۃ القاری میں یونہی تصریح فرمائی۔

الامن والعلی ۱۸۹

۴۴۵۷۔ عن نصر بن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن رجل منہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ اتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فأسلم علی انہ لا یصلی الا صلاتین فقبل ذلک منہ۔

حضرت نصر بن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر اس شرط پر اسلام لائے کہ صرف دو ہی نمازیں پڑھا کروں گا، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبول فرمالیا۔

﴿۱۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ حدیث بسند ثقات رجال صحیح مسلم ہے، امام جلیل سیوطی نے اپنی کتاب مستطاب انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ایک مجمل فہرست میں نو واقعوں کے اور پتے دیئے کہ فقیر نے بخوف طوالت ان کو ترک کیا۔

الامن والعلی ۱۹۰

۴۴۵۷۔ المسند لاحمد بن حنبل، ☆ کنز العمال للمتقی،

۴۴۵۸۔ **عن** خزيمة بن ثابت رضى الله تعالىٰ عنه قال : جعل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم للمسافر ثلثا ولو مضى السائل على مسألته لجعلها خمسا وفى رواية ، ولو استزدناه لزادنا ، وفى رواية ولو اطنب له السائل فى مسألته لزاد ، وفى رواية وايم الله ! لو مضى السائل فى مسئالته لجعله خمسا ۔

ذوالشہادتین حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسافر کے لئے مسح موزہ کی مدت تین رات مقرر فرمائی ،اور اگر مانگنے والا مانگتا رہتا تو ضرو حضور پانچ راتیں کردیتے ،ایک روایت میں ہے ،اگر ہم حضور سے زیادہ مانگتے تو حضور مدت اور بڑھادیتے ،دوسری روایت میں ہے ،اگر مانگنے والا مانگے جاتا تو حضور اور زیادہ مدت عطا فرماتے ،تیسری روایت میں ہے ،خدا کی قسم !اگر سائل عرض کئے جاتا تو حضور مدت کے پانچ دن کردیتے ۔

﴿۲۰﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ حدیث بلاشبہ صحیح السند ہے ۔اس کے سب رواۃ اجلہ ثقات ہیں ،لاجرم اسے امام ترمذی نے روایت کرکے فرمایا: "هذا حديث حسن صحيح" یہ حدیث حسن صحیح ہے ۔

نیز امام الشان یحیٰ بن معین سے نقل کیا :

یہ حدیث صحیح ہے ۔

امام ترمذی نے اپنی روایت میں اگر چہ یہ زائد جملہ نقل نہیں فرمایا لیکن مخرج وسند متحد ہیں ۔امام ابن دقیق نے اس حدیث کی تقویت میں طویل بحث کی ہے ،نیز امام زیلعی نے نصب الرایہ میں اس کو شرح وبسط سے بیان کیا ہے ،فراجعہ ان شئت ۔

اس حدیث کی عدم صحت کے سلسلہ میں ایک بڑا شبہ یہ پیش کیا جاتا ہے کہ امام بخاری علیہ رحمۃ الباری نے فرمایا :میرے نزدیک یہ حدیث صحیح نہیں کہ عبد اللہ جدلی کا حضرت خزیمہ بن ثابت سے سماع ثابت نہیں ۔

۴۴۵۸۔ السنن لابی داؤد ، باب التوقيت فى المسح ، ۲۱/۱

السنن لابن ماجه ، باب ماجاء فى التوقيت على المسح ، ۴۲/۱

تو اس سلسلہ میں عرض ہے امام بخاری کی جانب سے یہ شکایت عموماً پائی جاتی ہے، کیونکہ ان کے نزدیک اتصال سند کے لئے سماع شرط ہے خواہ ایک مرتبہ ہی ثابت ہو۔

لیکن صحیح مذہب جمہور ہی ہے کہ فقط معاصرت ہی اتصال سند کے لئے کافی ہے، امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں، اور امام مسلم نے مقدمہ صحیح مسلم میں اس کی واضح طور پر تردید فرمائی ہے۔ لاجرم امام بخاری کے شیخ امام الناقدین یحی بن معین نے، اور امام بخاری کے شاگرد امام ترمذی نے اس کو صحیح کہا۔

اقول: اس کے علاوہ ایک خاص بات یہ بھی پیش نظر رہے کہ سماع ثابت نہ ہونے سے صرف یہ ہی تو ہوگا کہ حدیث منقطع ہو جائیگی اور یہ کوئی جرح نہیں کہ یہ ہمارے یہاں نیز تمام محدثین جو مرسل کو قبول کرتے ہیں مقبول ہے اور یہ ہی مذہب جمہور ہے۔

یہاں ابن حزم ظاہری کی بھنبھناہٹ پر بھی کان دھرنے کی ضرورت نہیں کہ اس نے تو امام جدلی کی روایت کو ہی غیر معتمد قرار دیدیا، یہ ابن حزم جرح وتنقید میں دواندھوں یعنی سیلاب وآتشزدگی کی طرح ہے کہ اس نے تو امام ترمذی تک کو مجاہیل میں شمار کرڈالا تھا۔

امام جدلی کی عظمت شان تو اس سے عیاں ہو جاتی ہے کہ علم حدیث کے دو عظیم امام احمد بن حنبل اور یحی بن معین ان کو ثقہ مانتے ہیں۔ پھر ابن حزم ان حضرات کے سامنے کیا حیثیت رکھتا ہے، یہ بے چارہ تو اس سلسلہ میں اکیلا ہے کسی نے بھی اس جیسی بات نہ کہی۔ دیکھئے امام بخاری بھی جرح کررہے ہیں تو صرف یہ ہی کہ امام جدلی کا سماع ثابت نہیں، روایت جدلی پر ان کی طرف سے کوئی تنقید منقول نہیں، اور امام ترمذی تو صحیح فرما چکے، نیز تقریب التہذیب میں علامہ ابن حجر نے ان کو ثقہ فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

یہ حدیث صحیح حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تفویض واختیار میں نص صریح ہے، ورنہ یہ کہنا اور کہنا بھی کیسا موکد بقسم، کہ واللہ سائل مانگے جاتا تو حضور پانچ دن کردیتے، اصلاً گنجائش نہ رکھتا تھا، کما لا یخفی۔

اور یہاں جزم خصوص بے جزم عموم نہ ہوگا کہ اس خاص کی نسبت کوئی خبر خاص تخییر ارشاد نہ ہوئی تھی، تو جزم کا منشا وہی کہ حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم تھا کہ احکام سپرد واختیار حضور سید الانام ہیں، علیہ وعلی آلہ افضل الصلاۃ والسلام۔

الامن والعلی ۱۹۲

٤٤٥٩ ـ **عن** ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : لولا ان اشق علی امتی لامرتهم بالسواك عند كل صلوة ـ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر مشقت امت کا خیال نہ ہوتا تو میں ان پر فرض فرما دیتا کہ ہر نماز کے وقت مسواک کریں۔

٤٤٦٠ ـ **عن** ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : لولا ان اشق علی امتی لامرتهم عند كل صلوة بوضوء ، ومع كل وضوء بسواك ـ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: امت پر دشواری کا لحاظ نہ ہوتو میں ان پر فرض کردوں کہ ہر نماز کے وقت وضو کریں اور ہر وضو کے ساتھ مسواک کریں۔

﴿۲۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

علماء فرماتے ہیں: یہ حدیث متواتر ہے۔ تیسر وغیرہ میں اس کی تصریح ہے۔

اقول: امر دو قسم ہے۔

اول حتمی۔ جسکا حاصل ایجاب اور اس کی مخالفت معصیت۔

٤٤٥٩ ـ الجامع الصحيح للبخاری ، باب السواك يوم الجمعة ، ۱/۱۲۲

الصحيح لمسلم ، باب السواك ، ۱/۱۲۸

السنن للنسائی ، باب الرخصة بالسواك بالعشی ، ۱/۳

السنن لابن ماجه ، باب السواك ۱/۲۵

الموطا لمالك ، ☆ المسند لاحمد بن حنبل ، ۱/۲۲۱

٤٤٦٠ ـ السنن للنسائی ، باب الرخصة فی السواك بالعشی ، ۱/۳

المسند لاحمد بن حنبل ، ۲/۲۵۹ ☆ الترغيب والترهيب للمنذری ، ۱/۱۶۳

وذلك قوله تعالیٰ :

فليحذر الذين يخالفون عن امره

ڈریں وہ لوگ جواس کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں۔

دوم ندبی۔ جسکا حاصل ترغیب اوراس کے ترک میں وسعت۔

وذلك قوله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم

امرت بالسواك حتى خشيت ان يكتب علي۔

مجھے مسواک کا حکم ملا یہانتک کہ مجھے خوف ہوا کہ کہیں فرض ہوجائے۔

امر ندبی تو یہاں قطعا حاصل ہے تو ضرور نفی حتمی کی ہے۔امر حتمی بھی دوقسم ہے۔

اول ظنی۔جسکا مفاد وجوب۔

دوم قطعی جسکا مقتضی فرضیت۔

ظنیت خواہ من جہۃ الروایۃ ہو یا من جہۃ الدلالت، ہمارے حق میں ہوتی ہے، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم سب قطعی یقینی ہیں جن کے سراپردۂ عزت کے گرد ظنون کو اصلا بار نہیں، تو قسم واجب اصطلاحی حضور کے حق میں متحقق نہیں، وہاں یا فرض ہے یا مندوب، امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اس کی وضاحت فرمائی

اب واضح ہوگیا کہ ان ارشادات کریم کے قطعا یہی معنی ہیں کہ میں چاہتا تو اپنی امت پر ہر نماز کے لئے تازہ وضو اور ہر وضو کے وقت مسواک کرنا فرض کردیتا، مگر ان کی مشقت کے لحاظ سے میں نے فرض نہ کی، اور اختیار احکام کے کیا معنی ہیں؟ وللہ الحمد۔

٤٤٦١۔ **عن**۔ امير المؤمنين علي المرتضى كرم الله تعالیٰ وجهه الكريم قال : قال رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم : لولا ان اشق على امتي لامرتهم بالسواك مع كل وضوء۔

امیر المومنین حضرت علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مشقت امت کا پاس ہے ورنہ میں ہر وضو کے ساتھ مسواک ان پر فرض کردیتا۔

٤٤٦٢۔ **عن** ابي امامة الباهلي رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلى

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : تسناکوا فان السواك مطهرة للفم مرضاة للرب ،ما جاء نی جبرئیل الا او صانی بالسواك حتی لقد خشیت ان یفرض علی وعلی امتی ،ولو لا انی اخاف ان اشق علی امتی لفرضته لهم ۔

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسواک کرو کہ مسواک منہ کو پاکیزہ اور رب عزوجل کو راضی کرتی ہے، جبرئیل جب میرے پاس حاضر ہوئے مجھے مسواک کی وصیت کی، یہاں تک کہ بیشک مجھے اندیشہ ہوا کہ جبرئیل مجھ پر اور میری امت پر مسواک فرض کردینگے، اور اگر مشقت امت کا خوف نہ ہوتا تو میں ان پر فرض کردیتا۔

یہاں جبرئیل امیں علیہ الصلوۃ والتسلیم کی طرف بھی فرض کردینے کی اسناد ہے۔

۴۴۶۳ ۔ عن عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : لولا ان اشق علی امتی لفرضت علیهم السواك عند كل صلوة كما فرضت علیهم الوضوء ۔

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مشقت امت کا لحاظ نہ ہو تو میں ہر نماز کے وقت مسواک ان پر فرض کردوں جس طرح میں نے وضو ان پر فرض کردیا ہے۔

یہاں وضو کو بھی فرمایا گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت پر فرض کردیا۔

۴۴۶۴ ۔ عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : لولا ان اشق علی امتی لامرتهم بالسواك والطیب عند كل

۴۴۶۲ ۔ السنن لابن ماجه، باب السواك، ۱/ ۲۵

الدر المنثور للسیوطی، ۱/ ۱۱۳

۴۴۶۳ ۔ المستدرك للحاكم ۱۴۶۱ ☆ مجمع الزوائد للهیثمی، ۱/ ۲۲۱

۴۴۶۴ ۔ كنز العمال للمتقی، ۲۶۱۹۵، ۹/ ۱۱۶

صلوۃ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مشقت امت کا خیال نہ ہوتو اپنی امت پر ہر نماز کے وقت مسواک کرنا اور خوش بو لگانا فرض کردوں۔

یہاں خوشبو کی بھی فرضیت زائد فرمادی۔

٤٤٦٥ ۔ **عن** عبدلله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: لو لا ان اشق علی امتی ان امرتهم ان یستاکوا بالاسحار۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مشقت امت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ان پر فرض فرمادیتا کہ ہر سحر پچھلے پہر اٹھ کر مسواک کریں۔

٤٤٦٦ ۔ **عن** زید بن خالد الجهنی رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: لو لا ان اشق علی امتی لامرتهم بالسواك عند كل صلوة، ولأخرت العشاء الی ثلث اللیل۔

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مشقت امت کا خیال نہ ہوتو میں ہر نماز کے وقت ان پر مسواک فرض کردوں اور نماز عشا کو تہائی رات تک ہٹادوں۔

٤٤٦٧ ۔ **عن** امیر المومنین علی المرتضی کرم الله تعالیٰ وجهه الکریم قال:

٤٤٦٦۔ الجامع للترمذی، باب ما جاء فی السواك ٥/١
السنن لابی داؤد، باب السواك، ٧/١
السنن للنسائی، باب الرخصه بالسواك بالعشی، ٣/١
٤٤٦٧۔ الجامع للترمذی، باب ماجاء فی زکوة الذهب والفضة، ٧٩/١
السنن لابی داؤد، باب فی زکوة السائمة، ٢٢١/١
المسند لاحمد بن حنبل، ٩٢/١ ☆ الدر المنثور للسیوطی، ٣٤١/١

قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : قد عفوت عن الخیل و الرقیق ،فهاتوا صدقة الرقة من کل اربعین درهما درهم ۔

امیر المومنین حضرت علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد: گھوڑوں اور غلاموں کی زکوۃ تو میں نے معاف کردی، روپیوں کی زکوۃ دو، ہر چالیس درہم سے ایک درہم۔

﴿۲۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

سواری کے گھوڑوں، خدمت کے غلاموں میں زکوۃ واجب نہ ہوئی۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: یہ میں نے معاف فرمادی ہے، ہاں کیوں نہ ہو کہ حکم ایک رؤف ورحیم کے ہاتھ میں ہے۔ بحکم رب العالمین جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔

۴۴۶۸ ۔ **عن** المقداد بن الاسود رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لاصحابه : ماتقولون فی الزنا ،قالوا : حرام حرمه الله ورسوله فهو حرام الی یوم القیامة ۔

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے فرمایا: زنا کو کیا سمجھتے ہو؟ عرض کی: حرام ہے اسے اللہ ورسول نے حرام کردیا تو وہ قیامت تک حرام ہے۔

۴۴۶۹ ۔ **عن** ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: انی احرم علیکم حق الضعیفین الیتیم والمرأة ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تم پر حرام کرتا ہوں دو کمزوروں کی حق تلفی، یتیم اور عورت۔

۴۴۶۸ ۔ المسند لاحمد بن حنبل ، ۶/۸ ☆ فتح الباری للعسقلانی ، ۸/ ۴۹۴
مجمع الزوائد للهیثمی ، ۸/ ۱۶۸ ☆ الدر المنثور للسیوطی ، ۲/ ۱۵۹
۴۴۶۹ ۔ المسند لاحمد بن حنبل ، ۶/۸ ☆ فتح الباری للعسقلانی ، ۸/ ۴۹۴
مجمع الزوائد للهیثمی ، ۸/ ۱۶۸ ☆ الدر المنثور للسیوطی ، ۲/ ۱۵۹

٤٤٧٠۔ **عن** جابر بن عبد الله رضى الله تعالىٰ عنهما قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عام الفتح يقول: ان الله ورسوله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والاصنام۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے سال فرماتے سنا: بیشک اللہ اور اس کے رسول نے حرام کردیا ہے شراب، مردار، سور اور بتوں کا بیچنا۔

٤٤٧١۔ **عن** ابى موسى الاشعرى رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: لاتشرب مسكرا، فانى حرمت كل مسكر۔

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نشہ کی کوئی چیز نہ پی کہ بیشک نشہ کی ہر شی میں نے حرام کردی ہے۔

٤٤٧٢۔ **عن** انس بن مالك رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: انى فرضت على امتى قرأة يس كل ليلة، فمن داوم على قرأتها كل ليلة ثم مات مات شهيدا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنی امت پر لیس شریف کی ہر رات تلاوت فرض کی، جو ہمیشہ ہر شب اسے پڑھے پھر مرے شہید مرے۔

٤٤٧٠۔ الجامع الصحيح للبخارى، باب بيع الميتة والاصنام، ١/٢٩٨
الصحيح لمسلم، باب تحريم الخمر و الميتة، ٢/٢٣
المسند لاحمد بن حنبل، ٣/٢١٣ ☆ السنن الكبرى للبيهقى، ٦/١٢

٤٤٧١۔ السنن للنسائى، باب تفسير البتع والمزر ٢/٢٧٧
كنز العمال للمتقى، ١٣٢٥٠، ٥/٣٤٣

٤٤٧٢۔ الامالى للشجرى، ١٠/١١٨ ☆ تنزيه الشريعة لابن عراق، ١/٢٧٩
المسند لاحمد بن حنبل، ٤/١٣١ ☆ الحاوى للفتاوى، ١/٤٧١

﴿۲۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس حدیث کی سند سعید بن موسی ہیں جو متھم بالکذب ہیں، لیکن محققین کے نزدیک یہ بات ثابت ومحقق ہے کہ کسی حدیث کا موضوع ہونا محض کسی کذاب کے سند میں ہونے سے نہیں ہوجاتا چہ جائیکہ راوی صرف متھم بالکذب ہو جب تک دوسرے قرائن اس کی وضع کا فیصلہ نہ کریں، جیسے کسی حدیث کا نص قطعی اور اجماع قطعی کے مخالف ہونا، یا حسن سلیم اور وضع کرنے والے کے اقرار سے ثابت ہونا وغیر ہاذلک،

امام سخاوی نے فتح المغیث میں یہ ہی صراحت کی، اور ہم نے اپنی کتاب " منیر العین فی حکم تقبیل الابھما میں " میں اس کی مکمل تحقیق کی۔ علماء کرام کا اس پر اجماع ہے کہ حدیث ضعیف غیر موضوع پر فضائل میں عمل کرنا جائز۔" الھاد الکاف فی حکم الضعاف " میں اسکا بیان پورے طور پر موجود ہے۔

اس حدیث اور اس فرضیت سے متعلق فقیر کے پاس سوال آیا تھا جسکا جواب فتاوی فقیر العطایاہ النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ کے مجلد پنجم کتاب مسائل شتی میں مذکور، واللہ الھادی الی معالی الامور۔

الامن والعلی ۱۹۷

۴۴۷۳۔ عن المقداد بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : الا انی اوتیت القرآن ومثلہ معہ ، الا یوشك رجل شبعان علی اریکتہ یقول : علیکم بھذا القرآن ، فما وجدتم فیہ من حلال فاحلوہ ، وما وجدتم فیہ من حرام فحرموہ ، الا لایحل لکم الحمار الاھلی ولا کل ذی ناب من السبع ولا لقطۃ معاھد الا ان یستغنی عنھا ، وان ماحرم رسول اللہ مثل ماحرم اللہ۔

۴۴۷۳۔ الجامع للترمذی، باب ماجاء فیمن روی حدیثا ۲/ ۹۱

السنن لابی داؤد، باب فی لزوم السنۃ، ۲/ ۶۳۲

السنن لابن ماجہ، باب اتباع سنۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، / ۳

حضرت مقداد بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سن لو! مجھے قرآن کے ساتھ اسکا مثل ملا، یعنی حدیث، دیکھو کوئی پیٹ بھرا اپنے تخت پر بیٹھا یہ نہ کہے یہ ہی قرآن لئے رہو، جو اس میں حلال ہے اسے حلال جانو، جو اس میں حرام ہے حرام مانو۔ سن لو! تمہارے لئے پالتو گدھا حرام ہے، ہر کیلے والا درندہ حرام ہے اور ذمی کافر کا گرا پڑا مال بھی حرام جب تک وہ اس سے مستغنی نہ ہو۔ جو کچھ اللہ کے رسول نے حرام کیا وہ بھی اس کے مثل ہے جسے اللہ عزوجل نے حرام کیا۔ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

﴿۲۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہاں صراحۃً حرام کی دو قسمیں فرمائیں، ایک وہ جسے اللہ عزوجل نے حرام فرمایا۔ دوسرا وہ جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حرام کیا۔ اور فرمادیا کہ وہ دونوں برابر و یکساں ہیں۔

اقول: مراد واللہ اعلم نفس حرمت میں برابری ہے تو اس ارشاد علماء کے منافی نہیں کہ خدا کا فرض رسول اللہ کے فرض سے اشد واقوی ہے۔

الامن والعلی ۱۹۷

۴۴۷۴۔ **عن** ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: ان جهيش ابن اويس النخعی رضی الله تعالیٰ عنه ورجالا من قبيلته اتوا الی النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم وقال:

الا يا رسول الله انت مصدق　　فبوركت مهديا وبوركت هاديا

شرعت لنادين الحنيفة بعد ما　　عبدنا كامثال الحمير طواغيا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جہیش ابن اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مع اپنے چند اہل قبیلہ کے باریاب خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوئے، قصیدہ عرض کیا، ازاں جملہ یہ اشعار ہیں۔

۴۴۷۴۔ الاصابة لابن حجر، ۱/۲۶۵

یارسول اللہ! حضور تصدیق کئے گئے ہیں، حضور اللہ عزوجل سے ہدایت پانے میں بھی مبارک، اور خلق کو ہدایت فرمانے میں بھی مبارک، حضور ہمارے لئے دین اسلام کے شارع ہوئے بعد اس کے کہ ہم گدھوں کی طرح بتوں کو پوج رہے تھے۔

﴿۲۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہاں صراحۃً تشریع کی نسبت حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ہے کہ شریعت اسلامی حضور کی مقرر کی ہوئی ہے۔

لہذا قدیم سے عرف علمائے کرام میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شارع کہتے ہیں۔

علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

قد اشتهر اطلاقه عليه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ، لانه شرع الدين والاحكام ۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شارع کہنا مشہور و معروف ہے، اس لئے کہ حضور نے دین متین واحکام دین کی شریعت نکالی۔

اسی قدر پر بس کیجئے کہ اس میں سب کچھ آ گیا، ایک لفظ شارع تمام احکام تشریعیہ کو جامع ہوا۔ میں نے یہاں وہ احادیث نقل نہ کیں جن میں حضور کی طرف امر و نہی وقضا وامثالھا کی اسناد ہے۔

(۳۱) اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ج وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ج لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ☆

انہوں نے اپنے پادریوں اور جوگیوں کو اللہ کے سوا خدا بنالیا۔ اور مسیح بن مریم کو اور انہیں حکم نہ تھا مگر یہ کہ ایک اللہ کو پوجیں اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں اسے پاکی ہے ان کے شرک سے۔

﴿۲۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(نصاریٰ مشرک ہیں یا نہیں اس کی تحقیق یہ ہے) نصاریٰ باعتبار حقیقت لغویہ از آنجا کہ قیام مبد مستلزم صدق مشتق ہے بلاشبہ مشرکین ہیں کہ وہ بالقطع قائل بہ تثلیث و بنوت ہیں،

اسی طرح وہ یہود جو الوہیت و ابنیت عزیز علیہ الصلوۃ والسلام کے قائل تھے، مگر کلام اس میں ہے کہ حق تبارک وتعالیٰ کتب آسمانی کا اجلال فرما کر یہود و نصاریٰ کے احکام کو احکام مشرکین سے جدا کیا، اور ان کا نام اہل کتاب رکھا، اور ان کے نساء وذبائح کو حلال ومباح ٹھہرایا، آیا نصاریٰ زمانہ بھی کہ الوہیت عبداللہ مسیح بن مریم علیہما الصلوۃ والسلام کی علی الاعلان تصریح اور وہ یہود جو مثل بعض طوائف ماضیہ الوہیت بندہ خدا عزیز علیہ الصلوۃ والسلام کے قائل ہوں انھیں میں داخل اور اس تفرقہ کے مستحق ہیں یا ان پر شرعا یہی احکام مشرکین جاری ہوں گے اور ان کے نساء سے تزوج اور ذبائح کا تناول ناروا ہوگا۔ کلمات علمائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس بارے میں مختلف، بہت مشائخ نے قول اخیر کی طرف میل فرمایا، بعض علماء نے تصریح کی کہ اسی پر فتویٰ ہے۔

مستصفی میں ہے:

”قالو هذا یعنی الحل اذا لم یعتقد والمسیح الها اما اذا اعتقدوه فلا وفی المبسوط شیخ الاسلام ویجب ان لا یاکلوا ذبائح اهل الکتاب اذا اعتقدوا ان المسیح الله وان عزیز الله ولا یتزوجوا نساءهم وقیل علیه الفتوی“۔

علماء نے فرمایا: کہ ان کا ذبیحہ تب حلال ہوگا کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نہ مانتے ہوں لیکن اگر وہ ان کو الہ مانتے ہوں تو پھر حلال نہ ہوگا، اور شیخ الاسلام کی مبسوط میں ہے: کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ اس صورت میں نہ کھائیں جب وہ مسیح علیہ السلام اور عزیز علیہ السلام کو الہ مانتے ہوں اور اندریں صورت ان کی عورتوں سے نکاح بھی نہ کریں، اسی پر فتویٰ کہا گیا ہے۔

ان علماء کا استدلال آیہ کریمہ ”قالت الیهود عزیز ابن الله وقالت النصاریٰ المسیح ابن الله۔

یہود نے کہا عزیز ابن اللہ اور نصاریٰ نے مسیح ابن اللہ،

سے ہے کہ اس کے آخر میں ارشاد پایا سبحنه وتعالیٰ عما یشرکون“،

پاک ہے وہ ذات اور جوانہوں نے اس کا شریک بنایا اللہ تعالیٰ اس سے بلند وبالا ہے،

ردالمحتار میں ہے:

”فی المعراج ان اشتراط ما ذکر فی النصاریٰ مخالف لعامة الروایات“۔

معراج میں ہے کہ نصاریٰ کے مذکورہ شرائط عام روایات کے مخالف۔

امام محقق علی الاطلاق مولانا کمال الملۃ والدین محمد بن الہمام رحمۃ اللہ علیہ فتح القدیر میں اس مذہب کی ترجیح اور دلیل مذکور مذہب اول کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:

مطلق لفظ المشرك اذا ذكر فی لسان الشارع لا ینصرف الیٰ اهل الكتاب وان صح لغة فی طائفة بل طوائف واطلق لفظ الفعل اعنی یشركون علی فعلهم كما ان من رأیٰ بعمله من المسلمین فلم یعمل الالا جل زید یصح فی حقه انه مشرك لغة ولا یتبادر عند اطلاق الشارع لفظ المشرك ارادته لما عهد من ارادته لما عهد من ارادته به من عبد مع الله غیره ممن لا یدعی اتباع نبی و كتاب ولذالك عطفهم علیه فی قوله تعالیٰ:”لم یكن الذین كفروا من اهل الكتاب والمشركین منفكین“ و نص علی حلهم بقوله تعالیٰ: والمحصنات من الذین اوتوا الكتاب من قبلكم ای العفائف منهن الی آخر ما اطال واطاب كما هو دابه رحمه الله تعالیٰ ۔

لفظ مشرک جب مطلق ذکر کیا جائے تو شرعی اصطلاح میں اہل کتاب کو شامل نہ ہوگا اگر چہ لغت کے لحاظ سے اہل کتاب کے کسی گروہ یا کئی گروہوں پر اس کا اطلاق صحیح ہے، اہل کتاب کے فعل پر صیغہ 'یشرکون' کا اطلاق ایسے ہے جیسے کسی مسلمان ریاکار کے اس عمل پر جس کو مثلا زید کی خوشنودی کے لئے کر رہا ہو تو کہا جا سکتا ہے کہ یہ لغت کے لحاظ سے مشرک ہے، شرعی اصطلاح میں مطلقا لفظ مشرک کا استعمال صرف اس شخص کے لئے متبادر ہوتا ہے جو کسی نبی اور کتاب کی اتباع کے دعوی کے بغیر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں غیر کو شریک کرے، اسی لئے اہل کتاب پر مشرکین کا عطف اللہ تعالیٰ کے اس قول ”لم یكن الذین كفروا من اهل الكتاب والمشركین منفكین“ [البینہ۔۱] میں کیا گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس قول ”والمحصنات من الذین اوتوا الكتاب“ [المائدہ۔۵] میں کتابیہ عورتوں کے حلال ہونے پر صراحۃ نص فرمائی گئی ہے، یعنی اہل کتاب کی عفیف عورتیں حلال ہیں۔ ابن ہمام کے

طویل اور طیب قول کے آخر تک جیسا کہ ان کی عادت ہے۔ اللہ تعالی ان پر رحمت فرمائے۔

بالجملہ محققین کے نزدیک راجح یہی ہے کہ یہود و نصاری مطلقا اہل کتاب ہیں اور ان پر احکام مشرکین جاری نہیں۔ (جدید ۱۴/۱۱۶، ۱۱۷)

مگر تاہم جبکہ علما کا اختلاف ہے اور اس قول پر فتوی بھی منقول ہو چکا تو احتیاط اسی میں ہے کہ نصاری کی نساء و ذبائح سے احتراز کرے اور آج کل بعض یہود بھی ایسے پائے جاتے ہوں جو عزیر علیہ الصلوۃ والسلام کی ابنیت مانیں تو ان کے زن و ذبیحہ سے بھی بچنا لازم جانیں کے ایسی جگہ اختلاف ائمہ میں پڑنا محتاط آدمی کا کام نہیں اگر فی الواقع یہ یہود نصاری عند اللہ کتابی ہی ہوئے تاہم ان کی عورتوں سے نکاح اور ان کے ذبیحہ کے تناول میں ہمارے لئے کوئی نفع نہیں، نہ شرعا ہم پر لازم کیا گیا، نہ بحمد اللہ ہمیں اس کی ضرورت بلکہ بر تقدیر کتابیت بھی علماء تصریح فرماتے ہیں کہ بے ضرورت احتراز چاہئے، اور اگر انہیں علماء کا مذہب حق ہوا اور یہ لوگ بوجہ اعتقادوں کے عند اللہ مشرک ٹھرے تو پھر زنائے محض ہوگا اور ذبیحہ حرام مطلق والعیاذ باللہ تعالی۔ تو عاقل کا کام نہیں کہ ایسا فعل اختیار کرے جس کی ایک جانب نا محمود اور دوسری جانب حرام قطعی، فقیر غفر اللہ تعالی لہ ایسا ہی گمان کرتا تھا یہاں تک کہ بتوفیق الہی مجمع الانہر میں اسی مضمون کی تصریح دیکھی۔ واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔۔ فتاوی جدید ۱۴/۱۲۲

(۳۴) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۔☆

اے ایمان والو بے شک بہت پادری اور جوگی لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں۔ اور اللہ کی راہ سے۔ روکتے ہیں اور وہ کہ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ انہیں خوشخبری سناؤ دردناک عذاب کی۔

(۳۵) يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ۔☆

جس دن وہ تپایا جائے گا جہنم کی آگ میں پھر اس سے داغیں گے ان کی پیشانیاں اور

کروٹیں اور پیٹھیں۔ یہ ہے وہ جو تم نے اپنے لئے جوڑ کر رکھا تھا اب چکھو مزا اس جوڑنے کا۔

﴿۲۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس داغ دینے کو یہ نہ سمجھے کہ کوئی چھکا لگا دیا جائے گا، یا پیشانی و پشت و پہلو کی چربی نکل کر بس ہو گی بلکہ اس کا حال حدیث سے سن لیجئے۔

۴۴۷۵۔ **عن** أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَ لَا فِضَّةٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا اِلَّا اِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صُفِحَتْ لَهُ صَفَائِحُ مِنْ نَارٍ فَاُحْمِيَ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَيُكْوٰى بِهَا جَنْبُهُ وَ جَبِيْنُهُ وَ ظَهْرُهُ كُلَّمَا رُدَّتْ اُعِيْدَتْ لَهُ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِيْنَ اَلْفِ سَنَةٍ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيَرٰى سَبِيْلَهُ، اِمَّا اِلَى الْجَنَّةِ وَ اِمَّا اِلَى النَّارِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کے پاس سونا یا چاندی ہو اور اس کی زکوۃ نہ دے قیامت کے دن اس زر و سیم کی تختیاں بنا کر جہنم کی آگ میں تپائیں گے پھر ان سے اس شخص کی پیشانی اور کروٹ اور پیٹھ داغ دیں گے۔ جب وہ تختیاں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ پھر انہیں تپا کر داغیں گے۔ قیامت کا دن پچاس ہزار برس کا ہے۔ یونہی کرتے رہیں گے یہاں تک کہ تمام مخلوق کا حساب ہو جائیگا

فتاوی رضویہ ۴/۴۳۴

۴۴۷۶۔ **عن** أبی ذر الغفاری رضی الله تعالیٰ عنه قال: بشر الکانزین برضف یحمی علیه فی نار جهنم فیوضع علی حلمة ثدی أحدهم حتی یخرج من نغض کتفیه و یوضع علی نغض کتفیه حتی یخرج من حلمة ثدییه۔

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا: زکوۃ نکالے بغیر مال جمع کرنے والوں کو گرم پتھر کی بشارت سناؤ جس سے جہنم میں اسکو داغا جائے گا۔ ان کے سر پستان پر وہ جہنم کا گرم پتھر رکھیں گے کہ سینہ توڑ کر شانہ سے نکل جائے۔ اور شانہ کی ہڈی پر رکھیں

۴۴۷۵۔ الصحیح لمسلم، باب تغلیظ عقوبة من لا یودی الزکاة، ۱/۳۱۸

۴۴۷۶۔ الصحیح لمسلم، باب تغلیظ من لا یودی الزکاة، ۱/۳۲۱

گے کہ ہڈیاں توڑ کر سینہ سے نکلے گا۔

٤٤٧٧ ـ **عن** الأحنف بن قيس رضى الله تعالىٰ عنه قال : كنت فى نفر من قريش فمر ابو ذر و هو يقول: بشر الكانزين بكى فى ظهورهم يخرج من جنوبهم و بكى من قبل اقفائهم يخرج من جباههم ـ

حضرت احنف بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں قریش کی ایک جماعت میں بیٹھا تھا کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کہتے ہوئے گزرے۔ بغیر زکوۃ دیئے خزانہ جمع کرنے والوں کو یہ خوشخبری سنادو کہ وہ پتھر پیٹھ توڑ کر کروٹ سے نکلے گا اور گدی توڑ کر پیشانی سے۔ فتاوی رضویہ ۴/۴۳۵

٤٤٧٨ ـ **عن** عبد الله بن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه قال : لا يكوى رجل بكنز فليمس درهم درهما و لا دينار دينارا يوسع جلدة حتى يوضع كل دينار و درهم على جدته ـ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کوئی روپیہ دوسرے روپے پر نہ رکھا جائے گا اور نہ کوئی اشرفی دوسری اشرفی سے چھو جائے گی۔ بلکہ زکوۃ نہ دینے والے کا جسم اتنا بڑھا دیا جائے گا کہ لاکھوں کروڑوں جوڑے ہوں تو ہر روپیہ جدا داغ دے گا۔

﴿۲۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اے عزیز! کیا خدا اور رسول کے فرمان کو یونہی ہنسی ٹھٹھا سمجھتا ہے، یا پچاس ہزار برس کی مدت میں یہ جانکاہ مصیبتیں جھیلنی سہل جانتا ہے۔ ذرا یہیں کی آگ میں ایک آدھ روپیہ گرم کر کے بدن پر رکھ دیکھ۔ پھر کہاں یہ خفیف گرمی، کہاں وہ قہر کی آگ۔ کہاں یہ ایک روپیہ کہاں وہ ساری عمر کا جوڑا ہوا مال کہاں یہ منٹ بھر کی دیر کہاں وہ ہزاروں برس کی آفت کہاں یہ ہلکا سا چہکا، کہاں وہ ہڈیاں توڑ کر پار ہونے والا غضب۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت بخشے۔ آمین۔

٤٤٧٧ ـ الصحيح لمسلم، باب تغليظ عقوبة من لا يؤدى الزكاة، ٣٢١/١

٤٤٧٨ ـ المعجم الكبير للطبرانى، ☆ الترغيب و الترهيب للمنذرى، ٥٤٥/١

۴۴۷۹۔ عن عبد الله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: مَا مِنْ أَحَدٍ لَا يُؤَدِّي زَكٰوةَ مَالِهِ إِلَّا مُثِّلَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ حَتّٰى يُطَوَّقَ عُنُقَهُ ثُمَّ قَرَءَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِصْدَاقَهُ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ اَلْآيَه ـ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے مال کی زکوۃ نہ دے گا وہ مال روز قیامت گنجے اژدھے کی شکل بنے گا اور اس کے گلے میں طوق بن کر پڑے گا پھر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتاب اللہ سے اسکی تصدیق پڑھی۔ و لا یحسبن الذین یبخلون الایہ ـ

۴۴۸۰۔ عن جابر بن عبد الله رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: مَا مِنْ صَاحِبِ مَالٍ لَا يُؤَدِّي زَكٰوتَهُ إِلَّا تُحَوَّلَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ يَتْبَعُ صَاحِبَهُ حَيْثُ مَا ذَهَبَ وَ هُوَ يَفِرُّ مِنْهُ وَ يُقَالُ هٰذَا مَالُكَ الَّذِيْ كُنْتَ تَبْخَلُ بِهِ فَإِذَا رَأَى أَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْهُ أَدْخَلَ يَدَهُ فِيْ فِيْهِ فَجَعَلَ يَقْضَمُهَا كَمَا يَقْضَمُ الْفَحْلُ ـ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے مال کی زکوۃ نہیں دیتا قیامت کے دن وہ گنجے اژدھے کی شکل اختیار کرلیگا اور منہ کھولکر اس کے پیچھے دوڑے گا یہ بھاگے گا۔ اس سے فرمایا جائے گا لے اپنا خزانہ کہ چھپا کر رکھا تھا کہ میں اس سے غنی ہوں۔ جب دیکھے گا کہ اس اژدھے سے کہیں مفر نہیں تو ناچار اپنا ہاتھ اس کے منہ میں دیدے گا۔ وہ ایسا چبائے گا جیسے نر اونٹ چباتا ہے

۴۴۸۱۔ عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال۔ قال رسول الله صلی الله تعالیٰ

۴۴۷۹۔ السنن لابن ماجه، باب ما جاء فی منع الزکاة، ۱۲۹/۱

۴۴۸۰۔ الصحيح لمسلم، باب اثم مانع الزکاة، ۳۲۰/۱

۴۴۸۱۔ الجامع الصحيح للبخاری، باب اثم امانع الزکوة، ۱۸۸/۱

السنن للنسائی، باب التغليظ فی حبس الزکاة، ۲۶۰/۱

علیہ وسلم : مَنْ آتَاهُ اللّٰهُ مَا لًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكٰوتَهٗ مُثِّلَ لَهٗ مَالُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَهٗ ذَبِيْبَتَانِ يُطَوَّقُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَأْخُذُ بِلَهْزِمَتَيْهِ يَعْنِي بِشِدْقَيْهِ ثُمَّ يَقُوْلُ أَنَا مَالُكَ وَأَنَا كَنْزُكَ ـ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور پھر اس نے زکوۃ ادا نہیں کی ۔ تو قیامت کے دن اس کو گنجے اژدھے کی شکل میں لایا جائے گا جس کے دو پھن ہوں گے اور اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا پھر وہ اژدھا اس کا منہ اپنے پھن میں لے کر کہے گا۔ میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں۔

۴۴۸۲ ـ **عن** ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :مَنْ تَرَكَ بَعْدَهٗ كَنْزًا مُثِّلَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعٌ أَقْرَعُ لَهٗ زَبِيْبَتَانِ يَتْبَعُ فَاهُ فَيَقُوْلُ: وَيْلَكَ مَا لُكَ ، فَيَقُوْلُ: أَنَا كَنْزُكَ الَّذِي تَرَكْتَهٗ بَعْدَكَ،فَلَايَزَالُ يَتْبَعُهٗ حَتّٰى يَلْقَمَهٗ يَدَهٗ فَيَقْضِمُهَا ثُمَّ يَتْبَعُهٗ سَائِرَ جَسَدِهٖ ـ

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اپنے پیچھے بغیر زکوۃ کا مال چھوڑا قیامت کے دن وہ گنجے اژدھے کی شکل میں ہوگا جس کے دو پھن ہوں گے۔ اس کے پیچھے دوڑے گا۔ وہ شخص کہے گا خرابی ہو تیرے لئے تو کون ہے۔ وہ کہے گا۔ میں تیرا وہی خزانہ ہوں جس کو تو بغیر زکوۃ ادا کئے دنیا میں چھوڑ آیا تھا۔ پھر اس کے پیچھے دوڑتا رہے گا یہاں تک کہ مجبور ہو کر یہ اسکے منہ میں اپنا ہاتھ دیدے گا وہ اس کو چبا جائیگا یہاں تک کہ پورا جسم چبا جائے گا۔

۴۴۸۳ ـ **عن** أمیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجهه الکریم قال: قال رسول

۴۴۸۲ ـ المستدرك للحاكم ۱/۳۸۸ ☆ الصحیح لابن خزیمة، ۲۲۵۵
مجمع الزوائد للهیثمی، ۳/۶۴ ☆ مطالب العالیة لابن حجر، ۸۷۱
كنز العمال للمتقی، ۱۵۸۹۲، ۶/۶۰۳ ☆ التفسیر لابن كثیر، ۲/۱۵۲

۴۴۸۳ ـ الترغیب والترهیب للمنذری، ۱/۵۳۸ ☆

الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : لَنْ يَّجهَدَ الفُقَرَآءُ اِذَا جَاعُوا وَ عَرُوا اِلَّا بِمَا يَصنَعُ أَغنِيَائُهُم، اِلَّا وَ اِنَّ اللّٰهَ يُحَاسِبُهُم حِسَابًا شَدِيدًا وَ يُعَذِّبُهُم عَذَابًا اَلِيمًا ۔

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فقیر ہرگز ننگے بھوکے ہونے کی تکلیف نہ اٹھائیں گے مگر اغنیاء کے ہاتھوں، سن لو! ایسے تونگروں سے اللہ سخت حساب لے گا اور انہیں دردناک عذاب دے گا۔

۴۴۸۴۔ عن عبد الله بن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه قال : لا وى الصدقة ملعون على لسان محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يوم القيامة ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں ۔زکوۃ نہ دینے والا ملعون ہے زبان پاک مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر۔

۴۴۸۵۔ عن أمير المؤمنين على بن ابى طالب كرم الله تعالىٰ وجهه الكريم قال : لعن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم آكل الربا و موكله و شاهده و كاتبه ، و الواشمة المستوشمة ، و مانع الصدقة ۔

امیر المؤمنین حضرت علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، اور کھلانے والے، اس پر گواہی کرنے والے، اس کا کاغذ لکھنے والے، اور زکوۃ نہ دینے والے کو قیامت کے دن ملعون بتایا۔

فتاوی رضویہ ۴/۴۳۵

۴۴۸۶۔ عن أنس رضى الله تعالىٰ عنه قال : قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : وَيلٌ لِلاَغنِيَاءِ مِنَ الفُقَرَآءِ يَومَ القِيَامَةِ يَقُولُونَ: رَبَّنَا بَخِلُوا بِحُقُوقِنَا الَّتِى فَرَضتَ لَنَا عَلَيهِم فِى أَموَالِهِم، فَيَقُولُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: وَعِزَّتِى وَجَلَالِى لَا قَرِّبَنَّكُم وَ لَا بَعِّدَنَّهُم ۔

۴۴۸۴۔ الصحيح لابن خزيمة، ۹/۴

۴۴۸۵۔ الترغيب و الترهيب للمنذرى، ۱/۵۳۹

۴۴۸۶۔ كنز العمال للمتقى، ۱۵۸۲۲، ۶/۳۱۰

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن تونگروں کے لئے محتاجوں کے ہاتھ سے خرابی ہے۔ محتاج عرض کریں گے: اے رب ہمارے! انہوں نے ہمارے وہ حقوق جو تو نے ہمارے لئے ان پر فرض کئے تھے۔ ظلماً نہ دیئے۔ اللہ عزوجل فرمائے گا: مجھے قسم ہے اپنی عزت وجلال کی، تمہیں اپنا قرب عطا کرونگا اور انہیں دور رکھونگا۔

٤٤٨٧ ـ **عن** أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: أتی رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم علی قوم علی أقبالهم رقاع و علی أدبارهم رقاع يسرحون كما تسرح لإبل و الغنم و يكون الفريع و الزقوم و رضف جهنم و حجارتها، قال: ماهؤلاء يا جبرئيل! قال: هؤلاء الذين لا يؤدون صدقات أموالهم، و ما ظلمهم الله شيئا، و ما الله بظلام للعبيد۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ لوگ دیکھے جن کے آگے پیچھے غرقی لنگوٹی کی طرح کچھ چیتھڑے تھے۔ اور جہنم کی گرم آگ، پتھر، تھوہڑا اور سخت کڑوی جلتی بد بودار گھاس چوپایوں کی طرح چرتے پھرتے تھے۔ جبرئیل امین علیہ الصلوۃ والتسلیم سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ عرض کی: یہ لوگ زکوۃ نہ دینے والے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا۔ اللہ بندوں پر ظلم نہیں فرماتا۔

٤٤٨٨ ـ **عن** عمر بن شعيب عن ابيه عن جده رضی الله تعالیٰ عنهم ان امرأة اتت رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم و معها ابنة لها و فی يد ابنتها مسكتان غليظتان من ذهب فقال لها: اتعطين زكوة هذا، قالت: لا، قال: ايسرك ان يسورك الله بهما يوم القيامة سوارين من نار، قال فخلعتهما فالقتهما الی النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم و قالت: هما لله و رسوله۔

حضرت عمرو بن شعیب سے وہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے

٤٤٨٧ ـ التفسير لابن جرير، الجزء الخامس عشر، ٧/٩

٤٤٨٨ ـ السنن لابی داؤد، باب الكنز ما هو وزكوة الحلی، ٢١٨/١

روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور اس کے ساتھ اسکی ایک لڑکی بھی تھی جو سونے کے کنگن پہنے تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کی زکوۃ نہ دوگی۔ عرض کی: نہ، فرمایا: کیا چاہتی ہو کہ اللہ تمہیں آگ کے کنگن پہنائے۔ یہ سنتے ہی کنگن اتار کر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کردئے اور عرض کیا: یہ اللہ ورسول کے لئے ہیں۔

فتاوی رضویہ ۴/۴۳۶

۴۴۸۹۔ **عن** عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: امرنا باقام الصلوۃ و ایتاء الزکاۃ، و من لم یزک فلا صلوۃ لہ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں حکم دیا گیا کہ نماز پڑھیں اور زکوۃ دیں۔ اور جو زکوۃ نہ دے اس کی نماز نہیں۔

۴۴۹۰۔ **عن** عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: مَنْ اَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَ لَمْ یُؤْتِ الزَّکٰوۃَ فَلَیْسَ بِمُسْلِمٍ یَنْفَعُہٗ عَمَلُہٗ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو نماز ادا کرے اور زکوۃ نہ دے وہ مسلمان نہیں کہ اسے اس کا عمل کام آئے۔

فتاوی رضویہ ۴/۴۳۸

۴۴۹۱۔ **عن** ابی ذر الغفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: مَنْ اَوْکٰی عَلٰی ذَھَبٍ اَوْ فِضَّۃٍ وَ لَمْ یُنْفِقْہُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَانَ جَمْرًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یُکْوٰی بِہٖ۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

۴۴۸۹۔ المعجم الکبیر للطبرانی، سندہ صحیح، ۱۰/۱۰۳

۴۴۹۰۔ الترغیب و الترھیب للمنذری، ۱/۵۴۰ ☆

۴۴۹۱۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ۲/۱۵۲ ☆ المسند لاحمد بن حنبل، ۵/۱۵۶

الترغیب والترھیب للمنذری، ۲/۵۶ ☆ مجمع الزوائد للھیثمی، ۳/۱۲۵

وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے سونے چاندی میں بخل کیا اور اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا قیامت کے دن آگ بن جائے گا جس سے اسکو تپایا جائے گا۔۱۲م

۴۴۹۲۔ عن عبد الله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : كُلُّ مَا أُدِّيَ زَكٰوتُهُ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ وَ إِنْ كَانَ مَدْفُوْنًا تَحْتَ الْأَرْضِ ، وَ كُلُّ مَا لَا تُؤَدّٰى زَكٰوتُهُ فَهُوَ كَنْزٌ وَ إِنْ كَانَ ظَاهِرًا ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس مال کی زکوۃ ادا کردی جائے وہ کنز نہیں رہتا خواہ زمین میں دفن ہو اور جس مال کی زکوۃ نہ دی جائے وہ کنز ہے خواہ زمین کے اوپر ہو۔

۴۴۹۳۔ عن عبد الله بن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: لما نزلت هذه الآية، وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ كَبُرَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ ، فقال عمر رضی الله تعالیٰ عنه ، انا افرج عنكم ، فانطلق فقال : يا نبی الله انه كبر علی اصحابك هذه الآية فقال : إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَفْرُضِ الزَّكَاةَ إِلَّا لِيُطَيِّبَ مَا بَقِيَ مِنْ أَمْوَالِكُمْ وَ إِنَّمَا فَرَضَ الْمَوَارِيْثَ تَكُوْنُ لِمَنْ بَعْدَكُمْ قال : و كبر عمر رضی الله تعالیٰ عنه۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت کریمہ "والذین یکنزون الذھب والفضۃ" نازل ہوئی۔ یعنی وہ لوگ جو سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں۔ تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر یہ امر دشوار گزرا۔ سیدنا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں تمہاری اس مشکل کو دور کرتا ہوں لہذا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا نبی اللہ! آپ کے صحابہ کرام اس آیت مقدسہ کے حکم میں کچھ دشواری محسوس کر رہے ہیں۔ فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے زکوۃ صرف اس لئے فرض فرمائی ہے کہ تمہارے مال پاک ہوجائیں۔ اور وراثت کا حکم اس لئے نازل فرمایا کہ تمہارے بعد والوں کو وہ مال پہونچ جائے۔ راوی فرماتے ہیں: یہ سن کر حضرت

۴۴۹۲۔ السنن الکبری للبیہقی، ۸۳/۴ ☆ الجامع الصغیر للسیوطی، ۲/۳۹۵

۴۴۹۳۔ السنن لابی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب حقوق المال، ۱/۲۳۵

فاروق اعظم نے تکبیر پڑھی۔ ۱۲م

۴۴۹۴۔ عن أم المؤمنين أم سلمة رضى الله تعالىٰ عنها قالت كنت البس او ضاحا من ذهب، فقلت: يا رسول الله! اكنز هو؟ فقال: مَا بَلَغَ اَنْ تُوَدّٰى زَكَاتُهٗ فَزُكّىٰ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ۔

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں سونے کی پازیب پہنے تھی۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا یہ کنز ہے؟ ارشاد فرمایا: اگر نصاب کو پہونچ جائے اور زکوۃ دے دی جائے تو کنز نہیں۔

فتاوی رضویہ ۴/۴۳۶

﴿۳۶﴾ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ لا فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ قف وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ۔ ☆

بیشک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں۔ اللہ کی کتاب میں۔ جب سے اس نے آسمان اور زمین بنائے ان میں سے چار حرمت والے ہیں۔ یہ سیدھا دین ہے تو ان مہینوں میں اپنی جان پر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے ہر وقت لڑو جیسا وہ تم سے ہر وقت لڑتے ہیں اور جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

﴿۲۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

کفار زمانہ رسالت جن کی نسبت حکم ہوا واقتلوهم حيث ثقفتموهم [البقرہ۔ ۱۹۱] انہیں جہاں پاؤ قتل کرو۔

اور حکم ہوا: وقاتلوا المشركين كافة كما يقاتلونكم كافة [التوبة۔ ۳۶]

۴۴۹۴۔ السنن لابی داؤد، باب الكنز ما هو و زكاة الحلى، ۱/۲۱۸
المستدرك للحاكم، ۱/۳۹۰ ☆

سب مشرکوں سے لڑو جیسے وہ سب تم سے لڑتے ہیں۔

کیا ان کا ہر ہر فرد میدان جنگ میں آیا تھا، لڑائی دیکھی جاتی ہے، اگر جو لڑے ان کی خاص ذاتی غرض ہے جس میں ساری قوم شریک نہیں تو وہ لڑائی خاص انہیں کی طرف منسوب ہوگی جو اس کے مرتکب ہوئے۔ مثلاً کسی گاؤں کے دھرے میں ڈھے پر بعض لوگوں سے جنگ ہوتو وہ انہیں کی ہے، نہ کہ تمام قوم کی۔ اور اگر لڑائی مذہبی ہے تو ان سب اہل مذہب کی ہے کہ باقی دامے درمے قلمے قدمے معین ہوں گے اور کچھ نہ ہوتو راضی ہوں گے اور اپنے مذہب کی فتح ہوتو خوش ہوں گے اور دوسرے کی ہوتو رنجیدہ ہوں گے۔

قال اللہ تعالیٰ:

ان تمسسکم حسنة تسوهم وان تصبکم سيئة يفرحوابها " (ال عمران ۔ ۱۲۰)

اگر تمہیں بھلائی پہنچے تو انہیں بری لگے اور اگر تمہیں برائی پہنچے تو اس پر شاد ہوں۔

تو وہ محاربین بالفعل ہیں خواہ ہاتھ سے یا زبان سے یا دل سے۔ یہ قربانی گاؤ کا مسئلہ ایسا ہی ہے، کون سا ہندو ہے جس کے دل میں اس کا نام سن کر آگ نہیں لگتی، کون سی ہندو زبان ہے جو گئو رکھشا کی مالا نہیں جپتی، کون سا شہر ہے جہاں ان کی سبھا یا اس کے ارکان یا اس میں چندہ دینے والے نہیں، کیا یہ مقدس بے گناہوں کے خون، یہ پاک مساجد کی شہادتیں، یہ قرآن عظیم کی اہانتیں انہیں ناپاک رکھشاؤں انہیں مجموعی سفاک سبھاؤں کے نتائج نہیں، نہ سہی ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے

اب جس شہر جس قصبہ جس گاؤں میں چاہو آزما دیکھو، اپنی مذہبی قربانی کے لئے گائے پچھاڑو۔ اس وقت یہی تمہاری بائیں پسلی کے نکلے، یہی تمہارے سگے بھائی، یہی تمہارے منہ بولے بزرگ، یہی تمہارے آقا، یہی تمہارے پیشوا تمہاری ہڈی پسلی توڑنے کو تیار ہوتے ہیں یا نہیں۔

ان متفرقات کا جمع کرنا بھی جہنم میں ڈالئے، وہ آج تمام ہندوؤں اور نہ صرف ہندوؤں تم سب ہندو پرستوں کا امام ظاہر وباد شا باطن ہے، یعنی گاندھی صاف نہ کہہ چکا کہ مسلمان اگر قربانی گاؤ نہ چھوڑیں گے تو ہم تلوار کے زور سے چھڑا دیں گے، اب بھی کوئی شک رہا

کہ تمام مشرکین ہند دین میں ہم سے محارب ہیں پھراٹھیں" لم یقاتلوکم فی الدین " میں داخل کرنا کیا بڑی بے حیائی ہے یا صریح بے ایمانی بھی، محاربہ مذہبی ہر قوم کا اس بات پر ہوتا ہے کہ جسے وہ اپنے دین کی رو سے زشت و منکر جانے، اسی کے ازالہ کے لئے لڑائی ہوتی ہے اور ازالہ منکر تین قسم ہے۔ موقع ہو تو ہاتھ سے ورنہ زبان سے ورنہ دل سے۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من رأى منكم منكرا فليغير ه بيده فا ن لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه "

" تم میں جو کوئی کچھ خلاف شرع بات دیکھے اس پر لازم ہے کہ اسے اپنے ہاتھ سے رد کرے، پھر اگر نہ ہو سکے تو زبان سے اور یہ بھی نہ ہو سکے تو دل سے۔

یہ تینوں صورتیں ازالہ و تغییر کی ہیں اور یہ سب اہل محاربہ ہی ہیں بالفعل ہتھیار اٹھانا شرط نہیں جس کا ثبوت اوپر گزرا، اور یہ ٹھہرے کہ اگر لڑائی سر تاج قوم اور تمام افراد کی رضا سے ہو مگر۔ قاتلوکم فی الدین " میں صرف وہی داخل ہوں گے جنہوں نے میدان میں ہتھیار اٹھائے تو ذرا انگریزوں کے ساتھ اپنے بائیکاٹ کا مزاج پوچھ لیجئے، کیا ہر انگریز ترکوں کے ساتھ میدان جنگ میں گیا تھا، ہرگز نہیں، لاکھوں یا شاید کروڑوں جنہوں نے اس میدان کی صورت تک نہ دیکھی، خصوصا ہندوستان میں سول کے انگریز، لم یقاتلونکم فی الدین " اور تمہارا یہ ترک تعاون کا عام مسئلہ تمہارے ہی منہ سخت جھوٹ اور شریعت پر افتراء ٹھہرا کہ مقاطعہ کرو تو انہیں معدودے کرو جو میدان میں ترکوں سے لڑے۔ غرض۔

نے فروعت محکم آمد نے اصول شرم بادت از خدا و از رسول

نہ تیرے فروع قائم رہے نہ اصول، تو خدا اور رسول سے شرم کھا۔

جدید ۱۴/۴۵۵

(۵۴) وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ۔ ☆

اور وہ جو خرچ کرتے ہیں اس کا قبول ہونا بند نہ ہوا مگر اسی لئے کہ وہ اللہ اور رسول سے

منکر ہوئے اور نماز کو نہیں آتے مگر جی ہارے اور خرچ نہیں کرتے مگر ناگواری سے۔

﴿۳۰﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

دیکھو ان کا نماز پڑھنا بیان کیا اور پھر انہیں کا فر فرمایا کیا وہ قبلہ کو نماز نہیں پڑھتے تھے؟ فقط قبلہ کیسا، قبلۂ دل وجاں، کعبۂ دین وایماں، سرور عالمیاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے جانب قبلہ نماز پڑھتے تھے۔

(تمہید ایمان ۵۸)

(۵۹) وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ۔☆

اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ ورسول نے ان کو دیا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب دیتا ہے ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول ہمیں اللہ ہی کی طرف رغبت ہے۔

﴿۳۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہاں رب العزت جل وعلا نے اپنے ساتھ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دینے والا فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی ہدایت کی کہ اللہ ورسول سے امید لگی رکھو کہ اب ہمیں اپنے فضل سے دیتے ہیں جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم۔

(الامن والعلی ۷۸)

(۶۰) اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔☆

زکوۃ تو انہیں لوگوں کے لئے ہے محتاج اور نرے نادار اور جو اسے تحصیل کر کے لائیں اور جن کے دلوں کو اسلام سے الفت دی جائے اور گردنیں چھوڑوانے میں اور قرضداروں کو اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کو یہ ٹھہرایا ہوا ہے اللہ کا اور اللہ علم وحکمت والا ہے۔

﴿۳۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مصرف زکوۃ ہر مسلمان حاجت مند جسے اپنے مال مملوک سے مقدار نصاب فارغ عن الحوائج الاصلیہ پر دسترس نہیں بشرطیکہ نہ ہاشمی ہو نہ اپنا شوہر نہ اپنی عورت اگر چہ طلاق مغلظہ دے دی ہو جب تک عدت سے باہر نہ آئے، نہ وہ جو اپنی اولاد میں ہے جیسے بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، نواسا نواسی، نہ وہ جن کی اولا میں یہ ہے، جیسے ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی، اگر چہ یہ اصلی و فروعی رشتے عیاذا باللہ بذریعہ زنا ہوں، نہ اپنا یا ان پانچوں قسم میں سے کسی کا مملوک اگر چہ مکاتب ہو، نہ کسی غنی کا غلام غیر مکاتب، نہ مرد غنی کا نابالغ بچہ، نہ ہاشمی کا آزاد بندہ۔ اور مسلمان حاجتمند کہنے سے کافر و غنی پہلے ہی خارج ہو چکے، یہ سولہ شخص ہیں جنہیں زکوۃ دینی جائز نہیں، ان کے سوا سب کو روا، مثلا ہاشمیہ بلکہ فاطمیہ عورت کا بیٹا جبکہ ماں باپ ہاشمی نہ ہوں کہ شرع میں نسب باپ سے ہے، بعض متہورین کہ ماں کے سیدانی ہونے سے سید بن بیٹھے اور باوجود تفہیم اس پر اصرار کرتے بحکم حدیث صحیح مستحق لعنت الہی ہوتے ہیں۔ وَالْعِیَاذُ بِاللہ تعالیٰ وقداو ضحانا ذلک فی فتاوینا، اسی طرح غیر ہاشمی کا آزاد شدہ بندہ اگر چہ اپنا ہی ہو یا اپنے اور اپنے اصول و فروع و زوج و زوجہ ہاشمی کے علاوہ کسی غنی کا مکاتب، یا زن غنیہ کا نابالغ بچہ اگر چہ یتیم ہو، یا اپنے بہن بھائی چچا پھوپھی خالہ ماموں بلکہ انہیں دینے میں دونا ثواب ہے، زکوۃ وصلہ رحم۔ یا اپنی بہو یا داماد کا شوہر، یا باپ کی عورت، یا اپنے زوج یا زوجہ کی اولاد کہ ان سولہ کو بھی دینا روا جبکہ یہ سولہ اول سے سولہ نہ ہوں، از آنجا کہ انہیں ان سے مناسبت ہے جس کے باعث ممکن تھا کہ ان میں بھی عدم جواز کا وہم جاتا، لہذا فقیر نے انہیں بالتخصیص شمار کر دیا۔ اور نصاب مذکور پر دسترس نہ ہونا چند صورت کو شامل۔

ایک: یہ کہ سرے سے مال ہی نہ رکھتا ہو اسے مسکین کہتے ہیں۔

دوم: مال ہو مگر نصاب سے کم یہ فقیر ہے۔

سوم: نصاب بھی ہو مگر حوائج اصلیہ میں مستغرق، جیسے مدیون۔

چہارم: حوائج سے فارغ ہو مگر اسے دسترس نہیں، جیسے ابن السبیل یعنی مسافر جس کے پاس خرچ نہ رہا ہو، بقدر ضرورت زکوۃ لے سکتا ہے اس سے زیادہ اسے لینا روا نہیں، یا وہ شخص جس کا مال دوسرے پر دین موجل ہے اور میعاد نہ آئی، اب اسے کھانے پہننے کی تکلیف ہے تو میعاد آنے تک بقدر حاجت لے سکتا ہے، یا وہ جس کا مدیون غائب ہے یا لے کر مکر گیا اگر چہ

ثبوت رکھتا ہو کہ ان سب صورتوں میں دسترس نہیں۔ بالجملہ مدار کار حاجت مندی بمعنی مذکور پر ہے۔ تو جو نصاب مذکور دسترس رکھتا ہے ہرگز زکوۃ نہیں پا سکتا اگرچہ غازی ہو یا حاجی یا طالب علم یا مفتی مگر عامل زکوۃ، جسے حاکم اسلام نے ارباب اموال سے تحصیل زکوۃ پر مقرر کیا وہ جب تحصیل کرے تو بحالت غنی بھی بقدر اپنے عمل کے لے سکتا ہے اگر ہاشمی نہ ہو۔ پھر دینے میں تملیک شرط ہے جہاں یہ نہیں، جیسے محتاجوں کو بطور اباحت اپنے دستر خوان پر بٹھلا کر کھلا دینا یا میت کے کفن دفن میں لگانا یا مسجد کنواں خانقاہ مدرسہ پل سرائے وغیرہ بنوانا ان سے زکوۃ ادا نہ ہوگی، اگر ان میں صرف کیا چاہے اس کے وہی حیلے ہیں جو ہمارے فتاوی میں مسطور ہیں۔

(۶۱) وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ط قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ط وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ☆

اور ان میں کوئی وہ ہیں کہ ان غیب کی خبریں دینے والے کو ستاتے ہیں اور کہتے ہیں وہ تو کان ہیں تم فرماؤ تمہارے بھلے کے لئے کان ہیں اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور مسلمانوں کی بات پر یقین کرتے ہیں۔ اور جو تم میں مسلمان ہیں ان کے واسطے رحمت ہیں جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

﴿۳۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

منافقین حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتے اور ان میں کوئی کہتا ایسا نہ کہو کہیں ان تک خبر پہنچے۔ کہتے پہنچے گی تو کیا ہوگا، ہم سے پوچھیں گے ہم مکر جائیں گے۔ قسمیں کھالیں گے۔ انہیں یقین آجائے گا کہ "ھو اذن" وہ کان ہیں جیسی ہم سے خبر سنیں گے مان لیں گے، حق جل وعلا نے فرمایا: اذن خیر لکم۔ وہ تمہارے بھلے کے لئے ہیں، ان کے جھوٹے عذر بھی قبول کر لیتے ہیں اور بکمال حلم وکرم چشم پوشی فرماتے ہیں، ورنہ کیا انہیں تمہارے بھیدوں اور خلوت کی چھپی باتوں پر آگاہی نہیں۔ یؤمن باللہ۔ خدا پر ایمان لاتے ہیں، اور وہ تمہارے اسرار سے انہیں مطلع کرتا ہے۔ پھر تمہاری جھوٹی قسموں کا انہیں کیونکر یقین آئے۔ ہاں۔ یؤمن للمؤمنین۔ ایمان والوں کی بات واقعی مانتے ہیں کہ ان کے دل کی سچی

حالتوں پر خبر ہے۔ اس لئے ورحمۃ للذین امنوا منکم۔ مہربان ہیں ان پر جو تم میں ایمان لائے کہ ان کے طفیل سے انہیں ہمیشگی کے گھر میں بڑے رتبے ملتے ہیں۔ اور اگر چہ یہ بھی ان کی رحمت ہے کہ دنیا میں تم سے چشم پوشی ہوتی ہے، مگر اس کا نتیجہ اچھا نہ سمجھو کہ تمہاری گستاخیوں سے انہیں ایذا پہنچی ہے۔ والذین یوذون رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لہم عذاب الیم۔ اور جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایذا دیں ان کے لئے دکھ کی مار ہے۔

(تجلی الیقین۔ ۴۹۔ ۵۰)

(۲۵) وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ط قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ۔☆

اور اے محبوب اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو۔

﴿۳۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ابن ابی شیبہ ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابو الشیخ امام مجاہد تلمیذ خاص سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت فرماتے ہیں:۔

انہ قال فی قولہ تعالیٰ و لئن سئلتھم لیقولن انما کن نخوض و نلعب ۔قال رجل من المنافقین یحدثنا محمد ان ناقۃ فلان بو ٦٦ • ادی کذاو ما یدریہ بالغیب ۔

یعنی کسی شخص کی اونٹنی گم ہوگئی، اس کی تلاش تھی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ ہے اس پر ایک منافق بولا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے، محمد غیب کیا جانیں؟۔ (ابن جریر۔ ج ۱۰۔ ص ۱۰۴۔)

اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ اتاری کہ کیا اللہ و رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو، بہانے نہ بناؤ تم مسلمان کہلا کر اس لفظ کے کہنے سے کافر ہو گئے۔ (دیکھو تفسیر امام ابن جریر مطبع مصر جلد دہم صفحہ ۱۰۵ و تفسیر درمنثور امام جلال الدین سیوطی جلد سوم۔ ص ۲۵۴)

مسلمانو! دیکھو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں اتنی گستاخی کرنے سے کہ وہ

غیب کیا جانیں، کلمہ گوئی کام نہ آئی اور اللہ تعالیٰ نے صاف فرما دیا کہ بہانے نہ بناؤ تم اسلام کے بعد کافر ہو گئے۔ یہاں سے

وہ حضرات بھی سبق لیں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم غیب سے مطلقاً منکر ہیں ۔دیکھو یہ قول منافق کا ہے۔ اور اس کے قائل کو اللہ تعالیٰ نے اللہ و قرآن و رسول سے ٹھٹھا کرنے والا بتایا اور صاف صاف کافر و مرتد ٹھہرایا۔

اور کیوں نہ ہو کہ غیب کی بات جاننی شان نبوت ہے۔ جیسا کہ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی و امام احمد قسطلانی و مولانا علی قاری علامہ محمد زرقانی وغیرہم اکابر نے تصریح فرمائی جس کی تفصیل رسائل علم غیب میں بفضلہ تعالیٰ بروجہ اعلیٰ مذکور ہوئی پھر اسکی سخت شامت، کمال ضلالت کا کیا پوچھنا جو غیب کی ایک بات بھی خدا کے بتائے سے بھی نبی کو معلوم ہونا محال و ناممکن بتاتا ہے اسکے نزدیک اللہ سے سب چیزیں غائب ہیں اور اللہ کو اتنی قدرت نہیں کہ کسی کو ایک غیب کا علم دے سکے۔ اللہ تعالیٰ شیطان کے دھوکوں سے پناہ دے۔ آمین۔

ہاں بے خدا کے بتائے کسی کو ذرہ بھر کا علم ماننا ضرور کفر ہے اور جمیع معلومات الٰہیہ کو علم مخلوق کا محیط ہونا بھی باطل اور اکثر علماء کے خلاف ہے لیکن روز ازل سے روز آخر تک کا "ما کان و ما یکون اللہ تعالیٰ کے معلومات سے وہ نسبت بھی نہیں رکھتا جو ایک ذرہ کے لاکھویں کروڑویں حصے برابر تری کو کروڑہا کروڑ سمندروں سے ہو بلکہ یہ خود علوم محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے۔ ان تمام امور کی تفصیل "الدولۃ المکیۃ" وغیرہا میں ہے۔ (تمہید ایمان۔ ۵۶۔ ۵۷)

(۶۵) اخرج ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابو الشیخ و ابن مردویہ عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما و ابن جریر عن زید بن اسلم و عن محمد بن کعب و غیرھما قال رجل فی غزوۃ تبوک فی مجلس یوما رائینا مثل قرائنا ھولاء ولا ارغب بطونا ولا اکذب السنۃ ولا اجبن عند اللقاء فقال رجل فی المجلس کذبت ولکنک منافق لا خبرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و نزل القرآن قال عبد اللہ فانا رائیتہ متعلقا بحقب ناقۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم والحجارۃ تنکبہ وھو یقول :یا رسو ل اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم !انما کنا نخوض و نلعب والنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول :اباللہ و ایاتہ و رسولہ کنتم تستھزء ون ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ابن جریر نے حضرت ابن اسلم اور محمد بن کعب وغیرہما رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حدیث کی تخریج کی کہ ایک شخص نے ایک دن مجلس میں غزوہ تبوک کے موقع پر کہا: کہ ہم نے اپنے ان قاریوں کی مانند اور نہ دیکھے، نہ کھانے کے لالچی اور نہ زبان کے جھوٹے اور نہ دشمن کے مقابلہ میں بزدل، تو اس مجلس میں ایک شخص نے کہا تو جھوٹ کہتا ہے، تو منافق معلوم ہوتا ہے، میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ضرور اس بات کی خبر دوں گا، تو اس کی یہ بات حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم ہوئی اور قرآن نازل ہوا۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا: میں نے اس شخص کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنی کے تنگ کے ساتھ لٹکا ہو دیکھا، پتھر اسے زخمی کر رہے تھے، اور وہ کہہ رہا تھا یا رسول اللہ! ہم تو دل چسپی اور کھیل کر رہے تھے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام اس کو فرما رہے تھے: کیا اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات اور اس کے رسول سے تم ٹھٹھا کرتے ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاوی رضویہ جدید۔۱۴/۲۴۴۔۲۴۵)

﴿۶۶﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ۔☆

بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر۔ اگر ہم تم میں سے کسی کو معاف کریں تو اوروں کو عذاب دیں گے اس لئے کہ وہ مجرم تھے۔

﴿۴۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

قرآن کریم کی بعض آیات کریمہ کا حاصل یہ ہے کہ جو عام مسلمانوں پر ظلم کریں ان کے لئے بری بازگشت ہے، ان کا ٹھکانہ جہنم ہے، ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے، نہ کہ وہ جو اولیاء پر ظلم کریں، نہ کہ انبیاء پر، نہ کہ خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل وعلوشان اقدس

پر۔ ان پر کیسی اشد لعنت الٰہی ہوگی اور ان کا ٹھکانا دوزخ کا اخبث طبقہ، اور اگر تم ان سے پوچھو کہ یہ کیسے کفریات ملعونہ تم نے بکے تو حیلے گڑھیں گے، بے سروپا جھوٹی تاویلیں کریں گے، اور کچھ نہ بنے تو یوں کہیں گے کہ ہماری مراد توہین نہ تھی، ہم نے تو یوں ہی ہنسی کھیل میں کہہ دیا تھا۔ واحد قہار جل وعلا فرماتا ہے:

بیشک ضرور وہ کفر کا بول بولے اور اسلام کے بعد کافر ہو گئے، یعنی ان کی قسموں کا اعتبار نہ کرو۔ وانهم لا ايمان لهم۔ ان پیشوایان کفر کی قسمیں کچھ نہیں۔ اتخذوا ايمانهم جنة فصدوا عن سبيل الله فلهم عذاب مهين۔(المنافقون، ۲)

وہ اپنی قسموں کی ڈھال بنا کر اللہ کی راہ سے روکتے ہیں، لاجرم ان کے لئے ذلیل و خوار کرنے والا عذاب ہے ان کے کفر کے سبب، اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی تو بہت کم ایمان لاتے ہیں، وہ جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں۔ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ بیشک جو اللہ و رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ نے دنیا وآخرت میں ان پر لعنت فرمائی اور ان کے لئے تیار کر رکھا ہے ذلت دینے والا عذاب، طوائف مذکورین وہابیہ ونیچریہ وقادیانیہ وغیر مقلدین ودیوبندیہ و چکڑالویہ خذلهم الله تعالىٰ اجمعين۔ ان آیات کریمہ کے مصداق بالیقین اور قطعا یقینا کفار ومرتدین ہیں، ان میں ایک آدھ اگر چہ کافر فقہی تھا اور صدہا کفر اس پر لازم تھے جیسے نمبر ۲ والا دہلوی مگر اب اتباع واذناب میں اصلا کوئی ایسا نہیں جو قطعا یقینا اجماعا کافر کلامی نہ ہو، ایسا کہ من شك في كفره فقد كفر، جو ان کے اقوال ملعونہ پر مطلع ہو کر ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے، اور احادیث کہ سوال میں ذکر کیں بلاشبہ ان کے اگلے پچھلے تابع متبوع سب ان کے مصداق ہیں یقینا وہ سب بدعتی اور استحقاق نار جہنمی اور جہنم کے کتے ہیں مگر انہیں خوارج اور روافض کے مثل کہنا روافض وخوارج پر ظلم اور ان وہابیہ کی کسر شان خباثت ہے، رافضیوں خارجیوں کی قصدی گستاخیاں صحابہ کرام واہل بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مقصور ہیں اور ان گستاخوں کی اصل مطمح نظر حضرات انبیائے کرام اور خود حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

ع۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

راستے کا تفاوت دیکھ کہاں سے کہاں تک ہے

ان تمام مقاصد اور ان سے بہت زائد کی تفصیل فقیر کے رسائل، سل السیوف وکوکبۃ شہابیۃ وسبحان السبوح وفتاوی الحرمین وحسام الحرمین وتمہید ایمان وانباء المصطفی وخالص الاعتقاد وقصیدۃ الاستمداد اوراس کی شرح کشف ضلال دیوبندیہ وغیرہا کثیرہ شہیرہ حافلہ کافلہ شافیہ وافیہ قالعۃ قامعۃ، میں ہے۔ وللہ الحمد۔

ان کے پیچھے اقتداء باطل محض ہے، کما حققناہ فی النہی الاکید۔ جیسا کہ ہم نے النہی الاکید میں اس پر تفصیلا گفتگو کی ہے) ان سب کی کتب کا مطالعہ حرام ہے۔ مگر عالم کو بغرض رد، ان سے میل جول قطعی حرام، ان سے سلام وکلام، انہیں پاس بٹھانا حرام، ان کے پاس بیٹھنا حرام، بیمار پڑیں تو ان کی عیادت حرام، مرجائیں تو مسلمانوں کا سا انہیں غسل وکفن دینا حرام، ان کا جنازہ اٹھانا حرام، ان پر نماز پڑھنا حرام، انہیں مقابر مسلمین میں دفن کرنا حرام، ان کی قبر پر جانا حرام، انہیں ایصال ثواب کرنا حرام۔ مثل نماز جنازہ کفر۔

(فتاوی رضویہ جدید، ۱۴/۴۰۱_۴۰۲)

(۷۴) يَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوا ؕ وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا ۚ وَمَا نَقَمُوا اِلَّا اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيرٍ۔☆

اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے نہ کہا اور بیشک ضرور انہوں نے کفر کی بات کہی اور اسلام میں آکر کافر ہوگئے اور وہ چاہا تھا جو انہیں نہ ملا اور انہیں کیا برا لگا یہی نہ کہ اللہ ورسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کردیا۔ تو اگر وہ توبہ کریں تو ان کا بھلا ہے اور اگر منہ پھیریں تو اللہ انہیں سخت عذاب کریگا دنیا اور آخرت میں اور زمین میں کوئی نہ ان کا حمایتی ہوگا نہ مددگار۔

﴿۳۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ہاں یہ جگہ ہے کہ غیظ میں کٹ جائیں بیمار دل۔ اللہ فرماتا ہے: کہ اللہ اور اللہ کے رسول نے دولت مند کردیا اپنے فضل سے، اے اللہ کے رسول مجھے اور سب اہل سنت کو دین ودنیا کا دولت مند فرما اپنے فضل سے، صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔

میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا

٤٤٩٥ ـ **عن** عبد الله بن زيد رضى الله تعالىٰ عنه قال: ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لما فتح حنيناً قسم الغنائم، فاعطى المؤلفة قلوبهم، فبلغه ان الانصار يحبون ان يصيبوا ما اصاب الناس، فقام رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فخطبهم فحمد الله واثنى عليه، ثم قال: يا معشر الانصار! الم اجدكم ضلالاً فهداكم الله بي وعالة فاغناكم الله بي، و متفرقين فجمعكم الله بي، ويقولون: الله و رسوله امن ـ فقال: الاتجيبوني، فقالوا: الله و رسوله امن، فقال: اما انكم لو شئتم ان تقولوا كذا و كذا ـ فقال: الا ترضون ان يذهب الناس بالشاء و الا بل، وتذهبو ن برسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الى رحالكم، الانصار شعار والناس دثار، ولولا اللهجرة لكنت امرأ من الانصار، ولو سلك الناس واديا وشعبا لسلكت وادى الانصار وشعبهم، انكم ستلقون بعدى اثرة فاصبروا حتى تلقوني على الحوض ـ

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح حنین کے دن مال غنیمت تقسیم فرمایا اس موقع پر مولفۃ قلوب کو بہت کچھ عنایت فرمایا۔ انصار کے بارے میں حضور کو یہ اطلاع ملی کہ ان کی بھی خواہش ہے کہ دوسروں کی طرح انہیں بھی مال غنیمت ملنا چاہئے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا: اے گروہ انصار! کیا میں نے تمہیں گمراہ نہ پایا پس اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے تمہیں ہدایت دی، اور تمہارے آپس میں پھوٹ تھی تو اللہ تعالیٰ نے میرے وسیلہ سے تم میں موافقت کر دی، اور تم محتاج تھے اللہ عزوجل نے میرے واسطے سے تمہیں تونگری بخشی، انصار اس وقت یوں گویا ہوئے، بلکہ اللہ و

٤٤٩٥ ـ الجامع الصحيح للبخاری، باب غزوة الطائف فی شوال، ٦٢٠/٢
الصحيح لمسلم، باب اعطاء المؤلفة ومن يخاف على ايمانه، ٣٣٩/١
فتح البارى لابن حجر، ٤٧/٨ ☆ المصنف لابن ابى شيبة، ٥٢٨/١٤

رسول کا احسان اس سے بھی زائد ہے، پھر حضور نے خود ہی فرمایا: ہاں تم اس کے جواب میں چاہو تو یہ کہہ سکتے ہو کہ ہمارے بھی حضور پر اتنے اتنے احسان ہیں، پھر فرمایا: اے انصار! کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لے کر اپنے گھروں کو جائیں اور تم اللہ کے رسول کو اپنے ساتھ لے کر جاؤ۔ انصار استر کپڑے کی طرح اور دوسرے لوگ ابرے کی طرح ہیں، اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں قبیلہ انصار کا ایک فرد ہوتا، لوگ اگر کسی وادی میں چلیں یا کسی میدان میں تو میں انصار کے پسندیدہ میدان اور وادی کو پسند کروں، اے انصار سنو! میرے بعد تم دیکھو گے کہ دوسروں کو تم پر ترجیح دی جائیگی، لہذا تم صبر کرنا یہاں تک کہ حوض کوثر پر تم سے ملاقات کرو۔ ۱۲م

٤٤٩٦۔ **عن** ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالی عنہ قال: لما قسم رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم السبی بالجعرانۃ اعطی عطایا قریشاً وغیرها من العرب ولم یکن فی الانصار منها شیء فکثرت المقالۃ و فشت حتی قال قائلھم: اما رسول اللہ لقد لقی قومہ فارسل الی سعد بن عبادۃ فقال: ما مقالۃ بلغتنی عن قومک اکثرو فیھا؟ فقال لہ سعد: فقد کان ما بلغک، قال فاین انت من ذاک؟ قال: ما انا الا رجل من قومی، فاشتد غضبہ و قال: اجمع قومک و لا یکن معھم غیرھم فجمعھم فی حظیرۃ من حظائر السبی و قام علی بابھا و جعل لا یترک الا من کان من قومہ و قد ترک رجالا من المھاجرین و رد اناسا، ثم جاء النبی یعرف فی وجھہ الغضب فقال: یا معشر الانصار الم اجد کم ضلالا فھداکم اللہ؟ فجعلوا یقولون: نعوذ باللہ من غضب اللہ و من غضب رسولہ یا معشر الانصار الم اجد کم عالۃ فاغناکم اللہ فجعلو یقولون: نعوذ باللہ و من غضب اللہ و من غضب رسولہ! قال الا تجیبون؟ قالوا: اللہ و رسولہ أمن و افضل فلما سری عنہ قال: و لو شئتم لقلتم فصدقتم الم نجدک طریدا فاوینک و مکذبا فصدقناک و عائلا فآسیناک و مخذولا فنصرناک؟ فجعلوا یبکون و یقولون: اللہ و رسولہ أمن

٤٤٩٦۔ کنز العمال للمتقی، ٣٧٩٣٦، ٦٠/١٤

وافضل ثم قال : اوجد تم من شئ من دنیا اعطیتھا قوما اتالفھم علی الاسلام وکلتم الی اسلامکم؟ لو سلك الناس و ادیا او شعبا لسلکت و ادیکم و شعبکم، انتم شعار و الناس دثار، ولو لا اللھجرۃ لکنت امرأ من الانصار، ثم رفع یدیہ حتی انی لأری ما تحت منکبیہ فقال : اللھم اغفر للانصار و لابناء الانصار و لا بناء ابناء الانصار ! اما ترضون ان یذھب الناس بالشاء و البعیر و تذھبون برسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم الی بیوتکم ؟ فبکی القوم حتی اخضلوا لحاھم و انصرفوا و ھم یقولون رضینا باللہ و برسولہ حظا و نصیبا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مقام جعرانہ میں مال غنیمت تقسیم فرمایا تو قریش اور دیگر قبائل عرب کو دیا اور انصار کو کچھ نہ ملا، (انہیں اس خیال سے کہ شاید حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو ہم پر اب وہ توجہ اور نظر کرم نہ رہی، شاید اب اپنی قوم کی طرف زیادہ التفات فرمائیں، بمقتضائے سنت عشاق کہ دوسروں پر لطف محبوب زائد دیکھ کر رنجیدہ و کبیدہ ہوتے ہیں ملال گزرا) یہاں تک کہ بعض کی زبان پر بعض کلمات شکایت آمیز آئے، حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے سنا تو خاطر انور پر ناگوار گزرا۔ حضرت سعد بن عبادہ انصاری کو بلایا، فرمایا: تمہاری قوم انصار کی طرف سے مجھے یہ کیا سننے کو مل رہا ہے، عرض کیا: حضور جو کچھ سنا وہ واقعہ ہے، فرمایا تو اس وقت تم کہاں تھے، عرض کیا: میں بھی اپنی قوم کا ایک فرد ہوں لہذا قومی ہمدردی میں شریک ہوگیا، حضور کا جلال بڑھ گیا، فرمایا: اپنی قوم کو جمع کرو اور ان کے علاوہ کوئی نہ ہو، سب انصار مال غنیمت کے باڑہ میں جمع ہوئے، حضرت سعد سب کو ہی بلا لائے تھے اور خود دروازہ پر کھڑے سب کی نگرانی کررہے تھے، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تشریف لائے اس حال میں کہ چہرہ اقدس سے غضب کے آثار نمایاں تھے، فرمایا: اے گروہ انصار! کیا میں نے تمکو گمراہ نہ پایا کہ پھر اللہ تعالی نے تم کو ہدایت دی؟ سب ہیبت زدہ بول اٹھے، ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اللہ کے غضب اور رسول کے غضب سے، پھر فرمایا: اے گروہ انصار! کیا میں نے تم کو نادار نہ پایا کہ پھر اللہ تعالی نے تم کو غنی کردیا؟ سب نے عرض کیا: ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اللہ کے غضب اور رسول کے غضب سے، فرمایا: کیوں جواب کیوں نہیں دیتے؟ بولے: اللہ و رسول کا احسان

اور فضل بڑا ہے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا غم ہلکا ہوا تو فرمایا: اگر تم چاہو تو جواب میں یہ بھی کہہ سکتے ہو اور تم اپنے قول میں سچے قرار دیئے جاؤ گے، کہ یارسول اللہ! کیا ہم نے آپ کو بے ٹھکانا نہ پایا کہ اپنے یہاں ٹھکانا دیا، آپکی قوم نے جھٹلایا تو ہم نے تصدیق کی، آپ حاجت مند تھے تو ہم نے اس کو پورا کیا، اور بے یارو مددگار تھے تو ہم نے مدد کی۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے یہ باتیں سنکر انصار رونے لگے اور بار بار کہتے: اللہ ورسول کا فضل واحسان بڑا ہے، پھر حضور نے فرمایا: میں نے جو کچھ کسی قوم کو دیا وہ محض تالیف قلب کے لئے دیا، اور تمہیں تمہارے اسلام کے سپرد کر دیا کہ تمہاری طرف سے کامل اطمینان ہے، سنو! تمہاری فضیلت یہ ہے کہ اگر لوگ کسی وادی یا گھاٹی کی طرف ہوں اور تم دوسری طرف تو میں تمہاری طرف رہوں گا، تم استر کی مانند ہو اور دوسرے لوگ ابرہ کی طرح ہیں، اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار ہی کا ایک فرد ہوتا، پھر خوب اونچے ہاتھ اٹھا کر دعا کی، الٰہی! انصار کی بخشش فرما۔ اور ساتھ ہی ان کے بیٹوں اور پوتوں کی بھی مغفرت فرما، اے انصار! کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ لوگ تو اپنے گھروں کو بکریاں اور اونٹ لے کر جائیں اور تم اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لیکر اپنے وطن پہونچو، یہ سن کر لوگ اتنا روئے کہ داڑھیاں تر ہو گئیں۔ جب واپس ہوئے تو سب کی زبان پر جاری تھا، ہم اللہ اور اس کے رسول (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے عطیہ سے بخوبی رضامند اور خوش ہیں۔

الامن والعلی۔ ص ۱۰۷

۴۴۹۷۔ **عن** عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: کنا مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بحنین، فلما اصاب من هوازن ما اصاب من اموالهم و سبایاهم ادرکه وفد هوازن بالجعرانة و قد اسلموا، فقالوا: یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، انا اصل و عشیرة، فامنن علینا من اللہ علیک، و قام خطیبهم زهیر بن صرد فقال:

امنن علینا رسول اللہ فی کرم ☆ فانك المرء ترجوه و تدخر

۴۴۹۷۔ المعجم الصغیر للطبرانی، ☆ اسد الغابة للجزری، ۲/ ۲۶۲

امنن علی بیضۃ قدعا قہا قدر ☆ مشتت شملہا فی دہرہا غیر

ابقت لنا الدہر ہتا فاعلی حزن ☆ علی قلوبہم الغماء و الغمر

ان لم تدارکہم نعماء تنشرہا ☆ یا ارجح الناس حلما حین یخبر،

قال : فلما سمع النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہذا الشعر قال: ما کان لی و لعبد المطلب فہو لکم ، و قالت قریش : ما کان لنا فہو للہ و لرسولہ ، و قالت الانصار : ما کان لنا فہو للہ و لرسولہ ۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضور کے ساتھ تھے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روز حنین زنان وصبیان نبی ہوازن کو اسیر فرمایا اور اموال وغلام وکنیز مجاہدین پر تقسیم فرمادئے ، اب سرداران قبیلہ اپنے اہل وعیال واموال حضور سے مانگنے کو حاضر ہوئے ، زہیر بن صرد جشمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم پر احسان فرمایئے اپنے کرم سے ، حضور ہی وہ مرد کامل و جامع فواضل ومحاسن وشمائل ہیں جس سے ہم امید کریں اور جسے وقت مصیبت کے لئے ذخیرہ بنائیں ۔ احسان فرمایئے اس خاندان پر کہ تقدیر جس کے آڑے آئی اور اس کی جماعت تتر بتر ہوگئی ، اس کے وقت کی حالتیں بدل گئیں ۔ یہ بدحالیاں ہمیشہ کے لئے ہم میں غم کے وہ مرثیہ خواں باقی رکھیں گے جن کے دلوں پر رنج وغیظ مستولی ہوگا ۔ اگر حضور کی نعمتیں جنہیں حضور نے عام فرمادیا ہے ان کی مدد کو نہ پہونچیں تو ان کا کہیں ٹھکانا نہیں ، اے آزمائش کے وقت تمام جہان سے زیادہ عقل والے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔

یہ اشعار سن کر سید ارحم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کچھ میرے اور بنی عبد المطلب کے حصہ میں آیا وہ میں نے تمہیں بخش دیا ، قریش نے عرض کی: جو کچھ ہمارا ہے وہ سب اللہ کا ہے اور اللہ کے رسول کا ہے ۔ انصار نے عرض کی: جو کچھ ہمارا ہے وہ سب اللہ کا ہے اور اللہ کے رسول کا ہے ۔ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔

۴۴۹۸ ۔ **عن** اسود بن مسعود الثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال لرسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم : انت الرسول الذی ترجی فواضلہ عند القحوط اذا ما اخطأ المطر ۔

حضرت اسود بن مسعود ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوکر عرض کی: حضور وہ رسول ہیں کہ حضور کے فضل کی امید کی جاتی ہے قحط کے وقت جب مینہ خطا کرے۔ الامن والعلی ص ۱۰۴

(۷۷) فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰی یَوْمِ یَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ۔☆

تو اس کے پیچھے اللہ نے ان کے دلوں میں نفاق رکھدیا اس دن تک کہ اس سے ملیں گے بدلہ اس کا کہ انہوں نے اللہ سے وعدہ جھوٹا کیا اور بدلہ اس کا کہ جھوٹ بولتے تھے۔

﴿۳۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

تفسیر امام ابن جریر میں ہے:

حدثنی محمد بن کعب حدثنی ابی حدثنی عمی حدثنی ابی عن ابیہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان رجلا یقال لہ ثعلبة ابن ابی حاطب اخلف اللہ ما وعدہ فقص اللہ تعالیٰ شانہ فی القرآن ومنهم من عاهد اللہ الی قولہ یکذبون"۔

تفسیر معالم میں ہے:

قال الحسن ومجاهد نزلت فی ثعلبہ بن ابی حاطب الخ"۔

تفسیر ابن جریر وثعلبی وغیرہم میں حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

قال نزل اللہ تعالیٰ فی" ومن هم عاهد اللہ عند رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رجل من اقارب ثعلبة فسمع ذلک فخرج حتی اتاہ فقال ویحک یا ثعلبة قد انزل اللہ فیک کذا وکذا فخرج ثعلبة حتی اتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فسالہ ان یقبل صدقتہ فقال ان اللہ منعنی ان اقبل منک صدقتک ثم اتی ابابکر حین استخلف فقال اقبل صدقتی فقال ابوبکر لم یقبلها رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وانا اقبلها فلما ولی عمر اتاہ فقال یا امیر المومنین اقبل صدقتی فقال لم یقبلها رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولا ابوبکر ولا انا اقبلها ثم ولی عثمان

فاتاه فسأله فقال لم يقبلها رسول الله ولا ابوبكر ولا عمر رضوان الله تعالى عليهما وانا لا اقبلها فلم يقبلها منه وهلك ثعلبة فى خلافة عثمان رضى الله تعالى عنه اه مختصرا۔

یہ سب اس حدیث ثعلبہ کی تسلیم پر ہے، ورنہ دوسرے سے ثابت الصحت نہیں۔ امام ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں فرمایا: ان صح الخبر ولا اظنه يصح۔

فتاوی رضویہ قدیم ۱۲/۳۳

حضرت سیدنا ثعلبہ بن حاطب بن عمرو بن عبید انصاری رضی اللہ تعالی عنہ ہیں۔ اور یہ شخص جس کے باب میں یہ آیت اتری ثعلبہ ابن ابی حاطب ہے۔ اگر چہ یہ بھی قوم اوس سے تھا اور بعض نے اس کا نام بھی ثعلبہ بن حاطب کہا، مگر وہ بدری خود زمانہ اقدس حضور پرنور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میں جنگ احد میں شہید ہوئے اور یہ منافق زمانہ خلافت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ میں مرا، جب اس نے زکوۃ دینے سے انکار کیا اور آیہ کریمہ میں اس کی مذمت اتری، حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلمکی خدمت میں زکوۃ لے کر حاضر ہوا، حضور نے قبول نہ فرمائی۔ پھر صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت میں لایا انھوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے تیری زکوۃ قبول نہ فرمائی اور میں قبول کرلوں، ہرگز نہ ہوگا۔ پھر خلافت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ میں حاضر لایا، فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اور ابوبکر قبول نہ فرمائیں اور میں لے لوں، یہ کبھی نہ ہوگا۔ پھر خلافت ذی النورین غنی رضی اللہ تعالی عنہ میں لایا، فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلمو صدیق وفاروق نے قبول نہ فرمائی میں بھی نہ لوں گا۔ آخر انہیں کی خلافت میں مرگیا۔ فتاوی رضویہ قدیم ۱۲/۳۳

اقول: یہ حدیث ابی امامہ رضی اللہ تعالی عنہ جس میں بجائے ابن ابی حاطب، ابن حاطب کہا، ابن جریر وبغوی وثعلبی وابن السکن وابن الشاہین وباوردی سب کے یہاں بطریق معاذ ابن رفاعہ عن علی بن یزید عن القاسم عن ابی امامہ رضی اللہ تعالی عنہ۔ اور علی بن یزید میں کلام معلوم ہے۔

حافظ الشان نے تقریب میں فرمایا: ضعیف" امام دار قطنی نے فرمایا: متروک" امام بخاری نے فرمایا: منکر الحدیث" اور فرمایا: کل من اقول فيه منكر الحديث لا تحل

الروایة عنه "یعنی جسے میں منکر الحدیث کہوں اس سے روایت حلال نہیں۔

فتاوی رضویہ قدیم ۱۲/۳۴

(۸۴) وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ۔☆

اوران میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا بے شک اللہ اور رسول سے منکر ہوئے اور فسق ہی میں مر گئے۔

﴿۳۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(کافر کی نماز جنازہ قطعاً ناجائز، لہذا) اگر رافضی ضروریات دین کا منکر ہے، مثلاً قرآن میں کچھ سورتیں یا آیتیں یا کوئی حرف صرف امیر المؤمنین عثمان ذی النورین غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا اور صحابہ خواہ کسی شخص کا گھٹایا ہوا مانتا ہے یا مولی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خواہ دیگر ائمہ کو انبیائے سابقین علیہم الصلوۃ والتسلیم میں کسی سے افضل جانتا ہے، اور آج کل یہاں کے رافضی تبرائی عموماً ایسے ہی ہیں، ان میں شاید ایک شخص بھی ایسا نہ نکلے جو ان عقائد کفریہ کا معتقد نہ ہو جب تو وہ کافر و مرتد ہے اور اس کے جنازے کی نماز حرام قطعی و گناہ شدید ہے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے: ولا تصل علی احد منهم مات ابدا ولا تقم علی قبره انهم کفروا بالله ورسوله وماتوا وهم فاسقون۔ کبھی نماز نہ پڑھ ان کے کسی مردے پر، نہ اس کی قبر پر کھڑا ہو، انھوں نے اللہ و رسول کے ساتھ کفر کیا اور مرتے دم تک بے حکم رہے۔

اور اگر ضروریات دین کا منکر نہیں مگر تبرائی ہے تو جمہور ائمہ و فقہائے عظام کے نزدیک اس کا بھی وہی حکم ہے۔ کما فی الخلاصة و فتح القدیر و تنویر الابصار والدر المختار والهدایة وغیرها من الاسفار۔ جیسا کہ خلاصہ، فتح القدیر، تنویر الابصار، درمختار، ہدایہ وغیرہا عامہ کتب میں ہے۔

اور اگر صرف تفضیلیہ ہے تو اس کے جنازہ کی نماز بھی نہ چاہیے۔ متعدد حدیثوں میں بد مذہبوں کی نسبت ارشاد ہوا: ان ماتوا فلا تشهدوهم، وہ مریں تو ان کے جنازہ پر نہ جائیں۔ ولا تصلوا علیهم، ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو۔ نماز پڑھنے والوں کو توبہ واستغفار کرنی

چاہئے، اور اگر صورت پہلی تھی یعنی وہ مردہ رافضی منکر بعض ضروریات دین تھا اور کسی شخص نے باآں کہ اس کے حال سے مطلع تھا دانستہ اس کے جنازہ کی نماز پڑھی، اس کے لئے استغفار کی جب تو اس شخص کو تجدید اسلام اور اپنی عورت سے از سرِ نو نکاح کرنا چاہئے۔

فتاوی رضویہ جدید ۹/۱۷۱

〈۹۵〉سَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوا عَنْهُمْ ط فَأَعْرِضُوا عَنْهُمْ ط إِنَّهُمْ رِجْسٌ ز وَمَأْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ج جَزَآءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ۔☆

اب تمہارے آگے اللہ کی قسم کھائیں گے جب تم ان کی طرف پلٹ کر جاؤ گے اس لئے کہ تم ان کے خیال میں نہ پڑو۔ تو ہاں تم ان کا خیال چھوڑو۔ وہ تو نرے پلید ہیں۔ اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے بدلہ اس کا جو کماتے تھے۔

〈۹۶〉يَحْلِفُونَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ج فَإِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِينَ۔☆

تمہارے آگے قسمیں کھاتے ہیں کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ تو اگر تم ان سے راضی ہو جاؤ تو بے شک اللہ تو فاسق لوگوں سے راضی نہ ہوگا۔

﴿۳۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

آیات ۱۱۷۔۱۱۹ کی تفسیر میں ان آیات کی وضاحت ہے۔

〈۹۹〉وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُولِ ط أَلَا إِنَّهَا قُرْبَةٌ لَهُمْ ط سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِي رَحْمَتِهِ ط إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔☆

اور کچھ گاؤں والے وہ ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو خرچ کریں اسے اللہ کی نزدیکیوں اور رسول سے دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھیں۔ ہاں ہاں وہ ان کے لئے باعث قرب ہے اللہ جلد انہیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿۴۰﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس میں صلوۃ بمعنی دعا ہے۔ حدیث مؤطائے امام مالک وسنن نسائی:

عن ام المؤمنین الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہاعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ؛ انی بعثت الی اھل البقیع لاصل علیھم۔

میں اہل بقیع کی طرف بھیجا گیا کہ ان پر صلوۃ کروں۔

صلوۃ کو بمعنی دعا واستغفار لیا۔

اقول: بلکہ سنن نسائی کی دوسری روایت میں ہے:

ان جبریل اتانی (فذکر الحدیث قال) فا مر نی ان اتی البقیع فا ستغفر لھم قلت لہ: کیف اقول یا رسول اللہ! قال :قولی السلام علی اھل الدار من المومنین والمسلمین ویر حم اللہ المستقد مین مناو المتا خرین وانا ان شاء اللہ بکم لا حقون۔

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرئیل میرے پاس آئے مجھے حکم فرمایا کہ بقیع جاکر اہل بقیع کے لئے دعاء مغفرت کرو، ام المومنین فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کس طرح کہوں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعاء زیارت قبور تعلیم فرمائی۔ " السلام علی اھل الدار من المو منین والمسلمین یر حم اللہ المستقد مین مناو المستا خرین وانا انشاء اللہ بکم لاحقون۔

تو یہ خود اور حدیث بخاری ومسلم وابی داؤد ونسائی "عن عقبۃ بن عا مر ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خرج یو م فصلی علی اھل احد صلوتہ علی المیت "حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن احد تشریف لے جاکر اہل احد پر صلوۃ پڑھی جیسے میت پر صلوۃ پڑھی جاتی ہے۔

اس میں بھی علماء نے صلوۃ بمعنی دعا لی۔

ارشاد الساری شرح صحیح البخاری میں ہے:

زاد (ای البخاری) فی غزوۃ احد من طریق حیوۃ بن شریح عن یزید بعد ثمان سنین والمراد انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعا لھم بدعاء صلوۃ المیت

ولیس المراد صلوۃ المیت المعهودة کقوله تعالی: وصل علیهم والاجماع یدل له لانه لا یصلی علیه عندنا وعند ابی حنیفة المخالف لا یصلی علی القبر بعد ثلثه الایام،

امام بخاری نے غزوۂ احد کے بیان میں بطریق حیوہ بن شریح عن یزید۔ آٹھ سال کے بعد، کا اضافہ کیا ہے، یعنی اہل احد کے لئے صلوۃ مذکور کا واقعہ ان کی شہادت کے آٹھ سال کے بعد کا ہے۔ اور صلوۃ سے مراد یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا کی جو نماز میت میں ہوتی ہے، معروف نماز جنازہ مراد نہیں، جیسے ارشاد باری تعالیٰ' وصل علیهم " کا معنی ہے ان کے لئے دعا کرو، اس مراد کی دلیل اجماع ہے، اس لئے کے ہمارے نزدیک شہید کی نماز جنازہ نہیں، اور امام ابو حنیفہ جو اس بارے میں ہمارے مخالف ہیں ان کے نزدیک تین دن کے بعد قبر پر نماز جنازہ نہیں۔

پھر امام نووی شرح مہذب پھر امام سیوطی مرقاۃ الصعود شرح سنن ابی داؤد میں فرماتے ہیں:

قال اصحابنا وغیرهم ان المراد من الصلوۃ ههنا الدعاء وقوله صلوته علی المیت ای دعاء لهم کدعاء صلوۃ المیت ولیس المراد صلاۃ الجنازۃ المعروفه بالاجماع اه مختصرا۔

ہمارے علماء اور دیگر حضرات نے فرمایا کہ یہاں صلوۃ سے مراد دعا ہے اور 'صلوته علی المیت ' کا معنی یہ ہے کہ جیسے نماز میت میں دعا ہوتی ہے وہی دعا ان کے لئے کی اور معروف نماز جنازہ بالاجماع مراد نہیں، اھ

اسی طرح وصال اقدس کے بعد حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صلوۃ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ادا کی ایک جماعت علما اسے بھی بمعنی درود و دعا لیتی ہے، اور حدیث امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی ظاہر:

اخرج ابن سعد عن عبد اللہ ابن محمد بن عبد اللہ بن عمر بن علی ابن ابی طالب عن ابیه عن جده عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنه قال لما وضع رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلمعلی السریر قال: لا یقوم علیه احد هو امامکم حیا ومیتا، فکان یدخل الناس رسلا رسلا فیصلون علیه صفا صفا لیس لهم امام ویکبرون وعلی قائم بحیال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلمیقول :السلام علیك یاأیها النبی ورحمة الله وبرکاته،اللهم انانشهد ان قد بلغنا انزل الیه ونصح لامته وجاهد فی سبیل الله حتی اعزالله دینه وتمت کلماته ، اللهم اجعلنا ممن تبع ما انزل الیه وثبتنا بعده واجمع بیننا وبینه فیقول الناس: آمین حتی صلی علیه الرجال ثم النساء ثم الصبیان ۔

ابن سعد نے عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن عمر بن علی ابن ابی طالب سے تخریج کی کہ انہوں نے اپنے والد سے بواسطہ اپنے دادا علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ روایت کیا یعنی جب حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلمکو غسل دے کر سریر منیر پر لٹایا، حضرت مولی علی کرم اللہ تعالی وجھہ الکریم نے فرمایا: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلمکے آگے کوئی امام بن کر نہ کھڑا ہو کہ وہ تمہارے امام ہیں اپنی زندگی دنیاوی میں اور بعد وصال بھی ، پس لوگ گروہ در گروہ اور پرے کے پرے حضور پر صلوۃ کرتے ، کوئی ان کا امام نہ تھا۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے عرض کرتے تھے: سلام حضور پر اے نبی! اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ۔ الہی ! ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور نے پہونچادیا جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا اور ہر بات میں اپنی امت کی بھلائی کی اور راہ خدا میں جہاد فرمایا ، یہاں تک کہ اللہ عز وجل نے اپنے دین کو غالب کیا اور اللہ کا قول پورا ہوا۔ الہی ! تو ہم کو ان پر اتاری ہوئی کتاب کے پیروؤں سے کر اور ان کے بعد بھی ان کے دین پر قائم رکھ اور روز قیامت ہمیں ان سے ملا۔ مولی علی یہ دعا کرتے اور حاضرین آمین کہتے ، یہاں تک کے ان پر مردوں پھر عورتوں پھر لڑکوں نے صلوۃ کی ۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

اور یہی ظاہر اس حدیث کا ہے جو ابن سعد و بیہقی نے محمد بن ابراہیم تیمی مدنی سے روایت کی:

”لما کفن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلمووضع علی سریره دخل ابوبکر وعمر فقالا: السلام علیك ایها النبی ورحمته وبرکاته ومعهما نفر من

المھاجرین والانصار قدر ما یسع البیت فسلموا کما سلم ابو بکر وعمر وھما فی الصف الاول حیال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللھم انا نشھد ان قد بلغ ما انزل الیہ ونصح لامتہ وجاھد فی سبیل اللہ حتی اعز اللہ دینہ وتمت کلماتہ فآمنا باللہ وحدہ لا شریک لہ فاجعلنا یا الٰھنا ممن یتبع القول الذی انزل معہ واجمع بیننا وبینہ حتی نعرفہ وتعرفہ بنا فانہ کان بالمومنین بدلا ولا نشتری بہ ثمنا ابدا فیقول الناس: آمین آمین، ثم یخرجون ویدخل علیہ آخرون حتی صلوا علیہ الرجال ثم النساء ثم اصبیان ۔

بزار وحاکم ابن سعد وابن منیع وبیہقی وطبرانی معجم اوسط میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا غسلتمونی وکفنتمونی علی سریری ثم اخرجوا عنی فان اول من یصلی علی جبرئیل ثم میکائیل ثم اسرافیل ثم ملک الموت مع جنودہ من الملٰئکۃ باجمعھم ثم ادخلوا علی فوجا فصلوا علی وسلموا تسلیما۔

جب میرے غسل وکفن مبارک سے فارغ ہو مجھے نعش مبارک پر رکھ کر باہر چلے جاؤ، سب میں پہلے جبرئیل مجھ پر صلوۃ کریں گے، پھر میکائیل، پھر اسرافیل، پھر ملک الموت اپنے سارے لشکروں کے ساتھ، پھر گروہ در گروہ میرے پاس حاضر ہو کر مجھ پر درود وسلام عرض کرتے جاؤ۔

امام جلال الدین سیوطی خصائص کبری میں فرماتے ہیں:

قال البیھقی تفرد بہ سلام الطویل عن عبد اللہ الملک بن عبد الرحمن وتعقبہ ابن حجر فی المطالب العالیۃ بان ابن منیع اخرجہ من طریق مسلمۃ بن صالح عن عبد الملک بہ وھذہ متابعۃ سلام الطویل واخرجہ البزار من وجہ آخر عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔

بیہقی نے کہا: عبد الملک بن عبد الرحمن سے اس کی روایت میں سلام طویل متفرد ہیں ۔اس پر علامہ ابن حجر نے مطالب عالیہ میں تعاقب فرمایا کہ اسے ابن منیع نے بطریق مسلمہ بن صالح، عبد الملک سے اسی سند سے روایت کیا ہے، تو سلام طویل کی متابعت ہوگئی اور اسے بزار

نے ایک اور طریق سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۲۸۲/۹)

﴿۱۰۳﴾ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ☆

اے محبوب ان کے مال میں سے زکوۃ تحصیل کرو جس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کردو اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو۔ بیشک تمہاری دعا انکے دلوں کا چین ہے اور اللہ سنتا اور جانتا ہے۔

﴿۴۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

جب ابولبابہ وغیرہ بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہ غزوۂ تبوک میں ہمراہ رکاب سعادت حاضر نہ ہوئے تھے اپنے آپ کو مسجد اقدس کے ستون سے باندھ دیا تھا، جب تک حضور والا صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ نہ کھولیں گے نہ کھلیں گے، اس وقت یہ آیت اتری۔

دیکھو! حضور دافع البلا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں گناہوں سے پاک کیا اور حضور نے بلائے گناہ ان کے سروں سے ٹالی، اور جب حضور کی دعا ان کے دلوں کا چین ہوئی تو یہی دفع الم ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علی دافع البلاء والالم وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

(الامن والعلی ۸۳)

﴿۱۰۷﴾ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ☆

اور وہ جنہوں نے مسجد بنائی نقصان پہنچانے کو اور کفر کے سبب اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو اور اس کے انتظار میں جو پہلے سے اللہ اور اس کے رسول کا مخالف ہے اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے ہم نے تو بھلائی چاہی اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بے شک جھوٹے ہیں۔

﴿۱۰۸﴾ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ

اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ☆۔

اس مسجد میں تم کبھی نہ کھڑے ہونا۔ بیشک وہ مسجد کو پہلے ہی دن سے جس کی بنیاد پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے۔ وہ اس قابل ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو اس میں وہ لوگ ہیں کہ خوب ستھرا ہونا چاہتے ہیں اور ستھرے اللہ کو پیارے ہیں۔

(۱۰۹) اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ☆۔

تو کیا جس نے اپنی بنیاد رکھی اللہ ۔سے ڈر اور اسکی رضا پر وہ بھلا یا وہ جس نے اپنی نیو چنی ایک گراؤ گڑھے کے کنارے تو وہ اسے لے کر جہنم کی آگ ڈھے پڑا اور اللہ ظالموں کو راہ نہیں دیتا۔

۴۲ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

جماعت اہل سنت میں (کہ محاورۂ قرآن وحدیث میں یہی مومنین ہیں) "کما بینہ الامام صدر الشریعہ فی التوضیح والملا علی القاری فی مرقاہ شرح المشکوۃ"۔ (جیسا کہ اسے امام صدر الشریعہ نے توضیح میں اور ملا علی قاری نے مرقاہ شرح مشکوۃ میں بیان کیا ہے) تفرقہ ڈالنا حرام ہے، رب عزوجل نے منافقین کی بنائی مسجد پر جو سخت غضب فرمایا، اور اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ "لا تقم فیه ابدا" کبھی اس میں کھڑے نہ ہونا اور اس کے بنانے والوں کو فرمایا:

"اسس بنیانه علی شفا جرف هار فانهار به فی نار جهنم"۔(التوبہ ۱۰۹)

اس نے اس کی بنیاد رکھی گراؤ گڈھے کے کنارے پر تو وہ اسے جہنم کی آگ میں لے کر ڈھے پڑا۔

اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو بھیج کر اس کو ڈھوادیا، جلوادیا، پھر حکم

دیا کہ اس جگہ کو گھورا بنایا جائے جس میں نجاستیں اور کوڑا ڈالا جائے۔ رب عز جل نے اس کی چار علتیں ارشاد فرمائیں، تیسری علت یہی" تفریقا بین المومنین " مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو ، ہے کہ انھوں نے اس کے سبب جماعت میں تفرقہ ڈالنا چاہا تھا۔

معالم شریف میں ہے:

لانهم كانوا اجميعا يصلون فى مسجد قبا فبنوا مسجدا ضرارا ليصلى فيه بعضهم فيؤدى ذلك الى الاختلاف وافتراق الكلمة۔

یعنی ساری جماعت مسجد قبا شریف میں ہوتی تھی، خبثا نے وہ نقصان رسانی کی مسجد اسکے لئے بنائی کہ کچھ مسلمان اس میں پڑھیں، جس کا نتیجہ یہ ہو کہ پھوٹ پڑے اور تفرقہ ہو جائے۔

بلکہ ان خبیثوں نے جو عذر تفریق ظاہر کیا تھا تفریق جبل پور میں اس سے ہزاروں درجے بدتر ہے۔ انہوں نے کہا تھا:" انا قد بنينا مسجد الذى للعلة و الحاجة و الليلة المطيرة و الليلة الشاتية "۔

ہم نے مسجد بنائی ہے بیمار اور کامی اور بارش کی رات اور جاڑے کی شب کے لئے۔
اور ان کا عذر تفریق یہ ہوا کہ عالم دین معاذ اللہ کافر و مرتد و بدمذہب و نا قابل امامت ہے، جھوٹے وہ بھی تھے اور جھوٹے یہ بھی۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا کجا
(راستے کا تفاوت دیکھ کہاں سے کہاں تک ہے)

مسلمانوں کو مسجد الہی میں جانے سے منع کرنے اور اس کی ویرانی میں کوشاں ہونے کا حکم تو یہ ہے جو قرآن عظیم میں فرمایا:

" ومن اظلم ممن منع مساجد الله ان يذكر فيها اسمه وسعىٰ فى خرابها اولئك ما كان لهم ان يدخلوها الا خائفين لهم فى الدنيا خزى ولهم فى الآخرة عذاب عظيم "۔ (البقرة ـ ۱۱٤)

اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں نام الہی لینے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے، ایسوں کو نہیں پہنچتا تھا کہ ان میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے۔ ان کے

لئے دنیا میں رسوائی ہے اوران کے لئے آخرت میں بڑا عذاب۔

مگر یہاں ان کا عذر یہ ہوگا کہ ہمیں مسجد ویران کرنا اوراس میں نماز سے روکنا مقصود نہ تھا بلکہ ہم نے تو بھلائی ہی چاہی تھی کہ امام کے پیچھے مسلمانوں کی نماز خراب نہ ہو، یہ بھلائی چاہنے کا عذر بھی ان منافقوں، مسجد ضرار بنانے والوں نے پیش کیا تھا اور خالی زبانی نہیں بلکہ قسم کے ساتھ مؤکد کر کے۔

قال اللہ تعالیٰ: ولیحلفن ان اردنا الا الحسنی "(التوبہ ــ ۱۰۷)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ضرور ضرور اللہ، قسم کھا کر کہیں گے۔ کہ ہم نے تو تفریق جماعت سے بھلائی ہی چاہی۔

اس پر جواب فرمایا:" واللہ یشھد انھم لکذبون "۔ (اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک یہ جھوٹے ہیں) جب کہ وہ وجہ جوظاہر کرتے ہیں قطعا کذب وباطل ہے، محض معاندنہ اس کا جھوٹا حیلہ گڑھ کر مسلمانوں کو مسجد سے روکنا اور جماعت میں پھوٹ ڈالنا چاہا تو وہ نہ ہوا مگر مسجد الہی کو یاد الہی سے روکنا، مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا اور انہیں مسجد سے روکنے میں کافروں سے مدد لینا اور انہیں اغوائے مسلمیں کے لئے راستوں پر مقرر کرنا، نظر بحقیقت تو ٹھیک مناسبت پر واقع ہوا، کافروں سے زیادہ اس کا اہل کون تھا، ایسے کام لینے والوں کے ایسے کام کو ایسے ہی کام کرنے والے مناسب تھے۔ الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات ۔[النور۔۲۶] گندیاں گندوں کے لئے اور گندے گندیوں کے لئے۔ مگر ان کے زعم پر یہ کافروں سے استمداد اسی قسم میں واقع ہوئی جو ان کے ادعا میں دینی کام تھا اور دینی کام میں کافروں سے استعانت حرام۔

جدید ۱۶۱/۱۴

﴿۴۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مسجد ضرار وہ مسجد ہے جو ابتداءً افساد فی الدین وتفریق بین المومنین کے لئے بنائی گئی ہو۔ (فتاوی رضویہ جدید ۸/۷۸)

﴿۱۱۳﴾ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ۔☆

نبی اور ایمان والوں کو لائق نہیں کہ مشرکوں کی بخشش چاہیں اگر چہ وہ رشتہ دار ہوں جبکہ

انہیں کھل چکا کہ وہ دوزخی ہیں۔

﴿۴۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ آیت کریمہ ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی۔

تفسیر امام نسفی میں ہے:

ھو علیه الصلوۃ والسلام ان یستغفر لابی طالب فنزل "ما کانَ للنبی الآیه

جلالین میں ہے:

نزل فی استغفارہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلملعمه ابی طالب۔

امام عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

قال الواحدی :سمعت ابا عثمان الخیری سمعت ابا الحسن بن مقسم سمعت ابا اسحاق الزجاج یقول فی ھذہ الآیۃ :اجمع المفسرون انھا نزلت فی ابی طالب۔

یعنی واحدی نے اپنی تفسیر میں بسند خود ابواسحاق زجاج سے روایت کی کہ مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی۔

اقول:ھکذا اثرہ ھھنا والمعروف من الزجاج قوله ھذا فی الآیۃ الاولی کما سمعت والمذکور ھھنا فی المعالم وغیرھا ان الآیۃمختلف فی نزولھا فلیراجع تفسیر الواحدی فلعله اراد اتفاق الاکثرین ولم یلق للخلاف بالا فکونه خلاف ما ثبت فی الصحیح۔

بیضاوی میں پہلا قول اس آیت کا نزول درباراپی طالب لکھا۔علامہ شہاب خفاجی اس کی شرح عنایت القاضی وکفایت الراضی میں فرماتے ہیں:

ھو الصحیح فی سبب النزول۔

اسی طرح اس کی تصحیح فتوح الغیب اورارشادالساری میں ہے۔اورفرمایا یہی حق ہے۔

صحیح بخاری ومسلم وسنن نسائی میں ہے:

واللفظ لمحمد قال حدثنا محمود فذکر بسندہ عن سعیدبن المسیب عن ابیه رضی اللہ تعالی عنه ان ابا طالب لما حضرته الوفاۃ دخل علیه النبی صلی

الله تعالیٰ علیه وسلم وعنده ابو جهل فقال ای عم قل لا اله الا الله کلمة احاج لك بها عند الله تعالی فقال ابو جهل و عبد بن امیة:یا ابا طالب أترغب عن ملة عبد المطلب فلم یزالا یکلمانه حتی قال آخر شیئ کلمهم به علی ملة عبد المطلب (زاد البخاری فی الجنائز و تفسیر سورة القصص کمثل مسلم فی الایمان وابی ان یقول: لااله الا الله)فقال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم :لاستغفر ن لك ما لم انه عنه، فنزلت "ما کان للنبی و الذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربی من بعد ما تبین لهم انهم اصحاب الجحیم ۔و نزلت انك لا تهدی من احببت ۔

اس حدیث جلیل سے واضح کہ ابوطالب نے وقت مرگ کلمہ طیبہ سے صاف انکار کردیا اور ابوجہل لعین کے اغوا سے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد قبول نہ کیا۔حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر بھی وعدہ فرمایا کہ جب تک اللہ عزوجل مجھے منع نہ فرمائے گا میں تیرے لئے استغفار کروں گا،مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ دونوں آیتیں اتاریں اور اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ابوطالب کیلئے استغفار سے منع کیا اور صاف ارشاد فرمایا کہ مشرکوں ودوزخیوں کیلئے استغفار جائز نہیں۔

نسأل الله العفو و العافیة ۔اما تزئیف قول الزمخشری نزول الآیة فیه بان موت ابی طالب کان قبل الهجرة وهذا آخر مانزل بالمدینه اه فمردود بما فی ارشاد الساری عن الطیبی عن التقریب انه یجوز ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کان یستغفر لابی طالب الی حین نزولها والتشدید مع الکفار انما ظهر فی هذه السورة اه ـقال اعنی القسطلانی قال فی فتوح الغیب هذا هو الحق ورواية نزولها فی ابی طالب هی الصحیحة اه ۔و کذا اورده الامام الرازی فی الکبیر وقال العلامة الخفاجی فی عنایة القاضی بعد نقل کلام التقریب اعتمده من بعده من الشراح ولا ینافیه قوله فی الحدیث فنزلت لامتداد استغفاره له الی نزولها او لأن الفاء للسببیة بدون تعقیب اه۔

اقول: والدلیل علی الاستمرار واستدامه الاستغفار قول سید الابرار صلی الله

تعالیٰ علیہ وسلم لاستغفرن لک ما لم انہ عنہ وھذا مقام الجزم دون التجوز والاستظہار علا ان الامام الجلیل السیوطی فی کتاب الاتقان عقد فصلا لبیان ما نزل من آیات السور المکیۃ بالمدینۃ وبالعکس وذکر فیہ عن بعضہم ان آیۃ ما کان للنبی الآیۃ مکیۃ نزلت فی قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لابی طالب لاستغفرن لک مالم انہ عنک واقرہ علیہ فعلی ھذا یزھق الاشکال من رأسہ، ثم ان لفظ البخاری فی کتاب التفسیر فانزل اللہ بعد ذلک قال الحافظ فی فتح الباری الظاھر نزولہا بعدہ بمدۃ لروایۃ التفسیر اہ ھذا ایضا یطیح الشبہۃ من راسہا،افاد ھذین العلامۃ الزرقانی فی شرح المواھب وبعد اللتیا والتی اذقد افصح الحدیث الصحیح بنزولہا فیہ فکیف ترد الصحاح بالھوسات ۔

(ایمان ابوطالب ۱۱ تا ۱۳)

(۱۱۷) لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِیِّ وَالْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ فِیْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ یَزِیْغُ قُلُوْبُ فَرِیْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَیْهِمْ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۔☆

بیشک اللہ کی رحمتیں متوجہ ہوئیں ان غیب کی خبریں بتانے والے اور ان مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے مشکل کی گھڑی میں ان کا ساتھ دیا بعد اس کے کہ قریب تھا ان میں کچھ لوگوں کے دل پھر جائیں۔ پھر ان پر رحمت سے متوجہ ہوا بیشک وہ ان پر نہایت مہربان رحم والا ہے۔

(۱۱۸) وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَیْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَیْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَیْهِمْ لِیَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ☆

اور ان تین پر جو موقوف رکھے گئے تھے۔ یہاں تک کہ جب زمین اتنی وسیع ہو کر ان پر تنگ ہوگئی۔ اور وہ اپنی جان سے تنگ آئے اور انہیں یقین ہوا کہ اللہ سے پناہ نہیں مگر اسی کے پاس پھر ان کی توبہ قبول کی کہ تائب رہیں بیشک اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

(۱۱۹) يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ☆

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو۔

٤٤٩٩ - عن كعب بن مالك رضى الله تعالىٰ عنه قال: لم اتخلف عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في غزوة غزاها قط الا في غزوة تبوك غير انى قد تخلفت في غزوة بدر، و لم يعاتب احدا تخلف عنه، انما خرج رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و المسلمون يريدون عير قريش حتى جمع الله بينهم و بين عدو هم على غير ميعاد، و لقد شهدت مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ليلة العقبة حين تواثقنا على الاسلام، و ما احب ان لى بها مشهد بدر و ان كانت بدر اذكر فى الناس منها، و كان من خبرى حين تخلفت عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فى غزوة تبوك، انى لم اكن قط اقوى و لا ايسر منى حين تخلفت عنه فى تلك الغزوة، و الله! ما جمعت قبلها راحلتين قط حتى جمعتهما فى تلك الغزوة، فغزوها رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في حر شديد و استقبل سفرا بعيدا و مفازا، و استقبل عدوا كثيرا، فجلا للمسلمين امرهم ليتأهبوا اهبة غزوهم فاخبرهم بوجههم الذى يريد و المسلمون مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كثير، و لا يجمعهم كتاب حافظ يريد بذلك الديوان، قال كعب: فقل رجل يريد ان يتغيب الا يظن ان ذلك سيخفى له ما لم ينزل فيه وحى من الله عزوجل، و غزا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم تلك الغزوة حين طابت الثمار و الظلال، فانا اليها اصعر، فتجهز رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم و المسلمون معه، و طفقت اغدو لكى اتجهز معهم، فارجع و لم اقض شيئا، و اقول فى نفسه: انا قادر على ذلك اذا اردت، فلم يزل ذلك يتمادى بى حتى استمر بالناس الجد، فاصبح رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم غاديا و المسلمون معه و لم اقض من جهازى شيئا، ثم غدوت و فرجعت و لم اقض شيئا،

٤٤٩٩ - الصحيح لمسلم، باب توبة كعب بن مالك، ٣٦٠/٢

فلم یزل ذلک یتمادی بی حتی اسرعوا و تفارط الغزو، فهممت ان ارتحل
فادرکهم، فیالیتنی فعلت ثم لم یقدر ذلک لی، فطفقت اذا خرجت فی الناس بعد
خروج رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یحزننی، انی لا اری لی اسوۃ الا
رجلا مغموصا علیہ فی النفاق، او رجلا ممن عذر اللہ من الضعفاء، و لم یذکرنی
حتی بلغ تبوک فقال وهو جالس فی القوم بتبوک، ما فعل کعب بن مالک؟ قال
رجل من بنی سلمۃ یا رسول اللہ! حبسہ برداہ و النظر فی عطفیہ، فقال لہ معاذ
بن جبل: بئس ما قلت: و اللہ! یا رسول اللہ! مع علمنا علیہ الا خیرا، فسکت
رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، فبینما هو علی ذلک رای رجلا مبیضا یزول
بہ السراب، فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم: کن ابا خیثمۃ فاذا هو
ابو خیثمہ الانصاری، و هو الذی تصدق بصاع التمر حین لمزہ المنافقون۔ فقال
کعب بن مالک: فلما بلغنی ان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قد توجہ
قافلا من تبوک حضرنی بثی فطفقت اتذکر الکذب، و اقول بما اخرج من سخطہ
غدا، و استعین علی ذلک کل ذی رای من اهل فلما قیل لی: ان رسول اللہ صلی
اللہ تعالی علیہ وسلم قد اظل قادما زاحا عنی الباطل حتی عرفت عنی لن انجو منہ
بشیء ابدا، فاجمعت صدقہ، و صبح رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قادما
، و کان اذا قدم من سفر بدأ بالمسجد، فرکع فیہ رکعتین، ثم جلس للناس، فلما
فعل ذلک جاءہ المخلفون فطفقو یعتذرون الیہ و یحلفون لہ و کانوا بضعۃ و
ثمانین رجلا، فقبل منهم رسول اللہ علانیتهم و بایعهم واستغفرلهم و و کل
سرائرهم الی اللہ، حتی جئت فلما سلمت تبسم تبسم المغضب ثم قال: تعال!
فجئت امشی حتی جلست بین یدیہ، فقال لی: ما خلفک؟ الم تکن قد ابتعت
ظهرک قال: قلت یا رسول اللہ! انی و اللہ لو جلست عند غیرک من اهل الدنیا
لرأیت انی سا خرج من سخطہ بعذر لقد اعیطت جدلا، و لکنی و اللہ لقد علمت
لئن حدثتک الیوم حدیث کذب ترضی بہ عنی، لیوشکن اللہ ان یسخطک علی،
ولئن حدثتک حدیث صدق تجد علی فیہ انی لا رجو فیہ عقبی اللہ، و اللہ! ما

کان لی عذر و اللہ ! ما کنت قط اقوی و لا ایسر منی حین تخلفت عنک قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم : اما ھذا فقد صدق فقم حتی یقضی اللہ فیک فقمت و ثار رجال من بنی سلمۃ فاتبعونی ، فقالوا لی: و اللہ ما علمناک اذنبت ذنبا قبل ھذا ، لقد عجزت فی ان لا تکون اعتذرت الی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بما اعتذر الیہ المخلفون فقد کان کافیک ذنبک استغفار رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لک ، قال : فو اللہ ، ما زالوا یؤنبونی حتی اردت ان ارجع الی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فاکذب نفسی قال : ثم قلت لھم : ھل لقی ھذا معی من احد قالوا: نعم لقیہ معک رجلان ، قالا: مثل ما قلت و قیل لھما مثل ما قیل لک قال: قلت: من ھما ؟ قالوا: مرارۃ بن ربیعۃ العامری و ھلال بن امیۃ الواقفی ، قال: فذکر و الی رجلین صالحین قد شھدا بدرا فیھما اسوۃ ، قال :فمضیت حین ذکرو ھمالی ، قال : و نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم المسلمین عن کلامنا ایھا الثلاثۃ من بین من تخلف عنہ، قال : فاجتنبنا الناس ، او قال : تغیروا لنا حتی تنکرت لی فی نفسی الارض ، فما ھی بالارض التی اعرف فلبثنا علی ذلک خمسین لیلۃ ، فاما صاحبای فاستکانا و قعدا فی بیوتھما یبکیان ، و اما انا فکنت اشب القوم و اجلدھم ، فکنت اخرج فاشھد الصلوۃ و اطوف فی الاسواق و لا یکلمنی احد ، و اتی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فاسلم علیہ و ھو فی مجلسہ بعد الصلوہ فاقول فی نفسی : ھل حرک شفتیہ برد السلام ام لا ، ثم اصلی قریبا منہ و اسارقہ النظر فاذا اقبلت علی صلاتی نظر الی ، واذا التفت نحوہ اعرض عنی حتی اذا طال علی ذلک من جفوۃ المسلمین مشیت حتی تسورت جدا رحائط ابی قتادۃ و ھو ابن عمی و احب الناس الیّ ، فلسمت علیہ فو اللہ ما رد علی السلام ، فقلت لہ : یا ابا قتادۃ ! انشدک باللہ ! ھل تعلمن انی احب اللہ و رسولہ ! قال : فسکت فعدت فناشدتہ فسکت فعدت فناشدتہ فقال : اللہ و رسولہ اعلم ، ففاضت عینای و تولیت حتی تسورت الجدار فبینا انا امشی فی سوق المدینۃ اذا نبطی من نبط اھل الشام ممن قدم

بالطعام يبيعه بالمدينة يقول : من يدل على كعب بن مالك ؟ قال: فطفق الناس يشيرون له الى حتى جاء نى ، فدفع الى كتابا من ملك غسان و كنت كاتبا فقراته فاذا فيه ، اما بعد ـ فانه قد بلغنا ان صاحبك قد جفاك و لم يجعلك الله بدار هوان ولا مضيعة ، فالحق بنا نواسك ، قال :فقلت : حين قراتها و هذه ايضا من البلاء فتيامت بها التنور فسجرتها بها ، حتىٰ اذا مضت اربعون من الخمسين و استلبث الوحى اذا رسول رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ياتينى فقال: ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يامرك ان تعتزل امرأتك ، قال : فقلت: اطلقها ام ماذا افعل ؟ قال : لا بل اعتزلها فلا تقربنها ، قال : فارسل الى صاحبى بمثل ذلك قال : فقلت لامرأتى : الحقى باهلك ، فكونى عندهم حتى يقضى الله فى هذا الامر قال : فجاءت امرأة هلال بن امية رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقالت له : يا رسول الله ! ان هلال بن امية شيخ ضائع ليس له خادم ، فهل تكره ان اخدمه قال : لا و لكن لا يقربنك فقالت انه و الله مابه حركة الى شئ و والله ! ما زال يبكى منذ كان من امره ما كان الى يومه هذا قال : فقال لى بعض اهلى : لو استاذنت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فى ارتك فقد اذن لامرأة هلال ابن امية ان تخدمه ، قال فقلت : لا استاذن فيها رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم و ما يدرينى ما ذا يقول رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا استاذنته فيها و انا رجل شاب ، قال : فلبثت بذلك عشر ليال فكمل لنا خمسون ليلة من حين نهى عن كلامنا قال : ثم صليت صلوة الفجر صباح خمسين ليلة على ظهر بيت من بيوتنا فبينا انا جالس على الحال التى ذكر الله منا قد ضاقت على نفسى و ضاقت على الارض بما رحبت سمعت صوت صارخ اوا فى على سلع يقول باعلى صوته :يا كعب بن مالك ! ابشر قال : فخررت ساجدا و عرفت ان قد جاء فرج قال : و اذن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الناس بتوبة الله علينا حين صلى صلوة الفجر ، فذهب الناس يبشروننا فذهب قبل صاحبى مبشرون و ركض رجل الى فرسا و سعى ساع من اسلم قبلى و اوفى على الجبل فكان الصوت اسرع من الفرس فلما

جاء نی الذی سمعت صوته یبشرنی نزعت له ثوبی فکسوتهما إیاه ببشارته ، و الله ما املك غیرهما یومئذ و استعرت ثوبین فلبستهما ، فانطلقت اتامم رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یتلقانی الناس فوجا فوجا یهنؤنی بالتوبة و یقولون لتهنك توبة الله علیك حتی دخلت المسجد ، فاذا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم جالس فی المسجد حول الناس ، فقام طلحة بن عبید الله یهرول حتی صافحنی و هنانی و الله ! ما قام رجل من المهاجرین غیره قال : فکان کعب لاینساها لطلحة قال کعب :فلما سلمت علی رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم قال و هو یبرق وجهه من السرور یقول : ابشر بخیر یوم مر علیك منذ و لد تك امك ، قال : فقلت : امن عندك یا رسول الله ام من عند الله ؟ فقال : لا بل من عند الله ، و کان رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم اذا سراستنار وجهه حتی کان وجهه قطعة قمر ، قال : و کنا نعرف ذلك قال : ام فلما جلست بین یدیه قلت : یا رسول الله ! ان من توبتی ان انخلع من مالی صدقة الی الله والی رسوله صلی الله تعالی علیه وسلم فقال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم : امسك علیك بعض مالك فهو خیر لك ، قال : فقلت : فانی امسك سهمی الذی بخیبر ، قال : و قلت : یا رسول الله ! ان الله انما انجانی بالصدق ، و ان من توبتی ان لا احدث الا صدقا ما بقیت ، قال : فو الله ! ما علمت ان احدا من المسلمین ابلاه الله فی صدق الحدیث منذ ذکرت ذلك لرسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم احسن مما ابلانی الله ، ووالله اما تعمدت کذبة منذ قلت ذلك لرسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم الی یومی هذا و انی لا رجوا یحفظنی الله فیما بقی قال : فانزل الله عزوجل، لقد تاب الله علی النبی و المهاجرین و الانصار الذین اتبعوه فی ساعة العسرة حتی بلغ انه بهم رؤف رحیم ۔ و علی الثلاثة الذین خلفوا حتی اذا ضاقت علیهم الارض بما رحبت و ضاقت علیهم انفسهم و ظنوا ان لا ملجأ من الله الا الیه ثم تاب علیهم لیتوبوا ان الله هو التواب الرحیم ۔ یا ایها الذین امنوا اتقوا الله و کونوا مع الصادقین ۔ قال کعب: و الله ! ما انعم الله علی من نعمة قط بعد

اذھدانی اللہ للاسلام اعظم فی نفسی من صدقی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ان لا اکون کذبتہ فاھلک کما ھلک الذین کذبوا ، ان اللہ قال للذین کذبوا حین انزل الوحی شر ما قال لا حد و قال باللہ : سیحلفون اللہ لکم اذا انقلبتم الیھم لتعرضو عنھم فاعرضوا عنھم انھم رجس و مأوٰھم جھنم جزاء بما کانوا یکسبون ۔ یحلفون لکم لترضوا عنھم فان ترضوا عنھم فان اللہ لا یرضی عن القوم الفاسقین قال کعب : کنا خلفنا ایھا الثلاثۃ عن امر اولئک الذین قبل منھم رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم حین حلفوا لہ فبایعھم و استغفر لھم و ارجأ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امرنا حتی قضی اللہ فیہ فبذلک قال اللہ عزوجل: وعلی الثلاثۃ الذین خلفوا و لیس الذی ذکر اللہ مما خلفنا تخلفنا عن الغزو و انما ھو تخلیفہ ایانا و ارجاؤہ امرنا عن من خلف لہ و اعتذر الی فقبل منہ ۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ساتھ غزوۂ تبوک کے علاوہ کبھی نہ چھوڑا البتہ غزوۂ بدر میں نہیں گیا تھا تو حضور اس پر کسی سے ناراض بھی نہیں ہوئے تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ غزوۂ بدر اچانک پیش آیا کہ مقصود قریش کے قافلہ کو روکنا تھا اور مڈ بھیڑ قریش مکہ سے ہوگئی۔ میں حضور کے ساتھ لیلۃ العقبہ میں بھی تھا جب حضور نے انصار کرام سے اسلام پر بیعت لی تھی نیز میرے نزدیک غزوۂ بدر سے زیادہ فضیلت بیعت عقبہ کی ہے اگرچہ لوگوں میں غزوۂ بدر میں شریک ہونے والے حضرات کی فضیلت مشہور ہے۔

بہر حال غزوۂ تبوک میں میرے پیچھے رہ جانے کا واقعہ یہ ہوا کہ جب یہ غزوہ پیش آیا تو میں نہایت طاقتور اور مالدار تھا، خدا کی قسم! اس سے قبل میرے پاس دو اونٹنیاں کبھی نہیں تھیں لیکن اس موقع پر میں دو اونٹنیوں کا مالک تھا، حضور نے اس غزوہ کے لئے نہایت گرمی کے موسم میں کافی لمبا سفر فرمایا جبکہ راہ میں جنگل بھی تھا، اس غزوہ میں چونکہ دشمنوں کی ایک بڑی جماعت سے مقابلہ کی توقع تھی اس لئے آپ نے واضح طور پر تبوک کی جنگ کا اعلان فرمایا کہ لوگ خوب اچھی طرح تیاری کریں، آپ کے ساتھ مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت جہاد کے لئے تیار ہوگئی، اس زمانہ میں کوئی دفتر و رجسٹر نہ تھا جس میں شرکاء کے نام درج کئے جاتے

، پھر بھی ایسے لوگ کم تھے جو غزوات میں غیر حاضر رہتے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ معاملہ اسی وقت تک پوشیدہ رہ سکتا ہے جب تک وحی نازل نہ ہو۔غزوۂ تبوک کا ارادہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے موسم بہار میں فرمایا، پھل پک چکے تھے، درخت خوب سایہ دار ہو گئے تھے، اور مجھے ان تمام چیزوں کا بہت شوق دامنگیر تھا۔اس سہانے موسم میں حضور اور آپ کے ساتھیوں نے تیاری کی، میں بھی صبح کیوقت تیاری کے لئے نکلتا لیکن کوئی حتمی فیصلہ نہیں کر پاتا تھا۔دل میں یہ بھی خیال آتا تھا کہ تیاری کی جلدی بھی کیا ہے، میرے پاس تو سارا سامان موجود ہے جب چاہونگا چل دوں گا یونہی ٹال مٹول ہوتی رہی اور لوگ اپنی کوشش میں لگے رہے، آخر کار ایک دن صبح سویرے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مع صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین روانہ ہو گئے اور میں اپنی تیاری کے چکر میں پھنسا رہا ، اور کوئی فیصلہ نہ کر سکا ۔ معاملہ یونہی آج کا کل پر ٹلتا رہا اور مجاہدین اسلام نہایت تیزی کے ساتھ کوچ کر گئے میں نے بھی ایک دن چاہا کہ جلدی جا کر اس قافلہ کو پالوں، کاش میں ایسا کر لیتا لیکن نہ کر سکا۔اس کے بعد مجھے بہت احساس رہا اور کوفت ہوئی لیکن اب کیا ہوتا، اب کوئی ایسا آدمی مجھے نہیں مل پایا جسکے ساتھ جا سکتا، یا تو بعض چھپے منافق تھے یا پھر معذور اور ضعیف و ناتواں لوگ۔

راہ میں میرا تذکرہ بھی حضور نے نہ کیا اور حضور مقام تبوک پہونچ گئے ۔ وہاں تشریف فرما ہو کر فرمایا: کعب بن مالک کہاں گیا؟ بنو سلمہ میں سے ایک صاحب بولے: یا رسول اللہ! اس کی چادروں اور لباس کی زیب وزینت نے اسے روک لیا کہ وہ اسی کو نکھارتا رہتا ہے۔حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر کہا: تو نے نہایت بری بات کہہ دی، خدا کی قسم یا رسول اللہ! ہم تو کعب بن مالک کو اچھا سمجھتے ہیں، آپ نے یہ سن کر سکوت فرمایا، اتنے میں غبار اڑتا نظر آیا اور ایسا دکھائی دیا کہ کوئی سفید لباس والا آرہا ہے، فرمایا: یہ ابوخیثمہ ہوگا، جب دھول چھٹی تو وہ ابوخیثمہ ہی تھے، یہ ایسے شخص تھے کہ منافقین کا طعنہ سن کر اپنی ایک صاع کھجور صدقہ کر کے تنہا چل دیئے تھے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جب حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبوک سے مراجعت فرمائی اور مجھے اس کی خبر ملی تو میری بے چینی اور بڑھ گئی، میں نے جواب دہی کے لئے جھوٹی باتیں بنانے کی ٹھان لی کہ ایسے عذر پیش کروں گا جس سے حضور کی ناراضگی ختم ہو جائے۔

اس سلسلہ میں گھر کے بعض دانشوروں سے مشورہ بھی لیا، جب پتہ چلا کہ حضور مدینے سے قریب آگئے ہیں تو میری ساری بناوٹیں کافور ہوگئیں اور مجھ پر واضح ہوگیا کہ جھوٹ بول کر مجھے ہرگز چھٹکارا نہیں مل سکتا، اب میں نے بالکل سچ بولنے کا عزم کرلیا۔

حضور صبح کے وقت مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے، آپ کا طریقہ مبارکہ یہ تھا کہ جب بھی سفر سے تشریف لاتے تو مسجد نبوی میں پہلے داخل ہوتے اور دو رکعت نماز پڑھ کر مسجد ہی میں کچھ دیر تشریف رکھتے، اس مرتبہ بھی حضور نے ایسا ہی کیا۔ اسی درمیان وہ لوگ آنا شروع ہوئے جو اس غزوہ میں شریک نہیں ہوسکے تھے، سب نے قسمیں کھا کھا کر اپنے عذر بیان کرنا شروع کیے، ایسے لوگوں کی تعداد اسی سے متجاوز تھی، آپ نے ان سب کے ظاہر حال کے مطابق معاملہ فرمایا اور ان کے عذر قبول فرماتے ہوئے ان کو بیعت کیا اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی، ان کے دل کی بات اور حقیقت حال کو اللہ کے سپرد فرمایا۔ اسی درمیان میں بھی حاضر ہوا اور سلام پیش کیا، حضور نے مجھے دیکھ کر غصہ سے بھرا تبسم فرمایا، میں حضور کے قریب جاکر بیٹھا تو فرمایا: تو پیچھے کیوں رہ گیا تھا؟ تو نے تو سواری بھی خرید لی تھی، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر میں دنیا کے کسی اور شخص کے پاس بیٹھتا تو ہوسکتا تھا کہ میں جھوٹا عذر پیش کرکے نکل جاتا اور راضی کرلیتا، کہ زبان کی قوت میرے پاس ہے۔ لیکن قسم بخدا! میں خوب جانتا ہوں کہ اگر آج کی بارگاہ میں کوئی حیلہ بہانہ پیش کروں تو قریب ہے کہ خدا میرے فریب کو بذریعہ وحی آپ پر واضح فرمادے اور آپ مجھ سے اور زیادہ ناراض ہوجائیں۔ یارسول اللہ! اس موقع پر سچ سچ کہنے کی وجہ سے اگرچہ آپ ناراض ہوں گے لیکن مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا انجام بخیر فرمائے گا۔ خدا کی قسم مجھے کوئی عذر نہ تھا، میں اتنا نہ کبھی طاقت ور ہوا تھا اور نہ اتنا مالدار جتنا اس وقت تھا پھر بھی میں آپ کے ساتھ نہ جاسکا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کعب نے سچ کہا، اے کعب! جاؤ اور انتظار کرو جب تک اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں فیصلہ نازل فرمائے۔ میں وہاں سے چلا تو بنوسلمہ کے کچھ لوگ میرے پیچھے ہوئے اور کہنے لگے: اے کعب ہم نہیں سمجھتے کہ تم نے اس سے پہلے کوئی قصور کیا ہو، تم اس موقع پر اتنے عاجز کیوں ہوگئے، دوسرے لوگوں کی طرح تم بھی کوئی عذر بیان کردیتے تو ہمیں امید تھی کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہارے لئے بھی استغفار کرتے اور یہ تمہارے حق میں کافی

ہوتا۔ انہوں نے مجھے اس قدر ملامت کی کہ میرا ارادہ پھر یہ ہونے لگا کہ حضور کی خدمت میں جا کر عرض کردوں گا کہ پہلے میں نے جھوٹ کہا اور میرا عذر یہ تھا۔ لیکن میں نے ان سے یہ پوچھ لیا کیا میری طرح اور لوگ بھی آئے تھے جنہوں نے سچ سچ کہا ہو اور کوئی عذر بیان نہ کیا ہو؟ بولے: ہاں تمہاری طرح دو شخص اور ہیں، میں نے پوچھا وہ کون ہیں؟ کہنے لگے: مرارہ بن ربیعہ، اور ہلال بن امیہ، میں نے کہا: واقعی تم نے ایسے دو شخصوں کے بارے میں مجھے بتایا کہ یہ دونوں حضرات متقی و پرہیز گار ہیں اور اصحاب بدر سے ہیں، میں ان کی پیروی کروں یہ میرے لئے کافی ہے۔ یہ کہ کر میں چلا آیا، اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے یہ اعلان ہو گیا کہ ہم تینوں لوگوں سے کوئی بات نہ کرے کہ ہم بغیر عذر تبوک کے غزوہ میں شریک نہ ہوئے۔

آخر کار حضور کا فرمان سب کے لئے واجب الاذعان تھا، سب لوگوں نے ہمارا مقاطعہ کردیا اور ہم سے سلام کلام بالکل بند کردیا، ہم لوگوں کا حال اس وقت یہ تھا کہ گویا ہمارے لئے زمین بدل گئی ہو، اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گویا ہمیں کوئی پہچانتا ہی نہیں۔ پچاس دن و رات ہمارا یہ ہی حال رہا، میرے دونوں ساتھی تو اس سخت رویہ سے اتنے تنگ آگئے کہ گھروں میں گوشۂ تنہائی اختیار کرلی، لیکن میں ان میں کمسن اور طاقتور تھا لہذا نکلتا بیٹھتا اور نمازوں کے لئے مسجد نبوی میں حاضری دیتا، بازاروں میں جاتا پر کوئی شخص مجھ سے بات نہ کرتا، حضور کی خدمت میں بھی حاضری دیتا، سلام کرتا اور دل میں سوچتا کہ حضور نے جواب کے لئے اپنے مبارک لبوں کو جنبش دی یا نہیں، کبھی ایسا ہوتا کہ آپ کے قریب نماز پڑھتا اور دزدیدہ نگاہوں سے دیکھتا جاتا کہ میری طرف نظر رحمت فرمارہیں لیکن جب نماز سے فارغ ہو کر دیکھتا تو حضور منہ پھیر لیتے، صحابۂ کرام کی سختی جب میرے معاملہ میں دراز ہو گئی تو ایک دن میں اپنے چچا زاد بھائی ابو قتادہ کے باغ کی دیوار پر چڑھ گیا، حضور کے بعد سب سے زیادہ میں ان سے محبت کرتا تھا، میں نے جا کر ان کو سلام کیا، قسم بخدا! انہوں نے میرے سلام کا جواب کچھ نہ دیا، میں نے کہا: اے ابو قتادہ! میں تم کو قسم دیتا ہوں اللہ تعالیٰ کی کہ تم یہ نہیں جانتے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں، وہ اس مرتبہ بھی خاموش رہے، پھر میں نے یہی کہا، لیکن اس پر بھی انہوں نے خاموشی اختیار کی اور بولے تو خود ہی کو مخاطب کر کے کہا:

اللہ ورسول بہتر جانتے ہیں، یہ سنکر میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے، فوراً میں دیوار پر چڑھ کر باہر آیا، پھر میں مدینے کے بازار سے گزر رہا تھا کہ ایک شامی کسان جو مدینے کے بازار میں غلہ فروخت کرنے آیا تھا میں نے اسے دیکھا کہ لوگوں سے پوچھتا پھر رہا ہے کہ کعب بن مالک کا گھر کہاں ہے؟ لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا اور وہ میری طرف بڑھکر ملاقی ہوا، ساتھ ہی حاکم غسان کا

ایک خط بھی مجھے دیا، میں پڑھا لکھا شخص تھا، میں نے اسے پڑھا تو اس میں تحریر تھا۔

حمد ونعت کے بعد کعب کو معلوم ہو کہ ہم کو یہ اطلاع ملی ہے کہ تمہارے صاحب یعنی رسول اللہ نے تم پر جفا کی ہے، خدائے تعالی نے تم کو ذلت کے گھر میں پیدا نہیں کیا اور نہ ایسے ماحول میں جہاں تم پر ظلم و جفا کی جائے، لہذا ہم تمہیں دعوت دیتے ہیں کہ تم ہم سے ملاقات کرو اور ہمارے ساتھ رہو، ہم تمہاری قدر کرینگے اور عزت افزائی، میں نے جب وہ خط پڑھا تو مجھے محسوس ہونے لگا کہ میرے لئے یہ بھی ایک ابتلاؤ آزمائش ہے، لہذا اس خط کو میں نے چولھے میں جلا دیا۔

جب چالیس روز گزر گئے تو حضور کی طرف سے ایک قاصد میرے پاس یہ خبر لایا کہ آپ کا یہ حکم ہے کہ اپنی بیوی سے علیحدہ رہو، میں نے کہا: کیا میں اس کو طلاق دیدوں؟ وہ بولا: نہیں بلکہ صرف علیحدہ رہو کہ صحبت نہ کرو۔ میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی اسی طرح کا حکم بھیجا گیا تھا، یہ فرمان سن کر میں نے اپنی اہلیہ سے کہا: تم اپنے میکے چلی جاؤ اور وہیں رہو جب تک اللہ تعالی اس بارے میں کوئی حاکم نازل فرمائے ۔ ہلال بن امیہ کی بیوی یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض گزار ہوئیں: یارسول اللہ! ہلال بن امیہ ایک بوڑھے شخص ہیں، ان کے پاس کوئی خادم بھی نہیں، تو کیا حضور مجھے اجازت دینگے کہ میں ان کی خدمت کرتی رہوں، فرمایا: خدمت کو منع نہیں کرتا لیکن وہ تم سے صحبت نہیں کر سکتے، بولیں: یارسول اللہ ان کو تو کسی کام کا خیال ہی نہیں وہ تو اول دن سے اب تک گریہ وزاری ہی کر رہے ہیں۔

حضرت کعب کہتے ہیں: میرے گھر والوں نے مجھ سے کہا: کاش تم بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنی بی بی کے پاس رہنے کی اجازت مانگتے جس طرح ہلال بن امیہ

کی بیوی نے اجازت حاصل کرلی ہے، میں نے کہا : میں بھی اجازت نہ لونگا، کہ میں جوان آدمی ہوں، پھراسی حال میں دس راتیں اور گزریں اور پورے پچاس دن اور راتیں گزر گیے۔

پچاسویں دن میں نے فجر کی نماز اپنے گھر کی چھت پر پڑھی، نماز سے فارغ ہوکر میں چھت پر بیٹھا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا حال بیان فرمایا: کہ میرا جی تنگ ہوگیا تھا اور زمین اپنی کشادگی کے باوجود ہم پر تنگ ہوگئی تھی۔ اتنے میں سلع پہاڑ پر چڑھ کر ایک منادی ندا کر رہا تھا! اے کعب بن مالک خوش ہوجا، یہ سنکر میں سجدہ میں گر پڑا۔

حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز فجر کے بعد لوگوں کو خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کو معاف فرمادیا۔ لوگ ہمیں خوشخبری دینے کے لئے روانہ ہوئے، میرے ساتھیوں کے پاس بھی خوشخبری پہونچائی گئی، اور ایک تیز رو قاصد گھوڑا دوڑاتا میرے پاس آیا۔ یہ قبیلہ اسلم کا ایک شخص تھا، اس کی تیز رفتاری کی وجہ سے مجھ تک خوشخبری نہایت جلد پہونچ گئی اس نے جیسے ہی مجھے یہ خوشخبری سنائی تو اس خوشی کے عالم میں میں نے اپنے دونوں کپڑے اتار کر اسے دےدیئے، پھر دو کپڑے عاریت لیکر اور پہن کر حضور کی خدمت میں حاضری دی، راستہ میں لوگ گروہ در گروہ مجھے خوشخبری دیتے جاتے تھے اور مبارکبادی کی نچھاور ہورہی تھی، کہ میں مسجد نبوی میں پہونچ گیا حضور اب بھی مسجد نبوی میں تشریف فرماتھے، صحابۂ کرام کا مجمع تھا، مجھے دیکھتے ہی اس مجمع سے طلحہ بن عبید اللہ کھڑے ہوگئے اور دوڑ کر مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارکبادی دی، مہاجرین میں سے اور دوسرے لوگ کھڑے نہیں ہوئے۔ خدا کی قسم! میں حضرت طلحہ کا یہ احسان عمر بھر نہیں بھول سکتا میں نے جب حضور کی بارگاہ میں سلام پیش کیا تو آپ کا چہرہ خوشی سے کھلا ہوا تھا، فرمایا: اے کعب! خوش ہوجاؤ، تمہاری پیدائش سے لیکر آج تک اتنی خوشی کا دن تمہیں کبھی نہیں نہ آیا ہوگا، میں نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ معافی حضور کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے؟ فرمایا: اللہ جل جلالہ کی جانب سے، حضور جب خوش ہوتے تو آپکا چہرہ چمکنے لگتا گویا چاند کا ایک ٹکڑا ہے، ہم اس چمک دمک سے یہ جان لیا کرتے تھے کہ حضور خوش ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ان کو خوش رکھے۔

بارگاہ رسالت میں میری پہلی درخواست یہ تھی کہ یارسول اللہ! میں اپنی اس توبہ کی خوشی میں اللہ ورسول کی رضائے بے بہا کی خاطر اپنا تمام مال صدقہ کرنا چاہتا ہوں،

فرمایا: تھوڑا مال اپنے لئے رکھ لے، میں نے عرض کیا: اچھا میں اپنا وہ حصہ رکھ لیتا ہوں جو مجھے فتح خیبر کے موقع پر ملا تھا، دوسرا عہد میں نے اسی وقت یہ بھی کیا تھا کہ یا رسول اللہ! میری نجات میں میری سچائی کو بھی ایک خاص دخل ہے لہذا آج سے تا حیات کبھی جھوٹ نہیں بولونگا۔

قسم خدا کی! یہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ میں نے جب سے حضور کے روبرو یہ عہد کیا تھا آج تک قائم ہوں اور امید قوی ہے کہ آئندہ بھی اللہ تعالیٰ مجھے اس عہد پر قائم رکھے گا۔

حضرت کعب فرماتے ہیں: ہماری توبہ کی قبولیت اور معافی کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

بیشک اللہ کی رحمتیں متوجہ ہوئیں ان غیب کی خبریں بتانے والے اور ان مہاجرین اور انصار پر، جنہوں نے مشکل کی گھڑی میں ان کا ساتھ دیا، بعد اس کے کہ قریب تھا کہ ان میں کچھ لوگوں کے دل پھر جائیں پھر ان پر رحمت سے متوجہ ہوا، بیشک وہ ان پر نہائیت مہربان رحم والا ہے۔ اور ان تین پر جو موقوف رکھے گئے تھے یہاں تک کہ جب زمین اتنی وسیع ہوکر ان پر تنگ ہوگئی اور وہ اپنی جان سے تنگ آئے اور انہیں یقین ہوا کہ اللہ سے پناہ نہیں مگر اسی کے پاس، پھر ان کی توبہ قبول کی کہ تائب رہیں، بیشک اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ،اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔ (کنز الایمان)

حضرت کعب فرماتے ہیں؛ اللہ تعالیٰ نے اسلام لانے کے بعد مجھ پر میرے نزدیک اس سے بڑا احسان نہیں فرمایا جو میری سچائی کی بدولت فرمایا، کہ اگر میں جھوٹ بول جاتا تو تباہ ہوجاتا جیسے دوسرے جھوٹے تباہ ہوگئے، اور اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یوں حکم نازل فرمایا۔

اب تمہارے آگے اللہ کی قسمیں کھائیں گے جب تم انکی طرف پلٹ کر جاؤگے، اس لئے کہ تم ان کے خیال میں نہ پڑو (اور ان پر ملامت اور عتاب نہ کرو) تو ہاں تم ان کا خیال چھوڑو (اور ان سے اجتناب کرو) وہ تو نرے پلید ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے بدلہ اس کا جو کماتے تھے۔ تمہارے آگے قسمیں کھاتے ہیں کہ تم ان سے راضی ہوجاؤ، تو اگر تم

ان سے راضی ہو جاؤ تو بیشک اللہ تو فاسق لوگوں سے راضی نہ ہوگا۔ (کنزالایمان)

حضرت کعب کہتے ہیں: کچھ لوگوں نے قسمیں کھا کر حضور کی خدمت میں عذر پیش کر دیا تھا، حضور نے ان کا عذر قبول فرما کر ان کے لئے دعائے مغفرت بھی کی تھی، لیکن ہم تینوں کا معاملہ موقوف رہا یہاں تک کہ اللہ تعالی نے فیصلہ فرمایا اور معاف کر دیا۔

یہاں 'خلفوا' کا مطلب یہ نہیں کہ ہم تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے بلکہ یہ ہی ہے کہ ہمارا مقدمہ پیچھے رہا اور پچاس دن تک ہمیں معلق رکھا گیا ہے۔۱۲م

الامن والعلی مع زیادہ ص ۱۲۰

(۱۲۰) مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَفْسِهِ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطَئُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۔☆

مدینہ والوں اور ان کے گرد دیہات والوں کو لائق نہ تھا کہ رسول اللہ سے پیچھے بیٹھ رہیں اور نہ یہ کہ ان کی جان سے اپنی جان پیاری سمجھیں۔ یہ اس لئے کہ انہیں جو پیاس یا تکلیف یا بھوک اللہ کی راہ میں پہنچتی ہے اور جہاں ایسی جگہ قدم رکھتے ہیں جس سے کافروں کو غیظ آئے اور جو کچھ کسی دشمن کا بگاڑتے ہیں اس سب کے بدلے ان کے لئے نیک عمل لکھا جاتا ہے۔ بیشک اللہ نیکیوں کا نیگ ضائع نہیں کرتا۔

﴿۴۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ہر کام کا ثواب موقوف ہے امتثال نیت پر، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی"۔

بیشک اعمال کا مدار نیت پر ہے۔ اور ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی نیت کرے، تو جو شخص اپنے رب کے حکم کو ماننے کے لئے وضو کرنے بیٹھا پھر درمیان میں کوئی ایسا

امر لاحق ہوا کہ وہ وضو مکمل نہ کرسکا تو اب یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ جو کچھ وہ کر چکا ہے اس پر اس کو ثواب نہیں۔

(فتاوی رضویہ جدید ۲/۲۴۷)

(۱۲۲) وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَآفَّةً ؕ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ۔☆

اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔

﴿۴۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

علم دین کا سیکھنا اس قدر کہ مذہب حق سے آگاہ ہو وضو و غسل و نماز و روزہ وغیرہا کے احکام سے مطلع ہو، تاجر تجارت، مزارع زراعت، اجیر اجارے، غرض ہر شخص جس حالت میں ہے اس کے متعلق احکام شریعت سے واقف ہونا فرض عین ہے، جب تک یہ حاصل کرے جغرافیہ و تاریخ وغیرہ میں وقت ضائع کرنا جائز نہیں۔

حدیث میں ہے۔ "طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ"۔

جو فرض چھوڑ کر نفل میں مشغول ہو حدیثوں میں اس کی سخت برائی آئی اور اس کا وہ نیک کام مردود قرار پایا۔ "کما بیناہ فی الزکوۃ من فتاوانا"۔ نہ کہ فضل چھوڑ کر فضولیات میں وقت گنوانا۔ غرض علوم ضرور یہ تو ضرور مقدم ہیں اور ان سے غافل ہو کر ریاضی، ہندسہ، طبعیات، فلسفہ، یا دیگر خرافات و دوسہ پڑھنے پڑھانے میں مشغولی بلاشبہ متعلم و مدرس دونوں کے لئے حرام ہے اور ان ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد پورا علم دین فقہ، حدیث، تفسیر، عربی زبان اسی طرح صرف و نحو، معانی و بیان، لغت و ادب وغیرہا آلات علوم دینیہ بطور آلات سیکھنا سکھانا فرض ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

" فلو لا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیتفقهوا فی الدین "۔(التوبة ۔۱۲۲)
یہی علوم علم دین ہیں اورانہیں کے پڑھنے پڑھانے میں ثواب، اوران کے سوا کوئی فن یا زبان کچھ کار ثواب نہیں۔ ہاں جو شخص ضروریات دین مذکورہ سے فراغ پا کر اقلیدس، حساب، مساحت، جغرافیہ وغیرہا وہ فنون پڑھے جن میں کوئی امر مخالف شرعی نہیں تو ایک مباح کام ہوگا جب کہ اس کے کسی واجب شرعی میں خلل نہ پڑے۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۹/۱۰۷۔۱۰۸)

(۱۲۲) جو مسلمان کہلا کر فقہ کو اصلا نہ مانے، نہ کتابی ہے نہ خارجی بلکہ مرتد ہے، اسلام سے خارج۔ اور اگر کوئی تاویل کرتا ہے تو کم از کم بددین گمراہ ہے۔

" وفی الحدیث عنه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ،من یرد الله به خیرا یفقهه فی الدین "۔

اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۶۲۳)

(۱۲۳) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَ لْیَجِدُوْا فِیْكُمْ غِلْظَةً ؕ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ ۔☆

اے ایمان والو جہاد کروان کافروں سے جو تمہارے قریب ہیں اور چاہیں کہ وہ تم میں سختی پائیں اور جان رکھو کہ اللہ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے۔

﴿۴۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ حکم بھی جمیع کفار کو عام ہے۔ حکمت یہی ہے کہ پہلے پاس والوں کو زیر کیا جائے، جب وہاں اسلام کا تسلط ہوجائے تو ان سے جو اس سے نزدیک ہیں وہ پاس والے ہوئے وہ زیر ہو جائیں تو جو ان سے قریب ہیں، یونہی یہ سلسلہ شرقاً وغرباً منتہائے زمین تک پہنچے، اور بحمد اللہ ایسا ہی ہوا اور بعونہ تعالیٰ ایسا ہی بروجہ اتم وکمال زمانۂ امام موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہونے والا ہے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۴۴۸)

(۱۲۸) لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین

مجموعہ

فتاویٰ بریلی شریف

مصدقہ
تاج الشریعہ حضرۃ العلام الحاج
الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
قادری ازہری
دام ظلہ علینا

مصدقہ
استاذ الفقہاء عمدۃ المحققین
حضرت علامہ مفتی قاضی
محمد عبدالرحیم
صاحب بستوی
مدظلہ العالی

مرتبین:
محمد عبدالرحیم المعروف بہ نشتر فاروقی ٭ محمد یونس رضا اویسی

مرکزی دار الافتاء سوداگران بریلی شریف

R-S-200/-

سورۃ یونس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

〈۲۶〉 لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ط وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ط اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ج هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۔☆

بھلائی والوں کے لئے بھلائی ہے اور اس سے بھی زیادہ اور ان کے منہ پر نہ چڑھے گی سیاہی اور نہ خواری وہی جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ایصال ثواب جس طرح منع عذاب یا رفع عقاب میں باذن اللہ تعالی کام دیتا ہے یونہی رفع درجات وزیادت حسنات میں۔ اور حق سبحانہ وتعالی کے فضل اور اس کی زیادت وبرکت سے کوئی غنی نہیں۔

سیدنا ایوب علیہ الصلاۃ والسلام کو مولی عزوجل نے اموال عظیمہ عطا فرمائے تھے،

● ایک روز نہا رہے تھے کہ آسمان سے سونے کی ٹیریاں برسیں، ایوب علیہ السلام چادر میں بھرنے لگے، رب عزوجل نے ندا فرمائی: یا ایوب! الم اکن اغنیتك عما تری ۔ اے ایوب جو تمہارے پیش نظر ہے کیا میں نے تمہیں اس سے بے پرواہ نہ کیا تھا؟ عرض کی: بلی وعزتك ولکن لاغنی لی عن برکتك ۔ ضرور غنی کیا تھا، تیری عزت کی قسم مگر مجھے تیری برکت سے تو بے نیازی نہیں۔" رواہ البخاری واحمد والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ

جب حق جل وعلا کی دنیوی برکت سے بندے کو غنا نہیں تو اس کی اخروی برکت سے کون بے نیاز ہوسکتا ہے۔ صلحاء تو صلحاء خود اعاظم اولیاء بلکہ حضرات انبیاء بلکہ خود حضور پرنور نبی الانبیاء علیہ وعلیہم الصلاۃ والسلام کو ایصال ثواب زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم سے اب تک

معمول ہے، حالانکہ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام قطعاً معصوم ہیں، تو موت جمعہ یا صلاح کیا مانع ہو سکتی ہے۔

ان ابن عمر كان يعتمر عنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عمرا بعد موته من غير وصية وحج ابن الموفق (رحمه الله تعالى وهو في طبقة الجنيد قدس سره) عنه سبعين حجة وختم ابن السراج عنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اكثر من عشر آلاف ختمة وضحى عنه مثل ذالك نقله الامام ابن حجر المكي عن الامام الاجل تقى الملة والدين السبكي رحمهما الله تعالى ثم قال اعنى الشامي ورأيت نحو ذلك بخط مفتي الحنفية الشهاب احمد بن الشلبي شيخ صاحب البحر نقلا عن شرح الطيبه للنويري رحمهما الله تعالى ثم قالوا قول علمائنا له ان يجعل ثواب عمله لغيره يدخل فيه النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فانه احق بذلك حيث انقذنا من الضلالة ففي ذلك نوع شكر واهداء جميل له والكامل قابل لزيادة الكمال ملخصا۔ والله تعالى اعلم۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بغیر کسی وصیت کے ان کی طرف سے عمرے کیا کرتے تھے۔ ابن موفق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے (جو حضرت جنید بغدادی قدس سرہ کے طبقہ سے ہیں) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے ستر حج کئے۔ ابن سراج نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے دس ہزار ختم سے زیادہ پڑھے اور اسی کے مثل حضور کی جانب سے قربانی کی۔

اسے امام ابن حجر مکی سے انھوں نے امام اجل تقی الملت والدین سبکی سے نقل کیا، رحمہما اللہ تعالیٰ۔ آگے علامہ شامی نے لکھا: اسی جیسا مضمون مفتی حنفیہ شہاب الدین احمد الشلبی شیخ صاحب البحر نے شیخ نوری کی شرح طیبہ کے حوالے سے دیکھا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ۔ آگے علامہ شامی نے فرمایا؛ اور ہمارے علما کا یہ قول کہ انسان اپنے عمل کا ثواب دوسرے کے لئے کر سکتا ہے۔ اس میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی داخل ہیں۔ اس لئے کہ وہ اس کے زیادہ حق دار ہیں۔ کیوں کہ حضور ہی نے ہمیں گمراہی سے نکالا، تو اس میں ایک طرح کی شکر گزاری اور حسن سلوک اور صاحب کمال کیلئے مزید کمال کے قابل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳۱) قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۔☆

تم فرماؤ تمہیں کون روزی دیتا ہے آسمان اور زمین سے یا کون مالک ہے کان اور آنکھوں کا اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردے سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے اور کون تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے تو اب کہیں گے کہ اللہ تو تم فرماؤ تو کیوں نہیں ڈرتے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

کہ مسببات کو اسباب سے ربط عادی دیتا ہے اور قرع سے ہوا کو صورت کا حامل کرتا، پھر اسے اذن حرکت دیتا، پھر اسے عصبہ مفروشہ تک پہونچاتا، پھر اس کے بجنے کو محض اپنی قدرت کاملہ سے ذریعہ ادراک فرماتا ہے۔ اور اگر وہ نہ چاہے تو صور کی آواز بھی کان تک نہ جائے۔ یونہی جو چیز آنکھ کے سامنے ہو اور موانع و شرائط عادیہ مرتفع و مجتمع، و اللہ اعلم ان ذلک بالانطباع او خروج الشعاع کما قد شاع او کیفما شاء، اس وقت ابصار کا حکم دیتا ہے۔ اور اگر نہ چاہے روشن دن میں بلند پہاڑ نظر نہ آئیں۔ اور وہ کون ہے جو نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے، کافر سے مومن، نطفہ سے انسان، انڈے سے پرند، اور نکالتا ہے مردے کو زندہ سے، مومن سے کافر، انسان سے نطفہ، پرند سے انڈا، اور کون تدبیر فرماتا ہے ہر کام کی۔ آسمان میں اس کے کام، زمیں میں اس کے کام، ہر بدن میں اسکے کام، کہ غذا پہونچاتا ہے، پھر اسے روکتا ہے، پھر ہضم بخشتا ہے، پھر سہولت دفع کو پیاس دیتا ہے، پھر پانی پہونچاتا ہے، پھر اس کے غلیظ کو رقیق، لزج کو مزلق کرتا ہے، پھر ثقل و کیلوس کو امعا کی طرف پھینکتا ہے، پھر ماساریقا کی راہ سے خالص کو جگر میں لے جاتا ہے، وہاں کیموس دیتا ہے، تلچھٹ کو سودا، جھاگوں کو صفرا، کچے کا بلغم، پکے کا خون بناتا ہے۔ فضلہ کو مثانہ کی طرف پھینکتا ہے، پھر انہیں باب الکبد کے راستہ سے عروق میں بہاتا ہے، پھر وہاں سے سہ بارہ پکاتا ہے، بے کار کو پسینہ بنا کر نکالتا ہے۔ عطر کو بڑی رگوں سے جداول، جداول سے سواقی، سواقی سے باریک عروق، پیچ در پیچ۔ تنگ بر تنگ راہیں چلاتا ہے، رگوں کے دہانوں سے اعضاء پر انڈیلتا ہے، پھر یہ مجال نہیں کہ ایک عضو کی غذا دو

سرے پر گرے، جو جس کے مناسب ہے اسے پہنچاتا ہے، پھر اعضاء میں جو تھا طبخ دیتا ہے کہ اس صورت کو چھوڑ کر صورت عضویہ لیں۔ ان حکمتوں سے بقائے شخص کو ماتحلل کا عوض بھیجتا ہے۔ جو حاجت سے بچتا ہے اس سے بالیدگی دیتا ہے۔ اور ان طریقوں کا محتاج نہیں، چاہے تو بے غذا ہزار برس جلائے اور نماء کامل پر پہنچائے۔ پھر جو فضلہ رہا اسے منی بنا کر صلب وترائب میں رکھتا ہے، عقد وانعقاد کی قوت دیتا ہے، زن ومرد میں تالیف کرتا ہے، عورت کو باوجود مشقت وصعوبت وضع شوق بخشتا ہے، حفظ نوع کا سامان فرماتا ہے، رحم کو اذن جذب دیتا ہے، پھر اس کے امساک کا حکم کرتا ہے، پھر اس کو پکا کر خون بناتا ہے، پھر طبخ دے کر گوشت کا ٹکڑا کرتا ہے، پھر اس میں کلیاں لنچھیاں نکالتا ہے، قسم قسم کی ہڈیوں پر گوشت، گوشت پر پوست، سیکڑوں رگیں، ہزراوں عجائب، پھر جیسی چاہے تصویر بناتا ہے، پھر اپنی قدرت سے روح ڈالتا ہے، بے دست وپا کو ان ظلمتوں میں رزق پہونچاتا ہے، پھر قوت آنے کو ایک مدت تک روکے رہتا ہے، پھر وقت معین پر حرکت وخروج کا حکم دیتا ہے، اس کے لئے راہ آسان فرماتا ہے، مٹی کی مورت کو پیاری صورت، عقل کا پتلا، چمکتا تارا، چاند کا ٹکڑا کر دکھاتا ہے، فتبارك الله احسن الخالقين، اور وہ ان باتوں کا محتاج نہیں، چاہے تو کروروں انسان پتھر سے نکالے، آسمان سے برسالے۔

ہاں بتاؤ وہ کون ہے جس کے یہ سب کام ہیں؟ فسيقولون الله۔ اب کہاں جاتے ہیں کہ اللہ۔ تو فرماؤ پھر ڈرتے کیوں نہیں؟

امنا بالله وحده۔ آہ! آہ! اے متفلسف، مسکین! کیوں اب بھی یقین آیا یا نہیں کہ تدبیر وتصرف اسی حکیم علیم کے کام ہیں؟ جل جلالہ وعم نوالہ "فبای حديث بعده يومنون" [الاعراف۔ ۸۵]

فقیر غفر اللہ تعالی لہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں یہ دو حرف مختصر بقدر ضرورت ذکر کئے، ورنہ روز اول سے اب تک جو کچھ ہوا اور آج سے قیامت تک اور قیامت سے ابد الآباد تک جو کچھ ہوگا وہ سب کا سب ان دو لفظوں کی شرح ہے کہ "يدبر الامر سبحانه ما اعظم شانه۔

سورۃ ھود

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۴) اِلَی اللّٰہِ مَرْجِعُکُمْ ۚ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔☆

تمہیں اللہ ہی کی طرف پھرنا ہے اور وہ ہر شئی پر قادر ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(کل شئی) یہ موجود و معدوم سب کو شامل ہے بشرط حدوث و امکان کہ واجب و محال اصلا لائق مقدوریت نہیں، مواقف میں ہے:

" القدیم لا یستند الی القادر"۔

(قدیم کو قادر کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔)

شرح مقاصد میں ہے: لا شئی من الممتنع بمقدور۔

کوئی ممتنع مقدور نہیں ہوا۔ امام یافعی فرماتے ہیں:

جمیع المستحیلا ت العقلیۃ لا یتعلق للقدرۃ بھا۔

تمام محالات عقلیہ کے ساتھ قدرت کا تعلق نہیں ہوتا۔

کنز فوائد میں ہے:

خرج الوا جب و المستحیل فلا یتعلقا نْ ای القدرۃ والا رادۃ بھما۔

واجب اور محال خارج ہو گئے کہ ان کے ساتھ قدرت اور ارادہ کا تعلق نہیں ہو سکتا۔

شرح فقہ اکبر میں ہے:

ا قصا ھا ان یمتنع بنفس مفھو مہ کجمع الضدین و قلب الحقائق و اعدام القد یم و ھذا لا ید خل تحت القدرۃ القد یمۃ۔

آخری مرتبہ وہ ہے جو نفس مفہوم کے اعتبار سے ممنوع ہو، مثلاً۔ ضدین کا جمع ہونا، حقائق میں قلب، قدیم کا معدوم ہونا، یہ قدرت قدیمہ کے تحت داخل ہی نہیں۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱۵/۳۲۰)

〈۱۸〉 وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰی رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰی رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الظّٰلِمِيْنَ۔☆

اور اس سے بڑھکر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے وہ اپنے رب کے حضور پیش کیے جائیں گے اور گواہ کہیں گے یہ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا ارے ظالموں پر خدا کی لعنت۔

۴۵۰۔ **عن** أم المؤمنين عائشة الصديقة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: اَلدَّوَاوِيْنُ ثَلٰثَةٌ، فَدِيْوَانٌ لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ مِنْهُ شَيْئًا وَدِيْوَانٌ لَا يَعْبَأُ اللّٰهُ مِنْهُ شَيْئًا وَدِيْوَانٌ لَا يَتْرُكُ اللّٰهُ مِنْهُ شَيْئًا ۔ فَاَمَّا الدِّيْوَانُ الَّذِيْ لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ مِنْهُ شَيْئًا اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَاَمَّا الدِّيْوَانُ الَّذِيْ لَا يَعْبَأُ اللّٰهُ مِنْهُ شَيْئًا ظُلْمُ الْعَبْدِ نَفْسَهٗ فِيْمَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ رَبِّهٖ مِنْ صَوْمِ يَوْمٍ تَرَكَهٗ اَوْ صَلٰوةٍ تَرَكَهَا فَاِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ ذٰلِكَ اِنْ شَاءَ وَتَجَاوَزَ، وَاَمَّا الدِّيْوَانُ الَّذِيْ لَا يَتْرُكُ اللّٰهُ مِنْهُ شَيْئًا فَمَظَالِمُ الْعِبَادِ بَيْنَهُمُ الْقِصَاصُ لَا مُحَالَةَ۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دفتر تین ہیں۔ ایک دفتر میں سے اللہ تعالیٰ کچھ معاف نہ فرمائیگا۔ اور دوسرے کی اللہ تعالیٰ کو کچھ پرواہ نہیں۔ اور تیسرے میں سے اللہ تعالیٰ کچھ نہ چھوڑیگا۔ وہ دفتر جس میں سے اللہ تعالیٰ کچھ معاف نہ فرمائیگا وہ دفتر کفر ہے۔ اور جس کی اللہ تعالیٰ کو کچھ پرواہ نہیں وہ بندے کا اپنے رب کے معاملہ میں اپنی جان پر ظلم کرنا ہے کہ کسی دن کا

۴۵۰۔ المستدرک للحاکم، الاہوال، ۴/۵۷۵ ☆ المسند لاحمد بن حنبل، ۶/۲۴۰
الجامع الصغیر للسیوطی، ۲/۲۶۱ ☆ اتحاف السادۃ للزبیدی، ۸/۵۲۹

روزہ چھوڑ دیا نماز چھوڑ دی۔ اللہ تعالیٰ چاہیگا تو معاف کر دیگا اور درگزر فرمائیگا۔ اور وہ دفتر جس میں سے اللہ تعالیٰ کچھ نہ چھوڑیگا وہ بندوں کے باہم ایک دوسرے پر ظلم ہیں۔ انکا بدلہ ضرور ہونا ہے۔ فتاوی رضویہ ۴/ ۸۷

۴۵۰۱۔ **عن** اوس بن شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: من مشی مع ظالم لیعینہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خرج من الاسلام۔

حضرت اوس بن شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو دیدہ ودانستہ کسی ظالم کے ساتھ اسے مدد دینے چلا وہ اسلام سے نکل گیا۔

فتاوی رضویہ حصہ دوم، ۹/ ۲۵۰

(۳۱) وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۚ اِنِّيْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۔☆

اور میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب جان لیتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور میں انہیں نہیں کہتا جن کو تمہاری نگاہیں حقیر سمجھتی ہیں کہ ہرگز انہیں اللہ کوئی بھلائی نہ دے گا اللہ خوب جانتا ہے جو ان کے دلوں میں ہے ایسا کروں تو ضرور میں ظالموں میں سے ہوں۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

تفسیر کبیر میں ہے:

۴۵۰۱۔ المعجم الصغیر للسیوطی، ۲/ ۵۰۹ ☆ الترغیب والترھیب للمنذری، ۳/ ۱۶
کشف الخفاء للعجلونی، ۲/ ۳۸۹ ☆ الدر المنثور للسیوطی، ۲/ ۲۵۶
مجمع الزوائد للھیثمی، ۴/ ۲۰۵ ☆ کنز العمال للمتقی، ۱۴۹۵۵، ۶/ ۸۵
التفسیر لابن کثیر، ۳/ ۱۱ ☆ شرح السنۃ للبغوی، ۱۳/ ۱۷

قوله و لا اعلم الغيب يدل على اعترافه بانه غير عالم بكل المعلومات۔

یعنی آیت میں جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلمکو ارشاد ہوا، تم فرمادو: میں غیب نہیں جانتا ہوں اس کے یہ معنی ہے کے میرا علم جمیع معلومات الٰہیہ کوحاوی نہیں۔

امام قاضی عیاض شفا شریف میں اور علامہ شہاب الدین خفاجی اس کی شرح نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:

(هذه معجزة) في اطلاعه صلى الله تعالىٰ عليه وسلمعلى الغيب معلومة على القطع) بحيث لا يمكن انكارها اوالتر ددفيها لاحد من العقلاء (لكثره رواتها واتفاق معانيها على الاطلاع على الغيب) و هذا لا ينافى الآيات الدالة على انه لا يعلم الغيب الا الله و قوله و لو كنت اعلم الغيب لاستكثرت فى الخير فان المنفى علمه من غير واسطة واما اطلاعه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم باعلام الله تعالىٰ له فامر متحقق لقوله تعالىٰ: فلا يظهر على غيبه الا من ارتضى من رسول"۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معجزہ علم غیب یقیناً ثابت ہے جس میں کسی عاقل کو انکار یا تردد کی گنجائش نہیں کہ اس میں احادیث بکثرت آئیں اور ان سب سے بالاتفاق حضور کا علم غیب ثابت ہے اور یہ ان آیتوں کہ کچھ منافی نہیں جو بتاتی ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا، اور یہ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کہنے کا حکم ہوا کہ میں غیب جانتا ہوتا تو اپنے لئے بہت جمع کر لیتا۔ اس لئے کہ آیتوں میں نفی اس علم کی ہے جو بغیر خدا کے بتائے ہو، اور اللہ تعالیٰ کے بتائے سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب ملنا تو قرآن عظیم سے ثابت ہے کہ اللہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوا اپنے پسندیدہ رسول کے۔

تفسیر نیشا پوری میں ہے:

لا اعلم الغيب فيه دلالة على ان الغيب بالاستقلال لا يعلمه۔

آیت کے یہ معنی ہیں کے علم غیب جو بذات خود ہو وہ خدا کے ساتھ خاص ہے۔

تفسیر انموذج جلیل میں ہے:

معناه لا يعلم الغيب بلا دليل الا الله او بلا تعليم الا الله او جميع الغيب الا

اللہ۔

آیت کے یہ معنی ہیں کے غیب کو بلا دلیل و بلا تعلیم جاننا، یا جمیع غیب کو محیط ہونا یہ اللہ کے ساتھ خاص ہے۔

جامع الفصولین میں ہے:

یجاب بانہ یمکن التوفیق بان المعنی ھو العلم بالا ستقلال لا العلم باعلام او لمنفی ھو المجزوم بہ لا المظنون ویو یدہ قولہ تعالیٰ: اتجعل فیھا من یفسد فیھا الآیہ، لانہ غیب اخبر الملئکۃ ظنا منھم او باعلام الحق فینبغی ان یکفر لو ادعاہ مستقلالا لو اخبر بہ باعلام فی نومہ او یقظتہ بنوع من الکشف اذ لا منافاۃ بینہ وبین الآیۃ لما مر من التوفیق۔

یعنی فقہاء نے دعوے علم غیب پر حکم کفر کیا اور حدیثوں اور ائمہ ثقات کی کتابوں میں بہت غیب کی خبریں موجود ہیں جن کا انکار نہیں ہوسکتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں تطبیق یوں سکتی ہے کہ فقہاء نے اسکی نفی کی ہے کہ کسی کے لئے بذات خود علم غیب مانا جائے، خدا کے بتائے سے علم غیب کی نفی نہ کی، یا نفی قطعی کی ہے نہ ظنی کی، اور اس کی تائید یہ آیت کریمہ کرتی ہے۔ فرشتوں نے عرض کیا: کیا تو زمین میں ایسوں کو خلیفہ کریگا جو اس میں فساد و خونریزی کریں گے؟ ملائکہ غیب کی خبر بولے مگر ظنا، یا خدا کے بتائے سے، تو تکفیر اس پر چاہیئے کے کوئی بے خدا کے بتائے علم غیب ملنے کا دعویٰ کرے، نہ یوں کہ براہ کشف جاگتے، یا سوتے میں خدا کے بتائے سے، ایسا علم غیب آیت کہ کچھ منافی نہیں۔

ردالمحتار میں امام صاحب ہدایہ کی مختارات النوازل سے ہے:

لو ادعی علم الغیب بنفسہ یکفر۔

اگر بذات خود علم غیب حاصل کر لینے کا دعوی کرے تو کافر ہے۔

اسی میں ہے:

قال فی التتارخانیۃ وفی الحجۃ ذکر فی اللمتقط انہ لا یکفر لان الاشیاء تعرض علی روح النبیصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وان الرسل یعرفون بعض الغیب، قال اللہ تعالیٰ: عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول

۔قلت بل کرامات الاولیاء الاطلاع علی بعض المغیبات وردوا علی المعتزلة المستدلین بھذہ الآیة علی نفیھا۔

تاتارخانیہ اور فتاوی حجہ میں ہے، ملتقط میں فرمایا: کہ جس نے اللہ ورسول کو گواہ کر کے نکاح کیا کافر نہ ہوگا، اس لئے کہ اشیاء نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پیش کی جاتی ہیں۔ اور بیشک رسولوں کو علم غیب ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو۔

علامہ شامی نے فرمایا: بلکہ ائمہ اہل سنت نے کتب عقائد میں ذکر فرمایا: بعض غیبوں کا علم ہونا اولیاء کی کرامت سے ہے اور معتزلہ نے اس آیت کو اولیاء کرام سے اس کی نفی پر دلیل قرار دیا۔ ہمارے ائمہ نے اس کا رد کیا یعنی ثابت فرمایا کہ آیۂ کریمہ اولیاء سے بھی مطلقاً علم غیب کی نفی نہیں فرماتی۔

تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان میں ہے:

لم ینف الا الدرایہ من قبل نفسہ و ما نفی الدرایہ من قبل الوحی ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ذات سے جاننے کی نفی فرمائی ہے، خدا کے بتائے سے جاننے کی نفی نہیں فرمائی ہے۔

تفسیر جمل شرح جلالین وتفسیر خازن میں ہے:

اَلْمَعْنیٰ لَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ الا ان یطلعنی اللہ تعالیٰ علیہ ۔

آیت میں جو ارشاد ہوا کہ میں غیب نہیں جانتا اس کے معنی یہ ہیں کہ میں بے خدا کے بتائے نہیں جانتا۔

تفسیر عنایۃ القاضی میں ہے:

لا اعلم الغیب مالم یوحی الی ولم ینصب علیہ دلیل ۔

آیت کے یہ معنی ہیں کہ جب تک وحی یا کوئی دلیل قائم نہ ہو مجھے بذات خود غیب کا علم نہیں ہوتا۔

اسی میں ہے:

وعندہ مفاتیح الغیب ،وجہ اختصاصھا باللہ تعالی ان لایعلمھا کما ھی

ابتداء الاھو۔

یہ جو آیت میں فرمایا: کہ غیب کی کنجیاں اللہ ہی کے پاس ہیں اس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا، اس خصوصیت کے یہ معنی ہیں کہ ابتداء بغیر بتائے ان کی حقیقت دوسرے پر نہیں کھلتی۔

تفسیر علامہ نیشاپوری میں فرماتے ہیں:

(قل لا اقول لکم) لم یقل لیس عندی خزائن اللہ لیعلم ان خزائن اللہ ھو العلم بحقائق الاشیاء وماھیاتھا عندہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلمباجابة دعائهصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلمفی قولہ ارنا الاشیاء کما ھی ولکنہ یکلم الناس علی قدر عقولھم (لا اعلم الغیب) ای لا اقول لکم ھذا مع انہ قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلمعلمت ماکان وماسیکون اہ مختصرا۔

یعنی ارشاد ہوا کہ اے نبی! فرمادو کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، یہ نہیں فرمایا کہ اللہ کے خزانے میرے پاس نہیں بلکہ یہ فرمایا کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کے خزانے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ہیں مگر حضور لوگوں سے ان کی سمجھ کے قابل باتیں فرماتے ہیں، اور وہ خزانے کیا ہیں وہ تمام اشیاء کی حقیقت و ماہیت کا علم، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی کے ملنے کی دعا کی اور اللہ عزوجل نے قبول فرمائی۔ پھر فرمایا میں غیب نہیں جانتا یعنی تم سے نہیں کہتا کہ مجھے غیب کا علم ہے، ورنہ حضور تو خود فرماتے ہیں: مجھے ماکان و ما یکون کا علم ملا، یعنی جو کچھ گذرا اور قیامت تک ہونے والا ہے۔

الحمد للہ، اس آیہ کریمہ یعنی (فرمادو میں غیب نہیں جانتا) کی ایک تفسیر وہ تھی جو تفسیر کبیر سے گذری کہ احاطۂ جمیع غیوب کی نفی ہے نہ کہ غیب کا علم ہی نہیں۔ دوسری وہ تھی جو بہت کتب سے گزری کہ بے خدا کے بتائے جاننے کی نفی ہے، نہ یہ کہ بتائے سے بھی مجھے علم غیب نہیں۔ اب بحمد اللہ تعالیٰ سب سے لطیف تر یہ تیسری تفسیر ہے، کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ مجھے علم غیب ہے۔ اس لئے کہ اے کافرو! تم ان باتوں کے اہل نہیں ہو ورنہ واقع میں مجھے ماکان و ما یکون کا علم ملا ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔ (خالص الاعتقاد ۱۹ تا ۲۲)

(۱۱۱) وَإِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ أَعْمَالَهُمْ ۚ إِنَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ

خَبِیْرٌ ☆

اور بیشک جتنے ہیں ایک ایک کو تمہارا رب اس کا عمل پورا بھر دے گا اسے ان کے کاموں کی خبر ہے۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

وہ جن کو کسی طمع کی چاشنی ابھارے مگر نفع فانی کے گرویدہ نہیں باقی کی تلاش ہے۔ قرآن وحدیث میں نعیم جنت کے بیان ان کی نظیر ہیں، ان کے بارے میں اس آیت میں فرمایا۔

(فتاوی رضویہ جدید ۵/۶۴۴)

سورۃ یوسف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۲۳﴾ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ۚ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ ۖ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ ۖ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ۔☆

اور وہ جس عورت کے گھر میں تھا اس نے اسے لبھایا کہ اپنا آپا نہ روکے اور دروازے سب بند کر دیئے اور بولی آؤ تمہیں سے کہتی ہوں۔ کہا اللہ کی پناہ وہ عزیز تو میرا رب یعنی پرورش کرنے والا ہے اس نے مجھے اچھی طرح رکھا۔ بیشک ظالموں کا بھلا نہیں ہوتا۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

فی الجلا لین "انہ ای الذی اشتوانی ربی سیدی۔

(الامن والعلی ۷۹)

﴿۴۲﴾ وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِنْهُمَا اذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ فَأَنْسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ۔☆

اور یوسف نے ان دونوں میں سے جسے بچتا سمجھا۔ اس سے کہا اپنے رب (بادشاہ) کے پاس میرا ذکر کرنا۔ تو شیطان نے اسے بھلا دیا کہ اپنے رب (بادشاہ) کے سامنے یوسف کا ذکر کرے تو یوسف کئی برس اور جیلخانہ میں رہا۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یعنی بادشاہ مصر کے سامنے۔ (الامن والعلیٰ ۷۹)

(۵۰) وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖ ج فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ ط اِنَّ رَبِّیْ بِكَیْدِهِنَّ عَلِیْمٌ ☆

اور بادشاہ بولا انہیں میرے پاس لے آؤ تو جب اس کے پاس ایلچی آیا۔ کہا اپنے رب (بادشاہ) کے پاس پلٹ جا پھر اس سے پوچھ کیا حال ان عورتوں کا جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے بے شک میرا رب ان کا فریب جانتا ہے۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

سبحانہ اللہ، باشاہ وغیرہ تو مجازی پرورش کے باعث اس کا رب، تیرا رب، میرا رب کہنا صحیح ہو۔ یہ اللہ فرمائے اور اللہ کا رسول فرمائے، اور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دافع البلا کہنا شرک۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ (الامن والعلیٰ ۷۹)

(۵۹) وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِیْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِیْكُمْ ج اَلَا تَرَوْنَ اَنِّیْۤ اُوْفِی الْكَیْلَ وَاَنَا خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ☆

اور جب ان کا سامان مہیا کر دیا۔ کہا اپنا سوتیلا بھائی میرے پاس لے آؤ کیا نہیں دیکھتے کہ میں پورا ماپتا ہوں اور میں سب سے بہتر مہمان نواز ہوں۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

کہ جو میرے سایہ رحمت میں آکر اترتا ہے اسے وہ راحت بخشتا ہوں کہ کہیں نہیں ملتی۔ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اور رب عزوجل نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرماتا ہے:

وقل رب انزلنی منزلا مبارکا وانت خیر المنزلین "۔ (المؤمنون ۔ ۲۳)

اے نوح! جب تو اور تیرے ساتھ والے کشتی پر ٹھیک بیٹھ لیں تو میری حمد بجالا اور یوں عرض کرنا کہ اے رب میرے، مجھے برکت والا اتارنا اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔

یہ اللہ عزوجل کی خاص صفت حضرت یوسف نبی صدیق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے

لئے کیسی ثابت فرمائی اور جب حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے بہتر اتارنے والے، راحت ونعمت بخشنے والے ہوئے تو دافع البلاء سے بڑھ کو ہوئے ،"کمالا یخفی"

(الامن والعلی ۸۸)

﴿۱۰۳﴾وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۔☆

اور اکثر آدمی تم کتنا ہی چاہو ایمان نہ لائیں گے۔

﴿۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

'ان' وصلیہ کا آخر کلام ہی میں آنا اور اس کے بعد جملہ اور وہ بھی کلام مستانف ہی ہونا سب باطل و بے اصل ہے۔ وہ کلام واحد کے وسط اجزا میں آتا ہے جیسا کہ اس آیت میں۔ اور رضی میں ہے۔

وقد تدخل الواو علی ان المدلول علی جوابها بما تقدم ولا تدخل ا لا اذا کان ضد الشرط اولی بذلك المقدم والظاهر ان الواو فی مثله اعتراضیة ونعنی بالجملة الاعتراضیة ما یتوسط بین اجزاء الکلام متعلقا بمعنی مستانفا لفظا کقوله ، ع

یری کل من فیها و حاشاك فانیا

وقد یجئی بعد تمام الکلام کقوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: انا سید ولد آدم ولا فخر ۔فتقول فی الاول زید وان کان غنیا بخیل وفی الثانی زید بخیل وان کان غنیا والاعتراضیة تفصل بین ای جزئین من الکلام کانا بلا تفصیل اذا لم یکن احدهما حرفا اه مختصرا ۔

کبھی واؤ اس لئے آتا ہے کہ اس کا جواب مدلول سابقہ ہے اور یہ وہیں ہوگا جہاں ضد شرط اس مقدم کے زیادہ مناسب ہو، اور ظاہر یہ ہے کہ ایسے مقام پر واؤ اعتراضی ہوتی ہے۔ اور جملۂ معترضہ سے ہماری مراد یہ ہے کہ اجزائے کلام کے درمیان ایسے کلمات آجائیں جو معنی ومفہوم کے اعتبار سے اس سے متعلق ہوں اور لفظا اس سے جدا ہوں، جیسے شاعر کا یہ مصرعہ ہے۔

وہ دنیا میں ہر چیز کو فانی جانتا ہے اور تو محفوظ رہے۔

بعض اوقات تمام کلام کے بعد واؤ آتی ہے، مثلا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا

ارشاد گرامی ہے: میں اولاد آدم کا سردار ہوں مگر فخر نہیں۔ پہلے کی مثال "زید وان کان غنیا بخیل" اور دوسرے کی مثال "زید بخیل وان کان غنیا" ہے۔ جملہ معترضہ بلا تفصیل کسی بھی کلام کے دو جزوں میں فصل پیدا کرتا ہے بشرطیکہ دونوں میں سے کوئی جز حرف نہ ہو اھ مختصرا۔

لاجرم صحیحین میں ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما من عبد قال لا اله الا الله ثم مات علی ذلك الا دخل الجنۃ وان زنی وان سرق وان زنی وان سرق وان زنی وان سرق علی رغم انف ابی ذر۔

جس بندے نے بھی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا پھر اسی پر فوت ہوا وہ جنت میں داخل ہوگا اگرچہ اس نے زنا اور چوری کی ہو، اگرچہ اس نے زنا اور چوری کی ہو، اگرچہ اس نے زنا اور چوری کی ہو۔ ابوذر کی ناک خاک آلود ہو۔

حدیث کی بہتر تفسیر حدیث ہے۔ امام مالک واحمد ونسائی نے بجن ابن اورع دیلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا جئت المسجد وكنت قد صليت فاقيمت الصلوة فصل مع الناس وان كنت قد صليت۔

جب تو مسجد میں آئے اور نماز پڑھ چکا تھا اور جماعت کھڑی ہوئی تو تو لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ اگرچہ تو نماز پڑھ چکا تھا۔

یہاں یقیناً وصلیہ ہے، مرقاۃ میں ہے:

(فصل) ای نافلة لا قضاء ولا اعادة (مع الناس وان) وصلية ای ولو (كنت قد صليت)۔

(تو نماز پڑھ) یعنی نفل نماز نہ قضاء اور نہ اعادہ (لوگوں کے ساتھ) "ان" وصلیہ ہے۔ یعنی اگرچہ (تو نماز پڑھ چکا تھا)۔

(فتاوی رضویہ جدید ۷/۱۷۷)

﴿۱۰۹﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ؕ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ

وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اتَّقَوْا ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔☆

اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب مرد ہی تھے۔ جنہیں ہم وحی کرتے اور سب شہر کے ساکن تھے۔ تو کیا یہ لوگ زمین پر چلے نہیں تو دیکھتے ان سے پہلوں کا کیا انجام ہوا۔ اور بیشک آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لئے بہتر تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

﴿۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(قری) یعنی شہروں سے، کیونکہ شہری لوگ صاحب علم وحلم ہوتے ہیں، جبکہ اہل بادیہ نہایت سخت اور صاحب جفا ہوتے ہیں۔ قریہ زبان عرب میں شہر کو کہتے ہیں، اور جب اسے مصر کے مقابل بولیں تو اس میں اور دہ میں کچھ فرق نہیں۔

ثم اقول وبہ التوفیق۔ حق ناصع یہ ہے کہ مصر وقریہ کوئی منقولات شرعیہ مثل صلوۃ وزکوۃ نہیں جس کو شرع مطہر نے معنی متعارف سے جدا فرما کر اپنی وضع خاص میں کسی نئے معنی کے لئے مقرر کیا ہو، ورنہ شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس میں نقل ضرور تھی کہ وضع شارع بے بیان شارع معلوم نہیں ہوسکتی، اور شک نہیں کہ یہاں شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اصلا کوئی نقل ثابت منقول نہیں، تو ضرور عرف شرع میں وہ انہیں معانی معروفہ متعارفہ پر باقی ہیں اور ان سے پھیر کر کسی دوسرے معنی کیلئے قرار دینا وہ قرار دہندہ کی اپنی اصطلاح خاص ہوگی جو مناط ومدار احکام ومقصود ومراد شارع نہیں ہوسکتی۔

محقق علی الاطلاق رحمہ اللہ تعالیٰ فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

واعلم ان من الشارحین من یعبر عن ھذا بتفسیرہ شرعا ویجب ایراد عرف اھل الشرع وھو معنی الاصطلاح الذی عبرنا بہ لا ان الشارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نقلہ فانہ لم یثبت وانما تکلم بہ الشارع علی وفق اللغۃ۔

واضح رہے کہ بعض شارحین نے اس تفسیر کو شرعی کہا ہے اور اس سے اہل شرع کا عرف مراد لینا واجب ہے اور اس اصطلاح کا یہی معنی ہے، جس کے ساتھ ہم نے اسے تعبیر کیا اس کا یہ معنی نہیں کہ اسے شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نقل کیا ہے۔ کیونکہ یہ تو ثابت نہیں کہ شارع نے اس میں لغت کے مطابق تکلم فرمایا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ معنی متعارف میں شہر ومصر ومدینہ اسی

آبادی کو کہتے ہیں جس میں متعدد کوچے، محلے، متعدد دوامی بازار ہوں، وہ پرگنہ ہو، اس کے متعلق دیہات گنے جاتے ہوں، اور عادۃً اس میں کوئی حاکم مقرر ہوتا ہے کہ فیصلہ مقدمات کرے، اپنی شوکت کے سبب مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے۔ اور جو بستیاں ایسی نہیں وہ قریہ ودہ وموضع وگاؤں کہلاتی ہیں۔ شرعاً بھی یہی معنی متعارف ومراد ومدار احکام جمعہ وغیرہا ہیں۔ ولہذا ہمارے امام اعظم وہمام اقدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہر کی یہی تعریف ارشاد فرمائی۔

علامہ ابراہیم حلبی غنیۃ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

فی تحفة الفقهاء عن ابی حنيفة رضی الله تعالیٰ عنه انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمه وعلمه او علم غيره يرجع الناس اليه فيما تقع من الحوادث وهذا هو الاصح۔

تحفہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ شہر وہ ہوگا جو بڑا ہو، اس میں سڑکیں، بازار، سرائے ہوں، وہاں کوئی ایسا والی ہو جو اپنے دبدبہ سے، اور اپنے یا غیر کے علم کی وجہ سے ظالم سے مظلوم کو انصاف دلا سکے، حوادث میں لوگ اس کی طرف رجوع کریں اور یہی اصح ہے۔ (فتاوی رضویہ جدید ۸/۳۶۶)

سورۃ الرعد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱۱) لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ☆

آدمی کے لئے بدلی والے فرشتے ہیں اس کے آگے پیچھے کہ بحکم خدا اس کی حفاظت کرتے ہیں بیشک اللہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں او رجب اللہ کسی قوم سے برائی چاہے۔ تو وہ پھر نہیں سکتی اور اس کے سوا ان کا کوئی حمایتی نہیں۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

بدلی والے یہ کہ صبح کے محافظ عصر کو بدل جاتے ہیں اور عصر کے صبح کو۔ وللہ الحمد۔

(الامن والعلی ۷۸)

سورۃ ابراھیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۴۸﴾ یَوۡمَ تُبَدَّلُ الۡاَرۡضُ غَیۡرَ الۡاَرۡضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوۡا لِلّٰهِ الۡوَاحِدِ الۡقَهَّارِ۔

جس دن بدل دی جائے گی زمین اس زمین کے سوا اور آسمان اور لوگ سب نکل کھڑے ہونگے ایک اللہ کے سامنے جو سب پر غالب ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

قیامت کے دن اس زمیں وآسمان کو دوسرے زمیں وآسمان سے بدلا جانا اس آیت سے ثابت ہوا۔ مگر آسمان کے لئے یہ نہیں معلوم کہ وہ آسمان کاہے کا ہوگا۔ ہاں زمیں کے بارے میں صحیح حدیث آئی ہے جس میں ہے کہ آفتاب قیامت کے دن سوا میل پر آجائے گا، صحابی جو اس کے راوی ہیں فرماتے ہیں: مجھے نہیں معلوم کہ میل سے مراد میل مسافت ہے یا میل سرمہ (پھر فرمایا) اگر میل مسافت ہی مراد ہے تو بھی کتنا فاصلہ ہے، آفتاب چار ہزار برس کے فاصلہ پر ہے اور پھر اس طرف پیٹھ کئے ہے، اس روز کہ سوا میل ہوگا اور اس طرف منہ کئے ہوگا اس روز کی گرمی کا کیا پوچھنا، اسی حدیث میں ہے کہ زمین لوہے کی کردی جائے گی۔

پھر فرمایا: جنت میں چاندی کی زمین ہوجائے گی اور یہ زمیں وسعت کیا رکھتی ہے ان تمام انسانوں جانوروں کے لئے جو روز ازل سے روز آخر تک پیدا ہوئے ہونگے، حدیث میں ہے کہ رحمٰن بڑھائے گا زمین کو جس طرح روٹی بڑھائی جاتی ہے، اس وقت کروی شکل پر ہے

اس لئے اس کی گولائی ادھر کی اشیاء کو حائل ہے اور اس وقت ایسی ہموار کردی جائے گی کہ اگر ایک دانہ خشخاش اس کنارہ پر پڑا ہو اس کنارہ زمیں سے دکھائی دیگا، حدیث میں ہے "یبصر ہم الناظر ویسمع ہم الداعی"، دیکھنے والا ان سب کو دیکھے گا اور سنانے والا ان سب کو سنائے گا۔

(الملفوظ ۴/۷۵)

سورۃ الحجر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۹) إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ☆

بیشک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(یہاں قرآن کی حفاظت کا بیان ہے اور اس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ حروف کی ادائیگی اسی انداز میں ہو جس طرح نازل ہوا، یہاں امام احمد قدس سرہ نے اسی کو بیان فرمایا ہے)

الحمد لله الذی انزل علی نبیه ض والصلوٰۃ والسلام علی افصح من نطق بض وعلی اٰله واصحابه الذین اقتدوہ لسفر الآخرۃ زاد صلی اللہ تعالی علیه وسلم وبارك وسلم علیه وعلیهم وزاد حق جل وعلا وتبارك قرآن عظیم بلسان عربی مبین "۔

نبی عربی قرشی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرستادہ وبرائے تلاوت واستماع واستفاضہ وانتفاع عباد آں صفت کریمہ قدیمہ خود را بسکوت حروف واصوات تجلی داد سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما انزل الیہ بصحابہ کرام رسانید وصحابہ بتابعین وتابعین بہ تبع وہمچناں قرنا فقرنا وطبقۃ فطبقۃ ہر ہر حرف وحرکت وصفت وہیات بر اقصی غایات تواتر کہ ۔۔ بی آں متصور نیست بمارسید والحمد للہ الحمید المجید وذلك قوله تعالی "انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون ۔ بس بحمد اللہ چنانکہ در ہیچ کلمہ از کلمات کریمہ اش اصلا محل توہم نیست کہ شاید بجائے الحمد الشکر نازل شدہ باشد ہمچناں بمنت مولی عزوجل در ہیچ حرفے از حروف طیبہ اش

زنہار جائے تردد نیست کہ شاید بمحل لام تعریف میم تعریف بودہ باشد پس نہج کہ بیقین قاطع میدانیم کہ 'ا' 'ع' 'ف' در زبان عربی جداگانہ است و در قرآن عظیم الا و علا و فلا بر معانی مختلف بر ہماں وجہ بتیقن جازم می شناسم کہ 'ض' 'ظ' 'ذ' نیز در لسان عرب سہ حرف متباین است و در فرقان کریم ضل و ظل و دل بمدلولات متخالفہ پس ضاد را ظا خواندن بعینہ ہماں ماند کہ کسے 'ا' را 'ع' یا ف خواند و دا دعائے توارث کہ بجائے ضاد، دال ست سخت غلط ست۔

تمام حمد اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ''ض'' قرآن عظیم روشن عربی زبان میں نازل کیا، اور صلوۃ وسلام اس ذات پر جس نے ''ض'' کو فصیح زبان سے ادا کیا، قرآن کی تلاوت اعلی زبان سے فرمائی اور آپ کی آل واصحاب پر جنھوں نے سفر آخرت کے لئے ان کی اقتداء کی، اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلمکی طرف لے جانے والی راہ قرآن مجید روشن عربی زبان میں ہے جس کو اللہ عزوجل نے اپنے عربی قریشی نبی پر نازل فرمایا، اس کی تلاوت وسماعت اور اس سے استفاضہ ونفع کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت قدیمہ کریمہ کو حروف وتجلی اصوات کا لباس پہنا کر اپنے بندوں کو عنایت فرمایا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ تک قرآن پاک کو اسی طرح پہنچادیا جس طرح وہ نازل ہوا تھا ،صحابہ نے تابعین تک، تابعین نے تبع تابعین تک، اور اسی طرح ہر دور اور ہر طبقہ میں اس کا ہر حرف، ہر حرکت ہر صفت اور ہیئت تواتر کے اعلی درجہ کے ساتھ ہم تک منقول ہے کہ اس سے بڑھ کر تواتر کا تصور بھی نہیں ہوسکتا، حمد ہے اللہ کے لئے جو بلند بزرگی والا ہے، اسی سے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: بلاشبہ ہم نے اس کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ الحمد للہ قرآن مجید کے کلمات میں سے کسی ایک کلمہ کے بارے میں بھی ہرگز کسی قسم کا وہم نہیں کیا جاسکتا کہ شاید الحمد کی جگہ الشکر نازل ہوا تھا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس کے کسی حرف میں کسی کے بارے میں کوئی شک وتردد نہیں کہ شاید الف لام کی جگہ تعریف کے لئے میم نازل ہوا تھا، جس طرح ہمیں قطعی یقین ہے کہ، ا، ع، اور ف عربی زبان میں جدا جدا حروف ہیں اور قرآن میں الا، علا، اور فلا کے الگ الگ مختلف معانی ہیں اسی طرح ہم اس پر بھی حتمی یقین رکھتے ہیں کہ ض، ظ، اور ذ، زبان عرب میں آپس میں متبائن حروف ہیں، پس ضل، ظل، اور دل کے معانی مختلف متبائن ہیں، پس 'ض' کو بعینہ 'ظ' یا 'ذ' پڑھنا اسی طرح ہے جیسے کوئی الف کو

'عین' یا 'فا' پڑھا کرے۔ باقی اس تو ارث کا دعوی کہ 'ض' کی جگہ دال ہے سخت غلط ہے۔ کیونکہ اس تو ارث سے مراد قابل اعتماد قراء کا مقصود ہو تو یہ از خود باطل و مردود ہے، وہ لوگ ایسی بات کیسے کہہ سکتے ہیں۔ اور اگر مراد عوام ہند کا تو ارث ہے تو اس سے مقصد کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔ عوام کا حال تو یہ ہے کہ صدہا سال سے سورہ فاتحہ میں سات سکتے رائج ہیں اور جاہل ان کی توجیہ میں سات شیاطین کا نام لیتے ہیں۔ دلل۔ حرب۔ کیو۔ کنع۔ کنس۔ یعلی۔ اور بعض ان دو ناموں مما اور مصر کا اضافہ کرتے ہیں، ان کے زعم پر انہیں یونہی مناسب نظر آیا۔ اپنے غلط زعم کے مطابق ان سات سکتات کا تحفظ تجوید کے اجماعی واجبات سے بڑھ کر کرتے ہیں اور جو ان کی پابندی نہیں کرتا یہ بے وقوف اسے تجوید قرآن سے جاہل اور غافل قرار دیتے ہیں۔ آپ غور سے دیکھیں کہ کیسے عوام کے یہاں معروف منکر اور منکر معروف بن چکا ہے۔ ان خرافات کی کوئی حقیقت اس سے زیادہ نہیں کہ یہ ان کے خود ساختہ نام اور تصورات ہیں اور ان کے باطل ہونے کی تصریح سکتوں کی سخت تقبیح کی ہے اور ان کے باطل ہونے کی تصریح کی ہے۔

علامہ ابراہیم غنیۃ المستملی میں فرماتے ہیں:

فتاوی الحجہ میں ہے کہ جب نمازی فاتحہ میں 'ایاك نعبد و ایاك نستعین" پر پہونچے تو وہ یہ نہ کرے کہ "ایاك" پر رک جائے پھر "نعبد" کہے بلکہ اولی اور اصح یہی ہے کہ "ایاك نعبد و ایاك نستعین" کو متصل کر کے پڑھے انتہی۔

اگر بعض جاہل لوگ بغیر کسی دلیل کے سکتہ کرتے ہیں تو ان کا ہرگز اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری "منح الفکریۃ" میں فتاوی الحجہ کی عبارت ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں:

میں کہتا ہوں: بعض جاہل لوگوں کی زبانوں پر یہ جو مشہور ہے کہ قرآن کی سورہ فاتحہ میں اس ترکیب سے شیطان کے نام ہیں، یہ بات صراحۃ غلط اور اس کا قبیح پر اطلاق ہوتا ہے، اور پھر ان کے سکتوں سے مراد الحمد کی دال اور ایاک کا کاف ہے اور ان کی مثل دوسرے مقامات ہیں جو نہایت ہی غلط اور باطل خیال ہیں۔

علامہ محمد ابن عمر ابن خالد قرشی حنفی نے اس باطل خیال کے رد میں ایک مستقل رسالۃ

لکھا جس کا ذکر صاحب کشف الظنون نے رسائل میں کیا ہے۔ فقیر نے اپنے ابتدائی دور میں علمائے کرام کے مذکورہ ارشادات پر اطلاع نہ ہونے کے باوجود ان سکتون کا رد کیا، اور ان خرافات کے منشا سے بھی آگاہی حاصل ہے، اگر غرابت سخن مانع نہ ہوتی تو میں اسے احاطہ تحریر میں ضرور لاتا، علماء نے ضاد کی ادائیگی میں لوگوں کی مختلف زبانوں کا جو تذکرہ کیا ہے اس سے مراد یہ ہرگز نہیں ہے کہ قراء عرب کی ادائیگی کا یہ طریقہ ہے بلکہ اس سے مقصود صرف اسی حرف کی ادائیگی کے بارے میں عوام کی خطا اور غلطی کی نشان دہی کرنا ہے اور اس کے بطلان پر تنبیہ اور اس سے پرہیز پر متوجہ کرنا ہے۔

عبارت ملا علی قاری شرح مقدمہ جزریہ میں ماتن کے اس قول ''ضاد میں استطالہ ہے اور اس کا مخرج ظا سے الگ ہے اور ظا ان تمام میں ہے۔ ظعن۔ ظل۔ ظہر۔ عظم۔ الحفظ۔ ایقظ۔ انظر، کے تحت یوں ہے کہ ضاد استطالۃ میں منفرد ہے حتی کہ وہ لام کے مخرج کے ساتھ متصل ہے۔ کیونکہ اس میں قوت جہر، اطباق، اور استعلاء پایا جاتا ہے اور حروف میں کوئی حرف ایسا نہیں جس کی ادائیگی ضاد کی طرح مشکل ہو، اس کی ادائیگی میں تو لوگوں کی زبان مختلف ہے، بعض اسے ظا اور بعض دال یا ذال کے مخرج سے اور بعض طا کے مخرج سے پڑھتے ہیں جیسے مصری لوگ۔ اور بعض اسے ذال کی بو دیتے ہیں، بعض ظا سے ملا کر پڑھتے ہیں۔ لیکن چوں کہ اس کا امتیاز دیگر حروف کی بہ نسبت ظا سے مشکل ہے اسی لئے ناظم (ماتن) نے صراحۃ اس سے ممتاز کرنے کی بات کی، پھر وہ مقامات بیان کئے جہاں قرآن مجید میں ظاء لفظا استعمال ہوا ہے۔

یہ شدت حروف کے امتیاز کے تحفظ پر علماء کے کاربند ہونے کے لئے ہے اور وہ جو امام ناظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کلمات قرآنی ذکر کر دئے ہیں جن میں ظا ہے تاکہ ہر کوئی جان لے کہ قرآن کریم میں ظا کے ساتھ یہی کلمات ہیں اور ان کے علاوہ میں ضاد ہے اسی طرح فاضل ادیب حریری نے مقامہ حلبیہ میں ظا کے الفاظ عربی ذکر کر کے کہا: اے ضاد اور ظا کے بارے میں پوچھنے والے تاکہ الفاظ میں خلط ملط نہ ہو۔ اگر تو ظا کے تمام مقامات محفوظ کرے تو بے نیاز ہو جائے گا۔ پس اب تو غور سے سن جس طرح ایک بیدار آدمی سنتا ہے۔ اگر وہ ان حروف کے مخارج میں تغیر وتبدل کیا ہے اور اس میں حرج عظیم ہے اور ظاہر یہ ہے کہ تمام فتاوی کا اجمال یہی ہے، پھر فرمایا کہ ''خزانہ'' میں بھی ہے کہ اگر ''ولا الضالین'' میں ظاء پڑھی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اکثر ائمہ

اس پر ہیں، ان میں سے ابو مطیع، محمد بن مقاتل، محمد بن سلام، عبد اللہ بن الازہری بھی ہیں،
اسی پر قیاس کرتے ہوئے کہا کہ تمام ضاد میں قرآن کی جگہ اگر ظاء پڑھی تو نماز فاسد ہو جائے گی،
البتہ اللہ تعالیٰ کا قول "وما ھو علی الغیب بضنین" اس میں ظاء اور ضاد دونوں کے ساتھ قرأ
تین آئی ہیں، آپ نے دیکھا کہ کس قدر واضح تصریحات ہیں کہ یہ تبدیلی کرد، ترک اور کوفہ کے
بادیہ نشیں وغیرہ عام اور عجمی لوگوں کی زبانیں گڈمڈ ہونے کی وجہ سے ہے۔ اکثر علمائے متاخرین
جو مشقت کے مقام پر آسانی کی طرف گئے ہیں انہوں نے بھی اس رخصت کو عوام کے حق میں
جائز رکھا ہے، پھر جمہور ائمہ کا حکم دیکھو انہوں نے اس تبدیلی پر فساد معنی کے وقت فساد نماز کا حکم
دیا ہے اور یہی مذہب ائمہ ثلاثہ سیدنا امام اعظم، امام ابو یوسف اور امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم
اجمعین کا ہے، اس اختلاف کے ساتھ کہ اس کی مثال قرآن مجید میں ہے یا نہیں اس کی پوری اور
عمدہ تفصیل غنیۃ میں ہے پس اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

خزانۃ المفتین اور دیگر کتب معتمدہ مذہب میں ایسی تبدیلی کے متعدد جزئیات کا ذکر کر
کے نماز کے فساد کا حکم بیان کیا گیا، جو شخص تفصیل چاہتا ہے انکی طرف رجوع کرے، کیونکہ ان
تمام کے نقل کرنے میں طوالت کا خدشہ ہے۔

خود علامہ علی قاری شرح جزریہ میں فرماتے ہیں: اور اگر یہ دونوں یعنی ضاد اور ظا تو ہر
ایک کا امتیاز ضروری ہے، ان کے بعد مخرج کی وجہ سے ادغام جائز نہیں، یمنی نے کہا: کہ اگر کسی
نے مدغم کر کے پڑھا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ ابن مصنف اور ان کی اتباع میں رومی نے کہا:
ان دونوں کے عدم امتیاز سے احتراز چاہئے، کیونکہ اگر ضاد کو ظاء سے بدلا یا اس کا عکس کہا تو
فساد معنی کی وجہ سے نماز باطل ہو جائے گی۔ اور مصری نے کہا: اگر کسی نے فاتحہ میں ضاد کو ظا سے
بدلکر پڑھا تو اس کلمہ کی قرأت درست نہ ہوگی۔ پھر ابن الہمام اور منیہ کی مذکورہ گفتگو کے بعد کہا:
شارح نے کہا: فتاوی حجہ میں جو کچھ مذکور ہے اس کا خلاصہ یہی ہے کہ علماء وفقہاء کے حق میں نماز
کے لوٹانے کا فتویٰ دیا جائے گا اور عوام کے حق میں جواز کا۔ میں کہتا ہوں: اس معاملہ میں یہی
تفصیل احسن ہے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

اور فتاوی قاضی خان میں ہے: اگر کسی نے "غیر المغضوب" میں ظاء یا دال سے
بدل کر پڑھا تو نماز فاسد ہوگی اور "ولا الضالین" میں ظاء یا دال سے بدل کر پڑھا تو نماز فاسد

نہ ہوگی اور اگر ذال سے بدل کر پڑھا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

امام شیخ الاسلام زکریا انصاری کی شرح میں ہے: اور اگر یہ دونوں یعنی ضاد اور ظاء متصل ہوں تو قاری کے لئے دونوں کو الگ الگ کر کے پڑھنا ضروری ہے تا کہ ایک دوسرے کے ساتھ مختلط نہ ہو جائے ورنہ اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔

سبحان اللہ! اگر اس کی ادائیگی کا یہ طریقہ قراء عرب کا ہوتا تو فساد کے حکم کی یہاں کیا گنجائش تھی، بلکہ ادغام یقیناً جائز اور نماز مطلقا بالاتفاق درست ہوتی جیسا کہ ''وما ھو علی الغیب بضنین'' میں ہے، یہی حکم اللہ تعالی کے اس ارشاد گرامی میں ہے''انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم'' یہاں حصب، حضب، حطب، خطب۔ صاد، ضاد، طاء اور ظاء'' کے ساتھ جس طرح بھی پڑھا لیا جائے نماز درست ہوگی، کیونکہ اس کلمہ کی ان چاروں حرف کے ساتھ قرأت ثابت ہے جیسا کہ منح الفکریہ وغیرہ میں ہے۔

اقول:۔ اللہ تعالی کی توفیق وعنایت سے جو ہم نے تحقیق کی ہے اس سے ایک نحوی ابن الاعرابی کوفی کے اس قول کی کمزوری بھی واضح ہو جاتی ہے جو اس نے کہا تھا کہ ضاد اور ظاء کو ایک دوسرے کی جگہ کلام عرب میں پڑھا جا سکتا ہے تو جو ایک کی جگہ دوسرے کو پڑھ دے اسے خطاوار نہیں کہا جائے گا اور اس نے یہ شعر پڑھا: ع

الی اللہ اشکو من خلیل اودہ ثلث خلال کلھا لی غائض بالضاد

اللہ کے ہاں یہی میری شکایت ہے اپنے محبوب دوست کی تین عادتوں کی، جو سب مجھے ناپسند ہیں۔ (اس شعر میں غائض ضاد کے ساتھ ہے)

اور یونہی میں نے فصحاء عرب سے سنا ہے، اسے ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں نقل کیا ہے اور یہ اس لئے ہے کہ اگر ان کا قول درست ہوتا تو یہ تمام ائمہ فقہ جو علوم دینیہ اور فنون عربیہ کے ماہر ہیں'' غیر المغضوب '' اور اس جیسے دیگر الفاظ جن میں فساد معنی لازم آتا ہے سے نماز کے فاسد ہونے کا حکم جاری نہ کرتے۔ اور ضنین اور ظنین اور مذکورہ لفظ کے درمیان فرق نہ کرتے، یہ اس میں سے کہاں ہے جو حلیہ سے خزانہ سے ائمہ کے حوالے سے گزرا کہ ضنین کے علاوہ تمام قرآن میں (جب فساد معنی ہو) تو نماز فاسد ہو جائے گی، اور جن لوگوں نے اسے

جائز قرار دیا تھا انہوں نے عوام پر آسانی کی خاطر ایسا کیا ہے، یہ نہیں کہ ایسا کرنا فی الواقع فصیح کلام میں صحیح ہے۔ رہا معاملہ شعر کا وہ اس سلسلہ میں ان کی حجت نہیں بن سکتا، تو کبھی یہ غاضہ سے آتا ہے اس وقت اس کا معنی نقص ہوتا ہے، چنانچہ اسود بن یعفر نے کہا: کیا تو دیکھتی نہیں کہ میں فنا ہو چکا ہوں اور میری آنکھوں اور اعضاء کے عوارضات نے مجھے ناقص کر دیا ہے۔

تاج العروس میں ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ اس نے مجھے کمال تک پہونچنے کے بعد ناقص کر دیا، اور اس پر ابن اعرابی نے خود یہ شعر کہا:

ولو قد عض معطسه جویری لقد لانت عریکیته وغاضا

اگر جریری نے اس کی ناک کو کاٹا ہے تو ضروری اس کی ناک کی ہڈی نرم اور ناقص ہو گی۔ اور اس کی شرح کرتے ہوئے کہا اس نے اس کی ناک کو داغدار کر دیا حتیٰ کہ وہ ذلیل ہو گیا،

اور ابن سیدہ نے اس (پہلے) شعر کے متعلق کہا کہ اس میں ''غائض'' غاظ، ظ سے نہیں بدلا بلکہ وہ غاض سے ہے جس کا معنی نقص ہے، لہذا اب معنی یوں ہو گا

اس نے مجھے ناقص کر دیا۔ اسکو تاج العروس نے بھی نقل کیا ہے، اور اسی بنا پر ہمارے علماء نے فرمایا: کہ اگر کسی نے ''لیغیظ بھم الکفار'' (الفتح۔ ۲۹) میں ظاء کی جگہ ضاد پڑھا تو نماز فاسد نہ ہو گی۔ جیسا کہ خانیہ میں ہے، غنیۃ میں ہے کہ اس کا معنی مناسب ہی رہتا ہے یعنی ان سے کافروں میں نقص واضطراب ہوا ھ۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی ''قل موتو بغیظکم'' میں کہا،

بالجملہ دین وفقہ کا مسئلہ نحوی کے ایسے قول سے نہیں لیا جا سکتا جو ائمہ کی تصریحات کے خلاف ہو، بلکہ ہر شخص جسے اللہ تعالیٰ نے نور بصیرت سے نوازا ہے وہ ائمہ کے اقوال کو فنون عربیہ میں بھی نحاۃ کے اقوال پر مقدم رکھے گا، کیونکہ اجتہاد وہ کر سکتا ہے جس میں اس کی کامل صلاحیت ہو اور اس کا دل نور الہی سے پرنور ہو، اسے اچھی طرح محفوظ کر لو کیونکہ یہ نہایت ہی اہم اور قیمتی تحقیق ہے۔ البتہ ہمیں اس بات سے ہرگز انکار نہیں کہ کلام عرب میں ضاد اور ظا ایک دوسرے کی جگہ آ ہی نہیں سکتے، بہت سے کلمات ان دونوں حروف کے ساتھ وارد ہیں۔ مثلاً ''عض الحرب والزمان وعظ زمان'' (دونوں کا معنی یہ ہے کہ جنگ نے کاٹا اور تکلیف پہنچائی) تماضو اور تماظوا آپس میں جنگ وغیرہ کرنا اور ایک دوسرے پر زبان کھولنا۔ فاض فلان اور فاظ

فلاں فوت ہوا، بظ الضارب او تارہ اور بض صاحب موسیقی کا تار کو بجانے کے لئے حرکت دینا۔ تقریظ اور تقریض تعریف کرنا۔ بیض اور بیظ مور کا انڈا۔ بظر و بضر عورت اور شرمگاہ۔ الی غیر ذلک، یہ وہ ہیں جنہیں ابن مالک نے "کتاب الاعتضاد فی معرفۃ الظا والضاد" میں شمار کیا ہے لیکن یہ اس بات کو ستلزم نہیں کہ ابدال ہر جگہ جائز ہوگا، مثلا لام اور را کئی مقام پر ایک دوسرے کی جگہ آتے ہیں۔

مجمع بحار الانوار میں ہے کہ اس حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواتین کے خوشبو لگانے اور مردوں کے ساتھ مشابہت کرنے کو ناپسند فرماتے۔ یہاں عطر سے وہ خوشبو مراد ہے جو اس طرح مہک دار ہو جو مرد لگاتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہاں را کی جگہ لام یعنی تعطل النساء لام کے ساتھ، یعنی عورت کا بغیر زیور اور مہندی کے ہونا مراد ہے کہ لام اور را ایک دوسرے کی جگہ مستعمل ہوتے ہیں (یہ اگر چہ جائز ہے) مگر یہ بعض مقام پر جائز نہیں ہوتا کہ جہاں چاہیں ایک کو دوسرے کی جگہ پڑھ لیں۔ علماء نے تصریح کی ہے کہ "یوم تبلی السرائر" کی جگہ "سرائل" یا "یوم ترجف الارض والجبال" میں "جبال" کی جگہ "جبار" پڑھنے سے نماز فاسد ہو جائیگی، جیسا کہ خانیہ اور منیہ وغیرہا میں ہے۔ پھر یہ تمام گفتگو جو میں نے کی ہے یہ صرف ظاء معجمہ کے لئے خاص ہے۔ ہوسکتا ہے کوئی جاہل، لونڈی یا دیہاتی از عرب ضاد کی جگہ دال، طا، ذال یا زا اپنی زبان پر جاری کر دے کیونکہ ہماری گفتگو عرب خالص میں ہے نہ کہ اس قوم میں جو عجم کے ساتھ ملی ہو، اور اس کی زبان خلط ملط ہوگئی ہو۔ مثلا رجعت قہقری کی جگہ رجعت کہگری اور ثلثہ عشر کی جگہ "تلت عشر، خذ کذا کو خد کدا، خد کدا کاف کے کسرا اور دال کے ساتھ پڑھتے ہیں، ان کے علاوہ دیگر بے مقصد ولا یعنی تغیرات یا بعض ایسے بدوی اور یمنی لوگوں سے ملا ہوں جو ہکذا کو ہچامی پڑھتے تھے مونث کو خطاب کرتے ہیں، منک کی جگہ منچ پڑھتے ہیں۔ بعض دیگر ایسے لوگ بھی میں نے دیکھے کہ جیم کو گاف کے ساتھ مثلا مسجد کو مسکد، جمال کو گمال بولتے ہیں۔

رضی نے کہا وہ باء جو فاء کی طرح ہے، سیرفی کہتا ہے: یہ لغت عجم میں کثرت کے ساتھ مستعمل ہے اور میرا گمان ہے کہ عرب نے عجم سے اختلاط کی وجہ سے یہ اخذ کیا ہے پھر ضاد کی جگہ خالصا یا اشماما زا پڑھنے کے بارے میں جاہل لوگوں نے علماء کے کلام سے جو کچھ نقل کیا

ہے وہ بھی محفوظ نہیں، البتہ جن بعض عوام زماں سے متشابہ صوت سنا گیا ہے کہ وہ ض کی جگہ ظا پڑھنا چاہتے ہیں اور بعض دوسرے لوگ ادائیگی کی طاقت نہ رکھتے ہوے بھی کوشاں رہتے ہیں ضاد اور ظا کے درمیان پڑھتے ہیں یہ لوگ بہتر اوسط راہ پر ہیں، ہم اللہ تعالی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ہر معاملہ میں تحقیق حق پر چلنا نصیب کرے۔ (آمین)

بالجملہ حق واضح یہی ہے کہ تمام حروف آپس میں متبائن اور ان کے مخارج الگ الگ ہیں۔ لہذا ضاد کا کسی بھی حرف کے ساتھ بدل کر پڑھنا مردود اور ناجائز ہے۔ اس حرف (ضاد) کو اللہ تعالی نے اتنا بلند پیدا کیا ہے کہ کوئی حرف بھی اس کا قریبی نہیں گردانا جا سکتا، اسی لئے سیبویہ نے کہا اور خوب کہا اگر صاد میں اطباق نہ ہو تو وہ سین بن جائے، اگر ظاء میں نہ ہو تو وہ ذال بن جائے اگر طاء میں نہ ہو تو وہ دال بن جائے اور ضاد کلام سے ہی خارج ہو جائے، کیونکہ اس کے متبادل کوئی حرف ہی نہیں اھ۔ اسے رضی نے نقل کیا

اور جو قاری پانی پتی منقول ہے اس کے بارے میں میں کہتا ہوں: تحقیقی بات یہ ہے کہ حروف کی صفات میں بعض ایسی صفات لازمہ ہیں جن کے فقدان سے حروف کی ذات کا فقدان لازم آتا ہے، مثلا طاء میں اطباق اور تاء میں انفتاح اور اس کی رعایت نہایت ہی ضروری ہے، اور بعض حرف ایسے نہیں یعنی اگر انہیں ان صفات سے ادا نہ کیا جائے تو ان کی ذات ختم نہیں۔ مثلا ہمزہ میں تہوع اور شین میں تفشی۔ یہ وہی ہے جو منح میں ہے کہ اس کے خروج کے وقت آواز کا منح کا اس طرح انتشار یہاں تک ہو کہ حروف کے ساتھ طرف لسان متصل ہو جائے، ایسے حرف میں سے ظاء کا مخرج بھی ہے، حالانکہ اس کا اصل مخرج اس کے محاذات وسط سے اور حافۂ زبان ہے پس صفات حروف کی رعایت ہر جگہ لازم نہیں بلکہ بعض حروف کی صفات ایسی ہیں جن کا ترک ضروری ہے اور وہ رائے مخففہ میں مطلقا اور راء مثقلہ میں ایک بار سے زائد تکرار ہے یعنی را میں اس صفت کی موجودگی کا معنی یہ ہے کہ راء قابل تکرار ہے، یہ نہیں کہ اس میں تکرار ضروری ہے۔ یہ معنی اللہ تعالی کی توفیق سے میرے ذہن میں آیا اور اس کی تصریح مولانا علی قاری کے اس کلام میں ظاہر ہوئی جو انہوں نے ماتن کے قول " والراء بتکریر جعل " کے تحت کی ہے، قراء کے قول " راء میں تکرار ہے کا معنی یہ ہے کہ را تکرار کو قبول کرتا ہے کیونکہ اس کے تلفظ کے وقت طرف زبان حرکت کرتی ہے۔ جیسا کہ غیر ضاحک کو انسان

ضاحک کہا جائے کہ وہ ضحک کے قابل ہے۔ اس معنی میں اسی طرف اشارہ ہے اور اس کی تکرار غلط ہے پس اس کے ساتھ تلفظ کے لئے اس سے بچنے کی معرفت ضروری ہے تا کہ غلطی سے بچا جاسکے۔ جیسا کہ جادو کا علم اس لئے حاصل کیا جائے تا کہ اس کے نقصان سے بچائے جائے اور اس سے دافع کی معرفت ہو جائے اور اس کو اٹھایا جاسکے۔

جعبری نے کہا: سلامتی کا طریقہ یہ ہے کہ تلفظ کرنے والا اپنی زبان کے اوپر والے حصے کو تالو کے بلند حصے کے ساتھ ایک دفعہ مضبوط طریقہ سے ملائے اب جب وہ حرکت کرے گی تو ہر دفعہ مضبوط طریقہ سے ملائے، اب جب وہ حرکت کرے گی تو ہر دفعہ را پیدا ہوگا۔

مکی نے کہا ہے: قرات میں اخفاء تکریر ضروری ہے اور فرمایا: قاری پر لازم ہے کہ اس کے تکرار میں اخفاء کرے اور جب اظہار کرے تو حروف مشددہ میں کئی حروف سے کرے اور مخففہ میں دو حروف سے کرے اھ۔ یہ عبارت کچھ اختصار کے ساتھ ہے اور ہر حرف کو اس کے مخرج سے اس طرح ادا کرنے کا وجوب اس معنی پر ہے کہ تمام حروف کا متساوی الاقدام ہونا مسلم ہے، اس میں ضاد ہی کی کوئی خصوصیت نہیں بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ جب اس کی صحیح ادائیگی دیگر حرف کی نسبت زیادہ مشکل ہے تو اس مشقت کے پیش نظر دیگر حروف کے اعتبار سے اس کے حکم وجوبی میں تخفیف ہوگی، کیونکہ مشقت آسانی لاتی ہے۔ ہر مشکل معاملہ میں گنجائش ہے۔ اللہ تعالی کسی نفس کو اس کی طاقت سے بڑھ کر حکم تکلیف نہیں دیتا۔ اللہ تعالی تم پر آسانی کا ارادہ رکھتا ہے اور تنگی کا ارادہ نہیں فرماتا۔ اور تمام خوبی اللہ تعالی کے لئے جو تمام جہانوں کا رب ہے ہا ں ضاد میں تنگی کی وجہ سے اس کی ادائیگی کے لئے خوب اہتمام اور تحفظ ہونا چاہئے اور ادائیگی میں ہوش سے کام لیا جائے۔ (فتاوی رضویہ جدید ۶/۲۸۶ تا ۳۰۱)

روافض قرآن عظیم کو ناقص بتاتے ہیں، کوئی کہتا ہے: اس میں کچھ سورتیں امیر المومنین عثمان غنی ذوالنورین یا دیگر صحابہ یا اہل سنت رضی اللہ تعالی عنہم نے گھٹا دیں، کوئی کہتا ہے کچھ لفظ بدلدیئے، کوئی کہتا ہے یہ نقص وتبدیل اگر چہ یقیناً ثابت نہیں محتمل جانتے بالا جماع کافر مرتد ہے (فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۲۵۹)

بیضاوی شریف مطبع لکھنو صفحہ ۴۲۸ میں ہے:

لحفظون ای من التحریف والزیادۃ والنقص۔

تبدیل وتحریف اور کمی وبیشی سے حفاظت کرنے والے ہیں۔

جلالین شریف میں ہے:

لحافظون من التبديل والتحريف والزيادة والنقص۔

یعنی حق تعالی فرماتا ہے: ہم خود اس کے نگہبان ہیں اس سے کہ کوئی اسے بدل دے یا الٹ پلٹ کردے یا کچھ بڑھادے یا گھٹادے۔

جمل مطبع مصر جلد۲ص ۵۶۱ میں ہے:

بخلاف سائر الكتب المنزل فقدد خل فيها التحريف والتبديل بخلاف القرآن فانه محفوظ عن ذلك لا يقدرا حدمن جميع الخلق الانس والجن ان يزيد فيه او ينقص منه حرفا واحدا او كلمة واحدة"

یعنی بخلاف اور کتب آسمانی کے کہ ان میں تحریف وتبدیل نے دخل پایا، اور قرآن اس سے محفوظ ہے۔ تمام مخلوق جن وانس کسی کی جان نہیں کہ اس میں ایک لفظ یا ایک حرف بڑھادیں یا کم کردیں۔

اللہ تعالی سورۃ حم السجدہ میں فرماتا ہے:

وانه لكتب عزيز، لا ياتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه تنزيل من حكيم حميد "(فصلت۔ ٤١ ۔ ٤٢)

بیشک یہ قرآن شریف معزز کتاب ہے، باطل کو اس کی طرف اصلا راہ نہیں، نہ سامنے سے نہ پیچھے سے، یہ اتارا ہوا ہے حکمت والے سراہے ہوئے کا۔

تفسیر معلم التنزیل شریف مطبوعہ بمبئی جلد۴ص ۳۵ میں ہے:

قال قتادہ والسدی الباطل هو الشيطان لا يستطيع ان يغير او يزيد فيه او ينقص منه قال الزجاج معناه انه محفوظ من ان ينقص منه فيأ تيه الباطل من بين يديه او يزيد فيه فيا تيه الباطل من خلفه وعلى هذا المعنى الباطل الزيا ده والنقصان "

یعنی قتادہ وسدی مفسرین نے کہا: باطل کہ شیطان ہے قرآن میں کچھ گھٹا، بڑھا، بدل نہیں سکتا۔ زجاج نے کہا: باطل کہ زیادت ونقصان ہیں قرآن ان سے محفوظ ہے، کچھ کم ہوجا

ئے تو باطل سامنے سے آئے، بڑھ جائے تو پس پشت سے اور یہ کتاب ہر طرح باطل سے محفوظ ہے۔

فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مطبع لکھنؤ ص ۷ ۱۴۱ میں ہے:

اعلم انی رأیت فی منجمع البیان تفسیر الشیعة انه ذهب بعض اصحابهم الی ان القرآن العیاذ بالله کان زائدا علی هذا المکتوب المقروء قد ذهب بتقصیر من الصحابة الجامعین العیاذ بالله، لم یختر صاحب ذلك التفسیر هذا القول فمن قال بهذا القول فهو کافر لانکاره الضروری ۔

یعنی میں نے طبرسی رافضی کی مجمع البیان میں دیکھا کہ بعض رافضیوں کے مذہب میں قرآن عظیم معاذ اللہ اس قدر موجود سے زائد تھا، جن صحابہ نے قرآن جمع کیا عیاذا باللہ ان کے قصور سے جاتا رہا، اس مفسر نے یہ قول اختیار نہ کیا جو اس کا قائل ہو کافر ہے کہ ضروریات دین کا منکر ہے۔ (فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۲۵۹ تا ۲۶۲)

﴿۲۱﴾ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ ز وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝

اور کوئی چیز نہیں جس کے ہمارے پاس خزانے نہ ہوں۔ اور ہم اسے نہیں اتارتے مگر ایک معلوم انداز سے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

وہ عالم مثال ہے جس میں ہر شئی کی لاکھوں تصویریں اور تمثیلیں موجود ہیں۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۲۱/۱۱)

﴿۳۰﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝

تو جتنے فرشتے تھے سب کے سب سجدے میں گرے۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

قرآن عظیم کا یہ ارشاد ہے۔ الف لام استغراق کا، پھر کلھم سے تاکید پھر اجمعون سے تاکید بر تاکید تو استثناء چہل ہزار کیونکر متصور۔ اور قصدا سجدہ نہ کرنا تو ملائکہ معصومین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے معقول ہی نہیں۔

ہاں شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتاویل قول تعالیٰ: استکبرت ام کنت من العلین ایک صنف ملائکہ کو اس درجہ مستغرق مشاہدہ شیون جلال و جمال مانا کہ انہیں عالم و آدمی کسی کی خبر ہی نہیں۔ نہ وہ حکم کے مخاطب تھے، نہ انہیں خبر ہوئی، مگر حق یہ ہے کہ ظاہر نص کے خلاف و نا مسلم

﴿۷۲﴾ لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ۔☆

اے محبوب تمہاری جان کی قسم بیشک وہ اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مواہب میں ہے:

علی کل حال فهذا متضمن للقسم ببلد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ولا يخفى ما فيه من زيادة التعظيم وقد روى ان عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه قال للنبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم با بى انت وامى يا رسول الله! لقد بلغ من فضيلتك عند الله ان اقسم بحياتك دون سائر الانبياء ولقد بلغ بفضيلتك عنده ان اقسم بتراب قدميك فقال لا اقسم بهذا البلد۔

ہر حال میں یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شہر کی قسم کو متضمن ہے اور اس قسم میں جو عظمت و مرتبہ ہے وہ مخفی نہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، آپ کی فضیلت اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنی بلند ہے کہ آپ کی حیات مبارکہ ہی کی اس نے قسم اٹھائی ہے نہ کہ دوسرے انبیاء کی، اور آپ کی عظمت و مرتبت اس کے ہاں اتنی عظیم ہے کہ اس نے " لا اقسم بهذا البلد " کے ذریعے آپ کے مبارک قدموں کے خاک کی قسم اٹھائی ہے۔ (فتاوی رضویہ جدید ۵/۵۵۷)

۴۵۰۷۔ عن ابى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ما حلف الله بحياة احد قط الا بحياة محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، قال تعالىٰ: لعمرك انهم لفى سكرتهم يعمهون، و حياتك يا محمد صلى

۴۵۰۷۔ الدر المنثور للسيوطى، ۴/۱۰۳ ☆

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی کی زندگی کی قسم یاد نہ فرمائی سوا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے۔ کہ آیت کریمہ ''لعمرك'' میں فرمایا: مجھے تیری جان کی قسم اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سورۃ النحل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۴۳) وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِیۡٓ اِلَیۡهِمۡ فَسۡئَلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ۔☆

اور ہم نے تم سے پہلے نہ بھیجے مگر مرد جن کی طرف ہم وحی کرتے تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حوادث غیر متناہی ہیں۔ احادیث میں ہر جزئیہ کے لئے نام بنام تصریح احکام اگر فرمائی بھی جاتی ان کا حفظ وضبط نامقدور ہوتا، پھر مدارج عالیہ مجتہدان امت کے لئے ان کے اجتہاد پر رکھے گئے وہ نہ ملتے، نیز اختلافات ائمہ کی رحمت و وسعت نصیب نہ ہوتی، لہذا احدیث نے بھی جزئیات معدودہ سے کلیات حاویہ مسائل نامحدودہ کی طرف استعارہ فرمایا، اس کی تفصیل وتفریع وتاصیل مجتہدین کرام نے جو فرمائی اور احاطہ تصریح نامتناہی کے تعذر نے یہاں بھی حاجت ایضاح مشکل، تفصیل مجمل، وتقیید مرسل باقی رکھی جو قرنا فقرنا طبقۃ فطبقۃ مشائخ کرام وعلمائے اعلام کرتے چلے آئے، ہر زمانہ کے حوادث تازہ احکام اس زمانے کے علمائے کرام حاملان فقہ وحامیان اسلام نے بیان فرمائے۔ اور یہ سب اپنی اصل ہی کی طرف راجع ہوئے اور ہوتے رہیں گے۔ حتی یاتی امر اللہ وہم علی ذلک۔

درمختار میں ہے:

ولا یخلو الوجود عمن یمیز ہذا حقیقۃ لا ظنا وعلی من لم یمیز ان یرجع لمن یمیز براءۃ لذمۃ"۔

زمانہ ان لوگوں سے خالی نہ ہوگا جو یقینی طور پر نہ محض گمان سے اس کی تمیز رکھیں اور جسے اس کی تمیز نہ ہو اس پر واجب ہے کہ تمیز والے کی طرف رجوع کرے کہ بری الذمہ ہو۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۲/۵۶۔۵۷)

(۴۴) بِالْبَیِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ؕ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ ۔☆

روشن دلیلیں اور کتابیں لیکر اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار اتاری کہ تم لوگوں سے بیان کردو جوان کی طرف اترا اور کہیں وہ دھیان کریں۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اقـول : ” هـذا مـن مـحـاسـن نظم القرآن العظيم امر النا س ان يسئلو اهل العـلـم با لقرآن العظيم وارشد العلماء ان لا يعتمد واعلى اذها نهم فى فهم القرآن بـل يرجعوا الى ما بين لهم النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فرد النا س الى العلماء والعـلـمـاء الـى الـحـديـث والحديث الى القرآن وان الى ربك المنتهى فكما ان الـمـجتهدين لو تركو الحديث ورجعو الى القرآن فضلو ا كذا لك العامة لو تركو المجتهدين ورجعوا الى الحديث فضلوا ولهذا قال الامام سفيان بن عيينه احد ائمة الـحـديـث قـريـب زمـن الامـا م الاعـظـم و الا مام المالك رضى الله تعالى عنهم: الحديث مضلة الاالفقهاء نقله عنهم الامام ابن الحاج مكى فى مدخل۔

میں کہتا ہوں کہ یہ عبارت قرآن عظیم کی خوبیوں سے ہے، لوگوں کو حکم دیا کہ علماء سے پوچھو جو قرآن مجید کا علم رکھتے ہیں، اور علماء کو ہدایت فرمائی کہ قرآن کے سمجھنے میں اپنے ذہن پر اعتماد نہ کریں بلکہ جو کچھ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان فرمایا اس کی طرف رجوع لائیں، تو لوگوں کو علماء کی طرف پھر علماء کو حدیث کی طرف اور حدیث کو قرآن کی طرف، اور بیشک تیرے رب ہی کی طرف انتہا ہے۔ تو جس طرح مجتہدین اگر حدیث چھوڑ دیں تو قرآن عظیم کی طرف رجوع کرتے بہک جاتے یونہی غیر مجتہد اگر مجتہدین کو چھوڑ کر حدیث کی طرف رجوع لائیں تو ضرور گمراہ ہو جائیں، اسی لئے امام سفین بن عیینہ نے کہ امام اعظم و امام مالک کے زمانہ کے

قریب حدیث کے اماموں سے تھے فرمایا: کہ حدیث بہت گمراہ کردینے والی ہے مگر فقہاء کو ۔اسے امام ابن الحاج مکی نے مدخل میں نقل فرمایا ہے۔ (حاشیہ فتاوی قدیم ۱۲/۵۶۔۵۷)

﴿۸۹﴾ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِم مِّنْ أَنفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ ۚ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ☆

اور جس دن ہم ہر گروہ میں ایک گروہ انہیں میں سے اٹھائیں گے کہ ان پر گواہی دے ۔اور اے محبوب تمہیں ان سب پر شاہد بنا کر لائیں گے اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔اور ہدایت اور رحمت اور بشارت مسلمانوں کو۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(ونزلنا علیک الکتب تبیانا لکل شیء وھدی ورحمۃ) قرآن عظیم تھوڑا تھوڑا کر کے تیئس برس میں نازل ہوا، جتنا قرآن عظیم اترتا گیا حضور پر غیب روشن ہوتا گیا، جب قرآن عظیم پورا نازل ہو چکا روز اول سے روز آخر تک کا جمیع ماکان وما یکون کا علم محیط حضور کو حاصل ہو گیا، تمامی نزول قرآن سے پہلے اگر کوئی واقعہ کسی حکمت الہیہ کے سبب منکشف نہ ہوا ہو تو احاطہ علم اقدس کا منافی نہیں، معہذا زمانہ افک میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا جس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور کو علم نہ تھا، اپنے اہل کی برائت اپنی زبان سے فرمانا یہ بہتر ہوتا یا کہ "رب السموات والارض" نے قرآن کریم میں سترہ آیتیں ان کی براءت میں نازل فرمائیں جو قیامت تک مساجد و مجالس و جامع میں تلاوت کی جائیں گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۱/۴۵)

اور فرماتا ہے قرآن بناوٹ کی بات نہیں بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق اور ہر شے کی تفصیل ہے اور اس کی گواہی کس قدر اعظم ہے کہ وہ ہر چیز کا تبیان ہے اور تبیان اس روشن اور واضح بیان کو کہتے ہیں جو اصلا پوشیدگی باقی نہ رکھے کہ زیادۃ لفظ زیادت معنی پر دلیل ہوتی ہے اور بیان کے لئے ایک تو بیان کرنیوالا چاہئے وہ سبحانہ وتعالیٰ ہے، اور دوسرا وہ جس کے لئے بیان کیا جائے اور وہ وہ ہیں جن پر قرآن اترا۔ ہمارے سردار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اور اہل

سنت کے نزدیک شے ہر موجود کو کہتے ہیں تو اس میں جملہ موجودات داخل ہو گئے۔ فرش سے عرش تک اور شرق سے غرب تک ذاتیں اور حالتیں اور حرکات اور سکنات اور پلک کی جنبشیں اور نگاہیں اور دلوں کے خطرے۔ اور ارادے اور ان کے سوا جو کچھ ہے اور انہیں موجودات میں سے لوح محفوظ کی تحریر ہے، تو ضرور کہ قرآن عظیم میں ان تمام چیزوں کا بیان روشن اور تفصیل کامل ہو

(الدولۃ المکیہ ۲۷۱ تا ۲۷۵)

(۱۱۶) وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ☆۔

اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو۔ بے شک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا۔

(۱۱۷) مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ص وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ☆

تھوڑا برتنا ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(بلا تحقیق کسی چیز کو حلال و حرام کہنا جائز نہیں) علماء تصریح فرماتے ہیں: ہمارے زمانہ اتقائے شبہات کا نہیں۔ غنیمت ہے کہ آدمی آنکھوں دیکھے حرام سے بچے۔

فی فتاویٰ الامام قاضی خاں قالوا لیس زماننا زمان اجتناب الشبہات وانما علی المسلم ان یتقی الحرام المعاین اھ۔ وفی تجنیس الامام برھان الدین عن ابی بکر ابراھم لیس ھذا زمان الشبہات ان الحرام اغنانا یعنی ان اجتنبت الحرام کفاک اھ ملخصا وعنہما فی الاشباہ نحو ذلک وفی الطریقۃ وشرحہا بعد النقل عن الامامین المعاصرین رحمہما اللہ تعالٰی زمانہما ای زمان قاضی خان وصاحب الھدایۃ رحمہما اللہ تعالٰی قبل ستمائۃ سنۃ من الہجرۃ النبویہ وقد بلغ التاریخ الیوم ای فی زمان المصنف لہذا الکتاب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ تسعمائۃ وثمانین سنۃ من الہجرۃ وبلغ التاریخ الیوم الی الف وثلث وتسعین سنۃ من

الھجرۃ ولا خفاء ان الفساد والتغیر یزید ان بزیادۃ الزمان لبعدہ عن عھدالنبوۃ اہ ملخصا وفی العلمگیریۃ عن جواھر الفتاوی وعن بعض مشائخہ علیک بترک الحرام المحض فی ھذا لزمان فانک لا تجدشیئا لا شبۃ فیہ اہ "

فتاوی قاضی خان میں ہے: فقہاء فرماتے ہیں: ہمارا زمانہ شبہات سے اجتناب کا زمانہ نہیں، مسلمان پر لازم ہے کہ آنکھوں دیکھے حرام سے بچے اھ، امام برہان الدین کی تجنیس میں ابوبکر بن ابراہیم سے منقول ہے کہ یہ شبہات کا زمانہ نہیں ہے بیشک حرام نے ہمیں مستغنی کردیا یعنی اگر تو حرام سے بچے تو کافی ہے اھ۔

تلخیص اور ان دونوں سے الاشباہ میں اسی کی مثل ہے۔ الطریقۃ المحمدیہ اور اس کی شرح میں دو معاصر ائمہ رحمہما اللہ سے نقل کرنے کے بعد فرمایا: ان دونوں یعنی قاضی خان اور صاحب ہدایہ کا زمانہ سن ہجری کے اعتبار سے چھ سو سال پہلے کا ہے اور آج اس مصنف کے زمانے میں ۹۸۰ھ ہوگئی ہے اور آج (شرح لکھتے وقت) ۱۰۹۳ھ ہے اور یہ بات مخفی نہیں کہ عہد نبوت کی دوری کی وجہ سے جوں جوں زمانہ بڑھتا جاتا ہے فساد وتغیر میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے اھ ملخصا۔

فتاویٰ عالمگیری میں بحواللہ جواہر الفتاوی بعض مشائخ سے نقل کیا گیا ہے کہ اس زمانے میں تم پر محض حرام کا چھوڑنا واجب ہے، کیونکہ آج کوئی ایسی چیز نہیں پاؤ گے جس میں شبہ نہ ہو۔
سبحان اللہ! جب کہ چھٹی صدی بلکہ اس سے پہلے سے ائمہ دین یوں ارشاد فرماتے آئے تو ہم پسماندوں کو اس چودھویں صدی میں کیا امید ہے "فانا للہ وانا الیہ راجعون"

ایسی ہی وجوہ ہیں کہ حدیث میں آیا:

"انکم فی زمان من ترک منکم عشر ما امر بہ ھلک ثم یاتی زمان من عمل منھم بعشر ما امر بہ نجا اخرجہ الترمذی وغیرہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم"

تم (اے صحابہ کرام) اس زمانے میں ہو کہ تم میں سے جو شخص اس چیز کا دسواں حصہ بھی چھوڑ دے جس کا اسے حکم دیا گیا ہے تو ہلاک ہوگا، پھر ایک زمانہ آئے گا کہ تم میں سے جو آدمی اس چیز کے دسویں حصہ پر بھی عمل کریگا جس کا اسے حکم دیا گیا ہے تو وہ نجات پائے گا۔ ترمذی

وغیرہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔

ہاں جو شخص بحکم

قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیف وقد قیل :اخرجہ خ وغیرہ عن عقبۃ بن الحارث النوفلی وقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: من اتقی الشبہات فقد استبرأ لدینہ وعرضہ اخرجہ الستۃ عن النعمان بن بشیر رضی اللہ تعالی عنہم

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد: جسے امام بخاری وغیرہ نے عقبہ بن حارث نوفلی سے روایت کیا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے (کہ تو اس سے مباشرت کرے) جب کہ کہا گیا ہے: (تو اس کا بھائی ہے) اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص شبہات سے بچا اس نے اپنا دین اور عزت بچالی۔ اس حدیث کو اصحاب صحاح ستہ نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے۔

بچنا چاہئے اور ان امور کا کہ ہم مقدمہ میں ذکر کر آئے لحاظ رکھنا بہتر وافضل اور نہایت محمود عمل مگر اس کے علاوہ کا حکم صرف اسی کے نفس پر ہے کہ اس کے سبب اصل شے ممنوع کہنے لگے یا جو مسلمان اسے استعمال کرتے ہوں ان مسلمانوں کی تشنیع وتحقیر سے تو محفوظ رہتا۔

(فتاوی رضویہ جدید ۴/۵۴۷تا۵۴۹)

کتابوں کے جھوٹے حوالے دینا کذب وافتراء اور وہ بھی علماء پر اور وہ بھی امور دین میں یہ سب سخت گناہ ہیں۔ مسائل میں علماء پر افتراء شرع پر افتراء اور شرع پر افتراء خدا پر افتراء۔ (فتاوی رضویہ جدید ۶/۳۹۵)

ایک سفیہ مغرور محبوبان خدا سے بھی نفور خود حضور پرنور اکرم المحبوبین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین کی نسبت وہ ناپاک الفاظ کہے اور وہ بھی یوں کہ معاذ اللہ حضور ہی کی حدیث کا یہ مطلب ٹھہرائے۔ یعنی "میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں" قیامت میں انشاء اللہ تعالیٰ مر کر مٹی میں ملنے کا مزا الگ کھلے گا اور یہ ضرور پوچھا جائے کہ حدیث کے کون سے لفظ میں اس ناپاک معنی کی بوتھی جو تو نے محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افترا کیا، حضور پر افترا خدا پر افترا ہے اور خدا پر افترا جہنم کی راہ کا پرلا سرا۔

(۱۱۶) خدا اور رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس چیز کو عام ومطلق رکھا دوسرا اسے مخصوص ومقید کرنے والا کون۔ خدا اور رسول عز مجدہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس سے منع نہ فرمایا دوسرا اسے منع کرنے والا کون۔ (فتاوی رضویہ جدید ۵۳۵/۸)

سورۃ الاسراء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱۲) وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ط وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ۔☆

اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا۔ تو رات کی نشانی مٹی ہوئی رکھی۔ اور دن کی نشانیاں دکھانے والی۔ کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔ اور۔ برسوں کی گنتی اور حساب جانو اور ہم نے ہر چیز خوب جدا جدا ظاہر فرما دی۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

شریعت مطہرہ محمدیہ علی صاحبہا افضل الصلاۃ والتحیۃ نے نماز و روزہ و حج و زکوۃ و عدت وفات وطلاق و مدت حمل وایلا و تاجیل عنین و منتہائے حیض و نفاس وغیر ذلک امور کے لئے یہ اوقات مقرر فرمائے، یعنی طلوع صبح و شمس و شفق و نصف النہار و مثلین و روز و ماہ و سال ان سب کے ادراک کا مدار رویت و مشاہدہ پر ہے، ان میں کوئی ایسا نہیں جو بغیر مشاہدہ مجرد کسی حساب یا قانون عقلی سے مدرک ہو جاتا، ہاں رویت مشاہدہ ان سب کے ادراک کا سبب کافی ہے اور یہی اس شریعت عامہ تامہ شاملہ کاملہ کے لائق شان تھا کہ تمام جہان کے لئے اتری اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ دقائق حسابات ہیئت و زیج کی تکلیف انہیں نہیں دی جا سکتی۔ انا امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب، فرما کر اپنے تمام غلاموں کے لئے ایک آسان اور واضح راستہ کھول دیا اور ان تمام اوقات کے لئے حکیم رحیم عزوجل جلالہ نے دو کھلی نشانیاں مقرر فرما دیں، چاند اور سورج، جن کے اختلاف احوال پر نظر کر کے خواص و عوام سب اوقات مطلوبہ شرعیہ کا ادراک کر سکیں۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۴/۶۴۳)

پھر ان میں بعض تو وہ ہیں جن کا مدار صرف رویت ہی پر رہا، وہ ہلال ہے کہ" ان اللہ امدہ لرؤیتہ"۔ اس کے ظہور وخفا کے وہ اسباب کثیرہ نا منضبط ہیں جن کے لئے آج تک کوئی قاعدہ منضبط نہ ہوسکا، ولہذا بطلیموس نے مجسطی میں باآنکہ متحیرہ خمسہ وکواکب ثوابت کے ظہور وخفا کے لئے باب وضع کئے مگر رویت ہلال سے اصلا بحث نہ کی، وہ جانتا تھا کہ یہ قابو کی چیز نہیں، اس کا میں کوئی ضابطہ کلیہ نہیں دے سکتا۔ بعد کے لوگوں نے اپنے تجارب کی بناء پر اگر چہ بلحاظ درجہ ارتفاع یا بعد سواء یا بعد معدل وقوس تعدیل الغرب وغیرہ ذلک کچھ باتیں بیان کیں مگر وہ خود ان میں بشدت مختلف ہیں اور باوصف اختلاف کوئی اپنے قرار داد پر جازم بھی نہیں جیسا کہ واقف فن پر ظاہر ہے، اسی لئے اہل ہیئت جدیدہ باآنکہ محض فضول باتوں میں نہایت تدقیق تعمق کرتے ہیں اور سالانہ المینک میں ہر روز کے لئے قمر کے ایک ایک گھنٹہ کا میل ومطالعہ قمر اور ہر مہینہ میں آفتاب کے ساتھ اس کے جملہ انظار اجتماع واستقبال وتربیع المین والسیر کے وقت دیتے ہیں اور ہر ہر تاریخ پر متحیرات وثوابت کے ساتھ اس کے قرانات بیان کرتے ہیں مگر رویت ہلال کا وقت نہیں دیتے وہ بھی سمجھے ہوئے ہیں کہ یہ ہمارے بوتے کا نہیں، لہذا ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ اس بارے میں قول اہل توقیت پر نظر نہ ہوگی۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۴/۶۴۴)

(۱۵) مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ج وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ط وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ط وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔☆

جو راہ پر آیا وہ اپنے ہی بھلے کو راہ پر آیا۔ اور جو بہکا تو اپنے ہی برے کو بہکا اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اہل فترت جنہیں انبیاء اللہ صلوات اللہ تعالی وسلامہ علیہم کی دعوت نہ پہنچی تین قسم ہیں

اول: موحد جنہیں ہدایت ازلی نے اس اندھیرے میں بھی راہ توحید دکھائی جیسے قیس بن ساعدہ وزید بن عمرو بن نفیل وعامر بن الظرب عدوانی وقیس بن عاصم تمیمی وسفیان بن ابی امیہ ثقفی وزہیر بن ابی سلمی شاعر مشہور وغیرہم رحمۃ اللہ تعالی علیہم۔

دوم: مشرک کہ اپنی جہالتوں ضلالتوں سے غیر خدا کو پوجنے لگے جیسے کہ اکثر عرب۔
سوم: غافل کہ براہ سادگی یا انہماک فی الدنیا انھیں اس مسئلہ سے کوئی بحث ہی نہ ہوئی بہائم کی مثل زندگی کی اعتقادیات میں غرض سے نظر ہی نہ رکھی، یا نظر وفکر کی مہلت نہ پائی، بہت زنان واہل بوادی کی نسبت یہی مظنون ہے۔

"قال العلامۃ الزرقانی: ومن جاھلیۃ عم الجھل فیھا شرقاً وغربا وفقد فیھا من یعرف الشرائع ویبلغ الدعوۃ علی وجھھا الا نفرا یسیرا من احرار اھل الکتاب مفرقین فی اقطار الارض کالشام وغیرھا وان کان النساء الیوم مع فشوّ الاسلام شرقا وغربا لا یدرین غالب احکام الشریعۃ لعدم مخالطتھن الفقھاء فما ظنک بزمان الجاھلیتہ والفترۃ الذی رجالہ لا یعرفون ذالک فضلا عن نسائہ ولذا لما بعث صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تعجب اھل مکۃ قالوا ابعث اللہ بشرا رسولا وقالوا لو شاء ربنا لانزل ملئکتہ وکانوا یظنون ان ابراھیم علیہ السلام بعث بما ھم علیہ فانھم لم یجدوا من یبلغھم شریعتہ علی وجھھا لدثورھا وفقد من یعرفھا اذ کان بینھم وبینہ ازید من ثلثتہ الاف سنتہ ۔قالہ فی مسالک الحنفاء والدرج المنیفۃ اہ باختصار"

ایسا عہد جاہلیت جس میں مشرق ومغرب ہر طرف جہالت عام ہے۔ احکام شریعت جاننے والے اور صحیح طور سے دعوت کی تبلیغ کرنے والے ناپید ہیں۔ صرف چند علماء اہل کتاب ہیں جو اطراف زمین شام وغیرہ میں منتشر ہیں۔ اور آج جبکہ اسلام شرق وغرب میں پھیل چکا ہے عورتوں کا یہ حال ہے کہ اکثر احکام شرع سے بے خبر رہتی ہیں، کیونکہ علماء سے ان کا ربط اور وابستگی نہیں۔

پھر عہد جاہلیت اور زمانہ فترت کی عورتوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جبکہ عورتیں درکنار مرد بھی ان سب سے ناآشنا ہوتے تھے۔ اسی لئے تو جب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو اہل مکہ کو تعجب ہوا۔ بولے: کیا اللہ نے کسی انسان کو رسول بنا کر مبعوث کیا ہے؟ اور
بولے: اگر ہمارا رب چاہتا تو فرشتہ اتارتا، وہ تو یہاں تک سمجھا کرتے تھے کہ جو کچھ وہ کررہے

ہیں ان ہی باتوں کو لیکر حضرت ابراہیم علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے، اس غلط خیال کی یہی وجہ تھی کہ شریعت ابراہیمی کو صحیح طور سے کوئی پہچاننے والا ہی ان کو نہ ملا، کیونکہ اس کے نشانات مٹ گئے تھے اور اس کے جاننے والے بھی ناپید ہو چکے تھے، اس لئے کہ ان اہل مکہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان تین ہزار سال سے زیادہ کا عرصہ تھا۔ یہ "مسالک الحنفاء" اور "الدرج المنیفہ" میں فرمایا گیا ہے۔ باختصار

جماہیر ائمہ اشاعرہ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کے نزدیک جب تک بعثت اقدس حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہو کر دعوت الٰہیہ انھیں نہ پہنچے۔ یہ سب فرقہ ناجی وغیر معذب تھے ۔لقوله تعالى :وما كنا معذبين حتىٰ نبعث رسولا ۔ ہم عذاب فرمانے والے نہ تھے یہاں تک کہ بھیج لیں رسول۔

"والجواب بتعميم الرسول العقل اوتخصيص العذاب بعذاب الدنيا خلاف الظاهر فلا يصار الا اليه بموجب ولا موجب، اقول: بلى احاديث صحيحة صريحة كثيرة بثيرة ناطقة بعذاب بعض اهل الفترة كعمرو بن لحى وصاحب المحجن وغيرها وبه عمل ان ردها بجعلها معارضة للقطعي كما صدر عن العلامة الآبى والامام السيوطي و كثير من الا شعرية لا سبيل اليه فان قطعية الدلالة غير مسلم فلا يهجم بمثل ذلك على رد الصحاح والكلام ههنا طويل ليس هذا موضعه ولا نحن بصدده "

اشاعرہ کے جواب میں یہ کہنا کہ رسول سے مراد عام ہے خواہ انسان ہو یا عقل یا یہ کہ عذاب سے مراد صرف عذاب دنیا ہے۔ (یعنی جب تک ہم کوئی رسول نہ بھیج لیں دنیا میں عذاب نہیں دیتے اور عذاب آخرت دعوت رسول پہنچے بغیر بھی ہو سکتا ہے۔) یہ (تاویل) خلاف ظاہر ہے جس کی طرف رجوع کا کوئی موجب نہیں۔

اقول: کیوں نہیں بہت ساری صحیح صریح حدیثیں بعض اہل فترت کے عذاب (دنیاوی) پر ناطق ہیں، جیسے عمرو بن لحی اور ٹیڑھے ڈنڈے والا آدمی (جو اپنے ڈنڈے سے لوگوں کی چیزیں اچک کر چرا لیتا تھا) اور ان دونوں کے علاوہ سے متعلق بھی۔

اس بیان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان صحیح حدیثوں کو رد کرنے کی کوئی وجہ نہیں یہ کہتے ہو

ئے کہ یہ احادیث نص قطعی کے خلاف ہیں جیسا کہ علامہ آبی، امام سیوطی اور بہت سے اشعریہ نے یہی کہہ کر رد کیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اس معنی پر آیت کی دلالت قطعی ہونا مسلم نہیں تو پھر غیر قطعی الدلالۃ نص سے احادیث صحیحہ کے رد کا ارتکاب نہیں کیا جا سکتا۔ کلام یہاں پر طویل ہے جس کا یہ محل نہیں اور نہ ہی یہاں پر ہمارا مقصود ہے۔ خصوصاً جہال عرب جنہیں قرآن عظیم جا بجا امی و جاہل و بے خبر و غافل بتا رہا ہے، صاف ارشاد ہوتا ہے:

تنزيل العزيز الرحيم لتنذر قوما ما انذر اباؤهم فهم غافلون ۔ [يٰس ۔ ٥، ٦]

اتارا ہوا زبردست مہر والے کا کہ تو ڈرائے ان لوگوں کو کہ نہ ڈرائے گئے ان کے باپ دادا تو وہ غفلت میں ہیں۔

اور خود ہی ارشاد ہوتا ہے:

ذلك ان لم يكن ربك مهلك القرى بظلم واهلها غافلون ۔ [الانعام ۔ ١٣١]

یہ اس لئے کہ تیرا رب بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں ظلم سے جب کہ ان کے رہنے والے غفلت میں ہوں۔

قلت: اى وهذا و ان كان ظاهرا فى عذاب الدنيا و عذاب الآخرة منتف بالفحوى فان الملك الكريم الذى لم يرض للغافل بعذاب منقطع لا يرض أذاب دائم من باب اولى، اقول: لكن الغفلة انما هى على امر الرسالة والنبوة والسمعيات كبعث وغيره، وقد قلنا بموجبها فى ذلك اما التوحيد فلا غفلة عنه مع وضوح الدلائل و كفاية العقل وقد قال تعالى : قل لمن الارض ومن فيها ان كنتم تعلمون ، سيقولون لله ، قل افلا تذكرون ـ قل من رب السموت السبع ورب العرش العظيم سيقولون الله، قل افلا تتقون ـ قل من بيده ملكوت كل شىء وهو يجير ولا يجار عليه ان كنتم تعلمون ـ سيقولون لله قل فانى تسحرون [المؤمنون ـ ٨٤ تا ٨٩]

وقال تعالى :ولئن سالتهم من خلق السموت والارض وسخر الشمس

والقمر لیقولون اللہ فانی یؤفکون ۳ [العنکبوت۔ ۶۱] الی غیر ذلک من الآیا
ت کل ذلک مع قولہ عز من قائل۔

ان تقولوا: انما انزل الکتاب علی طائفتین من قبلنا وان کنا عن درا
ستھم لغافلین ۔[الانعام۔]فافھم"قلت: یہ آیت اگرچہ غفلت والے سے عذاب دنیا کی
نفی میں ظاہر ہے اور عذاب آخرت کی نفی مفہوم سے ہو جاتی ہے، کیونکہ جس بادشاہ کریم نے
غافل کے لئے دنیا کا فانی عذاب پسند نہ کیا وہ آخرت کا دائمی عذاب بدرجہ اولی پسند نہ فرمائیگا۔

اقول: لیکن یہ وہ غفلت ہے جو رسالت ،نبوت اور سمعی عقائد بعثت وغیرہ کے باب میں
ہو اور اس باب میں موجب غفلت پائے جانے کے ہم قائل ہیں۔ لیکن توحید سے غفلت کا کوئی
موجب نہیں جب کہ اس کے دلائل واضح ہیں اور عقل اس کی رہنمائی کے لئے کافی ہے۔ باری
تعالی کا ارشاد ہے: تم فرماو: کس کی ہے زمین اور جو اس میں ہیں اگر تم جانتے ہو۔ بولیں گے اللہ
کی۔ تم فرماو: پھر تم کیوں دھیان نہیں دیتے۔ تم فرماؤ کون ہے ساتوں آسمان کا مالک اور بڑے
عرش کا مالک۔ بولیں گے یہ اللہ ہی کی شان ہے۔ فرماؤ: پھر تم کیوں نہیں ڈرتے۔ تم فرماؤ: کون
ہے جس کے ہاتھ ہر چیز کا اقتدار ہے اور وہ پناہ دینے والا ہے اور اس کے خلاف پناہ نہیں دی
جاسکتی اگر تم جانکار ہو۔ بولیں گے یہ اللہ ہی کی شان ہے، فرماؤ: پھر تم کس جادو کے فریب میں
پڑے ہو۔

اور ارشاد باری ہے: اور اگر تم ان سے پوچھو کس نے بنائے آسمان اور زمین اور کام میں
لگائے سورج اور چاند، تو ضرور کہیں گے اللہ نے، پھر کہاں اوندھے جاتے ہیں؟

اور ان کے علاوہ آیات۔ اور ساتھ ہی یہ ارشاد بھی ہے، کبھی تم کہو کہ کتاب تو ہم سے
پہلے دو گروہوں پر نازل کی گئی تھی اور ہم اس کے پڑھنے پڑھانے سے غافل تھے۔ فافھم

ائمہ ماترید یہ رضی اللہ تعالی عنہ سے ائمہ بخارا وغیرہم بھی اس کے قائل ہوئے۔ امام
محقق کمال الدین ابن الہمام قدس سرہ نے اس کو مختار رکھا۔

شرح فقہ اکبر میں ہے۔

قال ائمۃ بخارا منا لا یجب ایمان ولا یحرم کفر قبل البعثۃ کقول الاشا
عرۃ"

ہم میں کے ائمہ بخارا نے اشاعرہ کی طرح فرمایا: قبل بعثت وجوب ایمان اور حرمت کفر دونوں نہیں۔

فواتح الرحموت میں ہے:

عند الاشعرية والشيخ ابن الهمام لا يؤاخذون ولوا توا بالشرك والعياذ بالله تعالى۔

اشعریہ اور شیخ ابن الہمام کے نزدیک ان سے مواخذہ نہیں اگرچہ مرتکب شرک ہوں والعياذ بالله تعالى۔

حاشیہ طحطاویہ علی الدرالمختار میں ہے:

اهل الفترة ناجون ولو غيروا وبدلوا على ما عليه الاشاعرة وبعض المحققين من الماتريدية۔ ونقل الكمال في التحرير عن ابن عبد الدولة انه المختار لقوله تعالى: وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا [بنی اسرائیل۔۱۵]

وما في الفقه الاكبر من ان والديه صلى الله تعالى عليه وسلم ماتا على الكفر فمدسوس على الامام الخ۔

اہل فترت ناجی ہیں اگرچہ تغیر وتبدیل کے مرتکب ہوں۔ اس پر اشاعرہ اور بعض محققین ماتریدیہ ہیں۔ کمال ابن ہمام تحریر میں ابن عبدالدولہ سے ناقل ہیں کہ یہی مختار ہے۔ کیونکہ ارشاد باری ہے: ہم عذاب فرمانے والے نہیں جب تک کہ کوئی رسول نہ بھیج لیں۔

اور فقہ اکبر میں جو ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین نے حالت کفر میں انتقال کیا تو یہ مصنف فقہ اکبر امام اعظم پر دسیسہ کاری ہے۔

اس قول پر تو ظاہر ہے کہ اہل فترت کو تا زمان فترت کافر نہ کہا جائے گا کہ وہ ناجی ہیں اور کافر ناجی نہیں۔ تو شکل ثانی نے صاف نتیجہ دیا کہ وہ کافر نہیں۔

وعلى هذا استدل به السيد العلامة على نزهة الابوين الشريفين عن الكفر۔ ورضى الله تعالى عنهما وعن كل من احب اجلا لهما اجلالا لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ۔ اسی بنیاد پر اس سے علامہ طحطاوی نے والدین کریمین کے کفر سے منزہ ہونے پر استدلال کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں سے راضی ہوا اور ہر اس شخص سے جو

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اکرام کی خاطر ان کا اکرام پسند کرے۔

ولھذا ائمہ اشاعرہ میں کوئی انہیں مسلم کہتا ہے کوئی معنی مسلم میں۔

قال الزرقانی: ثم اختلفت عبارۃ الاصحاب فیمن لم تبلغه الدعوۃ فاحسنها من قال انه ناج وایاها اختار السبکی۔ ومنهم من قال علی الفترۃ۔ ومنهم من قال مسلم، قال الغزالی التحقیق ان یقال فی معنی مسلم۔

زرقانی نے فرمایا: پھر اصحاب وائمہ رحمہم اللہ کی عبارتیں اس کے بارے میں مختلف ہو گئیں جسے دعوت نہ پہنچی۔ سب سے عمدہ عبارت اس کی ہے جس نے کہا کہ وہ ناجی ہے۔ اسی کو امام سبکی نے اختیار کیا۔ کسی نے کہا کہ وہ فترت پر ہیں، کسی نے کہا مسلم ہیں۔ امام غزالی نے کہا کہ تحقیق یہ ہے اسے معنی مسلم میں کہا جائے۔

اس طور تو خود ابو طالب پر حکم کفر اس وقت سے ہوا جب بعد بعثت اقدس تسلیم اسلام سے انکار کیا۔ اور یہ وقت وہ تھا کہ حضرت مولی کرم اللہ وجہہ الاسنی خود اسلام لا کر حکم تبعیت سے قطعاً منزہ ہو چکے تھے۔ وللہ الحمد۔

بعض علماء قائل تفصیل ہوئے کہ اہل فترت کے مشرک معاقب اور موحد و غافل مطلقاً ناجی۔ یہ قول اشاعرہ سے امامین جلیلین نووی درازی رحمهما الله تعالیٰ کا ہے۔

وتعقبه الامام الجلال السیوطی فی رسائله فی الابوین الکریمین رضی الله تعالی عنهما بما یرجع الی القول بالامتحان۔ والعلامة ابو عبد الله محمد بن خلف الابی فی اکمال الاکمال شرح صحیح مسلم کما نقل کلامه فی المواهب اقول لکنه عاد۔ آخرا الی تسلیمه حیث قال اولا: لما دلت القواطع علی انه لا تعذیب حتی تقوم الحجة علمنا انهم غیر معذبین، ثم استشعر ورود الاحادیث وقسمهم آخر الکلام الی موحد ومبدل وغافل۔ ثم قال: فیحمل من صح تعذیبه علی اهل القسم الثانی لکفرهم بما تعدوا به من الخبائث۔ والله تعالی قد سمی جمیع هذا القسم کفارا ومشرکین۔ فانا نجد القرآن کلما حکی حال احدهم سجل علیهم بالکفر والشرك کقوله تعالی: ما جعل الله من بحیرة۔ ثم قال تعالی: ولکن الذین کفروا یفترون علی الله الکذب واکثرهم لا یعقلون

[المائدۃ۔۱۰۳] الخ فهذا كما ترى رجوع الى ما قال هذان الا ما مان من تعذيب من اشرك منهم اقول وفي استدلا له با لآ ية خفاء ظاهر اذ ليست نصاً في ان المرا دبهم من اخترع ذلك من اهل الفترة بل الكفا ر لما تدينوا بتلك الا با طيل سجل عليهم با نهم يفترون على الله الكذب ۔ وبا لجملة فمفا د الآ ية ان الكا فرين يفترون لا ان المفترين كلهم كا فرون حتى يكون تسجيلا على كفر اهل الفترة ۔

اس قول کا امام جلال الدین سیوطی نے اسلام والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے متعلق اپنے رسائل میں تعاقب کیا ہے جسکا مآل یہ کہ پہلے اہل فترت کا امتحان پھر فیصلہ۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن کلف ابی مالکی نے بھی اکمال الاکمال شرح مسلم میں قول مذکور کا تعاقب کیا ہے جیسا کہ مواہب لدنیہ میں ان کا کلام منقول ہے۔

اقول مگر اخیر میں چل کر انھوں نے اس قول کو تسلیم کرلیا ہے، اس طرح کہ پہلے فرمایا کہ جب قطعی نصوص نے بتایا کہ حجت قائم ہوئے بغیر عذاب نہ دیا جائے گا تو ہم نے جانا کہ ان پر عذاب نہ ہوگا۔ پھر انہیں خیال ہوا کہ تعذیب کے بارے میں حدیثیں بھی وارد ہیں تو آخر کلام میں اہل فترت کو انہوں نے تین قسمیں (۱) موحد (۲) مبدل (۳) اور غافل میں تقسیم کیا، پھر فرمایا کہ جن کی تعذیب کی صحت ثابت ہے انہیں قسم ثانی والوں پر محمول کیا جائے گا، اس لئے کہ وہ اپنے برے افکار واعمال کے ذریعہ حد سے تجاوز کرنے کے باعث کافر ہوئے، اور اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے سارے لوگوں کو کفار ومشرکین کے نام سے موسوم کیا ہے، کیوں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن ان میں سے جب کسی کا حال بیان فرماتا ہے تو صاف ان کے کافر ومشرک ہونے کا حکم ثبت فرمادیتا ہے، جیسے یہ ارشاد باری ہے: اللہ نے مقرر نہ کیا بحیرہ (کان چرا ہوا) الآیۃ ۔ پھر یہ ارشاد ہے: لیکن جن لوگوں نے کفر کیا وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔

تو یہ جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو اسی کی طرف رجوع ہے جو امام نووی وامام رازی نے فرمایا کہ اہل فترت کے مشرکوں پر عذاب ہوگا۔

اقول: ہاں علامہ آبی نے آیت مذکورہ سے جو استدلال کیا ہے اس میں کھلا ہوا خفا ہے،

کیونکہ آیت اس بارے میں نص نہیں کہ ان سے اہل فترت ہی کے (بحیرہ وغیرہ کا) اختراع کرنے والے مراد ہیں۔ بلکہ کفار نے جب ان باطل چیزوں کو اپنے دین واعتقاد میں داخل کرلیا تو انکے بارے میں یہ حکم ثابت فرمایا کی وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ آیت کا مفادیہ ہے کہ کافرین افترا کرتے ہیں۔ نہ یہ کہ سارے افترا کرنے والے کافر ہیں۔ کہ اہل فترت کے کفر کی تصریح ہو۔

ردالمختار میں یہی قول ائمہ بخارا کی طرف نسبت کیا:

علی خلاف ما قدمنا عن القاری والطحطاوی و بحر العلوم ۔ رحمهم الله تعالی ۔ حیث قال : نعم البخاریون من الماتریدیة وافقوا الاشاعرة وحملوا قول الامام : لا عذر لاحد فی الجهل بخالقه علی ما بعد البعثة ۔ واختاره المحقق ابن الهمام فی التحریر ۔ لکن هذا فی غیر من مات معتقد اللکفر ۔ فقد صرح النووی والفخر الرزی فهو فی النار ۔ وعلیه حمل بعض المالکیة ما صح من الاحادیث فی تعذیب اهل الفترة ۔ الخ ۔

اس کے برخلاف جو ہم نے پہلے مولانا علی قاری وطحطاوی اور بحرالعلوم رحمہم اللہ تعالی سے نقل کیا علامہ شامی نے اس طرح فرمایا کہ ہاں ماتریدیہ میں سے ائمہ بخارا اشاعرہ کے موافق ہوئے۔ انہوں نے امام اعظم کے قول: اپنے خالق سے جاہل رہنے میں کسی کے لئے کوئی عذر نہیں، کو ما بعد بعثت پر محمول کیا۔ اسی کو محقق ابن الہمام نے تحریر میں اختیار کیا۔ لیکن یہ قول جو لوگ کفر کا عقیدہ رکھتے ہوئے مر گئے ان کے علاوہ کے بارے میں ہے۔ امام نووی اور فخر الدین رازی نے تصریح فرمائی ہے کہ جو قبل بعثت حالت شرک میں مر گئے جہنم میں ہونگے اسی پر بعض مالکیہ نے فی تعذیب اہل فترت سے متعلق احادیث صحیحہ کو محمول کیا ہے۔

دیا۔ جمہور ائمہ ماتریدیہ قدست اسرارہم کے نزدیک اہل فترت کے مشرک، معاقب۔ موحد، ناجی۔ غافلوں میں جس نے مہلت فکر وتامل نہ پائی، ناجی۔ پائی، معاقب۔

وهو المؤید بما نقل عن امام المذهب رضی الله تعالی عنه من قوله : لا عذر لاحد الخ ۔ وحمل البخاریین لا یجری فی قوله الآخر فیما نقل عنه ۔ انه لم لم یبعث الله رسولا لوجبت علی الخلق معرفته بعقولهم ،، لکن اوله المحقق

بحمل الوجوب علی العرفی ۔ ای لکان ینبغی لھم ذلك ۔ اقول: ویرد علی ظواهر هذه الاقوال جمیعا احادیث الامتحان ۔ وهی صحیحة کثیرة لا ترد ولا ترام ۔ وقد عد السیوطی جملة منها قال: والمصحح منها ثلثة۔ الاول حدیث الاسود بن سریع و ابی هریرة معا مرفوعا اخرجه احمد وابن راهویه والبیهقی وصححه وفیه: واما الذی مات فی الفترة فیقول رب ما آتانی لك رسول ،فیاخذ مواثیقهم لیطیعنه، فیرسل الیهم ان ادخلوا النار ۔ فمن دخلها کانت علیه بردا و سلاما ۔ ومن لم یدخلها سحب الیها ۔ والثانی حدیث ابی هریرة موقوفا ۔ وله حکم الرفع لان مثله لا یقال من قبل الرای ۔اخرجه عبد الرزاق وابنا جریر وابی حاتم وابن المنذر فی تفاسیرهم ،واسناده صحیح علی شرط الشیخین۔والثالث حدیث ثوبان مرفوعا اخرجه البزار والحاکم فی المستدرك وقال صحیح علی شرط الشیخین واقره الذهبی ۔ الخ ۔ وذلك لان الامتحان یوجب الوقف والقول بشیئ یخالفه بید ان تمام وروده انما هو علی الاشاعرة الذین اطلقوا القول بالنجاة اما المفصلون من اصحابنا فلهم ان یقولوا ینحو هذا ویعاقب ذلك بعد الامتحان ۔ ولی ههنا کلام آخر فی تحقق المرام لا اذکره لخوف الاطالة وغرابة المقام ۔ فلنرجع الی ما کنا فیه۔

یہی قول تائید یافتہ ہے اس سے جو امام مذہب رضی اللہ تعالی عنہ سے منقول ہے کہ کسی کے لئے اپنے خالق سے جاہل رہنے میں کوئی عذر نہیں ۔ اور اہل بخارا کا بعد بعثت والوں پر اس قول کو محمول کرنا امام سے منقول اس دوسرے قول میں نہ چل سکے گا کہ ۔ اگر اللہ تعالی کوئی رسول نہ مبعوث فرماتا تو بھی مخلوق پر اپنی عقلوں کے ذریعہ خالق کی معرفت واجب ہوتی ۔

لیکن محقق ابن الہمام نے اسے وجوب عرفی پر محمول کر کے تاویل کی ہے یعنی ان کے لئے یہی مناسب ہوتا ۔

اقول: ان تمام اقوال کے ظاہر پر احادیث امتحان سے اعتراض وارد ہوگا اور یہ حدیثیں صحیح بھی ہیں کثیر بھی ، اس قابل نہیں کہ رد کی جائیں یا انہیں رد کرنے کا ارادہ کیا جائے ۔ امام سیوطی نے ان میں کچھ حدیثیں شمار کرائی ہیں ، فرمایا کہ ان میں صحیح یافتہ تین ہیں ۔

اول: اسود بن شریع وابو ہریرہ۔ دونوں حضرات کی حدیث مرفوع جس کی تخریج امام احمد اور ابن راہویہ اور بیہقی نے کی ہے۔ اور بیہقی نے اسے صحیح بھی کہا ہے، اس حدیث میں ہے لیکن وہ جو فترت میں مرگیا تو عرض کرے گا: خداوندا میرے پاس تیرا کوئی رسول نہ آیا تو ان سے عہد و پیمان لیگا کہ اب ضرور اس کا حکم مانیں گے تو انہیں پیغام بھیجے گا کہ دوزخ میں داخل ہو جاؤ جو داخل ہوگا اس پر ٹھنڈک اور سلامتی ہو جائے گی، جو نہ داخل ہوگا اسے گھسیٹ کر لایا جائے گا۔

دوم۔ ابو ہریرہ کی حدیث موقوف یہ بھی مرفوع کے حکم میں ہے، کیونکہ ایسی بات رائے سے نہیں کہی جاسکتی، اس کی تخریج عبدالرزاق نے کی ہے اور ابن جریر وابن ابی حاتم وابن المنذر نے اپنی تفاسیر میں کی ہے اس کی اسناد صحیح بر شرط شیخین ہے۔

سوم: حضرت ثوبان کی حدیث مرفوع جس کی تخریج بزار نے کی ہے، حاکم نے مستدرک میں تخریج کر کے فرمایا کہ صحیح بر شرط شیخین ہے اور ذہبی نے اسے مقرر رکھا، وجہ اعتراض یہ ہے کہ جب فیصلہ بعد امتحان ہوگا تو ہم پر توقف لازم ہے اور کوئی صریح حکم لگا دینا اس کے خلاف ہے۔

لیکن یہ سارا اعتراض ان اشاعرہ پر ہے جو مطلقا نجات کے قائل ہیں۔ لیکن ہمارے اصحاب میں سے اہل تفصیل یہ جواب دے سکتے ہیں کہ یہ ناجی ہوگا وہ معاقب لیکن فیصلہ بعد امتحان ہوگا۔ اور یہاں تحقیق مقصود میں میرا ایک دوسرا کلام ہے جسے خوف طوالت اور اجنبیت مقام کے باعث ترک کر رہا ہوں، اب ہم اصل بحث کی طرف رجوع کریں۔

ان دونوں قولوں پر بس حکم کفر کے لئے صراحۃ اختیار شرک۔ یا بر قول آخر باوصف مہلت تأمل و ترک توحید کا ثبوت لازم۔ ہم پوچھتے ہیں مخالف کے پاس کیا حجت ہے کہ زمانہ فترت میں حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالی عنہا موحد یا غافلہ نہ تھیں۔ حالانکہ بہت عورتوں کی نسبت یہی مظنون، "کما قدمنا عن الزرقانی عن السیوطی"۔ مخالف جو دلیل رکھتا ہو پیش کرے اور جب نہ پیش کر سکے تو رجما بالغیب حکم تبعیت پر کیوں کر منہ کھول دیا۔ کیا اطلاق کفر اور وہ بھی معاذ اللہ ایسی جگہ محض اپنے تراشیدہ اوہام پر ہو سکتا ہے؟ کیا محتمل نہیں کہ اس وقت بھی ان لوگوں میں ہوں جو بالاتفاق ناجی ہیں، تو ولد انہیں کا تابع ہوگا اور بالتبع بھی حکم کفر ہرگز صحیح نہ ہو سکے گا، علامہ شامی قدس سرہ السامی ردالمحتار میں مسلم و کافرہ سے مولود بالزنا کی نسبت

فرماتے ہیں:

یظھرلی الحکم بالاسلام للحدیث الصحیح "کل مولود یولدعلی الفطرۃ حتیٰ یکون ابواہ ھماالذان یھودانہ اوینصرانہ فانھم قالوا انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جعل اتفاقھما ناقلاً عن الفطرۃ فان لم یتفقا بقی علیٰ اصل الفطرۃ۔ وایضا حیث نظروا الجزئیۃ فی تلک المسائل احتیاطا فلینظر الیھا ھھنا احتیاطاً ایضاً فان الاحتیاط فی الدین اولیٰ و لان الکفر اقبح القبیح فلا ینبغی الحکم بہ علی شخص بدون امر صریح ملخصاً۔

مجھے اسکے مسلمان ہونے کا حکم کرنا ہی سمجھ میں آتا ہے، اس لئے کہ حدیث صحیح ہے کہ ہر بچہ دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کے ماں باپ دونوں ہی اس کو یہودی یا نصرانی بناتے ہیں۔ علماء نے فرمایا: کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ماں اور باپ دونوں کے اتفاق کو دین فطرت سے منتقل کرنے والا ٹھہرایا۔ تو اگر دونوں متفق ہوں تو بچہ اصلی فطرت پر رہے گا ۔ دوسری وجہ یہ کہ علماء نے جب ان مسائل میں احتیاطاً جزئیت کا لحاظ کیا تو یہاں بھی احتیاطاً لحاظ جزئیت ہونا چاہئے، کیوں کہ دین کے معاملہ میں احتیاط ہی اولی ہے اور اس لئے بھی کہ کفر سب سے بدتر قبیح ہے تو کسی شخص پر کسی امر صریح کے بغیر حکم کفر لگانا مناسب نہیں۔

سبحان اللہ! اس جرأت کی کوئی حد ہے کہ مدعا علیہ اسد اللہ الغالب، اور دلیل گواہ مفقود وغائب۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ثانیاً: باجماع ائمہ اشاعرہ قدست اسرارھم حسن وقبح مطلقا شرعی ہیں، تو قبل شرع اصلاکسی شئی کی نسبت، ایجاب یا تحریم کچھ نہیں، بعض ائمہ ماتریدیہ تممت انوارھم بھی باآنکہ قائل عقلیت ہیں مگر تصرف عقل قبل سمع کو، مستلزم حکم وشغل ذمہ مکلف نہیں جانتے۔ یہی مذہب امام ابن الہمام نے اختیار فرمایا اور انہیں کی تبعیت فاضل محب اللہ بہاری نے کی۔ مسلم الثبوت وفواتح الرحموت میں ہے:

(عندنا وعند المعتزلۃ عقلی لکن عندنا) من متاخری الماتریدیۃ (لا یستلزم) ھذا الحسن والقبح (حکما) من اللہ سبحانہ (فی العبد) فما لم یحکم اللہ بارسال الرسل وانزال الخطاب لیس ھناک حکم اصلاً (ومن ھھنا شرطنا

بلوغ الدعوۃ فی تعلق التکلیف) فالکافر الذی لم یبلغه الدعوة غیر مکلف با لایمان ایضا ولا یؤاخذ بکفرہ

(اشیاء کا حسن وقبح ہمارے نزدیک اور معتزلہ کے نزدیک عقلی ہے۔لیکن ہم ماتریدیہ کے نزدیک یہ حسن وقبح بندے کے بارے میں اللہ سبحانہ کی طرف سے کسی حکم کو مستلزم نہیں۔تو جب تک اللہ نے رسولوں کو بھیج کر اور خطاب نازل فرما کر کوئی حکم نہ فرمایا یہاں بالکل کوئی حکم نہیں۔یہیں سے ہم نے کہا کہ مکلف ہونے کا تعلق اس شرط کے ساتھ ہے کہ دعوت پہنچی ہو،تو وہ کافر ہے جسے دعوت نہ پہنچی وہ ایمان کا بھی مکلف نہیں اور اس کے کفر پر بھی اس سے مواخذہ نہ ہوگا۔

نیز فواتح میں ہے:

حاصل البحث ان ھھنا ثلثة اقوال،الاول مذھب الاشعریة ان الحسن والقبح فی الافعال شرعی وکذلک الحکم۔ الثانی عقلیان وھما مناطان لتعلق الحکم۔ فاذا ادرک فی بعض الافعال کالایمان والکفر والشرک والکفران یتعلق الحکم منه تعالی بذمة العبد وھو مذھب ھؤلاء الکرام والمعتزلة الا انه عندنا لا یجب العقوبة بحسب القبح العقلی کما لا تجب بعد ورود الشرع لاحتمال العفو بخلاف ھؤلاء۔الثالث عقلیان ولیسا موجبین ولا کاشفین عن تعلقه وھو مختار الشیخ ابن الھمام وتبعه المصنف ورأیت فی بعض الکتب انه وجدت مشائخنا الذین لاقیتھم قائلین مثل قول الاشعریة۔ اھ

حاصل بحث یہ ہے کہ یہاں تین اقوال ہیں:

اول:مذہب اشعریہ کہ افعال کا حسن وقبح شرعی ہے۔اسی طرح حکم افعال بھی شرعی ہے

دوم:حسن وقبح عقلی ہیں اور ان پر تعلق حکم کا مدار ہے۔تو جب بعض افعال میں حکم کا ادراک ہو جائے جیسے ایمان،کفر،شرک اور کفران میں تو اللہ تعالی کی طرف سے بندے کے ذمہ حکم متعلق ہو جائے گا۔یہی ان علماء کرام اور معتزلہ کا مذہب ہے۔مگر یہ ہے کہ ہمارے نزدیک قبح عقلی کے اعتبار سے عقوبت واجب نہیں ہو جاتی جیسا کہ ورود شرع کے بعد واجب نہیں،کیونکہ عفو کا احتمال ہے بخلاف معتزلہ کے کہ وہ واجب مانتے ہیں۔

سوم: حسن و قبح عقلی ہیں اور اتنے ہی سے وہ تعلق کے موجب یا مظہر نہیں۔ یہی شیخ ابن الہمام کا مختار ہے اور مصنف نے اسی کا اتباع کیا ہے، میں نے بعض کتابوں میں پڑھا کہ میں نے اپنے ان مشائخ کو جن سے میں نے ملاقات کی ہے اشعریہ کے قول کا قائل پایا،

ان دونوں قولوں پر قبل شرع حکم اصلا نہیں۔ تو عصیان نہیں کہ عصیان مخالفت حکم کا نام ہے۔

"ولذا قال الامام ابن الهمام كيف تحقق طاعته او معصيته قبل ورود امر و نهى"

اسی لئے ابن الہمام نے فرمایا کہ امر و نہی وارد ہونے سے پہلے کسی طاعت یا معصیت کا تحقق کیسے۔؟

اور جب عصیان نہیں، کفر بالاولی نہیں کہ وہ اخبث معاصی ہے۔ اور ارتفائے عام مستلزم انتفائے خاص۔ یوں بھی خود ابو طالب پر تا زمان فترت حکم کفر نہ تھا۔ جب کفر کیا تبعیت کا محل نہ تھا۔

جماہیر ائمہ ماتریدیہ رضی اللہ تعالی عنہم اگر چہ عقل کو معرف حکم مانتے ہیں۔ مگر نہ مطلقا کہ یہ تو سفاہت سفہائے معتزلہ وروافض وکرامیہ وبراہمہ خذلہم اللہ تعالی ہے' بلکہ صرف امثال توحید و شکر و ترک کفران وکفر و غیرہا امور عقلیہ غیر محتاج سمع میں۔ اس مذہب پر پھر وہی سوال ہوگا کہ حضرت فاطمہ بنت اسد کا زمان فترت میں ارتکاب شرک و اجتناب توحید ثابت کرو۔ اگر نہ ثابت کر سکو تو کیا مولی المسلمین ولی رب العالمین حبیب سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر ایسے شنیع لفظ کا اطلاق بے دلیل کر دیا جائے گا؟

ثالثا: ان سب سے تنزل کیجئے اور تا ظہور بعثت ان دونوں زن وشو کا کفر مان ہی لیجئے تو اب ایک ذرا انصاف درکار کہ امر دوم کا پتا نہ لگ رہا، نہ رہے۔ نا سمجھ بچہ کو بہ تبعیت والدین کافر کہنے کے ہرگز ہرگز یہ معنی نہیں کہ وہ حقیقۃ کافر ہے کہ یہ تو بداہتہ باطل۔ وصف کفر یقینا اس سے قائم نہیں بلکہ اسلام فطری سے متصف ہے۔ "کما قدمنا" یہ اطلاق صرف از روئے حکم ہے یعنی شرعا اس پر وہ احکام ہیں جو اس کے باپ یا اہل دار پر ہیں۔ وہ بھی نہ مطلقا بلکہ صرف دنیوی ۔ مثلا وہ اپنے کافر مورث کا ترکہ پائے گا نہ مسلم کا۔ کافر وارث کو اس کا ترکہ ملے گا نہ مسلم کو۔ کافرہ سے اس کا نکاح ہو سکتا ہے نہ مسلم سے۔ وہ مر جائے تو اس کے جنازے کی نماز نہ پڑھیں

گے۔ مسلمانوں کی طرح غسل و کفن نہ دیں گے مقابر مسلمین میں دفن نہ کریں گے۔ الی غیر ذلک من الاحکام الدنیویہ ۔

فتح القدیر میں ہے: تبعیۃ الابوین او احدھما ای فی احکام الدنیا لا فی العقبی۔

بحر الرائق میں ہے: اعلم ان المراد بالتبعیۃ التبعیۃ فی احکام الدنیا لا فی العقبی ۔

شرنبلالیہ میں ہے: التبعیۃ انماھی فی احکام الدنیا لا فی العقبی ۔

درمختار میں ہے: تبع لہ ای فی احکام الدنیا لا فی العقبی لما مر انہم خدم اھل الجنۃ۔

اسی طرح عامۂ کتب میں ہے۔

اور جب یہ تبعیت صرف احکام دنیوی میں ہے تو اس کا ثبوت، احکام دنیا کے وجود پر موقوف ہے۔ اگر دنیا میں کوئی حکم ہی نہ ہو تو تبعیت کس چیز میں ہوگی؟ اور پر ظاہر کہ قبل بعثت ان امور میں کوئی حکم شرعی اصلا اجماعا متحقق نہ تھا۔ تو اس وقت کسی ناسمجھ بچے کا بہ تبعیت والدین کافر قرار پانا ہرگز وجہ صحت نہیں رکھتا۔ کہ نہ حکم نازل، نہ تبعیت حاصل۔ ھکذا ینبغی التحقیق واللہ سبحانہ ولی التوفیق۔

اس تحقیق انیق سے بتوفیق اللہ تعالی روشن ہوگیا کہ بحمدہ سبحنہ تبعا حکما اسما وہما کسی طرح کسی نوع یہ لفظ شنیع حضرت مولی کرم اللہ تعالی وجہہ الاسنی پر صادق نہ ہوا۔ روز الست سے ابد الآباد تک ان کا دامن ایمان مامن، اس لوث سے اصلا جزما قطعا مطلقا پاک وصاف ومنزہ رہا۔ والحمد للہ رب العالمین۔ (برأت علی از شرک جاہلی ۱۵ تا ۳۱)

(۲۴) وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا۞

اور ان کے لئے عاجزی کا بازو بچھا نرم دلی سے اور عرض کر کہ اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے مجھے چھٹپن میں پالا۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

والدین اگر بلاوجہ شرعی ناحق ناراض ہوں اور یہ ان کی استرضا میں حد مقدور تک کمی نہیں کرتا تو اس پر الزام نہیں، اور اس کے پیچھے نماز میں کوئی حرج نہیں اور اگر یہ ان کو ایذا دیتا ہے اس وجہ سے ناراض ہیں تو عاق ہے اور عاق سخت مرتکب کبیرہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور امام بنانا گناہ، اور اگر ناراضی تو ان کی بلاوجہ شرعی تھی مگر اس نے اس کی پروانہ کی، وہ کھنچے تو یہ بھی کھینچ، گیا جب تک مخالف حکم خدا اور رسول ہے اسے حکم یہ نہیں دیا گیا کہ ان کے ساتھ برابری کا برتاؤ کرے بلکہ یہ حکم فرمایا گیا:

"واخفض لهما جناح الذل من الرحمة" [ ]

بچھادے ماں باپ کے لئے ذلت اور فروتنی کا باز و رحمت سے۔

اس کے خلاف واصرار سے بھی فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ۔

(فتاوی رضویہ جدید ۶/۵۵۹)

(۲۶) وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا۔☆

اور رشتہ داروں کو ان کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو اور فضول نہ اڑا۔

(۲۷) اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا۔☆

بے شک اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

تبذیر کے باب میں علماء کے دو قول ہیں:

(۱) وہ اور اسراف دونوں کے معنی ناحق صرف کرنا۔

اقول: یہی صحیح ہے کہ یہی قول حضرت عبد اللہ مسعود و حضرت عبد اللہ بن عباس و عامہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنھم کا ہے، قول اول کی حدیث میں اس کی تصریح گزری اور وہی حدیث بطریق آخر ابن جریر نے یوں روایت کی: كنا اصحاب محمد صلى الله تعالى عليه وسلم نتحدث ان التبذير النفقة فی غیر حقه"۔ ہم اصحاب محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تبذیر ناحق خرچ کو کہتے ہیں۔

سعید بن منصور سنن اور بخاری ادب مفرد اور ابن جریر و ابن منذر تفاسیر اور بیہقی شعب

الایمان میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے راوی: المبذر المنفق فی غیرہ حقہ" (مبذر ناحق خرچ کو کہتے ہیں۔)

ابن جریر کی ایک روایت ان سے یہ ہے:

لا تنفق فی الباطل فان المبذر ھو المسرف فی غیر حقہ وقال مجاھد لو انفق انسان مالہ کلہ فی الحق ما کان تبذیرا ولو انفق مدا فی الباطل کان تبذیرا" توباطل میں خرچ نہ کر کہ مبذر ناحق خرچ کرنے والے کو کہتے ہیں، اور مجاہد نے فرمایا کہ اگر انسان اپنا کل مال بھی حق میں خرچ کردے تب بھی تبذیر نہیں اور اگر ایک مد بھی باطل میں خرچ کرے تو یہ تبذیر ہے۔

نیز قتادہ سے راوی: "التبذیر النفقۃ فی معصیۃ اللہ تعالی وفی غیر الحق وفی الفساد" تبذیر اللہ کی نافرمانی میں خرچ کو کہتے ہیں اور اسی طرح غیر حق میں اور فساد میں خرچ کرنا تبذیر ہے۔

نہایہ ومختصر امام سیوطی میں ہے:" المباذر والمبذر المسرف فی النفقۃ" مبذر خرچ میں زیادتی کرنے والا۔

نیز مختصر میں ہے: "الاسراف التبذیر "اسراف تبذیر ہے۔

قاموس میں ہے: "تبذیرہ اخرجہ وفرتہ اسرافا" فضول خرچ مال کو خراب کیا یا اسراف سے جدا کیا۔

تعریفات سید میں ہے:" التبذیر تفریق المال علی وجہ الاسراف" تبذیر مال کو فضول خرچی سے جدا کرنا۔

اسی طرح مختار الصحاح میں اسراف کو تبذیر اور تبذیر کو اسراف سے تفسیر کیا۔

(۲) ان میں فرق ہے۔ تبذیر خاص معاصی میں مال برباد کرنے کا نام ہے، ابن جریر عبدالرحمن بن زید بن اسلم مولائے امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی" لا تبذر تبذیرا لا تعط فی المعاصی" تبذیر معاصی میں خرچ کرنا۔

اقول: اس تقدیر پر اسراف تبذیر سے عام ہوگا کہ ناحق صرف کرنا عبث میں صرف کو بھی شامل، اور عبث مطلقاً گناہ نہیں تو از انجا کہ اسراف ناجائز ہے یہ صرف معصیت ہوگا مگر جس

میں صرف کیا وہ خود معصیت نہ تھا اور عبارت " لا تعط فی المعاصی" (اس کو نافرمانی میں مت دے۔) کا ظاہر یہی ہے کہ وہ کام خود ہی معصیت ہو، بالجملہ تبذیر کے مقصود و حکم دونوں معصیت ہیں اور اسراف کو صرف حکم میں معصیت لازم۔

"وھذا ھو المشتھر الیوم ووقع فی التاج عن شیخہ عن ائمۃ الاشتیاق ان التبذیر یشمل الاسراف فی عرف اللغۃ، وبہ صرح العلامۃ الشھاب فی عنایۃ القاضی ومفادہ ان التبذیر اعم ولم یفسراہ۔

یہی آج کل مشہور ہے، تاج نے اپنے ائمہ اشتیاق سے نقل کیا ہے کہ لغت میں تبذیر اسراف کو بھی شامل ہے۔ اور اسی کی تصریح علامہ شہاب نے عنایت القاضی میں کی اور اس کا مفادیہ ہے کہ تبذیر اعم ہے اور دونوں نے اس کی تفسیر نہیں کی ہے۔

بعض نے یوں فرق کیا کہ مقدار میں حد سے تجاوز اسراف ہے اور بے موقع بات میں صرف کرنا تبذیر، دونوں برے ہیں اور تبذیر بدتر۔" قال الخفاجی وفرق بینھما علی ما نقل فی الکشف بان الاسراف تجاوز فی الکمیۃ وھو جھل بمقادیر الحقوق والتبذیر تجاوز فی موقع الحق وھو جھل بالکیفیۃ وبمواقعھا وکلاھما مذموم والثانی ادخل فی الذم۔

خفاجی نے کہا کہ ان دونوں میں فرق ہے۔ کشف میں ہے کہ اسراف کمیت میں حد سے تجاوز کرنا اور یہ مقدار حقوق سے جہل ہے اور تبذیر حق کے موقع سے تجاوز اور یہ کیفیت اور اس کے مقام سے جہل ہے اور یہ دونوں چیزیں مذموم ہیں، اور دوسری زائد مذموم ہے۔

اس تقدیر پر دونوں متباین ہوں گے۔ اقول: اگرچہ مقدار سے زیادہ صرف بھی بے موقع بات میں صرف ہے کہ وہ مصرف اس زیادت کا موقع و محل نہ تھا ورنہ اسراف ہی نہ ہوتا، مگر بے موقع سے مراد یہ ہے کہ سرے سے وہ محل اصلا مصرف نہ ہو۔

بالجملہ احاطہ کلمات سے روشن ہوا کہ وہ قطب جن پر ممانعت کے افلاک دورہ کرتے ہیں دو ہیں، ایک مقصد معصیت، دوسرا بیکار اضاعت اور حکم دونوں کا منع وکراہت۔

اقول: معصیت تو خود معصیت ہی ہے ولہذا اس میں منع مال ضائع کرنے پر موقوف نہیں، اور غیر معصیت میں جبکہ وہ فعل فی نفسہ گناہ نہیں لاجرم ممانعت میں اضاعت ملحوظ، ولہذا

عام تفسیرات میں لفظ انفاق ماخوذ کہ مفید خرچ واستہلاک ہے کہ اہم بالا فادہ یہی ہے،
معاصی میں صرف معصیت ہونا تو بدیہی ہے، زید نے سونے چاندی کے کڑے اپنے ہاتھوں میں ڈالے یہ اسراف ہوا کہ فعل خود گناہ ہے اگرچہ تھوڑی دیر پہننے سے کڑے خرچ نہ ہو جائیں گے، اور بلا وجہ محض اپنی جیب میں ڈالے پھرتا ہے تو اسراف نہیں کہ نہ فعل گناہ ہے نہ مال ضائع ہوا، اور اگر دریا میں پھینک دیے تو اسراف ہوا کہ مال کی اضاعت ہوئی اور اضاعت کی ممانعت پر حدیث صحیح ناطق، صحیح بخاری و صحیح مسلم میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالی عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالی کرہ لکم قیل وقال و کثرۃ السوال واضاعۃ المال۔

بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے لئے مکروہ رکھتا ہے فضول بک بک اور سوال کی کثرت اور مال کی اضاعت۔

یہ تحقیق معنی اسراف ہے جسے محفوظ و ملحوظ رکھنا چاہئے وباللہ التوفیق۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱/۶۹۷۔۶۹۹)

یہ معلوم ہے کہ اسراف مکروہ تحریمی ہے مکروہ تنزیہی نہیں۔ بلکہ شرح شرعۃ الاسلام میں ہے: "ھو حرام وان کان فی شط النھر" اسراف حرام ہے اگرچہ نہر کے کنارے پر ہو۔ اور اس کے ساتھ نص حدیث ہے۔

حدیث اول: امام احمد و ابن ماجہ و ابو یعلی اور بیہقی شعب الایمان میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مر بسعد وھو یتوضأ فقال ما ھذا السرف فقال افی الوضوء اسراف قال نعم وان کنت علی نھر جار"۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر گزرے وہ وضو کر رہے تھے ارشاد فرمایا: یہ اسراف کیسا؟ عرض کی: کیا وضو میں اسراف ہے فرمایا: ہاں اگرچہ تم نہر رواں پر ہو۔

اقول: اتمام تقریب یہ کہ حدیث نے نہر جاری میں بھی اسراف ثابت فرمایا اور اسراف شرع میں مذموم ہی ہو کر آیا ہے۔ آیہ کریمہ "لا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین" اسراف نہ کرو اللہ مسرفین کو محبوب نہیں رکھتا۔ مطلق ہے تو یہ اسراف بھی مذموم و ممنوع ہی ہوگا بلکہ خود

اسراف فی الوضوء میں بھی صیغۂ نہی وارد اور حقیقۃً مفید تحریم۔

حدیث دوم: سنن ابن ماجہ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے: "رأی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رجلا یتوضأ فقال لا تسرف لا تسرف" رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو وضو کرتے دیکھا فرمایا: اسراف نہ کر، اسراف نہ کر۔

حدیث سوم: سعید بن منصور سنن اور حاکم کنی اور ابن عساکر تاریخ میں ابن شہاب زہری سے مرسلا راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو وضو کرتے دیکھا فرمایا:۔ "عبد اللہ لا تسرف" (اللہ کے بندے اسراف نہ کر۔ت) انھوں نے عرض کی: "یا نبی اللہ فی الوضوء اسراف قال نعم (زاد الا خیران) وفی کل شیء اسراف۔ یا رسول اللہ! کیا وضو میں اسراف ہے؟ فرمایا: ہاں اور ہر شے میں اسراف کو دخل ہے۔

حدیث چہارم: ترمذی و ابن ماجہ و حاکم حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان للوضوء شیطان یقال لہ الولہان فاتقوا وسواس الماء"

بے شک وضو کے لئے ایک شیطان ہے جس کا نام ولہان ہے تو پانی کے وسوسہ سے بچو

(فتاوی رضویہ جدید/۱۔۷۳۱۔۷۳۲)

(۴۴) تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ط وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا☆

اس کی پاکی بولتے ہیں ساتوں آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہیں اور کوئی چیز نہیں جو اسے سراہتی ہوئی اس کی پاکی نہ بولے ہاں تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے بیشک وہ علم والا بخشنے والا ہے۔

﴿۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(وان من شیء الا یسبح بحمدہ) یہ کلیہ عامہ جمیع اشیاء عالم کو شامل ہے۔ ذی روح ہو یا بے روح۔ اجسام محضہ جن کے ساتھ کوئی روح نباتی بھی متعلق نہیں، دائم التسبیح ہیں کہ "ان من شئی" کے دائرے سے خارج نہیں۔ مگر ان کی تسبیح بے منصب ولایت نہ مسموع نہ مفہوم۔ اور وہ اجسام جن سے روح انسی یا ملکی یا جنی یا حیوانی یا نباتی متعلق ہے ان کی دو تسبیحیں

ہیں۔ ایک تسبیح جسم، کہ اس روح مطلق کے اختیار میں نہیں، وہ اسی" ان من شیء" کے عموم میں اس کی اپنی ذاتی تسبیح ہے۔ دوسری تسبیح روح، یہ ارادی اختیاری ہے اور برزخ میں ہر مسلمان کو مسموع و مفہوم۔ اس تسبیح ارادی میں غفلت کی سزا حیوان و نبات کو قتل و قطع سے دی جاتی ہے۔ اور اس کے بعد یا جب جانور مرجائے یا نبات خشک ہوجائے منقطع ہوجاتی ہے۔ لہذا ائمۂ دین نے فرمایا: کہ تر گھاس مقابر سے نہ اکھاڑیں" فانہ ما دام رطبا یسبح اللہ فیونس المیت " کہ جب تک وہ تر ہے اللہ تعالی کی تسبیح کرتی ہے تو میت کا دل بہلتا ہے۔ مگر قتل و قطع، اور موت و بیس کے بعد بھی وہ تسبیح کہ نفس جسم کی تھی جب تک اس کا ایک جزو لا یتجزی باقی رہے گا منقطع نہ ہوگی کہ "ان من شیء الا یسبح بحمدہ"، اس روح سے متعلق نہ تھا کہ تعلق روح نہ رہنے سے منقطع ہو۔ (فتاوی رضویہ قدیم ۱۲/۱۵۶)

(۴۴)

نباتات و جمادات و تمام اجزائے عالم میں ہر ایک کے موافق ایک حیات ہے کہ اس کی بقا تک ہر شجر و حجر زبان قال سے اس رب اکبر جل جلالہ کی پاکی بولتا ہے اور سبحان اللہ سبحان اللہ یا اس کے مثل اور کلمات تسبیح الہی کہتا ہے، نہ کہ ان میں صرف زبان حال ہے جیسا کہ ظاہر بینی کا مقال ہے کہ اس تقدیر پر تر و خشک میں تفرقہ محض بے معنی تھا۔ "کما لا یخفی" اور آیۂ کریمہ "ان من شیء الا یسبح بحمدہ" خود اس پر برہان قاطع کہ اس میں فرمایا: "ولکن لا تفقھون تسبیحھم" تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ ظاہر ہے کہ تسبیح حالی تو ہر شخص عاقل سمجھتا ہے یہاں تک کہ شعراء بھی کہہ گئے:

ہر گیاہے کہ از زمین روید　　　وحدہ لاشریک لہ گوید

جو گھاس بھی زمین سے اگتی ہے کہتی ہے وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

اور خود مذہب اہلسنت مقرر ہوچکا کہ تمام ذرات عالم کے لئے ایک نوع علم و ادراک و سمع و بصر حاصل ہے۔ مولوی معنوی قدس سرہ نے مثنوی شریف میں اس مضمون کو خوب مشرح ادا فرمایا اور اس پر قرآن و احادیث کی تاویل کرنا قانون عقل و نقل سے خروج بلکہ صراحۃً سفاہات مبتدعین میں ولوج ہے خصوصاً جو صریح مفسر ہیں کہ تاویل کی گنجائش ہی نہیں رکھتے۔ مقام اجنبی نہ ہوتا تو میں اس مسئلہ کا قدرے ایضاح کرتا۔

(فتاوی رضویہ جدید ۹/۷۵۸ تا ۷۶۰)

عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: مَا مِنْ صَبَاحٍ وَلَا رَوَاحٍ إِلَّا وَبُقَاعُ الْأَرْضِ يُنَادِيْ بَعْضُهَا بَعْضًا، يَاجَارَةُ! هَلْ مَرَّ بِكَ الْيَوْمَ عَبْدٌ صَالِحٌ صَلَّى عَلَيْكَ أَوْ ذَكَرَ اللّٰهَ؟ فَإِنْ قَالَتْ: نَعَمْ، رَأَتْ أَنَّ لَهَا بِذٰلِكَ فَضْلًا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی صبح شام ایسی نہیں ہوتی کہ زمین ٹکڑے ایک دوسرے کو پکار کرنہ کہتے ہوں کہ اے ہمسائے! آج تیری طرف کوئی نیک بندہ ہو کر نکلا جس نے تجھ پر نماز پڑھی یا ذکر الٰہی کیا۔ اگر وہ ٹکڑا جواب دیتا ہے کہ ہاں، تو پوچھنے والا ٹکڑا اعتقاد کرتا ہے کہ اسے مجھے پر فضیلت ہے۔ فتاوی رضویہ ۶/۳۰۲

(۵۷) اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ط اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ کَانَ مَحْذُوْرًا۔☆

وہ مقبول بندے جنہیں یہ کافر پوجتے ہیں وہ آپ ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں بیشک تمہارے رب کا عذاب ڈر کی چیز ہے۔

﴿۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

بیشک طلب وسیلہ سنت جمیلہ ہے:

تفسیر معالم التنزیل وتفسیر خازن میں ہے:

"معناه ينظرون ايهم اقرب الى الله فيتوسلون به" اور بے شک اولیائے کرام دنیا وآخرت وقبر وحشر میں اپنے متوسلوں کے شفیع ومددگار ہیں۔

امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ "عہود محمدیہ" میں فرماتے ہیں:

"كل من كان متلقا بنبى او رسول او ولى فلا بدان يحضره ويأخذ بيده فى الشدائد"؛ جو کوئی کسی نبی یا رسول یا ولی کا متوسل ہوگا ضرور ہے کہ وہ نبی وولی اس کی مشکلوں کے وقت تشریف لائیں گے اور اس کی دستگیر فرمائیں گے۔

میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرماتے ہیں: "جمیع الائمۃ المجتھدین یشفعون فی اتباعھم ویلاحظونھم فی شدائدھم فی الدنیا والبرزخ ویوم القیامۃ حتی یجاوز الصراط" تمام ائمہ مجتہدین اپنے پیرووں کی شفاعت کرتے ہیں اور دنیا وقبر وحشر ہر جگہ سختیوں کے وقت ان کی نگہداشت فرماتے ہیں جب تک صراط سے پار نہ ہو جائیں کہ اب سختیوں کا وقت جاتا رہا اور "لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون" کا زمانہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آگیا، نہ انہیں کوئی خوف ہو نہ کچھ غم۔ وللہ الحمد

نیز فرماتے ہیں: ان ائمۃ الفقھاء والصوفیۃ کلھم یشفعون فی مقلدیھم ویلاحظون احدھم عند طلوع روحہ وعند سوال منکر ونکیر لہ وعند النشر والحشر والحساب والمیزان والصراط ولا یغفلون عنھم فی موقف من المواقف "بیشک پیشوا اولیا وعلما اپنے اپنے پیرووں کی شفاعت کرتے ہیں اور جب ان کی پیرووں کی روح نکلتی ہے، جب منکر نکیر اس سے سوال کرتے ہیں، جب اس کا حشر ہوتا ہے، جب اس کا نامۂ اعمال کھلتا ہے، جب اس سے حساب لیا جاتا ہے، جب اس کے عمل تلتے ہیں، جب وہ صراط پر چلتا ہے، ہر وقت ہر حال میں اس کی نگہبانی کرتے ہیں اصلا کسی جگہ اس سے غافل نہیں ہوتے۔

نیز فرماتے ہیں:" ولما مات شیخنا شیخ الاسلام الشیخ ناصر الدین اللقانی راہ بعض الصالحین فی المنام فقال لہ ما فعل اللہ بک فقال لما اجلسنی الملکان فی القبر لیسألانی اتاھما الامام مالک فقال مثل ھذا ایحتاج الی سوال فی ایمانہ باللہ ورسولہ تنحیا عنہ فتنحیا عنی"

یعنی جب ہمارے استاذ شیخ الاسلام امام ناصر الدین لقانی مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ کا انتقال ہوا، بعض صالحین نے ان کو خواب میں دیکھا پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا: جب منکر نکیر نے مجھے سوال کے لئے بٹھایا، امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور فرمایا ایسا شخص بھی اس کی حاجت رکھتا ہے کہ اس سے اللہ ورسول پر ایمان کے بارے میں سوال کیا جائے، الگ ہو جاؤ اس کے پاس سے وہ فوراً مجھ سے الگ ہو گئے۔

نیز فرماتے ہیں: واذا کان مشائخ الصوفیۃ یلاحظون اتباعھم ومریدھم فی

لجمیع الاھوال والشدائد فی الدنیا والآخرۃ فکیف بائمۃ المذاھب" جب اولیا ہرِ ہول وسختی کے وقت اپنے پیرووں اور مریدوں کا دنیا وآخرت میں خیال رکھتے ہیں تو ائمہ مذاہب کا کیا کہنا، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

مولانا نورالدین جامی قدس سرہ السامی نفحات الانس شریف میں حضرت مولوی معنوی قدس سرہ القوی سے نقل کرتے ہیں کہ قریب وصال مبارک اپنے مریدوں سے فرمایا:

درحالتے کہ باشید مرایاد کنید تامن شمارا مدد باشم در ہر لباسے کہ باشم"

یعنی ہر حال میں مجھے یاد کرو کہ میں ہر لباس میں تمہاری مدد کرونگا۔

جناب مرزا مظہر جانجاناں صاحب (کہ وہابیہ کے امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی کے نسباً وعلماً دادا طریقۃ پردادا) شاہ ولی اللہ صاحب ان کو قیم طریقہ احمدیہ وداعی سنت نبویہ لکھتے ہیں اور کہتے کہ (ہند وعرب وولایت میں ایسا متبع کتاب وسنت نہیں بلکہ سلف میں بھی کم ہوئے) اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

التفات غوث الثقلین بحال متوسلاں طریقہ علیہ ایشاں بسیار معلوم شد باہیچ کس از اہل ایں طریقہ ملاقات شد کہ توجہ مبارک آنحضرت بحالش مبذول نیست۔

نیز فرمایا: عنایت حضرات خواجہ نقشبند بحال معتقدان خود مصروف ست مغلاں در صحراہا وقت خواب اسباب واسپاں خود بحمایت حضرت می سپارند وتائیدات از غیب ہمراہ ایشاں میشود۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی (کہ مولوی اسحٰق نے مأتہ مسائل واربعین میں ان سے استناد کیا اور جناب مرزا مظہر صاحب ممدوح ان کے پیر ومرشد نے مکتوب (۵) میں ان کو فضیلت وولایت مآب مروج شریعت ومنور طریقت ونور مجسم وعزیز ترین موجودات ومصدر انوار فیوض وبرکات لکھا اور منقول کہ جناب شاہ عبدالعزیز صاحب انہیں بیہقی وقت کہتے) اپنے رسالہ تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں۔

اولیا اللہ دوستاں ومعتقداں را در دنیا وآخرت مددگاری می فرمایند ودشمناں را ہلاک می نمایند واز ارواح بطریق اویسیت فیض باطنی میرسد۔

زید گمراہ کی یہ شدید جہالت وضلالت قابل تماشا کہ دربار الٰہی میں محتاج ہونے کو نفی شفاعت کی دلیل ٹھہرایا حالانکہ یہ محتاجی ہی منشاء شفاعت ہے، جہاں محتاجی نہ ہو خود اپنے حکم سے

جو چاہے کر دیا جائے۔ شفاعت کی کیا حاجت ہو۔ پھر انبیاء واولیا سب کی شفاعت سے مطلقاً انکار صریح بد دینی اور بحکم فقہا موجب اکفار ہے۔ فقہائے کرام کے نزدیک وہ منکر کافر ہے۔

امام اجل ابن الہمام فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:" لا تجوز الصلاۃ خلاف منکر الشفاعۃ لا نہ کا فر "منکر شفاعت کے پیچھے نماز نہیں ہوسکتی۔ اس لئے کہ وہ کافر ہے۔ اسی طرح وہ فتاویٰ خلاصہ و بحر الرائق وغیرہما میں ہے، فتاویٰ تاتارخانیہ پھر طریقہ محمدیہ میں ہے:" من انکر شفاعۃ الشافعین یو م القیٰمۃ فھو کا فر" قیامت میں شفیعوں کی شفاعت کا منکر کافر ہے۔

(فتاوی افریقہ ۱۳۵ تا ۱۳۸)

(۲۵) اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطٰنٌ ط وَکَفٰی بِرَبِّکَ وَکِیْلًا۔☆

بیشک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں اور تیرا رب کافی ہے کام بنانے کو۔

﴿۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت میں فرمایا کہ میرے بندوں پر شیطان کا قابو نہیں چلے گا اور احتلام شیطان کے دخل سے ہوتا ہے، لہذا) فی الواقع حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام احتلام سے پاک ومنزہ ہیں۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱۵/۱۵۵)

عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: ما احتلم نبی قط، وانما الاحتلام من الشیطان۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہ کبھی کسی نبی کو احتلام نہیں ہوا، کیونکہ احتلام تو شیطانی وساوس کی بنیاد پر ہی ہوتا ہے۔

﴿۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو مروی ہوا کہ یاجوج و ماجوج نطفۂ احتلام سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سے بنے ہیں، اول کعب ہی سے اس کا ثبوت صحت کو نہ پہونچا، اس کا ناقل ثعلبی حاطب لیل ہے، نجوی نے حسب عادت ان کا اتباع کیا، پھر کعب صاحب

اسرائیلیات ہیں، ان کی روایت کہ مقررات دین کے خلاف ہو، مقبول نہیں۔

(فتاوی رضویہ ۶/۲۷۸)

(۷۸) اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ ط اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا۔☆

نماز قائم رکھو سورج ڈھلنے سے رات کی اندھیری تک اور صبح کا قرآن بے شک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

﴿۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(ان قراٰن الفجر کان مشهودا۔ سے صلاۃ رغائب پر استدلال فرمایا کہ یہ بھی ملائکہ کے حاضر ہونے کے وقت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھی تھی)

شیخ محقق اعلم علماء الہند مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ ماثبت بالسنۃ میں حدیث صلوٰۃ الرغائب پر محدثین کا کلام ذکر کر کے ارشاد فرماتے ہیں:

هذا ما ذکره المحدثون علی طریقتهم فی تحقیق الاسانید ونقد الاحادیث وعجبا منهم یبالغوا فی هذا الباب هذه المبالغة ویکفیهم ان یقولوالم یصح عندنا ذلك واعجب من الشیخ محی الدین النووی مع سلوکه طریق الانصاف فی الابواب الفقهیة وعدم تعصبه مع الحنفیة کما هو داب الشافعیة فما نحن فیه اولی بذلك لنسبته الی المشائخ العظام والعلماء الکرام قدس اسرارهم"

یعنی وہ کلام ہے کہ محدثین نے اپنے طریقہ تحقیق اسناد وتنقید آثار پر ذکر کیا اور ان سے اس قدر مبالغہ کا تعجب ہے انہیں اتنا کہنا کافی نہ تھا کہ حدیث ہمارے نزدیک درجہ صحت کو نہ پہنچی اور زیادہ تعجب امام محی الدین نووی سے ہے کہ وہ تو مسائل فقہ میں راہ انصاف چلتے ہیں اور دیگر شافعیہ کی طرح حنفیہ کے ساتھ تعصب نہیں رکھتے، تو یہ مسئلہ جس میں ہم بحث کر رہے ہیں زیادہ انصاف وترک افراط کے لائق تھا اس لئے کہ یہ فعل اولیائے عظام وعلمائے کرام قدست اسرارہم کی طرف منسوب ہے۔

پھر شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دربار صلوٰۃ الرغائب خود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سے ایک حدیث بحوالہ جامع الاصول کتاب امام رزین سے نقل کی جس کی وضع اس لئے ہے کہ صحاح ستہ کی حدیثیں جمع کرے اور اس کے آخر میں ابن اثیر نے نقل کیا۔

ھٰذا الحدیث مما وجدتہ فی کتاب رزین ولم اجدہ فی واحد من الکتب الستۃ والحدیث مطعون فیہ۔

یعنی یہ حدیث میں نے کتاب رزین میں پائی اور صحاح ستہ میں مجھے نہ ملی اور اس پر جرح ہے۔

پھر فرمایا: ''وقد وقع فی کتاب بھجۃ الاسرار ذکر لیلۃ الرغائب فی ذکر سیدنا وشیخنا القطب الربانی وغوث الصمدانی الشیخ محی الدین عبد القادر الحسینی الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال اجتمع المشائخ وکانت لیلۃ الرغائب الی آخر ما ذکر من الحکایۃ وذکر ایضا انہ نقل عن الشیخین القدوتین الشیخ عبد الوھاب والشیخ عبد الرزاق قالا بکر الشیخ بقا بن بطو سحر یوم الجمعۃ الخامسۃ من رجب السنۃ ثلث واربعین وخمسمائۃ الی مدرسۃ والدنا الشیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقال لنا الا سئلتمونی عن سبب بکوری الیوم انی رأیت البارحۃ نورا اضائت الآفاق وعم اقطار الوجود ورایت اسرار ذوی الاسرار فمنھا ما یتصل بہ ومنھا ما یمنعہ مانع من الاتصال بہ وما اتصل بہ سر الا تضاعف نورہ فطلبت ینبوع ذلک النور فاذا ھو صادر عن الشیخ عبد القادر فاردت الکشف عن حقیقتہ فاذا ھو نور شھودہ قابل نور قلبہ وتقادح ھذان النوران وانعکس ضیائوھما علی مرائہ واتصلت اشعتہ المتقادحات من محط جمعۃ الی وصلف قربہ فاشرق بہ الکون ولم یبق ملک نزل اللیلۃ الا اتاہ وصافحہ واسمہ عندھم الشاھد والمشھود قالا فاتیناہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقلنا لہ اصلیت اللیلۃ صلوۃ الرغائب فانشد۔

اذا نظرت عینی وجوہ حبائبی ۔ فتلک صلاتی فی لیالی الرغائب

وجوہ اذا ما اسفرت عن جمالھا ۔ اضائت بھا الاکوان من کل جانب

ومن لم یوف الحب ما یستحقہ ۔ فذاک الذی لم یأت قط بواجب

مـا نـقـلـه الشيـخ قـدس سـره والـذى رأه الـعـبـد الـضـعيـف غفر الله له فى البهجة الكريمة هكذا ولم يبق ملك انزل الليلة الى الا رض واتاه وصا فحه ،،

یعنی کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف میں حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے ذکر اقدس میں صلوۃ الرغائب کا ذکر آیا ہے کہ شب رغائب میں اولیاء جمع ہوئے الی آخر کلماتہ، نیز امام ابوالحسن نورالدین علی قدس سرہ نے بسند خود حضرات عالیات سیدنا سیف الدین عبدالوہاب وسیدنا تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق ابنائے حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی کہ روز جمعہ پنجم رجب ۵۴۳ھ کو حضرت شیخ بقا بن بطو قدس سرہ العزیز صبح تڑکے مدرسہ انور حضور پرنور رضی اللہ تعالی عنہ میں حاضر ہوئے اور ہم سے کہا مجھ سے پوچھتے نہیں کہ اس قدر اول وقت کیوں آیا، میں نے آج کی رات ایک نور دیکھا جس سے تمام آفاق روشن ہو گئے اور جمیع اقطار عالم کو عام ہوا اور میں نے اہل اسرار کے اسرار دیکھے کہ کچھ اس نور سے متصل ہوئے ہیں اور کچھ کسی مانع کے سبب اتصال سے رک گئے ہیں، جو اس سے اتصال پاتا ہے اس کا نور دوبالا ہو جاتا ہے، تو میں نے غور کیا کہ اس نور کا خزانہ ومنبع کیا ہے؟ کہاں سے چمکا ہے؟ ناگاہ کھلا کہ یہ نور حضور پرنور سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالی عنہ سے صادر ہوا ہے، اب میں نے اس کی حقیقت پر اطلاع چاہی تو معلوم ہوا کہ یہ حضور کے مشاہدہ کا نور ہے کہ حضور کے نور قلب سے مقابل ہو کر ایک کی جوت دوسرے پر پڑی اور دونوں کی روشنی حضور کے آئینہ حال پر منعکس ہوئی اور یہ آپس میں ایک دوسرے کی جوت بڑھانے والے نوروں کے بقعے حضور کے مقام جمع سے منزلت قرب تک متصل ہوئے کہ سارا جہان اس سے جگمگا اٹھا اور جتنے فرشتے اس رات اترے تھے سب نے حضور کے پاس آ کر حضور سے مصافحہ کیا۔

اور بہجۃ الاسرار شریف میں فقیر نے یوں دیکھا کہ کوئی فرشتہ باقی نہ رہا جو اس رات زمین پر نہ اترا اور حضور کے پاس آ کر مصافحہ نہ کیا ہو، یعنی ملائکہ اللہ زمین پر آئے اور محبوب خدا سے مصافحہ کئے، فرشتوں کے یہاں حضور کا نام پاک شاہد مشہود ہے (شاہد کی مشاہد ہوا لے ہیں اور مشہود کہ سب ملائکہ ان کے پاس آئے "قال تعالى: ان قرا ن الفجر كا ن مشهودا اى تشهد الملئكة") دونوں شاہزادگان دوجہاں نے فرمایا ہم سنکر حضور پرنور کے پاس حاضر ہوئے اور حضور سے عرض کی: کیا آج کی رات حضور نے صلوۃ الرغائب پڑھی (یعنی جس کے

انوار یہ چمکے یہ شب شب رغائب ہی تھی کہ رجب کی نوچندی شب جمعہ تھی) حضور پرنور رضی اللہ تعالی عنہ نے اس پر یہ اشعار ارشاد فرمائے۔

جب میری آنکھ میری پیاریوں کے چہرے دیکھے تو یہ شبہائے رغائب میں میری نماز ہے۔ وہ چہرے کے جب اپنے جمال کا جلوہ دکھائیں تو ہر طرف سے سارا جہان چمک اٹھے اور جس نے محبت کا حق پورا نہ کیا وہ کبھی کوئی واجب نہ لایا (پیاریاں عالم اقدس کی تجلیاں ہیں) واللہ تعالی اعلم۔ (فتاوی رضویہ جدید ۷/۴۳۴۔۴۳۷)

(۷۹) وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔☆

اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد کرو یہ خاص تمہارے لئے زیادہ ہے قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

﴿۱۰﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس سے حضور ﷺ پر نماز تہجد کی فرضیت پر استدلال ہے)

تو اس مسئلہ کی بنا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تہجد فرض ہونے نہ ہونے پر رہی۔ اگر حضور پر فرض نہ تھا تو بوجہ مواظبت امت کے لئے سنت ہوگا ورنہ مستحب۔

"قال قدس سرہ بقی ان صفة صلوة اللیل فی حقنا السنیة اوالاستحباب یتوقف علی صفتھا فی حقه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فان کانت فرضا فی حقه فھی مندوبة فی حقنا لان الادلة القولیة فیھا انما تفید الندب والمواظبة الفعلیة لیست علی تطوع لتکون سنة وان کانت تطوعا فسنة لنا۔

امام ابن ہمام قدس سرہ نے فرمایا کہ باقی رہا معاملہ رات کی نماز کا کہ آیا ہمارے حق میں سنت ہے یا مستحب، تو یہ بات اس پر موقوف ہے کہ وہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں کیا تھی۔ اگر وہ آپ پر فرض تھی تو ہمارے حق میں مستحب ہے، کیونکہ ادلہ قولیہ اس کے بارے میں مستحب ہونے کا فائدہ دیتی ہیں اور مواظبت فعلیہ نفل پر نہیں کہ وہ ہمارے حق میں سنت بن جائے، اور اگر آپ کے لئے یہ نفل تو ہمارے لئے سنت ہوگی۔

اب اس مبنی کو دیکھئے تو اس میں بھی قول جمہور مذہب مختار و منصور حضور پرنور صلی اللہ تعالی

علیہ وسلم کے حق میں فرضیت ہے، اسی پر ظاہر قرآن عظیم شاہد اور اسی طرف حدیث مرفوع وارد۔

"قال اللہ تعالی: یاایھا المزمل قم اللیل، وقال تعالی: ومن اللیل فتہجد بہ"

اللہ تعالی کا فرمان ہے اے چادر اوڑھنے والے رات کو قیام کیا کرو۔ دوسرے مقام پر فرمایا: رات کو تہجد ادا کیا کرو۔

ان آیتوں میں خاص حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو امر الہی مفید وجوب۔

ولا ینافیہ قولہ تعالی: نافلۃ فالنافلۃ الزیادۃ ای زائدۃ فرائضک او فی درجاتک بتخصیص ایجابہ بک فان الفرائض اعظم درجات واکبر تفضیلا بل مؤیدہ قولہ تعالی :لک، قال الامام ابن الھمام: ربما یعطی التقیید بالمجرور ذلک فانہ اذا کان النفل المتعارف یکون کذلک لہ ولغیرہ۔

اللہ تعالی کا نافلہ فرمانا اس وجوب کے منافی نہیں، کیونکہ نافلہ کا معنی زائدہ ہے، اب معنی ہوگا کہ آپ کے فرائض یا درجات میں یہ اضافہ ہے کہ آپ پر یہ لازم وواجب ہے، کیونکہ فرائض سب سے بڑے درجہ وفضیلت پر فائز کرنے کا سبب بنتے ہیں، بلکہ اس کی تائید اللہ تعالی کے اس ارشاد :لک، سے ہو رہی ہے۔ امام ابن ہمام کہتے ہیں: کہ بعض اوقات مجرور، ،ک،، کے ساتھ مقید کرنا اسی بات کا فائدہ دیتا ہے (یعنی یہ فرائض میں آپ کے لئے فائدہ ہے) کیونکہ متعارف نوافل صرف آپ ہی کے لئے نہیں بلکہ اس میں آپ اور دیگر لوگ مشترک ہیں۔

طبرانی معجم اوسط اور بیہقی سنن میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا:

"ثلث ھن علی فرائض وھن لکم سنۃ الوتر والسواک وقیام اللیل"

تین چیزیں مجھ پر فرض اور تم پر واجب ہیں: وتر، مسواک، قیام شب۔

اقول: والحدیث ان لم یصلح حجۃ فقد استظہر بظاھر الکتاب العزیز، وقد نص المحقق نفسہ فی الفتح القدیر مسئلۃ امراۃ المفقود ان الحدیث الضعیف یصلی مرجحالا مثبتا بالا صالۃ قال وموافقۃ ابن مسعود مرجح اخر۔

اقول: اگر چہ یہ حدیث حجت نہیں بن سکتی مگر قرآن عزیز کے ظاہر سے اس کی تائید ہو رہی ہے اور خود محقق نے فتح القدیر میں مسئلہ مفقود کی بیوی کے تحت لکھا ہے کہ حدیث ضعیف کی

شئی کی اصل کو ثابت نہیں کر سکتی البتہ مرجح بن سکتی ہے اور کہا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کی موافقت دوسرا امر مرجح ہے۔

اقول :وھھنا موافقۃ سلطان المفسرین مرجح آخر

امر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقیام اللیل وکتب علیہ دون امتہ "حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیام شب کا حکم تھا حضور پر فرض تھا امت پر نہیں۔

امام محی السنۃ بغوی معالم میں فرماتے ہیں:

کانت صلوۃ اللیل فریضۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الابتداء وعلی الامۃ، ثم صار الوجوب منسوخا فی حق الامۃ، وبقی فی حق النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔

ابتداء قیام شب سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کی امت دونوں پر فرض تھا، پھر امت کے حق میں وجوب منسوخ ہو گیا لیکن رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں وجوب باقی رہا۔اھ تلخیصا۔

فتح القدیر میں ہے: "علیہ کلام الاصولیین من مشائخنا "(ہمارے مشائخ اصولیین کی رائے یہی ہے۔

شرح مواہب زرقانی میں ہے: "ھو قول الاکثر ومالك" (اکثر علماء اور امام مالک کا یہی قول ہے)

مواہب میں ہے:

ھذا ما صححہ الرافعی ونقلہ النووی عن الجمھور" (رافعی نے اسی کی تصحیح کی اور نووی نے اسے جمہور سے نقل کیا ہے۔

شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

مختار آن ست کہ از امت منسوخ شد بر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باقی ماند تا آخر وقد حقق ذلک فی موضعہ۔

مختار یہی ہے کہ امت سے منسوخ ہے اور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں یہ وجوب تمام عمر باقی رہا اور اس کی تحقیق اس کے مقام پر ہوئی ہے۔

تو یوں بھی سنیت تہجد ثابت نہ ہوئی، اور وہی مذہب استحباب موید بقول جمہور ومشرب ومختار ومنصور رہا۔

اقول: شک نہیں کہ تہجد ابتدائے امر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضور کی امت سب پر فرض تھا،"کما شھدت بہ سورۃ المزمل "صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم"، (جیسا کہ اس پر سورۂ مزمل گواہ ہے،) تو اب ان کی فرضیت ثبوت ناسخ پر موقوف، امت کے حق میں ناسخ بدلیل اجماع امت ثابت" وان لم نعلم سند الاجماع " (اگرچہ ہم اس اجماع کی سند سے آگاہ نہیں) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باب میں دعویٰ کو بھی کوئی ایسی ہی روشن دلیل چاہئے جو اپنے افادہ میں احتمالات سے منزہ ہوں،"فان الاحتمال یقطع الاستدلال ولا یقوم بامر محتمل حجۃ (کیونکہ احتمال استدلال کو ختم کردیتا ہے اور امر محتمل حجت نہیں ہوسکتا)

حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا: ان اللہ عزوجل افترض قیام اللیل فی اول ھذہ السورۃ فقام نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واصحابہ حولا وامسک اللہ خاتمتھما اثنی عشر شھرا فی السماء حتی انزل اللہ فی آخر ھذہ السورۃ التخفیف فصار قیام اللیل تطوعا بعد فریضۃ رواہ مسلم وابو داؤد والنسائی۔

اللہ عزوجل نے اس سورۃ کی ابتدا میں قیام شب فرض فرمایا تو سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے ایک سال تک قیام کیا اور اس سورۃ کے آخری حصہ کو اللہ تعالیٰ نے بارہ ماہ تک آسمان پر روکے رکھا حتی کہ اس سورۃ کے آخر میں تخفیف نازل ہوئی تو فرض ہونے کے بعد اب قیام شب نفل بن گیا۔ اس کو مسلم ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا۔

یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نسخ میں نص نہیں ولہذا علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں فرمایا:

دلالتہ لیست بقویۃ لاحتمالہ (اس کی دلالت احتمال کی وجہ سے (حضور اکرم کے حق میں نسخ پر) قوی نہیں۔

رسائل الارکان مولانا بحر العلوم میں ہے:

ھذا لا یقنع بہ القائل بالفریضۃ لانہ یقول لعل ام المومنین ارادت ان صلوۃ اللیل کانت فریضۃ علی الامۃ ثم نسخھا اللہ تعالیٰ عن الامۃ وصارت نفلا واما علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فبقیت الفریضۃ کما کانت یظھر من خاتمۃ سورۃ المزمل اھ

اقول: کانہ یرید قولہ تعالیٰ: علم ان لم تحصوہ فتاب علیکم، وقولہ تعالیٰ: علم ان سیکون منکم مرضی وآخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ، فالظاھر ان الخطاب فیہ للامۃ۔

جو حضور پر فرضیت تہجد کا قائل ہے وہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان سے قانع نہیں ہوسکتا، کیونکہ وہ کہہ سکتا ہے آپ کا مقصد یہ بیان کرنے کا ہے کہ پہلے قیام شب امت پر فرض تھا پھر فرض منسوخ ہوکر نفل ہوگیا۔ رہا معاملہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تو وہاں یہ فرض ہی باقی رہا جیسا کہ خاتمۂ سورۃ سے ظاہر ہورہا ہے، اھ

اقول: شاید اس سے ان کی مراد خاتمہ سورۃ کے یہ الفاظ ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ جانتا ہے اے مسلمانو! تم سے رات کا شمار نہ ہوسکے گا تو اس نے اپنے کرم سے تم پر رجوع فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: وہ جانتا ہے کہ عنقریب تم میں کچھ بیمار ہونگے اور کچھ زمین پر سفر کریں گے ،اللہ کا فضل تلاش کریں گے۔ کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ یہاں خطاب امت کے لئے ہے۔

ثم اقول: ہمیں احتمال کافی خصوصا جبکہ بوجہ عدیدہ اس کا پتہ چلتا ہو۔

اولاً: اسی حدیث میں لفظ ابوداؤد یوں ہیں:

قال (ای سعد بن ھشام) قلت حدثینی عن قیام اللیل قالت الست تقرء یا ایھا المزمل، قال قلت: بلی قالت: فان اول ھذہ السورۃ نزلت فقام اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی انتفخت اقدامھم واحبس خاتمتھا فی السماء اثنی عشر شھرا ثم نزل آخرھا فصار قیام اللیل تطوعا بعد فریضۃ۔

ان (یعنی سعد بن ہشام) نے کہا: کہ میں نے عرض کیا: کہ مجھے قیام شب کے بارے میں بیان کیجئے تو ام المومنین نے فرمایا: کیا تو نے سورۃ ''یا ایھا المزمل'' نہیں پڑھی؟ عرض کیا

کہ ہاں پڑھی ہے۔ فرمایا: اس سورۃ کا ابتدائی حصہ جب نازل ہوا تو حضور کے اصحاب نے یہاں تک قیام کیا کہ ان کے پاؤں سوج گئے، لیکن اس کا آخری حصہ بارہ ماہ تک آسمان پر روک لیا، پھر جب آخری حصہ نازل فرمایا تو قیام شب فرض ہونے کے بعد نفل بن گیا

ثانیا: خودام المومنین سے حدیث گزری کہ قیام لیل حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فرض اور امت کے لئے سنت تھا۔

ثالثا: اسی طرح ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نسخ ذکر فرمایا کما رواہ ابوداؤد (جیسا کہ ابوداؤد نے اسے روایت کیا ہے۔ حالانکہ وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں فرضیت مانتے ہیں کما تقدم۔

رابعاً: جب ام المومنین کا ارشاد ان تک پہنچا فرمایا: "صدقت کما بیناہ مسلم والنسائی" (انھوں نے سچ فرمایا، جیسا کہ اسے مسلم اور نسائی نے بیان فرمایا ہے) اور فرمایا" ھذا واللہ ھو الحدیث کما عند ابی داؤد" (اللہ کی قسم یہ وہی حدیث ہے جیسا کہ ابوداؤد کے یہاں ہے۔) اگر اس کے معنی وہ اپنے خلاف سمجھتے، بیان فرماتے۔

ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں) بلکہ تحقیق یہ ہے کہ آخر سورۃ نے مطلق قیام لیل نسخ نہ فرمایا بلکہ اول سورۃ میں جو نصف شب یا قریب بہ نصف کے تقدیر تھی اسے منسوخ فرما کر مطلق قیام کی فرضیت باقی رکھی لقولہ تعالیٰ: فتاب علیکم فاقرؤا ماتیسر من القرآن۔ (کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے تم پر رجوع فرمایا ہے کہ اب تم اتنا قرآن پڑھو جو تم پر آسان ہو۔ اس کے بعد پھر دوبارہ نسخ مطلق ہوکر استحباب رہا ہے۔

جلالین شریف میں ہے: خفف عنهم بقيام ما تيسر منه ثم نسخ ذلك بالصلوات الخمس۔ اللہ تعالیٰ نے تخفیف فرماتے ہوئے آسانی کے ساتھ بندوں پر قیام رکھا پھر یہ قیام پانچ نمازوں کی فرضیت کے بعد منسوخ ہوگیا۔

کشاف وارشاد العقل وغیرہما میں ہے:

عبر عن الصلاة بالقراءة لانها بعض اركانها كما عبر عنها بالقيام والركوع والسجود يريد فصلوا ما تيسر عليكم ولم يتعذر من صلاة الليل وهذا ناسخ للاول ثم نسخ جميعا بالصلوات الخمس۔

یہاں نماز کو قرات سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ قرات نماز کا رکن ہے جیسا کہ نماز کو قیام، رکوع اور سجود کے ساتھ تعبیر کیا ہے، مقصد یہ بتا کہ تم اتنی نماز پڑھتے رہو جو تم پر آسان ہو لیکن قیام شب نہیں چھوڑ سکتے، اور یہ حکم ابتدائے سورۃ کے لئے ناسخ پھر پانچ نمازوں کا حکم ان سب کے لئے ناسخ قرار پایا۔

تفسیر کرخی فتوحات الٰہیہ میں ہے: هذا هو الاصح (یہی اصح ہے۔ ام المومنین یقیناً ناسخ اول کا ذکر فرما رہی ہیں، ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی داخل، پھر اس سے انتفائے فرضیت کہاں حاصل، ناسخ ثانی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دخول کب ثابت ہوا، نہ ہرگز اس میں کوئی نص نازل، تو حدیث مذکور سے انتفائے وجوب پر تمسک سرے سے زائل۔

وههنا تحقيقات أخر اجل واعز اتينا بها بتوفيق الله العلى الاكبر فى رسالة لنا صنفناها بعد ورود هذا السوال فى تحقيق هذا المقال سميناها "رعاية المنة فى ان التهجد نفل ام سنة"، فلينظر ثمه والحمد لله على كشف الغمة" یہاں دیگر نہایت اہم تحقیقات ہیں اللہ کی توفیق سے ان کا ذکر ہم نے اس سوال کے ورود کے بعد اپنے ایک رسالے (جس کو ہم نے اسی مقال کی تحقیق میں تصنیف کیا ہے) میں کیا ہے اس کا نام "رعاية المنة فى ان التهجد نفل ام سنة، اس کا مطالعہ کیجئے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے عقدے کھول دیئے۔

ثم اقول وبالله التوفيق: فقیر کے نزدیک اسی مبحث میں تحقیق یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں ہیں، صلاۃ لیل، نماز تہجد۔ صلاۃ لیل ہر وہ نماز نفل کہ جو بعد فرض عشاء رات میں پڑھی جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"ما كان بعد صلاة العشاء فهو من الليل رواه الطبرانى عن اياس بن معوية المزنى رضى الله تعالى عنه بسند حسن۔ جو نماز بعد عشاء پڑھی جائے وہ سب نماز شب ہے، اسے طبرانی نے سند حسن کے ساتھ حضرت ایاس بن معاویہ المزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

یہ بیشک سنت مؤکدہ ہے کہ اس میں عشاء کی سنت بعدیہ بلکہ سنت فجر بھی داخل، صحیحین

میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے: کانت صلوته صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی شهر رمضان وغیره ثلث عشرة رکعة باللیل ومنها رکعتا الفجر۔
"آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز شب رمضان وغیرہ میں تیرہ رکعتیں تھیں، ان میں دو رکعات فجر کی بھی ہیں۔

اس معنی پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صلوۃ اللیل کو بعد فرائض ہر نماز سے افضل بتایا" کما لمسلم عن ابی هريرة رضی الله تعالی عنه یرفعه افضل الصلاة بعد الفریضة صلوة اللیل۔

جیسا کہ مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرائض کے بعد افضل نماز رات کی نماز ہے۔

ورنہ جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ سنن راتبہ سب مسنون نمازوں سے افضل ہیں، اور ہمارے ائمہ کا اجماع ہے کہ سنت فجر راتبہ سے بھی اعلیٰ واجل، اور نماز تہجد وہ نفل کے بعد فرض عشاء قدرے سو کر طلوع فجر سے پڑھی جائیں۔

طبرانی حجاج بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں:

"انما تهجد المرء یصلی الصلاة بعد رقده ۔ قدرے سو کر آدمی جو نماز ادا کرے اسے تہجد کہا جاتا ہے۔

معالم میں ہے:

التهجد لا یکون الا بعد النوم۔ تہجد سونے کے بعد ہوتی ہے۔

حلیہ میں قاضی حسین سے ہے: "انه فی الاصطلاح صلوة التطوع فی اللیل بعد النوم"، اصطلاح میں رات میں سونے کے بعد نوافل کی ادائیگی کو تہجد کہا جاتا ہے

ولہذا ردالمحتار میں فرمایا:

صلوة اللیل وقیام اللیل اعم من التهجد۔ رات کی نماز اور قیام لیل سے تہجد عام ہے۔

یہ مستحب سے زائد نہیں ورنہ سونا بھی سنت موکدہ ہو جائے اور شب بیداری گناہ ٹھہرے کہ تہجد سنت موکدہ ہوئی اور وہ بے نوم حاصل نہیں ہو سکتی، اور سنت موکدہ کا حصول جس پر

موقوف ہے وہ سنت موکدہ ہے۔ لان حکم المقدمة حکم ما هي مقدمة له" کیونکہ مقدمہ کا حکم وہی ہوتا ہے جو اس پر موقوف ہونے والے کا ہے۔ اور سنت موکدہ کا ترک مطلق یا بعد عادت گناہ اور بعد اصرار کبیرہ، شب بیداری کی غایت یہ تھی کہ مستحب ہوتی مگر جب وہ ترک سنت مؤکدہ کی موجب تو مستحب کیسی، مکروہ وممنوع ہونی لازم، کوئی مستحب کیسی ہی فضیلت والا ہو جب کسی سنت موکدہ کے فوت کا موجب ہو مستحب نہیں ہوسکتا مذموم ہوگا۔

ہمارے امام مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے پینتالیس برس عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی، کیا معاذ اللہ پینتالیس سال کامل ترک سنت موکدہ پر اصرار فرمایا"

فقد ظهر الحق واسفر الفلق وبقية الكلام في تلك الرسالة والحمد لله رب الجلالة " (حق واضح ہوگیا صبح طلوع ہوگئی اور بقیہ کلام ہمارے اس مذکورہ رسالہ میں ہے، حمد ہے صاحب جلال رب کی۔ واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔

(فتاوی رضویہ جدید ۷/۴۰۲۔۴۱۰)

صحیح بخاری شریف میں ہے: حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے عرض کی گئی: مقام محمود کیا چیز ہے؟ فرمایا: هو الشفاعة، وہ شفاعت ہے۔

آیت: "ولسوف يعطيك ربك فترضى" اور قریب تر ہے تجھے تیرا رب اتنا دیگا کہ تو راضی ہو جائے گا۔

دیلمی مسند الفردوس میں امیر المومنین مولی علی کرم اللہ تعالی وجہہ سے راوی، جب یہ آیت اتری حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: اذن لا ارضى وواحد من امتي في النار، "یعنی جب اللہ تعالی مجھ سے راضی کردینے کا وعدہ فرماتا ہے تو میں راضی نہ ہوں گا اگر میرا ایک امتی بھی دوزخ میں رہا، اللهم صل وسلم وبارك عليه

طبرانی اوسط اور بزار مسند اس جناب مولی المسلمین رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"اشفع لامتي حتى ينادينى ربي ارضيت يا محمد فاقول اى ربي رضيت ۔" "میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا یہاں تک کہ میرا رب پکارے گا اے محمد تو راضی ہوا؟ میں عرض کروں گا اے میرے رب میں راضی ہوا۔

آیت: قال اللہ تعالی واستغفر لذنبك وللمؤمنين والمؤمنات "اس آیت میں اللہ تعالی اپنے حبیب افضل الصلوۃ والتسلیم" کوحکم دیتا ہے کہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے گناہ مجھ سے بخشواؤ۔اور شفاعت کا ہے کا نام ہے؟

آیت: قال اللہ تعالی: ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك فاستغفروا الله واستغفرلهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما۔" اور جب اپنی جانوں پر ظلم کریں تیرے پاس حاضر ہوں پھر خدا سے استغفار کریں اور رسول ان کی بخشش مانگے تو بے شک اللہ تعالی کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

اس آیت میں مسلمانوں کو ارشاد فرماتا ہے: اگر گناہ ہو جائیں تو اس نبی کی سرکار میں حاضر ہوں اور اس سے درخواست شفاعت کرو۔محبوب تمہاری شفاعت فرمائے گا تو یقیناً ہم تمہارے گناہ بخش دیں گے۔

آیت: "قال اللہ تعالی واذ قیل لهم تعالوا يستغفر لكم رسول الله لووا رؤسهم"۔جب ان منافقوں سے کہا جائے آؤ رسول اللہ تمہاری مغفرت فرمائیں گے تو اپنے سر پھیر لیتے ہیں۔

اس آیت میں منافقوں کا حال بدمآل ارشاد ہوا کہ حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے شفاعت نہیں چاہتے۔پھر جو آج نہیں چاہتے وہ کل نہیں پائیں گے۔اور جو کل نہ پائیں گے وہ 'کل' نہ پائیں گے۔اللہ دنیا اور آخرت میں ان کی شفاعت سے ہمیں بہرہ مند فرمائے۔

حشر میں ہم بھی سیر دیکھیں گے ۔۔۔ منکر آج ان سے التجا نہ کرے

وصلی اللہ تعالی علی شفیع المذنبین وآلہ وصحبہ وحزبہ اجمعین۔

شفاعت کبریٰ کی حدیثیں جن میں صاف صریح ارشاد ہوا کہ عرصات محشر میں وہ طویل دن ہوگا کہ کاٹے نہ کٹے،اور سروں پر آفتاب اور دوزخ نزدیک،اس دن سورج میں دس برس کامل کی گرمی جمع کریں گے اور سروں سے کچھ ہی فاصلہ پر لاکر رکھیں گے،پیاس کی وہ شدت کہ خدا نہ دکھائے،گرمی وہ قیامت کی کہ اللہ بچائے،بانسوں پسینہ زمین میں جذب ہو کر اوپر چڑھے گا،یہاں تک کہ گلے گلے سے بھی اونچا ہوگا،جہاز چھوڑیں تو بہنے لگیں،لوگ اس میں غو

طے کھائیں گے، گھبرا گھبرا کر دل حلق میں آجائیں گے، توان عظیم آفتوں میں جان سے تنگ آکر شفیع کی تلاش میں جابجا پھریں گے، آدم ونوح وخلیل وکلیم ومسیح علیہم الصلوۃ والسلام کے پاس حاضر ہوکر جواب صاف سنیں گے، سب انبیاء فرمائیں گے ہمارا یہ مرتبہ نہیں، ہم اس لائق نہیں، ہم سے یہ کام نہ نکلے گا، نفسی نفسی، تم اور کسی کے پاس جاؤ، یہاں تک کہ سب حضور پرنور خاتم النبیین سید الاولین والآخرین شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونگے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "انا لھا انا لھا" فرمائیں گے، یعنی میں ہوں شفاعت کے لئے۔ پھر اپنے رب کریم جل جلالہ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر سجدہ کریں گے، ان کا رب تبارک وتعالیٰ ارشاد فرمائے گا: یا محمد ارفع رأسك وقل تسمع وسل تعط واشفع تشفع۔ اے محمد اپنا سر اٹھاؤ اور عرض کرو تمہاری بات سنی جائے گی اور مانگو کہ تمہیں عطا ہوگا اور شفاعت کرو کہ تمہاری شفاعت قبول ہے۔ یہی مقام محمود ہوگا جہاں تمام اولین وآخرین میں حضور کی تعریف وحمد وثنا کا غل پڑجائے گا اور موافق ومخالف سب پر کھل جائے گا، بارگاہ الٰہی میں جو وجاہت ہمارے آقا کی ہے کسی کی نہیں۔ اور ملک عظیم جل جلالہ کے یہاں جو عظمت ہمارے مولیٰ کے لئے ہے کسی کے لئے نہیں۔ والحمد للہ رب العالمین۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۔۱۱/۱۳۴تا۱۳۶)

عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن المقام المحمود د فقال ھو الشفاعۃ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال ہوا مقام محمود کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: شفاعت۔

عن أبی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سئل عنھا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعنی قولہ تعالیٰ "عسیٰ ان یبعثك ربك مقاما محمودا" فقال: ھی الشفاعۃ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آیت کریمہ عسیٰ ان یبعثك الآیہ کی تفسیر معلوم کی گئی تو فرمایا: وہ شفاعت ہے۔

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: ان اللہ عزوجل اتخذ ابراھیم

خليلا، وان صاحبكم صلى الله تعالىٰ عليه وسلم خليل الله واكرم الخلق على الله، ثم قرأ عسىٰ ان يبعثك ربك مقاما محمودا، قال: يقعده على العرش۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک اللہ عزوجل نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کو خلیل بنایا، اور بیشک تمہارے آقا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے خلیل اور تمام خلق سے اس کے نزدیک عزیز و جلیل ہیں۔ پھر یہی آیت تلاوت کر کے فرمایا: اللہ تعالیٰ انہیں روز قیامت عرش پر بٹھائیگا۔

﴿۱۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

امام عبد بن حمید وغیرہ مفسرین حضرت مجاہد تلمیذ رشید حضرت حبر الامہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں راوی۔

يجلسه الله تعالىٰ معه على العرش۔ معالم التنزیل ۳/۵۲۱

اللہ تعالیٰ عرش پر انہیں اپنے ساتھ بٹھائے گا۔

یعنی معیت تشریف و تکریم، کہ وہ جلوس و مجلس سے پاک و متعال ہے امام قسطلانی مواہب لدنیہ میں ناقل، امام علامہ سید الحفاظ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

مجاہد کا یہ قول نہ از روئے نقل مدفوع نہ از جہت نظر ممنوع، اور نقاش نے امام ابوداؤد صاحب سنن سے نقل کیا۔

من انكر هذا القول فهو متهم

جو اس قول سے انکار کرے وہ متہم ہے۔

اسی طرح امام دارقطنی نے اس قول کی تصریح فرمائی اور اس کے بیان میں چند اشعار نظم کئے۔ کما فی نسیم الریاض ۲/۳۴۳ وہ اشعار یہ ہیں۔

حديث الشفاعة عن احمد ☆ الى احمد المصطفى لسندة

وقد جاء الحديث باقعاده ☆ على العرش ايضا ولا نجحده

امروا الحديث على وجهه ☆ ولا تدخلوا فيه ما يفسده

ولا تنكروا انه قاعد ☆ ولا تنكروا انه يقعده

حضور شفیع المذنبین رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے سلسلہ میں حدیث مسند مرفوع مروی ہے۔ نیز حدیث میں یہ بھی مروی ہوا کہ اللہ تعالیٰ عرش اعظم پر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو متمکن فرمائیگا ہم اس کا انکار نہیں کرتے، اس سلسلہ میں حدیث شریف کو اس کے متن وسند کو درست جانو اس میں کسی طرح کا طعن مناسب نہیں نہ اس بات کا انکار کرو کہ حضور عرش بریں پر جلوس فرمائیں گے اور نہ اس بات کا انکار کرو کہ اللہ تعالیٰ انکو اس مقام رفیع پر فائز فرمائیگا۔

درحقیقت یہ امام واحدی پر ان حضرات کا ردو انکار ہے کہ انہوں نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عرش اعظم پر جلوس فرمانے کا نہایت شدومد سے انکار کیا اور محض بطور جزاف اس کو قول فاسد کہہ کر رد کردیا۔ پہلے تو کہا معاملہ بہت سخت ہوگیا ہے۔ پھر بولے: عرش الہی پر جلوس کی بات وہی کہہ سکتا ہے جس کی عقل میں فتور ہو اور دین سے ہاتھ دھو بیٹھا ہو۔ پھر اسی طرح اپنے گمان فاسد کو ثابت کرنے کے لئے بے معنی دلائل دینے کی کوشش کی۔ لیکن علمائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان نے ان کے اقوال کو مردود کہا، جیسا کہ ہماری پیش کردہ تصریحات سے واضح ہے اور مزید تفصیل کے لئے مواہب لدنیہ اور اس کی عظیم وجلیل شرح زرقانی کی طرف رجوع کیجئے۔

امام واحدی کی سب سے بڑی دلیل اس مقام پر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے 'مقاما محمودا' فرمایا: 'مقعدا' نہیں اور مقام موضع قیام کو کہا جاتا ہے نہ کہ موضع قعود کو۔

امام زرقانی نے اس کا جواب یوں دیا۔

مقام کو اسم مکان نہ مانکر مصدر میمی مانا جائے اور یہ مصدر مفعول مطلق کے قائم مقام قرار دیا جائے تو مطلب یوں ہوگا۔ عسی ان یبعثک بعثا محمودا۔

اقول وباللہ التوفیق: عرش اعظم پر جلوس محمدی کی رفعت وبزرگی تواضع کے بعد ہوگی۔ خود حضور فرماتے ہیں:

جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تواضع کی اللہ تعالیٰ اس کو بلند فرمائیگا۔ تو عرش اعظم پر جلوس اس وقت ہوگا جبکہ حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گنہگاران امت کے لئے رب کے حضور قیام کرینگے اور بارگاہ رب العزت سے شفاعت کا پروانہ مل جائیگا تو وہ

مکان مقام محمود ہوگا اور پھر مقعد محمود یعنی عرش الہی پر جلوس۔

اللہ تعالیٰ کے کلام مبارک میں اس طرح کے نظائر کثیر ہیں کہ بعض چیزوں کے ذکر پر اقتصار ہوتا ہے۔ جیسے واقعۂ معراج میں صرف مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کا سفر مذکور ہے اور باقی سے سکوت۔ وغیرہ

نیز احادیث سے ثابت ہے کہ حضور شفیع الامم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رب العزت کے حضور ایک ہفتہ یا دو ہفتہ کی مقدار طویل سجدہ کرینگے پھر سر سجدہ سے اٹھائینگے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے احوال کا نام مقام محمود تو رکھا لیکن مسجد محمود نہ رکھا۔ چنانچہ جب سجود کی نفی نہیں سمجھی گئی تو قعود و جلوس عرش بریں کی نفی کیوں سمجھی جا رہی ہے۔

امام واحدی یہ بھی کہتے ہیں کہ،

مثلا جب یہ کہا جائے کہ بادشاہ نے فلاں شخص کو بھیجا تو اس سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ اس شخص کو قوم کی مشکلات حل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے نہ کہ یہ مفہوم لیا جائے کہ بادشاہ نے اس کو اپنے ساتھ بٹھالیا۔

امام زرقانی فرماتے ہیں: یہ قول و مثال مردود ہے۔ کہ یہ ایک عادی چیز کی مثال انہوں نے دی کیا اس سے تخلف جائز نہیں۔ علاوہ اس کے یہ بھی ہیکہ آخرت کے احوال کو دنیا کے احوال پر قیاس نہیں کیا جاتا۔

اقول وباللہ التوفیق: اللہ تعالیٰ کا حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھیجنا اس لئے ہوگا کہ سب اللہ کے حضور جمع ہوں تا کہ ان کا حساب و کتاب ہو محض کسی قوم کے پاس بھیجنا مراد نہیں۔ تو ممکن کہ بھیجنا واپسی پر جلوس کے لئے ہے نہ کہ محض ارسال و بھیجنا مقصود ہے۔ ساتھ ہی یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ بھیجنا جس طرح جلوس کا غیر ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے حضور قیام کا بھی مغائر ہے۔ تو کیا اس قیل و قال سے مقام محمود کی نفی کے بھی در پے ہو۔ ولکن الھوس یاتی بالعجائب۔

امام زرقانی نے فرمایا:

کہ واحدی کا یہ کہنا کہ عرش اعظم پر جلوس محمدی کا قائل کم عقل اور بے دین ہی ہو سکتا ہے'' محض جزاف واٹکل ہے جو کسی طالب علم کو زیب نہیں دیتی چہ جائیکہ عالم و فاضل۔

جبکہ یہ بات جلیل القدر تابعی حضرت مجاہد سے ثابت ہے، نیز اس کے مثل دو صحابہ کرام حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی مروی ہوا۔

قلت: بلکہ تین صحابۂ کرام سے کہ تیسرے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت آنے والی ہے ۔

یہ سب کچھ لکھنے کے بعد میں نے ایک مرفوع حدیث بھی اس سلسلہ میں دیکھی جسکو امام جلیل حضرت جلال الدین سیوطی نے درمنثور میں امام دیلمی کے حوالہ سے نقل کیا۔

عن عبد الله بن عمر رضی الله تعالی عنهما قال :قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: عسی ان یبعثك ربك مقاما محمودا ، قال : یجلسنی معه علی السریر ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آیت کریمہ عنقریب آپ کا رب آپکو مقام محمود عطا فرمائیگا، کی تفسیر یہ ہے کہ رب تبارک وتعالی مجھے عرش اعظم پر اپنے ساتھ بٹھائیگا۔

مطلب ہم نے پہلے واضح کردیا کہ یہ معیت تشریف وتکریم ہے۔،

ابن تیمیہ نے اس مقام پر سچی بات کہہ دی ہے کہ ثعلبی کے ساتھی واحدی فنون عربیہ میں ان سے آگے تھے لیکن اتباع سلف میں نہایت دور تھے۔ حالانکہ ابن تیمیہ خود بھی سلف کی اتباع میں کوسوں دور رہے اور بہت کچھ مخالفت کی۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اسی کو مانو جو ہم نے امام ابوداود صاحب سنن، امام دار قطنی، اور امام عسقلانی وغیرہم اکابر اہل سنت اور ائمہ دین وملت کے اقوال وارشادات سے ثابت کیا ہیں۔ ہرگز اس طرف توجہ نہ دینا جو اپنے گمان کے مطابق اس کے منکر ہیں جبکہ ان کی حیثیت بھی وہ نہیں جو ان حضرات کی ہے، والحمد للہ رب العالمین۔

﴿۸۴﴾ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ط فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ☆

تم فرماؤ سب اپنے کینڈے پر کام کرتے ہیں تو تمہارا رب خوب جانتا ہے کون زیادہ راہ پر ہے۔

﴿۱۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت میں ہے کہ ہر شخص اپنے ہی طریقہ پر کاربند رہتا ہے، تو جو لوگ مسلمانوں کی دن رات تکفیر کرتے ہیں ان کا بھی اشارۃ اس میں ذکر ہے کہ)

پھر ستم بر ستم یہ کہ وہ ان محرمات کا صرف ارتکاب ہی نہیں کرتے، انہیں حلال ومباحات بلکہ افضل حسنات بلکہ اہم واجبات سمجھتے ہیں۔ ہیہات اگر تاویل کا قدم درمیان نہ ہوتا تو کیا کچھ ان کے بارے میں کہنا نہ تھا، اللہ تعالی نے یہ دین پر استقلال اور کلمہ طیبہ کا ادب وجلال بمنہ و کرمہ ہم اہلسنت ہی کو عطا فرمایا ہے کہ بدمذہبان گمراہ ہماری تکفیر کریں ہم پاس کلمہ سے قدم باہر نہ دھریں، وہ ہر وقت اس فکر میں کہ کسی طرح ہم کو مشرک بنائیں، ہم ہمیشہ اس خیال میں کہ جہاں تک ممکن ہو انہیں مسلمان ہی بتائیں۔ جیسے وہ بھونکی اونٹنی جس کے پیچھے ہری ببولیں رہیں اور ان میں شیر اور آگے صاف میدان پھر آباد شہر، وہ ببولوں کی ہریالی پر مہاریں توڑتی اور پلٹی جاتی ہے کہ خود بھی ہلاک ہو اور سوار کو بھی مہلکہ میں ڈالے، سوار مہمیزیں کرتا تازیانے لگاتا آگے بڑھاتا کہ آپ بھی نجات پائے اور اسے بھی بچالے۔

هو ناقتي خلفي وقدامي الهوى وانى واياها لمختلفان

میری سواری کی خواہش میرے پیچھے ہے اور میری خواہش آگے ہے اور میں اور وہ دونوں مختلف ہیں۔ (فتاوی رضویہ جدید ۶/۶۹۰)

(۱۰۶) وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِیْلًا۔☆

اور قرآن ہم نے جدا جدا کرکے اتارا کہ تم اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھو اور ہم نے اسے بتدریج رہ رہکر اتارا۔

﴿۱۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت کی تفسیر سورۃ فرقان آیت ۳۲ میں ملاحظہ کریں۔۔ مرتب۔۱۲۔

سورۃ الکہف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۵۷﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْۤا اِذًا اَبَدًا ۔☆

ان کی ہنسی بنالی اور اس سے بڑھکر ظالم کون جسے اس کے رب کی آیتیں یاد دلائی جائیں تو وہ ان سے منھ پھیر لے اور اس کے ہاتھ جو آگے بھیج چکے اس بھول جائے ہم نے ان کے دلوں پر غلاف کردیے ہیں کہ قرآن نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں گرانی اور اگر تم انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ تو جب بھی ہرگز کبھی راہ نہ پائیں گے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اسی طرح وعظ علماء کو مکروہ سمجھ کے نہ سننا اور وہاں سے چلا جانا ظلم عظیم ہے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۶/۴۴۶)

﴿۶۵﴾ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَاۤ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۔☆

تو ہمارے بندوں میں ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

سیدنا خضر علیہ السلام جمہور کے نزدیک نبی ہیں اور ان کو خاص طور سے علم غیب عطا ہوا ہے۔

عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال : حدثنی ابی بن کعب رضی

اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال : ان موسی ھو نبی بنی اسرائیل سأل ربہ فقال ای رب ! ان کان فی عبادک احد ھو اعلم منی فادللنی علیہ فقال لہ : نعم فی عبادی من ھو اعلم منک ، ثم نعت لہ مکانہ و اذن لہ فی لقیہ ، فخرج موسی معہ فتاہ و معہ حوت ملیح، و قد قیل لہ اذا حی ھذا الحوت فی مکان فصاحبک ھنالک و قد ادرکت حاجتک ، فخرج موسی و معہ فتاہ ، و معہ ذلک الحوت یحملانہ ، فسار حتی جھدہ السیر ، وانتھی الی الصخرۃ والی ذلک الماء ، ماء الحیاۃ ، ومن شرب منہ خالد، ولا یقاربہ شیٔ میت الا حی ،فلما نزلا ، ومس الحوت الماء حی، فاتخذ سبیلہ فی البحر سربا ، فانطلقا، فلما جاوزا منقلبہ قال : موسی : آتنا غداء نا لقد لقینا من سفرنا ھذا نصبا ، قال الفتی و ذکر، ا رأیت اذ اوینا الی الصخرۃ فانی نسیت الحوت و ما انسانیہ الا الشیطان ان اذکرہ و اتخذ سبیلہ فی البحر عجبا ، قال ابن عباس فظھر موسی علی الصخرۃ حین انتھیا الیھا ، فاذا رجل متلفف فی کساء لہ فسلم موسی فرد علیہ العالم ، ثم قال لہ : و ما جاء بک ؟ ان کان لک فی قومک لشغل ؟ قال لہ موسی : جئتک لتعلمنی مما علمت رشدا ، قال انک لن تستطیع معی صبرا و کان رجلا یعلم علم الغیب قد علّم ذلک ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت موسیٰ پیغمبر بنی اسرائیل نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے عرض کی: اے میرے رب! اگر تیرے بندوں میں مجھ سے زیادہ علم والا کوئی اس وقت ہے تو مجھے اس کی طرف ہدایت فرما، فرمایا: ہاں میرا ایک بندہ ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس جگہ کی نشانی بتائی کہ جاؤ ملاقات کرو، حضرت موسیٰ اپنے ساتھ یوشع بن نون کو لے کر تشریف لے چلے، زادراہ کے لئے ایک مچھلی بھنی ہوئی ساتھ تھی، انہیں یہ نشانی بتائی گئی تھی کہ جہاں یہ مچھلی زندہ ہو جائے وہی تمہاری ملاقات کی جگہ ہے، حضرت موسیٰ کو جب سفر کی تکان محسوس ہوئی تو ایک چٹان اور ندی کے پاس قیام پذیر ہوئے، اس ندی کا پانی آب حیات تھا، کہ جو پی لے ہمیشہ زندہ رہے، اور کسی

مردہ کو مس ہو جائے تو وہ بھی زندہ ہو جائے جب آپ نے وہاں قیام فرمایا اور مچھلی کو پانی مس ہوا تو وہ زندہ ہو گئی اور وہ پانی میں کود گئی پھر سفر شروع ہوا جب وہاں سے گزر گئے تو حضرت موسیٰ نے حضرت یوشع سے فرمایا: ہمیں سفر کی مشقت نے نڈھال کر دیا ہے لاؤ کھانا کھلاؤ، وہ بولے : کیا آپ کو معلوم نہیں کہ جب ہم نے اس چٹان کے پاس قیام کیا تو مچھلی زندہ ہو کر پانی میں کو دگئی تھی اور میں آپ کو بتانا بھول گیا، یہ شیطان کی طرف سے تھا کہ میں یاد نہ رکھ سکا اور آپ کو نہ بتا سکا، حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: پھر حضرت موسیٰ اسی چٹان کے پاس پہونچے تو دیکھا کہ ایک صاحب چادر اوڑھے آرام فرما ہیں، حضرت موسیٰ نے سلام پیش کیا ، انہوں نے اس طرح جواب دیا گویا خوب جانتے ہیں، پھر فرمایا: آپ یہاں کیوں تشریف لائے ہیں؟ آپ کو تو آپ کی قوم میں بہت سے کام ہیں، حضرت موسیٰ نے کہا: میں اس لئے آیا ہوں کہ آپ سے وہ چیزیں حاصل کروں جن کا صحیح صحیح علم آپ کو ملا ہے، فرمایا: میرے ساتھ تم صبر نہیں کر سکو گے ۔بات یہ تھی کہ حضرت خضر کو اللہ تعالیٰ نے علم غیب سکھایا تھا اور وہ غیب کے عالم تھے ۔۱۲م

(فتاوی ۱۲/۲۲)

تفسیر بیضاوی میں اس آیت کے تحت ہے۔" ای مما تختص بنا و لا یعلم بتوقیفنا و ھو علم الغیوب" یعنی اللہ عز وجل فرماتا ہے: وہ علم کہ ہمارے ساتھ خاص ہے اور بے ہمارے بتائے ہوئے معلوم نہیں ہوتا وہ علم غیب ہم نے خضر کو عطا فرمایا ہے

تفسیر ابن جریر میں حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے

"قال انک لن تستطیع معی صبرا و کان رجلا یعلم علم الغیب قد علم ذلک" خضر علیہ الصلوۃ والسلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے، خضر علم غیب جانتے تھے انہیں علم غیب دیا گیا تھا۔

اسی میں ہے، عبد اللہ بن عباس نے فرمایا: خضر علیہ الصلوۃ والسلام نے کہا: لم تحط من علم الغیب بما اعلم "جو علم غیب میں جانتا ہوں آپکا علم اسے محیط نہیں۔

امام قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں:" النبوۃ ھی الاطلاع علی الغیب" نبوت کے معنی ہی یہ ہیں کہ علم غیب جاننا۔

اسی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک "نبی" کے بیان میں فرمایا:" النبوۃ

ماخوذہ من النبأ و ھو الخبر ای ان اللہ تعالی اطلعہ علی غیبہ" حضور کو نبی اس لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالی نے حضور کو اپنے غیب کا علم دیا۔

اسی میں ہے:" قد اشتھر و انتشر امرہ صلی اللہ تعالی علیہ و سلم بین اصحابہ بالاطلاع علی غیب" بے شک صحابہ کرام میں مشہور و معروف تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غیبوں کا علم ہے۔

اسی کی شرح زرقانی میں ہے:"اصحابہ صلی اللہ علیہ و سلم جازمون باطلاعہ علی الغیب صحابہ کرام یقین کے ساتھ حکم لگاتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہے۔

علی قاری شرح بردہ شریف میں فرماتے ہیں:"علمہ صلی اللہ تعالی علیہ و سلم حاوی لفنون العلم "(الی ان قال) و منھا علمہ بالامور الغیبیۃ" رسول اللہ تعالی علیہ و سلم کا علم اقسام علوم کو حاوی ہے، غیبوں کا علم بھی علم حضور کی شاخوں سے ایک شاخ ہے۔

(خالص الاعتقاد ۱۴ تا ۱۵)

(۶۵) فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔☆

تو ہمارے بندوں میں ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا۔

(۶۶) قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا۔☆

اس سے موسیٰ نے کہا کیا میں تمہارے ساتھ رہوں اس شرط پر کہ تم مجھے سکھادو گے نیک بات جو تمہیں تعلیم ہوئی۔

(۶۷) قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا۔☆

کہا آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے۔

(۶۸) وَكَیْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا۔☆

اور اس بات پر کیوں صبر کریں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں۔

(۶۹) قَالَ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَاۤ اَعْصِیْ لَكَ اَمْرًا۔☆

کہا عنقریب اللہ چاہے تو تم مجھے صابر پاؤ گے اور میں تمہارے کسی حکم کے خلاف نہ کرونگا۔

﴿۷۰﴾ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْئَلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰی اُحْدِثَ لَکَ مِنْهُ ذِکْرًا۔

کہا تو اگر آپ میرے ساتھ رہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کو نہ پوچھنا جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں۔

﴿۷۱﴾ فَانْطَلَقَا قف حَتّٰی اِذَا رَکِبَا فِی السَّفِیْنَةِ خَرَقَهَا ط قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ج لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا اِمْرًا۔☆

اب دونوں چلے یہاں تک کہ جب کشتی میں سوار ہوئے اس بندہ نے اسے چیر ڈالا موسیٰ نے کہا کیا تم نے اسے اس لئے چیرا کہ اس کے سواروں کو ڈبا دو بے شک یہ تم نے بری بات کی۔

﴿۷۲﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا۔☆

کہا میں نہ کہتا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے۔

﴿۷۳﴾ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ وَلَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا۔☆

کہا مجھ سے میری بھول پر گرفت نہ کرو اور مجھ پر میرے کام میں مشکل نہ ڈالو۔

﴿۷۴﴾ فَانْطَلَقَا قف حَتّٰی اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ لا قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَکِیَّةً بِغَیْرِ نَفْسٍ ط لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا نُکْرًا۔☆

پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک لڑکا ملا اس بندہ نے اسے قتل کر دیا موسیٰ نے کہا کیا تم نے ایک ستھری جان بے کسی جان کے بدلے قتل کر دی بیشک تم نے بہت بری بات کی۔

﴿۷۵﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّکَ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا۔☆

کہا میں نے آپ سے نہ کہا تھا کہ آپ ہرگز میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے۔

﴿۷۶﴾ قَالَ اِنْ سَاَلْتُکَ عَنْ شَیْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِیْ ج قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّیْ عُذْرًا۔☆

کہا اس کے بعد میں تم سے کچھ پوچھوں تو پھر میرے ساتھ نہ رہنا بے شک میری

طرف سے تمہارا عذر پورا ہو چکا۔

(۷۷) فَانْطَلَقَا حَتّٰی اِذَآ اَتَیَآ اَهْلَ قَرْیَةِ اِسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ یُّضَیِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِیْهَا جِدَارًا یُّرِیْدُ اَنْ یَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَیْهِ اَجْرًا۔☆

پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک گاؤں والوں کے پاس آئے ان دہقانوں سے کھانا مانگا انہوں نے انہیں دعوت دینی قبول نہ کی پھر دونوں نے اس گاؤں میں ایک دیوار پائی کہ گرا چاہتی ہے اس بندہ نے اسے سیدھا کر دیا موسیٰ نے کہا تم چاہتے تو اس پر کچھ مزدوری لے لیتے۔

(۷۸) قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَیْنِیْ وَبَیْنِكَ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِیْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًا۔☆

کہا یہ میری اور آپ کی جدائی ہے اب میں آپ کو ان باتوں کا پھیر بتاؤں گا جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔

(۷۹) اَمَّا السَّفِیْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِیْنَ یَعْمَلُوْنَ فِی الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِیْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ یَّاْخُذُ كُلَّ سَفِیْنَةٍ غَصْبًا۔☆

وہ جو کشتی تھی وہ کچھ محتاجوں کی تھی۔ کہ دریا میں کام کرتے تھے تو میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کر دوں اور ان کے پیچھے ایک بادشاہ تھا کہ ہر ثابت کشتی زبردستی چھین لیتا۔

(۸۰) وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَیْنِ فَخَشِیْنَآ اَنْ یُّرْهِقَهُمَا طُغْیَانًا وَّكُفْرًا۔☆

اور وہ جو لڑکا تھا اس کے ماں باپ مسلمان تھے تو ہمیں ڈر ہوا کہ وہ ان کو سرکشی اور کفر پر چڑھا دے۔

(۸۱) فَاَرَدْنَآ اَنْ یُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَیْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا۔☆

تو ہم نے چاہا کہ ان دونوں کا رب اس سے بہتر ستھرا اور اس سے زیادہ مہربانی میں قریب عطا کرے۔

(۸۲) وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَیْنِ یَتِیْمَیْنِ فِی الْمَدِیْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ

كَنْزَلَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ۚ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا۔☆

رہی وہ دیوار وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا تو آپ کے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہونچیں اور اپنا خزانہ نکالیں آپ کے رب کی رحمت سے اور یہ کچھ میں نے اپنے حکم سے نہ کیا یہ پھیر ہے ان باتوں کا جس پر آپ سے صبر نہ ہوسکا۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کا ذکر اور ان کے علم غیب کو بیان فرمایا ہے تو بلا شبہ یہ اوصاف اولیائے کرام کو بھی حاصل ہوئے، اور ان کے منکر خائب وخاسر لہذا امام احمد رضا قدس سرہ نے فرمایا)

حضرات اولیاء کرام قدست اسرارہم کی شان عظیم میں بعد وضوح حق اس کلمہ ملعونہ (حضرت ابن عربی، مولانا روم و مولانا عبد الرحمٰن جامی علیہم الرحمہ کی تکفیر منجانب غیر مقلدین) کہنے کا جواب جو روز قیامت ملے گا بس ہے۔

وہ حضرات جرأت شعار جسارت دثار جن کا مسلک عامۂ ائمہ وعلمائے کبار کو عیاذا باللہ مشرک بتائے ان سے مدارک دقیقہ حقائق اولیاء تک نہ پہنچنے کی کیا شکایت کی جائے، علاوہ بریں یہ مسئلہ خود اس قابل کہ اس میں ایک رسالہ مستقلہ تصنیف میں آئے اور خدا انصاف دے تو حدیث بخاری: "حتى احببته فكنت سمعه الذى يسمع به وبصره الذى يبصر به ويده التى يبطش بها ورجله التى يمشى بها (الى قوله تعالى) وما ترددت عن شيء انا فاعله ترددى عن قبض نفس المؤمن يكره الموت وانا اكره مساء ته۔

جب میں بندہ کو محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کی سمع (کان) بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ گرفت کرتا ہے۔ اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے۔ میں کسی شئی کے بجالانے میں بھی اس طرح تردد نہیں کرتا جس طرح جان مومن قبض

کرتے وقت تردد کرتا ہوں کہ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کے مکروہ سمجھنے کو برا جانتا ہوں

وحدیث مسلم: "یا ابن آدم مرضت فلم تعدنی ، یا ابن آدم استطعمتک فلم تطعمنی ، یا ابن آدم ! استسقیتک فلم تسقنی، اخرجھما عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ ۔ " اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تھا تو نے میری عیادت نہیں کی، اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا تو نے مجھے کھانا نہیں دیا، اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی طلب کیا تھا تو نے مجھے پانی نہیں دیا، ان دونوں کو بخاری ومسلم نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے۔

وحدیث مشہور:"قم الی امش الیک وامش الی اھرول الیک ۔ اخرجه احمد عن رجل من الصحابة والبخاری بمعناہ عن انس وعن ابی ھریرۃ والطبرانی فی الکبیر عن سلمان رضی اللہ تعالی عنھم ۔

اے بندے! تو میری طرف اٹھ میں تیری طرف چل پڑوں گا، تو میری طرف چل میں تیری طرف دوڑ پڑوں گا۔ اس کو امام احمد نے ایک صحابی سے اور امام بخاری نے معناً اسے حضرت انس اور حضرت ابو ہریرہ سے اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت سلمان رضی اللہ تعالی عنھم سے روایت کیا ہے۔

وحدیث:۔ واذا احب اللہ عبدا لم یضرہ ذنب ، اخرجه الدیلمی والامام الاجل القشیری عن انس رضی اللہ تعالی عنه ۔

جب اللہ تعالی کسی بندے کو محبوب بنالیتا ہے تو اسے کوئی گناہ ضرر نہیں دیتا۔ اسے دیلمی اور امام اجل قشیری نے حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے۔

وحدیث:۔ الدنیا والآخرۃ حرام علی اھل اللہ ،اخرجه فی مسند الفردوس عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنھما۔" دنیا وآخرت اہل اللہ پر حرام ہیں۔ اسے مسند الفردوس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کیا ہے۔

وحدیث:۔ انزل القرآن علی سبعة احرف ، لکل حرف منھا ظھر وبطن ولکل حرف حد ولکل حد مطلع ۔ اخرجه الطبرانی فی اکبر معاجیمه عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنه ۔

قرآن سات حروف (لغتوں) پر نازل ہوا، ہر حرف کے لئے ظاہر اور باطن ہے، ہر حرف کے لئے ایک حد (انتہائے معنی) ہے اور ہر حد کے لئے ظاہر اور باطن سے اطلاع کا مقام ہے۔ اس کو امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ سے روایت کیا ہے۔

وحدیث:۔ "قوله عزوجل اعطیهم من حلمی وعلمی، اخرجه احمد والطبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرك والبیهقی فی شعب الایمان باسناد صحیح عن ابی الدرداء رضی الله تعالیٰ عنه۔

اللہ عزوجل کا فرمان ہے: میں انھیں اپنا حلم و علم عطا کرتا ہوں۔ اس کو احمد و طبرانی نے کبیر میں، حاکم نے مستدرک اور بیہقی نے شعب الایمان میں صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

وحدیث:۔ "من زهد فی الدنیا علمه الله بلا تعلم وهداه بلا هدایة وجعله بصیرا وکشف عنه العمی۔ اخرجه ابونعیم فی حلیة الاولیاء عن سید الاولیاء امیر المؤمنین علی کرم الله تعالیٰ وجهه۔

جو دنیا سے محفوظ رہا اسے اللہ تعالیٰ حصول علم اور بغیر حصول ہدایت دیتا ہے، اسے صاحب بصیرت بناتا ہے اور اس سے گمراہی اور تاریکی کو دور کر دیتا ہے۔ اسے امام ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں سید الاولیاء امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کیا ہے۔

وحدیث:۔ دع عنك قول معاذ فان الله یباهی الملئكة قاله لرجل قال له معاذ بن جبل رضی الله تعالیٰ عنه تعال حتی نؤمن ساعة فشكاه الرجل الی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، وقال او ما نحن بمؤمنین فقال له رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ذلك۔ اخرجه سیدی محمد بن علی الترمذی عن معاذ رضی الله تعالیٰ عنه۔

قول معاذ کو چھوڑو (یعنی قول معاذ کو برا نہ جانو) کیونکہ اللہ تعالیٰ ملائکہ میں اس کے ساتھ فخر فرماتا ہے۔ یہ بات آپ نے اس شخص سے فرمائی جسے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تھا: کہ آؤ ہم ایک گھڑی ایمان لائیں، اس شخص نے حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں

شکایت کرتے ہوئے عرض کیا: کیا ہم اہل ایمان نہیں؟ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مذکورہ جملہ فرمایا تھا۔ اس کو سیدی محمد بن علی ترمذی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے۔

وحدیث:۔"کان عبد اللہ بن رواحۃ رضی اللہ تعالی عنہ اذا لقی الرجل من اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول تعال نومن بربنا ساعۃ فقال ذات یوم لرجل فغضب الرجل فجاء الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال: یا رسول اللہ! الا تری الی بن رواحۃ یرغب عن ایمانک الی ایمان ساعۃ فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یرحم اللہ ابن رواحۃ انہ یحب المجالس التی تباھی الملئکۃ علیھم السلام ۔ رواہ احمد بسند حسن عن انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ ۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالی عنہ کا معمول تھا، جب بھی کسی صحابی رسول سے ملاقات ہوتی تو کہتے آؤ ہم اپنے رب کے ساتھ ایک گھڑی ایمان لائیں، ایک دن آپ نے ایک شخص سے کہا تو وہ ناراض ہوگیا اور بارگاہ نبی میں حاضر ہوکر عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے عبداللہ بن رواحہ کے بارے میں نہیں سنا، وہ تو آپ پر ایمان لانے کے بجائے ایک گھڑی ایمان کی طرف رغبت دلاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عبداللہ بن رواحہ پر اللہ تعالی رحم فرمائے، وہ ایسی مجالس کو پسند کرتا ہے جس پر ملائکہ بھی فخر کرتے ہیں۔ اسے امام احمد نے سند حسن کے ساتھ انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے۔

وحدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ:۔"حفظت عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعائین فاما احدھما فبثثتہ واما الآخر فلو بثثتہ قطع ھذا البلعوم ۔ اخرجہ البخاری ۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے علم کے دو برتن حاصل کیے ہیں، ایک کو بیان کرتا ہوں اگر دوسرا کروں تو میرا یہ گلا کاٹ دیا جائے گا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

(جدید ۶/۶۴۹ تا ۶۵۴)

سورۃ مریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۱۹﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ ۖ لِاَهَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا۔☆

بولا میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں۔

﴿۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اللہ اللہ، اب تو جبریل بیٹا دے رہے ہیں، بھلا نجدیہ کے یہاں اس سے بڑھ کر اور کیا شرک ہوگا، " ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ، وہابیہ تو اس کو روتے تھے کہ محمد بخش ،احمد بخش نام رکھنا شرک ہے۔ یہاں قرآن عظیم سیدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کو جبریل بخش بتا رہا ہے" وللہ الحجۃ السامیۃ۔

(الامن والعلی۔۸۷)

﴿۲۰﴾ قَالَتْ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَکُ بَغِیًّا۔☆

بولی میرے لڑکا کہاں سے ہوگا مجھے تو کسی آدمی نے ہاتھ نہ لگایا نہ میں بدکار ہوں۔

﴿۲۱﴾ قَالَ کَذٰلِکِ ۚ قَالَ رَبُّکِ هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗۤ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَکَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا۔☆

کہا یونہی ہے تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ مجھے آسان ہے اور اس لئے کہ ہم اسے لوگوں کے واسطے نشانی کریں اور اپنی طرف سے ایک رحمت اور یہ کام ٹھہر چکا ہے۔

﴿۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مسیح رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کے مشہور اوصاف جلیلہ اور وہ کہ قرآن عظیم نے بیان کیے یہ تھے کہ اللہ عزوجل نے ان کو بے باپ کے کنواری بتول کے پیٹ سے پیدا کیا نشانی سارے جہان کے لئے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱۵/ ٦١٥)

رسیدنا عیسی کلمۃ اللہ علی نبینا علیہ الصلوۃ والتسلیم کی ولادت کے بعد بھی حضرت بتول طیبہ طاہرہ سیدتنا بکر تھیں، بکر ہی رہیں، اور بکر ہی اٹھیں گی، اور بکر ہی جنت النعیم میں داخل ہوں گی یہاں تک کہ حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نکاح اقدس سے مشرف ہو نگی، ان کی شان کریم۔"لم یمسسنی بشر ولم اك بغیا "نہ مجھے کسی نے ہاتھ لگایا اور نہ میں بدکار ہوں۔

ظاہر ہے کہ بعد ولادت بھی صادق ہے۔اور یہی معنی بکریت ہے۔رہا بکارت بمعنی پردہ عزرق کا زوال،

اولا: اس ولادت معجزہ نما میں ہونا کیا ضرور، اور اس کا کہاں ثبوت۔جو بے باپ کے پیدا کرسکتا ہے بے زوال بکارت ولادت دینے پر بھی قادر ہے۔بکر کے لئے بھی منفذ ہوتا ہے جس سے خون آتا ہے۔اور بالفرض اس کا زوال ہو بھی تو وہ منافی بکریت نہیں، بہت ابکار کا یہ پردہ کسی صدمہ یا خون حیض کی حدمت وغیرہ سے جاتا رہتا ہے، مگر وہ بکر سے ثیب، نارسیدہ سے شوہر دیدہ نہیں ہوجاتیں بلکہ حقیقۃ بھی بکر ہوتی ہیں اور حکم شرع میں بھی بکر ہی رہتی ہیں۔ان کا نکاح ابکار کی طرح ہوتا ہے اور وہ ابکار کے لئے وصیت میں داخل ہوتی ہیں

تنویر الابصار میں ہے: "من زالت بکارتها بوثبة او ورود حیض او جراحة او کبر بکر حقیقة" جس کا پردہ بکارت کودنے، حیض آنے، یا زخم یا زیادتی عمر کی وجہ سے زائل ہوا وہ عورت حقیقۃ باکرہ ہے۔

فتاوی ظہیریہ اور رد المحتار میں ہے:

البکر اسم الامرأة لم تجامع بنکاح ولا غیره۔" باکرہ اس عورت کو کہتے ہیں جس سے بلا نکاح یا بہ نکاح صحبت نہ کی گئی ہو

بحر و شامی میں ہے:

حاصل کلامهم ان الزائل فی هذه المسائل العذرة ای الجلدة التی علی المحل لا البکارة فکانت بکرا حقیقة وحکما ولذا تدخل فی الا بکار بنی فلان

ان کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ ان مسائل میں عذرۃ زائل ہوئی ہے یعنی وہ جھلی جو شرم

گاہ میں ہوتی ہے۔ تو عورت ان صورتوں میں حقیقۃ اور حکما ہر طرح باکرہ ہوتی ہے۔ اسلئے اگر کسی نے بنی فلاں کی باکرہ عورتوں کے لئے وصیت کی تو یہ بھی ان میں داخل ہوگی۔ واللہ تعالی اعلم۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۳۶/۱۲۔۳۷)

(۳۱) وَجَعَلَنِي مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ص وَاَوْصٰنِي بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا۔☆

اور اس نے مجھے مبارک کیا میں کہیں ہوں اور مجھے نماز وزکوۃ کی تاکید فرمائی جب تک جیوں۔

﴿۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

نمازیں تمام انبیاء پر اور ہر دین الہی میں فرض تھیں۔ اللہ عزوجل نے اپنے بندے عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ قول بیان فرمایا۔

اور حدیث میں حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام سے مروی ہے: کہ اس دین میں کوئی خیر نہیں جس میں نماز نہ ہو۔ اور پہلے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے اوقات نماز وہی تھے جو ہمارے ہیں۔ کیونکہ حضرت جبریل نے کہا: یہ وقت ہے آپ کا اور آپ سے پہلے انبیاء کا۔

(فتاوی رضویہ جدید ۵/۵۰)

(۳۵) مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَهٗ ط اِذَا قَضٰى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔☆

اللہ کو لائق نہیں کہ کسی کو اپنا بچہ ٹھہرائے پاکی ہے اس کو جب کسی کام کا حکم فرماتا ہے تو یونہی کہ اس سے فرماتا ہے ہو جا وہ فورا ہو جاتا ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت باری تعالی کے لئے بچہ کے محال ہونے کا بیان ہے، کہ یہ اس کے حق میں عیب ہے تو کذب بھی اسی قبیل سے ہوگا)

بعض تمسکات معتزلہ کے رد میں امام رازی فرماتے ہیں:

اجاب اصحابنا بان الکذب محال علی اللہ تعالی"

اہلسنت نے جواب دیا کہ کذب الہی محال ہے۔

علامہ سعد تفتازانی شرح مقاصد میں انہیں امام ہمام سے ناقل:"

صدق کلامہ تعالی لما کان عندنا ازلیا امتنع کذبہ لان ما ثبت قدمہ امتنع عدمہ"

کلام خدا کا صدق جب کہ ہم اہلسنت کے نزدیک ازلی ہے تو اس کا کذب محال ہوا کہ جس چیز کا قدم ثابت ہے اس کا عدم محال ہے۔

(فتاوی رضویہ جدید۔۱۵/۳۲۷)

(۵۷) وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا۔☆

اور ہم نے اسے بلند مکان پر اٹھالیا۔

﴿۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حضرت ادریس علیہ السلام کے واقعہ میں علماء کو اختلاف ہے۔ اتنا تو ایمان ہے کہ آپ آسمان پر تشریف فرما ہیں۔ یہ آیت اس کا واضح ثبوت ہے۔ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ بعد موت آپ آسمان پر تشریف لے گئے۔ ایک روایت میں یہ ہے، ایک بار آپ دھوپ کی شدت میں تشریف لیے جارہے تھے، دوپہر کا وقت تھا آپ کو سخت تکلیف ہوئی، خیال فرمایا کہ جو فرشتہ آفتاب پر موکل ہے اس کو کس قدر تکلیف ہوتی ہوگی، عرض کی: اے اللہ اس فرشتہ پر تخفیف فرما، فورا دعا قبول ہوئی اور اس پر تخفیف ہوگئی، اس فرشتہ نے عرض کیا: یا اللہ مجھ پر تخفیف کس طرف سے آئی؟ ارشاد ہوا میرے بندے ادریس نے تیری تخفیف کے واسطے دعا کی، میں نے اس کی دعا قبول کی، عرض کی مجھے اجازت دے کہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوں، اجازت ملنے پر حاضر ہوا، تمام واقعہ بیان کیا اور عرض کیا: کہ حضرت کا کوئی مطلب ہو تو ارشاد فرمائیں، فرمایا: ایک مرتبہ جنت میں لے چلو، عرض کی: یہ تو میرے قبضہ سے باہر ہے، لیکن عزرائیل ملک الموت سے میرا دوستانہ ہے ان کو لاتا ہوں، شاید کوئی تدبیر چل جائے۔ غرض عزرائیل علیہ السلام آئے، آپ نے ان سے فرمایا: انہوں نے عرض کیا کہ حضور بغیر موت کے تو جنت میں جانا نہیں ہوسکتا، فرمایا: روح قبض کرلو، انہوں نے بحکم خدا ایک آن کے لئے روح قبض کی اور فورا جسم میں ڈال دی، آپ نے فرمایا: مجھ کو جنت اور دوزخ کی سیر کراؤ، حضرت عزرائیل علیہ السلام دوزخ پر لائے، طبقات جہنم کھلوائے، آپ دیکھتے ہی بے ہوش ہو کر گر پڑے، عزرائیل علیہ السلام وہاں سے

لے آئے، جب ہوش ہوا تو عرض کیا: یہ تکلیف آپ نے اپنے ہاتھوں سے اٹھائی، پھر جنت میں لے گئے، وہاں کی سیر کرنے کے بعد عزرائیل علیہ السلام نے چلنے کے واسطے عرض کیا: آپ نے التفات نہ فرمایا، پھر دوبارہ عرض کیا آپ نے جواب نہ دیا، جب پھر انھوں نے عرض کیا: تو فرمایا: اب چلنا کیسا، جنت میں آکر بھی کوئی واپس جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو ان دونوں میں فیصلہ کرنے کے واسطے بھیجا، اس نے آکر پہلے حضرت عزرائیل علیہ السلام سے سارا واقعہ سنا پھر آپ سے دریافت کیا کہ آپ کیوں نہیں تشریف لے جاتے؟ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "کل نفس ذائقة الموت" اور میں موت کا مزہ چکھ چکا ہوں اور فرماتا ہے۔"وان منکم الا واردها" تم میں سے ہر ایک جہنم کی سیر کرے گا اور میں جہنم کی بھی سیر کر آیا اور فرماتا ہے:"وما هم منها بخارجين" اور وہ لوگ جنت سے کبھی نہیں نکلیں گے۔ اب میں جنت میں آگیا ہوں کیوں جاؤں، حکم ہوا میرا بندہ ادریس سچا ہے اس کو چھوڑ دو۔

(الملفوظ ۴/ ۴۶ تا ۴۷)

(۵۹) فَخَلَفَ مِنۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۔☆

تو ان کے بعد ان کی جگہ وہ ناخلف آئے جنہوں نے نمازیں گنوائیں اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے تو ان قریب وہ دوزخ میں غی کا جنگل پائیں گے۔

﴿۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "اخروها عن مواقيتها وصلوها لغير وقتها" (یہ لوگ جن کی مذمت اس آیہ کریمہ میں فرمائی گئی وہ ہیں جو نمازوں کو ان کے وقت سے ہٹاتے اور غیر وقت پر پڑھتے ہیں)

"ذكره الامام البدر في عمدة القاری باب تضييع الصلوة عن وقتها والامام البغوی فی المعالم۔"

افضل التابعین سیدنا سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:" هو ان لا تصلى الظهر حتى ائى العصر" (نماز کا ضائع کرنا یہ ہے کہ ظہر نہ پڑھی یہاں تک کہ عصر کا

وقت آگیا) "اثرہ محی السنة ۔

تفسیر انوار التنزیل میں ہے:"اضاعوا الصلوۃ ترکوھا اواخروھا عن وقتھا ۔

(فتاوی رضویہ جدید ۵/۲۷۳)

(۸۷) لَا یَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۔☆

لوگ شفاعت کے مالک نہیں مگر وہی جنھوں نے رحمٰن کے پاس قرار رکھا ہے ۔

﴿۱۰﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت میں مولی تعالی اپنے محبوبوں کو شفاعت کا مالک بناتا ہے، اور عہد و پیان مقرر ہو جانے نے تقویت الایمان کی اس بدلگامی کا بھی منہ سی دیا کہ، شفاعت میں کس کی خصوصیت نہیں جسے چاہے گا کھڑا کرائے گا ۔

(الامن والعلی ۸۴)

سورۃ طٰہٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۵) اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی۔☆

وہ بڑی مہر والا اس نے عرش پر استواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(یہ آیات متشابہات سے ہے) اور آیات متشابہات میں اہل سنت حفظہم اللہ تعالی کے دو مسلک ہیں۔

اول تفویض، کہ ہم ان کے معنی کچھ نہیں جانتے، اللہ ورسول جانتے ہیں، جل جلالہ وصلی اللہ تعالی علیہ وسلم، جو معنی مراد الہی ہیں ہم ان پر ایمان لائے۔

امنا کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب۔ یہی مسلک سلف ہے اور یہی صحیح و معتمد۔ اس تقدیر پر تو نہ احاطہ ذاتی کہا جائے نہ صفاتی کہا جائے، معنی سے کچھ بحث ہی نہ کی جائے، حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے "الرحمن علی العرش استویٰ" کے معنی معلوم کئے گئے تو فرمایا: الاستوی معلوم والکیف مجھول والایمان بہ واجب والسوال عنہ بدعۃ۔ یہی جواب سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا۔ یہی مسلک ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سائر ائمہ سلف کا ہے۔ ہاں ہم ایمان لائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جسم و جہت و مکان سے پاک و منزہ ہے، کسی مکان میں نہیں ہوسکتا، کسی جگہ نہیں ہوسکتا، کسی طرف نہیں ہوسکتا، جگہ اور طرف سب اس کے بنائے ہوئے ہیں اور حادث ہیں اور وہ قدیم ازلی، ازل میں کسی جگہ کسی طرف نہ تھا کہ جگہ اور طرف تھے ہی نہیں تو اب کسی جگہ اور طرف میں نہیں، جیسا تھا ویسا ہی اب ہے، جگہ اور طرف کو بنا کر بدل نہ گیا، جگہ اور طرف بدلیں گے اور وہ بدلنے سے پاک ہے۔

دوم تاویل کہ ایسی آیات کو حسب محاورہ معنی جائز پر حمل کریں جس سے نہ چین لینے والی

طبیعتوں کو تسکین ہو اور ایمان سلامت رہے، یہ مسلک خلف کا ہے، اور اس طور پر احاطہ صفاتی مراد لیں گے۔ علم وقدرت الٰہی ہر شے کو محیط ہونے کے بھی یہ معنی نہیں کہ اس کے علم وقدرت متمکن ہیں، جگہ یا ظرف میں ہونا جسم وجسمانیت کی شان ہے اور وہ اور اس کے صفات ان سے متعالٰی، بلکہ احاطہ علم کے معنی یہ ہیں کہ ہر شے واجب یا ممکن یا ممتنع معدوم یا موجود حادث یا قدیم اسے معلوم ہے، احاطہ قدرت کے معنی یہ ہیں کہ ہر ممکن پر اسے قدرت ہے، اس سے صفات کا ذات سے بڑھ جانا نہ کہے گا مگر مجنون، عمرو کا کہنا کہ کوئی مکان کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں ذات خدا موجود نہ ہو کلمہ کفر ہے کہ اس کی ذات کے لئے جگہ ثابت کرتا ہے، واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۶۱۹)

(۵۵) مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى.☆

ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا اور اسی میں تمہیں پھر لے جائیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت میں انسان کی مٹی سے پیدائش کا بیان ہے اور اس کی وضاحت ان احادیث میں ہے)

عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم : مامن مولود الا وقدر عليه من تراب حفرته ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا جس پر اس کی قبر کی مٹی نہ چھڑکی گئی ہو۔

عن عبدالله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم : مامن مولود الا وفی سرته من تربته التی خلق منها حتی يدفن فيها، وانا وابوبكر وعمر خلقنا من تربة واحدة فيها ندفن ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر بچہ کی ناف میں اس مٹی کا حصہ ہوتا ہے جس سے وہ بنایا گیا یہانتک کہ اسی میں دفن کیا جائے، اور میں اور ابوبکر وعمر ایک مٹی سے بنے اس میں دفن ہونگے۔

فتاوی افریقہ ۱۰۰

عن عطاء الخراسانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: ان الملک ینطلق فیأخذ من تراب المکان الذی یدفن فیہ ،فیذرہ علی النطفة فیخلق من التراب و من النطفة ، وذلک قولہ تعالیٰ : منھا خلقنا کم وفیھا نعید کم و منھا نخرجکم تارة اخری ۔

حضرت امام عطا خراسانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرشتہ جا کر اس کے مدفن کی مٹی لاکر اس نطفہ پر چھڑکتا ہے،تو آدمی اس مٹی اور اس بوند سے بنتا ہے،اور یہ ہے مولی تعالیٰ کا وہ ارشاد کہ۔ ہم نے تمہیں زمین ہی سے بنایا،اور اسی میں پھر تمہیں لیجائینگے ،اور اسی سے پھر ہم تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔ فتاوی افریقہ ۱۰۰

عن عبادة بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : ان اول ماخلق اللہ القلم ،قال لہ : اکتب ،قال: یارب ! وما اکتب ؟ قال : اکتب مقادیر کل شیٔ ماکان وماھو کائن الی الابد۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم پیدا فرما کر اس سے فرمایا: لکھ،اس نے عرض کی: اے رب ! کیا لکھوں؟ فرمایا: ہر چیز کی تقدیر،اور جو کچھ ہوا اور ابد تک ہوگا سب کچھ لکھ۔

(مالی الجیب ٦)

امام ترمذی عارف نوادر الاصول میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے کہ فرشتہ جو رحم زن پر موکل ہے جب نطفہ رحم میں قرار پاتا ہے اسے رحم سے لیکر اپنی ہتھیلی پر رکھ کر عرض کرتا ہے: اے میرے رب! بنے گا یا نہیں، اگر فرماتا ہے نہیں تو اس میں روح نہیں پڑتی اور خون ہو کر رحم سے نکل جاتا ہے، اور اگر فرماتا ہے: ہاں، تو عرض کرتا ہے: اے میرے رب! اس کا رزق کیا ہے؟ زمین میں کہاں کہاں چلے گا؟ کیا عمر ہے؟ کیا کیا کام کرے گا؟ ارشاد ہوتا ہے لوح محفوظ میں دیکھ کہ تو اس میں اس نطفے کا سب حال پائے گا۔

ویأخذ التراب الذی یدفن فی بقعتہ وتعجن بہ نطفتہ فذلک قولہ تعالی منھا خلقنکم وفیھا نعیدکم و منھا نخرجکم تارة اُخری " فرشتہ وہاں کی مٹی لیتا ہے جہاں اسے دفن ہونا ہے، اسے نطفے میں ملا کر گوندھتا ہے، یہ ہے مولی تعالی کا وہ ارشاد کہ زمین

ہی سے ہم نے تمہیں بنایا اور اسی میں ہم تمہیں پھر لے جائیں گے اور اسی سے دوبارہ تمہیں نکالیں گے۔

عبد بن حمید و ابن المنذر عطاء خراسانی سے راوی: "ان الملك ينطلق فيأخذ من تراب ومن النطفة وذلك قوله تعالى منها خلقنكم وفيها نعيدكم" کہ فرشتہ جاکر اس کے مدفن کی مٹی لاکر اس کو نطفے پر چھڑکتا ہے تو آدمی اس مٹی اور اس بوند سے بنتا ہے اور یہ ہے مولی تعالی کا وہ ارشاد کہ ہم نے تم کو زمین ہی سے بنایا اور اسی میں تمہیں پھر لے جائیں گے
دینوری نے کتاب المجالسہ میں ہلال بن یساف سے نقل کی "مامن مولود یولد الا وفی سرته من تربة الارض التی یموت" کوئی بچہ پیدا نہیں ہوتا جس کی ناف میں وہاں کی مٹی نہ ہو جہاں مرے گا۔

اقول: یہ اگر ثابت ہو تو حاصل یہ ہوگا کہ قبر کی مٹی سے نطفہ گوندھا جاتا ہے اور جب پتلا بنتا ہے تو جہاں مرے گا اس جگہ کی کچھ مٹی ناف کی جگہ رکھی جاتی ہے، مگر حدیث مرفوع میں گزرا کہ ناف میں اسی مٹی کا حصہ ہوتا ہے جہاں دفن ہوگا تو ظاہرا اس روایت میں موت سے دفن مراد ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔ زید جاہل ہے اور اس پر بدعقل یا بدعقیدہ ہے اور اس پر بے باک۔ اجالی اندھیری میں تمام جہان کے کام ملائکہ ہی کرتے ہیں، وہ اس روشنی کے کیا محتاج ہیں۔ رحم میں جب نطفہ قرار پاتا ہے اور رحم کا منھ بند ہو جاتا ہے کہ اس میں سلائی نہیں جاسکتی اس وقت بچہ کا پتلا کون بناتا ہے؟ یہ باریک باریک رگیں اور مسام اور رونگٹے اس میں کون رکھتا ہے؟ سارا کام بحکم الہی فرشتہ ہی کرتا ہے جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احادیث میں ارشاد فرمایا کہ جن کو ہم نے اپنی کتاب مستطاب الامن والعلی میں ذکر کیا ہے۔ اندھیری رات میں کہ ہاتھ سے ہاتھ نہ سوجھے ہزار آدمی کے بیچ سے ایک ہی روح نکلتی ہے۔ وہ کون نکالتا ہے فرشتہ ہی نکالتا ہے۔ "قل يتوفكم ملك الموت الذی وكل بكم" استقرار نطفے کا وقت تمہیں معلوم نہیں یا فرشتہ کو بھی معلوم نہیں۔

(فتاوی افریقہ ۱۰۰ تا ۱۰۱)

(۱۰۸) يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا۔☆

اس دن پکارنے والے کے پیچھے دوڑیں گے اس میں کجی نہ ہوگی اور سب آوازیں رحمٰن کے حضور پست ہوکر رہ جائیں گی تو تو نہ سنے گا مگر بہت آہستہ آواز۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(وخشعت الاصوات للرحمٰن فلاتسمع الا همسًا۔ سے استدلال فرمایا کہ اللہ کے حضور آوازیں پست ہوں گی تو) مسجد اللہ تبارک وتعالی کا دربار عالی ہے۔ واللہ العظیم اگر آدمی مسجد کی حاضری وقت قیامت میں ہی رب العالمین کے حضور اپنا کھڑا ہونا یاد کرے اور مقام کی عظمت یاد کر کے سوچے کہ کہاں اور کس واسطے کھڑا ہے تو اجازت یافتہ انسانوں کے علاوہ (یعنی قاری اور خطیب) کسی کی آواز نہ نکلے۔ پس اصل حکم یہی ہوا کہ مسجد میں اجازت یافتہ لوگوں کے سوا کسی کی سرگوشی کے علاوہ کچھ نہ سنا جاسکے۔ اسی لئے احادیث کریمہ میں مسجد میں آواز بلند کرنے کی ممانعت آئی۔

(شمائم العنبر ۲۵۵)

عن واثلة بن الأسقع رضي الله تعالىٰ عنه قال: ان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: جَنِّبُوا مَسَاجِدَكُمْ صِبْيَانَكُمْ وَمَجَانِيْنَكُمْ وَشِرَآئَكُمْ وَبَيْعَكُمْ وَخُصُوْمَاتِكُمْ وَرَفْعَ أَصْوَاتِكُمْ۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنی مسجدوں کو بچاؤ اپنے ناسمجھ بچوں اور مجنونوں کے جانے اور خرید وفرخت اور جھگڑوں اور آواز بلند کرنے سے۔ فتاوی رضویہ ۶/۴۰۴

عن عبيد الله بن حفص رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: مَنْ أَجَابَ دَاعِيَ اللّٰهِ وَأَحْسَنَ عِمَارَةَ مَسَاجِدِ اللّٰهِ كَانَتْ تُحْفَتُهُ بِذٰلِكَ مِنَ اللّٰهِ الْجَنَّةَ، قيل: يا رسول الله! ما احسن عمارة مساجدالله قال: لَا يُرْفَعُ فِيهَا صَوْتٌ وَلَا يُتَكَلَّمُ فِيهَا بِالرَّفَثِ۔

شمائم العنبر ۱۹

حضرت عبید اللہ بن حفص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ عزوجل کے داعی کی آواز پر لبیک کہا اور اللہ تعالیٰ کی مسجدیں اچھے طور پر تعمیر کیں تو اس کے عوض اللہ تعالیٰ کے یہاں جنت ہے۔ عرض کیا گیا: یارسول

اللہ! مسجدوں کی اچھی طرح تعمیر کیا ہے۔فرمایا: اس میں آواز بلند نہ کرنا اور کوئی بیہودہ بات زبان سے نہ نکالنا۔۱۲م

عن سعید بن ابراھیم عن ابیه رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال : سمع عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنه صوت رجل فی المسجد فقال :اتدری این انت ؟تدری این انت ؟ کره الصوت ۔　　شمائم العنبر ۱۹

حضرت سعید بن ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کی بلند آواز مسجد میں سنی تو ارشاد فرمایا: تو جانتا ہے کہ کہاں ہے؟ تو جانتا ہے کہ کہاں ہے۔یعنی بلند آواز کو مسجد میں ناپسند فرمایا۔

اس حدیث کو ائمہ نے قبول کیا۔اور فقہاء نے یہاں تک تصریح فرمائی کہ مسجد میں بلند آواز سے ذکر کرنا بھی مکروہ ہے۔ ہاں اہل فقہ کی دینی بات چیت کا استثناء ہے۔ ایسا ہی درمختار وغیرہ کتب فقہ میں مرقوم ہے۔

تو جب ذکر الٰہی کا یہ حال ہے۔تو اذان جو خالص ذکر بھی نہیں۔ کیونکہ اس میں حیعلتین تو نماز کا بلاوا ہے۔

امام عینی کی بنایہ شرح ہدایہ میں ہے: "فان قلت الاذان ذکر فکیف تقول انه شبه الذکر وشبه غیره قلت هو لیس بذکر خالص علی ما لا یخفی انما اطلق اسم الذکر علیه باعتبار ان اکثر الفاظه ذکر " اگر یہ شبہہ ہو کہ اذان تو ذکر ہے اس کو ذکر کے مشابہ قرار دینا صحیح نہیں۔ کیونکہ مشبہ اور مشبہ بہ میں مغایرت ہوتی ہے۔تو جواب یہ ہے کہ اذان ذکر خالص نہیں۔ہاں اس کے بیشتر الفاظ ضرور ذکر ہیں۔اسی کا لحاظ کر کے اسکو ذکر کہا جاتا ہے۔

کنز کے قول: کلمہ شہادت کے وقت قبلہ کا استقبال اور صلاۃ وفلاح کے وقت دائیں بائیں مڑیں، کی تشریح میں بحر الرائق نے محیط سے نقل کیا: " لانه حالة الذکر والثناء علی اللہ تعالیٰ والشهادۃ له بالوحدانیة ولنبیه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم بالرسالة فالاحسن ان یکون مستقبلا فاما الصلوۃ والفلاح دعاء الی الصلاۃ واحسن احوال الداعی بان یقبل علی المدعوین" اذان میں کلمہ شہادت تین حالت میں ذکر ہے

کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی ہے اور اس وقت استقبال قبلہ ہی مناسب ہے۔ اور صلاۃ وفلاح میں نماز کی طرف بلانا ہے۔ تو اس وقت یہی اچھا ہے کہ بلانے والا بلائے ہوؤں کی طرف متوجہ ہو۔ پس جب صورت حال یہ ہے اور شریعت مقدسہ میں مسجد کے اندر اذان دینے کا ثبوت نہیں۔ تو اذان مسجد ممنوع ہوگی، ہمارا یہ ہی کہنا ہے۔ (شمائم العنبر ۲۵۷۔ ۲۵۸)

﴿۱۲۶﴾ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ج وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى۔☆

فرمائے گا یونہی تیرے پاس ہماری آیتیں آئی تھیں۔ تو نے انہیں بھلا دیا اور ایسے ہی آج تیری کوئی خبر نہ لے گا۔

﴿۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

جو حسب طاقت دین کی مدد نہ کرے گا اور شعائر اسلام کو نقصان پہنچے دیگا روز قیامت سخت باز پرس میں پکڑا جائے گا۔ اور اس کی جزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کی شدید حاجت کے وقت اسے بے یار و مددگار چھوڑے جیسا اس نے دین کی مدد سے منھ موڑا۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۸/ ۴۵۸)

﴿۱۳۰﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ج وَمِنْ اٰنَاۤءِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى۔☆

تو ان کی باتوں پر صبر کرو اور اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے، اور رات کی گھڑیوں میں اس کی پاکی بولو اور دن کے کناروں پر اس امید پر کہ تم راضی ہو۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معراج سے پہلے نماز یقیناً پڑھتے تھے اور اسی طرح آپ کے اصحاب بھی۔ لیکن اس میں اختلاف ہے کہ پانچ نمازیں فرض ہونے سے پہلے کوئی نماز فرض تھی یا نہیں۔ بعض نے کہا کہ ایک نماز طلوع شمس سے پہلے اور ایک غروب سے پہلے فر

ض تھی اوراس پر یہ آیت دلیل میں پیش کی۔

اقول: وفی الاستدلال بقوله عز اسمه وسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل غروبها" نظر، فان تتمة الآية من اناء الليل فسبح واطراف النهار لعلك ترضى فان حمل التسبيح على الصلوة لقول ابن عباس رضى الله تعالى عنهما كل تسبيح فى القرآن صلاة، اخرجه الفريابى عن سعيد بن جبير وان كان ربما يفيد الاستثناء من كليته على ما اقول قوله جل ذكره، كل قد علم صلوته وتسبيحه، وقوله تعالى :فلولا انه كان من المسبحين۔ للبث فى بطنه الى يوم يبعثون ۔ فان الظاهران المراد به ما ذكرعنه ربه عزوجل بقوله فنادى فى الظلمات ان لا اله الا انت سبحانك انى كنت من الظالمين ۔ به فسره سعيد بن جبير ارشد تلامذة ابن عباس، الراوى عنه تلك الكلية ۔ وقد قال الحسن البصرى، كما في المعالم: ما كانت له صلاة فى بطن الحوت، ولكنه قدم عملا صالحا ،بيد ان ابن عباس ههنا ايضا مشى على اصله فقال رضى الله تعالى عنه، من المسبحين، من المصلين، ويكون المعنى حينئذ ما قال الضحاك :انه شكر الله تعالى له طاعته القديمة، كما فى المعالم ايضا، فعلى هذا الحمل واخذ الامر للوجوب، تدل الآية بآخرها على فرضية اكثر من صلاتين: الا ان يقال: لم يقصد الحصر، بدليل ان قيام الليل كان فريضة من قبل قطعا، ولكن يبقى قوله تعالى: واطراف النهار، وحمله على المذكورتين يستلزم التكرار۔

میں کہتا ہوں: اللہ عز اسمہ کے اس فرمان سے استدلال کرنا کہ تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے محل نظر ہے۔ کیونکہ آیت مکمل اس طرح ہوتی ہے، اور رات کے اوقات میں بھی تسبیح کہو اور دن کے اطراف میں بھی تاکہ تم راضی ہو جاؤ، اب اگر تسبیح سے مراد نماز لی جائے، کیونکہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا: کہ قرآن میں تسبیح سے ہر جگہ نماز مراد ہے۔ ابن عباس کا یہ قول فریابی نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے، اگرچہ ابن عباس کے اس کلیے سے استثناء کا فائدہ دیتی ہیں وہ آیات جو میں بیان کر رہا ہوں۔

اللہ جل ذکرہ فرماتا ہے: ہر (پرندہ) اپنی نماز اور تسبیح کو جانتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا

ہے: اگر وہ (یونس) تسبیح کہنے والوں میں سے نہ ہوتا تو یوم بعث تک مچھلی کے پیٹ میں رہتا، کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ اس تسبیح سے مراد وہی تسبیح ہے جو اللہ تعالی نے یونس علیہ السلام سے یوں حکایت کی ہے: پس پکارا اس نے اندھیرے میں کہ کوئی معبود نہیں ہے تیرے سوا، تو پاک ہے بیشک میں ظلم کرنے والوں میں تھا۔

سعید بن جبیر جو کہ ابن عباس کے بہترین شاگردوں میں سے ہیں اور ان سے مندرجہ بالا کلیہ کے راوی ہیں: انہوں نے یہی تفسیر بیان کی ہے۔ حسن بصری نے کہا کہ انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں نماز نہیں پڑھی تھی بلکہ اس سے پہلے ایک صالح عمل تھا۔ البتہ ابن عباس یہاں بھی اپنے اصول پر رواں رہے ہیں اور تسبیح کہنے والوں میں سے ہونے کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ نماز پڑھنے والوں میں سے ہونا۔ اس صورت میں جیسا کہ ضحاک نے کہا ہے اس آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالی نے یونس علیہ السلام کو اسی اطاعت (اور نماز وغیرہ) کے صلے میں نجات دی تھی جو وہ مچھلی کے پیٹ میں جانے سے پہلے کرتے رہتے تھے۔ معالم میں بھی اس طرح ہے۔ بہر حال اگر، فسبح بحمد ربك،، میں تسبیح سے مراد نماز لی جائے اور امر کو وجوب کے لئے قرار دیا جائے تو آیت کا آخری حصہ دو سے زیادہ نمازوں کے فرض ہونے پر دلالت کرے گا، اس کا یہ جواب تو دیا جا سکتا ہے کہ دو میں حصر مقصود نہیں ہے، کیونکہ رات کی نماز بھی بالیقین پہلے سے فرض تھی، لیکن اس صورت میں اللہ تعالی کا یہ فرمان، اور دن کے اطراف میں،، بغیر کسی مفہوم کے رہ جاتا ہے، کیونکہ اگر اس سے مراد طلوع سے پہلے اور غروب سے پہلے والی دو نمازیں لی جائیں تو تکرار لازم آئے گی۔

(فتاوی رضویہ جدید ۵/۷۸ تا ۸۰)

سورة الانبياء

بسم الله الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۷﴾ وَمَآ اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِیۡۤ اِلَیۡهِمۡ فَسۡئَلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ۔☆

اور ہم نے تم سے پہلے نہ بھیجے مگر مرد جنہیں ہم وحی کرتے تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

دلیل کی دو قسمیں ہیں۔ تفصیلی اور اجمالی ۔ تفصیلی کی معرفت اہل نظر اور مجتہد کے ساتھ خاص ہے۔

اجمالی جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔" فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون"۔ تو تم اہل علم سے دریافت کرو اگر تم نہیں جانتے ہو۔ (فتاوی رضویہ جدید ۱/۱۰۳)

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ الا اسئلوا اذا لم یعلموا، فانما شفاء العی السوال۔

(السنن لابی داؤد ۱/۴۹)

جب ان کو معلوم نہ تھا تو انہوں نے معلوم کیوں نہ کیا، کیوں کہ جہل کی بیماری کی شفاء سوال کرنے میں ہے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱/۱۰۳)

﴿۲۳﴾ لَا یُسۡئَلُ عَمَّا یَفۡعَلُ وَهُمۡ یُسۡئَلُوۡنَ۔

اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سب سے سوال ہوگا۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اللہ تعالیٰ مالک کل ہے اس کے کاموں میں کسی کو دخل کی گنجائش نہیں، یہاں دنیا میں

کسی مالک مجازی سے اس کے تصرف کے بارے میں سوال نہیں ہوتا، مثلا) زید نے روپے کی ہزار اینٹیں خریدیں۔ پانچ سو مسجد میں لگائیں، پانچ سو پاخانہ کی زمین اور قدمچوں میں۔ کیا اس سے کوئی الجھ سکتا ہے کہ ایک ہاتھ کی بنائی ہوئی، ایک مٹی سے بنی ہوئی، ایک آوے سے پکی ہوئی، ایک روپے کی مول لی ہوئی ہزار اینٹیں تھیں۔ ان پانچ سو میں کیا خوبی تھی کہ مسجد میں صرف کیں اور ان میں کیا عیب تھا کہ جائے نجاست میں رکھیں۔ اگر کوئی احمق اس سے پوچھے بھی تو وہ یہی کہے گا کہ میرے ملک میں تھیں میں نے جو چاہا کیا۔ جب مجازی جھوٹی ملک کا یہ حال ہے تو حقیقی سچی ملک کا کیا پوچھنا۔ ہمارا اور ہماری جان و مال اور تمام جہان کا مالک وہ ایک اکیلا پاک نرالا سچا ہے۔ اس کے کام اور احکام میں کسی کو مجال دم زدن کیا معنی؟ کیا کوئی اس کا ہمسر یا اس پر افسر ہے جو اس سے کیوں اور کیا کہے، مالک علی الاطلاق ہے، بے اشتراک ہے، جو چاہا کیا، جو چاہے گا کرے گا، ذلیل فقیر بے حیثیت حقیر اگر بادشاہ جبار سے الجھے تو اس کا سر کھجایا ہے، شامت نے گھیرا ہے، اس سے ہر عاقل یہی کہے گا کہ او بدعقل بے ادب اپنی حد پر رہ، جب یقیناً معلوم ہے کہ بادشاہ کمال عادل اور جمیع کمال صفات میں یکتا و کامل ہے تو تجھے اس کے احکام میں دخل دینے کی کیا مجال ہے؟۔

گدائے خاک نشینی تو حافظا مخروش — نظام مملکت خویش خسرواں دانند

افسوس کہ دنیوی، مجازی، جھوٹے بادشاہوں کی نسبت تو آدمی کو یہ خیال ہوا، اور ملک الملوک بادشاہ حقیقی جل جلالہ کے احکام میں رائے زنی کرے۔ سلاطین اپنا برابر زئی بلکہ اپنے سے بھی کم رتبہ شخص بلکہ اپنا نوکر یا غلام جب کسی صفت کا استاد ماہر ہو اور خود یہ شخص اس سے آگاہ نہیں تو اس کے اکثر کاموں کو ہرگز نہ سمجھ سکے گا۔ یہ اتنا ادراک ہی نہیں رکھتا۔ مگر عقل سے حصہ ہے تو اس پر معترض بھی نہ ہوگا۔ جان لے گا کہ یہ اس کام کا استاذ حکیم ہے۔ میرا خیال وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ غرض اپنی فہم کو قاصر جانے گا نہ کہ اس کی حکمت کو۔ پھر رب الارباب، حکیم حقیقی، عالم السر و الخفی عز اسمہ وجلالہ کے اسرار میں خوض کرنا اور جو سمجھ میں نہ آئے اس پر معترض ہونا اگر بے دینی نہیں جنون ہے، اگر جنون نہیں، بے دینی ہے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۱/۱۹۴)

(۳۳) وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ط كُلٌّ فِي

فَلَکٍ یَّسۡبَحُوۡنَ۔☆

اور وہی ہے جس نے بنائے رات اور دن اور سورج اور چاند ہر ایک ایک گھیرے میں پیر رہا ہے۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ہمارے نزدیک کواکب کی حرکت نہ طبعیہ ہے نہ تبعیہ۔ بلکہ خود کواکب بحکم الٰہی و تحریک ملائکہ آسمانوں میں دریا میں مچھلی کی طرح تیرتے ہیں۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۲/۱۶۹)

(۳۵) کُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَۃُ الۡمَوۡتِ ؕ وَنَبۡلُوۡکُمۡ بِالشَّرِّ وَالۡخَیۡرِ فِتۡنَۃً ؕ وَاِلَیۡنَا تُرۡجَعُوۡنَ۔☆

ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ اور ہم تمہاری آزمائش کرتے ہیں برائی اور بھلائی سے جانچنے کو۔ اور ہماری ہی طرف تمہیں لوٹ کر آنا ہے۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اہلسنت کا مذہب یہ ہے کہ روح انسانی بعد موت بھی زندہ رہتی ہے۔ موت بدن کے لئے ہے روح کے لئے نہیں، "انما خلقتم للابد" تم ہمیشہ رہنے کے لئے بنائے گئے ہو۔ امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں بعض ائمہ کرام سے نقل فرماتے ہیں کہ کسی نے ان کے سامنے موت روح کا ذکر کیا۔ "سبحان اللہ ھذا قول اھل البدعۃ۔" سبحان اللہ یہ بد مذہبوں کا قول ہے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:" کل نفس ذائقۃ الموت" ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے۔

موت جب تک واقع نہ ہوئی معدوم کا مزہ کہاں سے آیا اور جب واقع ہوئی اگر روح مرجائے تو موت کا مزہ کون چکھے، یوں ہی اہلسنت و جماعت کا اجماع اور صحیح حدیثوں کی تصریح ہے کہ ہر میت اپنی قبر پر آنے والوں کو دیکھتا ہے اور اسکا کلام سنتا ہے۔ موت کے بعد سمع بصر علم ادراک سب بدستور باقی رہتے ہیں بلکہ پہلے سے بہت زیادہ ہوجاتے ہیں کہ یہ صفتیں روح کی تھیں اور روح اب بھی زندہ ہے پہلے بدن میں مقید تھی اور اب اس قید سے آزاد ہے۔"

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۱/۴۲)

﴿۴۷﴾ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ط وَ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ط وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ۔☆

اور ہم عدل کی ترازوئیں رکھیں گے قیامت کے دن تو کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہوگا۔ اور اگر کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر ہو تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم کافی ہیں حساب کو،

﴿۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

تفسیر روح البیان میں ہے:

الظالم سفیہ خارج عن الالوھیة فلو صح منه الظلم لصح خروجه عن الالھیة"۔ ظالم بے وقوف ہے، خدائی سے خارج ہے۔ تو اگر خدا سے ظلم ممکن ہو تو اس کا خدائی سے نکل جانا ممکن ہو۔

﴿۱۰۱﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى لا اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ☆۔

بیشک وہ جن کے لئے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔

﴿۱۰۲﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ج وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ۔☆

وہ اس کی بھنک نہ سنیں گے اور وہ اپنی من مانتی خواہشوں میں ہمیشہ رہیں گے۔

﴿۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ان ارشادات الہیہ کے بعد مسلمان کی شان نہیں کہ کسی صحابی پر طعن کرے، بفرض غلط بفرض باطل طعن کرنے والا جتنی بات بتاتا ہے اس سے ہزار حصہ زائد اس سے یہ کہئے "انتم اعلم ام اللہ" کیا تم زیادہ جانو کیا اللہ کو ان باتوں کی خبر نہ تھی، بایں ہمہ وہ ان سے فرما چکا ہے کہ میں نے تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرما لیا، تمہارے کام مجھ سے پوشیدہ نہیں۔ تو اب اعتراض نہ کرے گا مگر وہ جسے اللہ عزوجل پر اعتراض مقصود ہے۔ عمرو بن عاص رضی اللہ تعالی عنہ جلیل القدر قریشی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے جد امجد کعب بن لوی رضی اللہ تعالی عنھما کی اولاد سے، اور ان کی نسبت وہ ملعون کلمہ طعن فی النسب کا اگر کہا ہوگا تو کسی رافضی نے

پھر وہ صدیق وفاروق کو کب چھوڑتے ہیں، عمرو بن عاص کی کیا گنتی "رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون"۔ واللہ تعالی اعلم۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۱/۴۱)

﴿۱۰۷﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔☆

اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

﴿۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

عالم ماسوائے اللہ تعالی کو کہتے ہیں، جس میں انبیا و ملائکہ سب داخل ہیں۔ تو لاجرم حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان سب پر رحمت و نعمت رب الارباب ہوئے اور وہ سب حضور کی سرکار عالی مدار سے بہرہ مند و فیضیاب، اسی لئے اولیاء کاملین و علمائے عاملین تصریحیں فرماتے ہیں: کہ ازل سے اب تک ارض و سما میں، اولیٰ وآخرت میں، دنیا و دین میں، روح و جسم میں، چھوٹی یا بڑی بہت یا تھوڑی جو نعمت و دولت کسی کو ملی یا اب ملتی ہے یا آئندہ ملے گی، سب حضور کی بارگاہ جہاں پناہ سے بٹی اور بٹتی ہے اور ہمیشہ بٹے گی۔" کما بیناہ بتوفیق اللہ تعالی فی رسالتنا "سلطنۃ المصطفی فی ملکوت کل الوری"

امام فخر الدین رازی نے اس آیۂ کریمہ کے تحت میں لکھا:

"لما کان رحمۃ للعلمین لزم ان یکون افضل من کل العلمین" جب حضور تمام عالم کے لئے رحمت ہیں، واجب ہوا کہ تمام ماسوے اللہ سے افضل ہوں" قلت وادعاء التخصیص خروج عن الظاھر بلا دلیل وھو لا یجوز عند عاقل فضلا عن فاضل واللہ الھادی۔ (تجلی الیقین ۲۳۔۲۴)

(۱۰۷)

پر ظاہر کہ رحمت سبب دفع بلا و زحمت۔ (الامن والعلی ۶۳)

لا واللہ! تمام جہان میں کوئی شئ ایسی نہیں جس پر اللہ کا احسان نہ ہو اور اللہ کے رسول کا احسان نہ ہو۔ جب وہ تمام عالم کے لئے رحمت ہیں تو قطعاً سارے جہان پر ان کی نعمت ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اہل کفر و اہل کفران نہ مانیں تو کیا نقصان۔

راست خواہی ہزار چشم چنان　　کور بہتر کہ آفتاب سیاہ

عن السید الحسین بن علی ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہما قال: قال لی عمر الفاروق رضی اللہ تعالی عنہ: یا بنی! لو جعلت تغشانا، فاتیتہ یوما وھو خال بمعاویۃ وابن عمر بالباب، فرجع ابن عمر فرجعت معہ فلقینی بعد فقال: لم ارک، فقلت: یا امیر المؤمنین! انی جئت و انت خال بمعاویۃ وابن عمر فی الباب، فرجع ابن عمر فرجعت معہ قال: انت احق بالاذن من ابن عمر، انما انبت ما فی رؤسنا اللہ عزوجل ثم انتم۔

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے مجھ سے فرمایا: اے میرے بیٹے! میری تمنا ہے کہ آپ ہمارے پاس آیا کریں، ایک دن میں گیا تو معلوم ہوا کہ تنہائی میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ سے کچھ باتیں کر رہے ہیں اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما دروازے پر رکے ہیں، عبداللہ پلٹے ان کے ساتھ میں بھی واپس آیا، اس کے بعد امیر المؤمنین مجھے ملے تو فرمایا: جب سے پھر میں نے آپ کو نہ دیکھا یعنی تشریف نہ لائے، میں نے کہا: یا امیر المؤمنین! میں آیا تھا آپ حضرت امیر معاویہ کے ساتھ خلوت میں تھے، میں آپکے صاحبزادے کے ساتھ واپس آ گیا، امیر المؤمنین نے فرمایا: آپ ابن عمر سے مستحق تر ہیں، یہ جو آپ ہمارے سروں پر دیکھتے ہیں یہ اللہ ہی نے تو اگائے ہیں پھر آپ حضرات (یعنی حضور اور اہل بیت ہی کی عطا کردہ عزت ہمیں ملی ہے۔

عن عبید بن حنین المدنی رضی اللہ تعالی عنہ قال: جاء الحسن والحسین رضی اللہ تعالی عنہما یستأذنان علی عمر الفاروق رضی اللہ تعالی عنہ وجاء عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما فلم یؤذن لعبداللہ فرجع، قال: فقال الحسن او الحسین: اذا لم یؤذن لعبد اللہ لا یؤذن لنا فبلغ عمر فارسل الیہ فقال: یا ابن اخی! ما ادراک؟ قال: قلت: اذا لم یأذن لعبد اللہ بن عمر لم یؤذن لی، قال: یا بن اخی! فھل انبت الشعر علی الرأس غیر کم۔

حضرت عبید بن حنین مدنی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالی عنہما نے کاشانۂ خلافت فاروقی پر اذن طلب کیا، ابھی اجازت نہ

آئی تھی کہ امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دروازے پر حاضر ہوکر اذن مانگا امیر المؤمنین نے انہیں اجازت نہ دی یہ حال دیکھ کر حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی واپس آگئے، امیر المؤمنین نے انہیں بلا بھیجا، انہوں نے آکر کہا: یا امیر المؤمنین! میں نے خیال کیا کہ آپ نے صاحبزادے کو تو اذن دیا نہیں مجھے کیوں دینگے، فرمایا: آپ ان سے زیادہ مستحق اذن ہیں، کیا سر پر بال کسی اور نے اگائے ہیں سوا تمہارے۔

عن السید الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال لی امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ: هل انبت الشعر علی رؤسنا الا ابوك۔

حضرت شہزادۂ گلگوں قبا امام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے پر سر منبر گود میں لیکر فرمایا: ہمارے سروں پر بال کس نے اگائے ہیں تمہارے ہی باپ نے اگائے ہیں، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

﴿۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یعنی جو کچھ عزت، نعمت اور دولت ہے سب حضور ہی کی عطا ہے، حافظ الشان نے اس آخری حدیث کو روایت کرکے اصابہ فی تمیز الصحابہ میں فرمایا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

میں ڈرتا ہوں کی امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان حدیثوں کا سنانا کہیں وہابی صاحبوں کو رافضی بھی نہ کردے۔

قل موتوا بغیضکم، ان اللہ علیم بذات الصدور،

شہزادوں سے امیر المؤمنین کے اس فرمانے کا مطلب بھی وہی ہے جو لفظ اول میں تھا، کہ یہ بال تمہارے مہربان باپ ہی نے اگائے ہیں، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، جس طرح ارا کین سلطنت اپنے آقازادوں سے کہتے ہیں کہ جو نعمت ہے تمہاری ہی دی ہوئی ہے یعنی تمہارے ہی گھر سے ملی ہے۔ الامن والعلی ص ۱۲۶

عن زینب بنت ابی رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہما قالت: رأیت فاطمة

الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنھااتت بابنیھا الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی مرضہ الذی توفی فیہ فقالت : یا رسول اللہ ! ھذان ابناك فورثھما فقال: اما حسن فان لہ ھیبتی و سؤدی ،و اما حسین فان لہ جرأتی و جودی ۔

حضرت زینب بنت ابی رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا حضرت بتول زہراء صلی اللہ تعالیٰ علی ابیہا وعلیہا وعلی بعلہا و ابنیہا و بارک وسلم اپنے دونوں شاہزادوں کولیکر خدمت انور سید اطہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: یا رسول اللہ! یہ دونوں آپکے نور نظر ہیں انہیں اپنی میراث سے کچھ عطا فرمائیے،ارشاد فرمایا: حسن کے لئے تو میری ہیبت وسرداری ہے اور حسین کے لئے میری جرات اور میرا کرم۔

عن ابی رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : ان فاطمۃ الزھراء رضی اللہ تعالیٰ عنھا اتت بابنیھا فقالت: یا رسول اللہ ! انحلھما ، قال : نعم ، اما الحسن فقد نحلتہ حلمی و ھیبتی ، واما الحسین فقد نحلتہ نجدتی و جودی ،

حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر حضرت خاتون جنت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ! ان دونوں کو کچھ عطا فرمائیے،قاسم خزائن الہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں منظور ہے،حسن کو تو میں نے اپنا حلم اور ہیبت عطا کی ،اور حسین کو اپنی شجاعت اور اپنا کرم بخشا۔

عن ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنھا قالت : جاء ت فاطمۃ الزھراء رضی اللہ تعالیٰ عنھا بالحسن والحسین رضی اللہ تعالیٰ عنھما الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقالت : یا نبی اللہ ! انحلھما ،فقال: نحلت ھذا الکبیر المھابۃ والحلم، و نحلت ھذا الصغیر المحبۃ و الرضی ۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت خاتون جنت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں شاہزادوں کولیکر بارگاہ رسالت میں حاضر آئیں اور عرض کی: یا نبی اللہ! کچھ عطا ہو،فرمایا: میں نے اس بڑے کو ہیبت و بردباری عطا کی،اور اس چھوٹے کو محبت ورضا کی نعمت دی۔

﴿۱۰﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اقول وباللہ التوفیق۔ حلم ہیبت جود وشجاعت اور رضا ومحبت کچھ اشیائے محسوسہ واجسام ظاہرہ تو نہیں کہ ہاتھ میں اٹھا کر دے دیئے جائیں، پھر حضرت بتول زہرا کا سوال بصیغہ عرض ودرخواست تھا کہ حضور انہیں کچھ عطا فرمائیں، جسے عرف نحاۃ میں صیغہ امر کہتے ہیں، اور وہ زمان استقبال کے لئے خاص کہ جب تک یہ صیغہ زبان سے ادا ہوگا زمانہ حال منقضی ہو جائے گا، اس کے بعد قبول و وقوع جو کچھ ہوگا زمانہ تکلم سے زمانہ مستقبل میں آئے گا، اگرچہ بحالت فور واتصال اسے عرفاً زمانہ حال کہیں بہر حال درخواست وقبول کو زمانہ ماضی سے اصلا تعلق نہیں، اب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا فرمایا: یعنی ہاں دوں گا، لاجرم یہ قبول زمانۂ استقبال کا وعدہ ہوا۔ فان السؤال معاد فی الجواب ای نعم انحلهما

اس کے متصل ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے اس شاہزادے کو یہ نعمتیں دیں، اور اس شہزادے کو یہ دولتیں بخشیں، یہ صیغے بظاہر ماضی کے ہیں، اور اس سے مراد زمان وعدہ تھا اور زمان وعدہ عطا نہیں کہ وعدہ عطا پر مقدم ہوتا ہے، لاجرم یہ صیغے اخبار کے نہیں بلکہ انشاء کے ہیں، جس طرح بائع ومشتری کہتے ہیں: بعت اشتریت، میں نے بیچی، میں نے خریدی،۔ یہ صیغے کسی گزشتہ خرید وفروخت کی خبر دینے کو نہیں ہوتے بلکہ انہیں سے بیع وشراء پیدا ہوتی ہے، انشا کی جاتی ہے۔

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان فرمانے ہی میں کہ میں نے اسے یہ دیا، اسے یہ دیا، حلم وہیبت، جود وشجاعت اور رضا ومحبت کی دولتیں شاہزادوں کو بخش دیں، یہ نعمتیں خاص خزائن ملک السموات والارض جل جلالہ کی ہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

تانہ بخشد خدائے بخشندہ

تو وہ جو زبان سے فرمادے کہ میں نے دیں اور اس فرمانے سے وہ نعمتیں حاصل ہو جائیں قطعاً یقیناً وہی کر سکتا ہے جس کا ہاتھ اللہ وہاب رب الارباب جل جلالہ کے خزانوں پر پہونچتا ہے، جسے اس کے رب جل وعلا نے عطا ومنع کا اختیار دے دیا ہے، ہاں! وہ کون؟ ہاں! واللہ! وہ محمد رسول اللہ ماذون ومختار حضرت اللہ، قاسم ومتصرف خزائن اللہ جل جلالہ وصلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، والحمد للہ رب العالمین،

لاجرم امام اجل احمد بن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کتاب مستطاب جوہر منظم میں فرماتے ہیں۔

ھو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خلیفۃ اللہ الاعظم الذی جعل خزائن کرمہ و موائد نعمہ طوع یدیہ و اردتہ یعطی من یشاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللہ عزوجل کے وہ خلیفہ اعظم ہیں کہ حق جل وعلا نے اپنے کرم کے خزانے، اپنی نعمتوں کے خوان سب ان کے ہاتھوں کے مطیع اوران کےارادے کے زیرفرمان کردیئے جسے چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ان مباحث قدسیہ کے جانفزا بیان فقیر کے رسالہ سلطنت المصطفی فی ملکوت کل الوری، میں بکثرت ہیں، وللہ الحمد۔ الامن والعلی ۱۲۹

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: غلا السعر بالمدینۃ فاشتد الجھد، فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم: اصبروا وابشروا، فانی قد بارکت علی صاعکم و مدکم و کلوا و لا تتفرقوا فان طعام الواحد یکفی الاثنین وطعام الاثنین یکفی الاربعۃ، وطعام الاربعۃ یکفی الخمسۃ و الستۃ، و ان البرکۃ فی الجماعۃ، فمن صبر علی لاوائھا و شدتھا کنت لہ شفیعا و شھیدا یوم القیامۃ و من خرج عنھا رغبۃ عما فیھا ابدل اللہ بہ من ھو خیر منہ فیھا۔ و من ارادھا بسوء اذا بہ اللہ کما یذوب الملح فی الماء۔

امیرالمومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ طیبہ میں غلہ گراں قیمت ہوگیا اورلوگوں کی پریشانی بڑھ گئی تورسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: صبرکرو اور بشارت سن لو کہ بیشک میں نے تمہارے رزق کے پیمانوں میں برکت کردی ہے، لہٰذا مل جل کرکھانا علیحدہ علیحدہ نہیں۔ کہ اجتماعی شکل میں ایک فرد کا کھانا دو کے لئے بھی کافی ہوجاتا ہے، اور دو کا کھانا چار کے لئے کفایت کرتا ہے، اور چار کا پانچ اور چھ تک کے لئے کافی ہوجاتا ہے۔ کیونکہ جماعت میں برکت ہے۔ جس نے مدینہ منورہ میں سختی پرصبرکیا میں کل قیامت میں اسکا شفیع اور گواہ ہونگا۔ اور جو شخص یہاں سے

اعراض کر کے نکل بھاگا تو اللہ تعالیٰ اس سے بہتر شخص کو اس میں لا کر آباد فرمادیگا۔ اور جس نے مدینہ طیبہ اور اس کے باشندگان کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح پگھلائے گا جس طرح پانی میں نمک گھل جاتا ہے۔۱۲م

والحمدللہ رب العالمین۔(جامع ۴/۲۰۳ تا ۲۱۹)

سورۃ الحج

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

〈۲۶〉وَاِذۡ بَوَّاۡنَا لِاِبۡرٰهِيۡمَ مَكَانَ الۡبَيۡتِ اَنۡ لَّا تُشۡرِكۡ بِىۡ شَيۡـًٔـا وَّطَهِّرۡ بَيۡتِىَ لِلطَّآئِفِيۡنَ وَالۡقَآئِمِيۡنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوۡدِ۔☆

اور جب کہ ہم نے ابراہیم کو اس گھر کا ٹھکانا ٹھیک بتا دیا اور حکم دیا کہ میرا کوئی شریک نہ کر اور میرا گھر ستھرا رکھ طواف والوں اور اعتکاف والوں اور رکوع سجدے والوں کے لئے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت کی تفسیر سے متعلق دیکھو سورۃ ال عمران کی آیت ۴۳)

〈۲۸〉لِيَشۡهَدُوۡا مَنَافِعَ لَهُمۡ وَيَذۡكُرُوا اسۡمَ اللّٰهِ فِىۡۤ اَيَّامٍ مَّعۡلُوۡمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمۡ مِّنۡۢ بَهِيۡمَةِ الۡاَنۡعَامِ‌ۚ فَكُلُوۡا مِنۡهَا وَاَطۡعِمُوا الۡبَآئِسَ الۡفَقِيۡرَ۔☆

تاکہ وہ اپنا فائدہ پائیں اور اللہ کا نام لیں جانے ہوئے دنوں میں اس پر کہ انہیں روزی دی بے زبان چوپائے تو ان میں سے خود کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو کھلاؤ۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اطعام کے لفظ نے بتایا کہ تصدق ہی واجب نہیں اباحت کافی ہے جو محض ایک قربت ہے۔

عن أم المؤمنين عائشة الصديقة رضى الله تعالىٰ عنها قالت : قالوا: يا رسول الله ! إن الناس يتخذون الأسقية من ضحايا هم و يحملون فيها الودك ، فقال : و ما ذاك ؟ قالوا : نهيت أن تو كل لحوم الأضاحى بعد ثلث ۔ قال : إنّما نهيتكم من أجل الدّافّة فكلوا و ادّخروا و تصدّقوا ۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا؛ یا رسول اللہ! لوگ اپنی قربانی کی کھالوں کے مشکیزے بنالیتے ہیں اور ان میں چربی ڈھوتے ہیں ۔ فرمایا: اس میں کیا حرج ہے ۔ بولے: ہمیں تو تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے سے منع کیا گیا تھا۔ فرمایا: میں نے تمہیں ذخیرہ بنانے کی وجہ سے منع کیا تھا۔ لہذا کھاؤ، ذخیرہ کرو، اور صدقہ کرو اب ہر چیز کی اجازت ہے۔ ۱۲م فتاوی رضویہ ۸/۴۷۲

عن نبشة الهذلی رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول لله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: كُلُوا وَ ادَّخِرُوا وَ ائْتَجِرُوا ۔

حضرت نبشہ ہذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کھاؤ اور اٹھا رکھو اور ہر وہ کام کرو جس سے ثواب حاصل ہو۔

فتاوی رضویہ ۸/۴۷۴

عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: مَنْ بَاعَ جِلْدَ أُضْحِيَّةٍ فَلَا أُضْحِيَّةَ لَهُ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے قربانی کی کھال بیچ دی اسکی قربانی قبول نہیں۔ ۱۲م

عن بريدة الأسلمی رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: كُلُوا مَا بَدَا لَكُمْ وَ أَطْعِمُوا وَ ادَّخِرُوا ۔

حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قربانی کا گوشت جس قدر تم کھا سکتے ہو کھاؤ، باقی کھلاؤ اور جمع رکھو۔ ۱۲م

عن سلمة بن الأكوع رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: كُلُوا وَ أَطْعِمُوا وَ ادَّخِرُوا ۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قربانی کا گوشت کھاؤ اور کھلاؤ اور ذخیرہ کرو۔ ۱۲م

عن أبی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: کُلُوا وَ أَطْعِمُوا وَ احْبِسُوا وَ ادَّخِرُوا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قربانی کا گوشت کھاؤ، کھلاؤ، روک رکھواور ذخیرہ کرلو۔۱۲م

فتاوی رضویہ ۸/ ۴۹۷

(۲۹) ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ۔☆

پھر اپنا میل کچیل اتاریں اور اپنی منتیں پوری کریں۔اوراس آزاد گھر کا طواف کریں

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت میں نذر کے پورا کرنے کا حکم ہے جس کی وضاحت ان احادیث سے ہوتی ہے)

عن أم المؤمنین عائشۃ الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: مَنْ نَذَرَ أَنْ يُطِيعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ ، وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَعْصِيَهُ فَلَا يَعْصِيهِ۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کسی طاعت الہی (مثلاً نماز وروزہ وغیرہما) کی منت مانے وہ بجالائے۔اور جو کسی گناہ کی منت مانے وہ باز رہے۔

فتاوی رضویہ ۵/۹۶۶

عن أم المؤمنین عائشۃ الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: لَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةٍ ، وَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ ۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: معصیت کی نذر جائز نہیں۔اوراسکا کفارہ قسم کا کفارہ ہے۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مسلمانوں پر لازم کہ اپنی نذریں پوری کریں۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نذر ماننے سے منع نہیں فرمایا بلکہ اسکی وفا کا حکم دیا۔ہاں یہ سمجھنا کہ نذر ماننے سے تقدیر الہی بدل

جائیگی۔ جو نعمت نصیب میں نہیں مل جائیگی۔ جو بلا مقدر میں ہے وہ ٹل جائیگی۔ یہ اعتقاد فاسد ہے۔ ایسی ہی نذر سے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

فتاوی رضویہ ۹۶۶/۵ ☆ جدالممتار ۲۱۵/۲

(۳۰) ذٰلِکَ ق وَمَنْ یُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ط وَاُحِلَّتْ لَکُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ☆

بات یہ ہے اور جو اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے۔ تو وہ اس کے لئے اسکے رب کے یہاں بھلا ہے اور تمہارے لئے حلال کئے گئے بے زبان چوپائے سوا ان کے جنکی ممانعت تم پر پڑھی جاتی ہے تو دور ہو بتوں کی گندگی سے اور بچو جھوٹی بات سے۔

﴿۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(ومن یعظم حرمٰت اللہ فھو خیر لہ عند ربہ ط سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی برگزیدہ چیزوں کی تعظیم اس کو بہت محبوب ہے تو یہ اس کی ہی تعظیم ہے)

اے عزیز! اصل کار یہ ہے کہ محبوبان خدا کے لئے جو تواضع کی جاتی ہے وہ در حقیقت خدا ہی کے لئے تواضع ہے، لھذا بکثرت احادیث میں استاذ و شاگرد و علماء و عام مسلمین کے لئے تواضع کا حکم ہوا جنہیں جمع کیجئے تو دفتر طویل ہوتا ہے۔

طبرانی معجم اوسط اور ابن عدی کامل میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: تعلموا العلم و تعلموا للعلم السکینۃ والوقار و تواضعوا لمن تعلمون منہ" علم سیکھو اور علم کے لئے سکون و مہابت (وقار) سیکھو اور جس سے علم سیکھتے ہو اس کے لئے تواضع کرو۔

اور خطیب نے کتاب الجامع لآداب الراوی والسامع میں ان سے یوں روایت کی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تواضعوا لمن تعلمون منہ وتواضعوا لمن تعلمونہ ولا تکونوا جبابرۃ العلماء فیغلب جھلکم علمکم"

جس سے علم سیکھتے ہو اس کے لئے تواضع کرو اور جسے علم سکھاتے ہو اس کے لئے تواضع

کرو اور متکبر عالم نہ بنو کہ تمہارا جہل تمہارے علم پر غالب ہو جائے۔

بایں ہمہ علما نے تصریح فرمائی کہ غیر خدا کیلئے تواضع حرام ہے، فتاوی ہندیہ میں ہے:

التواضع لغیر اللہ حرام کذا فی الملتقط۔ (غیر خدا کے لئے تواضع حرام ہے جیسا کہ ملتقط میں ہے)

تو بات وہی ہے کہ انبیا و اولیاء و مسلمین کے واسطے تواضع اس لئے ہے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں، یہ اللہ کے ولی ہیں، وہ دین الہی کے قیم ہیں، یہ ملت الہیہ پر قائم ہیں۔ تو علت تواضع جب وہ نسبت ہے جو انہیں بارگاہ الہی میں حاصل، تو یہ تواضع بھی درحقیقت خدا ہی کے لئے ہوئی جیسے صحابہ کرام واہل بیت عظام کی تعظیم ومحبت بعینہ محبت و تعظیم سید عالم ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

"کما نص علیه النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فی غیر ما حدیث ونحن فی غنی عن سردها ههنا فما هی شوارد بل معلومة الموارد" جیسا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس پر تصریح فرمائی، ایسی بہت سی احادیث ہیں ہمیں ان کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں، وہ احادیث اجنبی نہیں ہیں ان کا مورد سب کو معلوم ہے،

تواضع لغیر اللہ کی شکل یہ ہے کہ عیاذ باللہ کسی کافر، یا دنیادار غنی کے لئے اسکے سبب تواضع ہو کہ یہاں وہ نسبت موجود ہی نہیں، یا موجود ہے تو ملحوظ نہیں، اے عزیز! یاوہ احادیث کثیرہ بثیرہ جن میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے خشوع وخضوع بجالانا مذکور، اس درجہ اشتہار پر نہیں کہ ان کے جمع واستیعاب سے غنا ہو۔

ابوداود ونسائی ترمذی وابن ماجہ ابن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی: "قال اتیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم واصحابه حوله کأن علی رؤسهم الطیر"، فرمایا میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضور کے اصحاب حضور کے گرد تھے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں، یعنی سر جھکائے گردنیں خم کئے بے حس وحرکت کے پرندے لکڑی یا پتھر جان کر سروں پر آ بیٹھیں، اس سے بڑھ کر اور خشوع کیا ہوگا!

ہند بن ابی ہالہ وصاف النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث اقدس میں ہے:

اذا تکلم اطرق جلساءه کأن علی رؤسهم الطیر" جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کلام فرماتے جتنے حاضران مجلس ہوتے سب گردنیں جھکا لیتے گویا ان کے سروں

پر پرندے ہیں۔

عجب است باوجودت کہ وجود بمن ماند　　تو بلفتن اندر آئی ومرا سخن بماند

تعجب ہے کہ تیرے وجود سے میرا وجود باقی ہے، تیری گفتگو نافذ ہے اور میری بات باقی ہے

مولانا جامی قدس سرہ السامی نفحات الانس شریف میں لکھتے ہیں:

یکے از مشایخ گوید کہ من وشیخ علی ہیتی در مدرسہ شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بودیم کہ یکے از اکابر بغداد پیش آمد وگفت "یاسیدی قال جدك رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من دعی فلیجب وھا انا ادعوك الی منزلي" گفت اگر مرا اذن کنند بیایم زمانے سر فرو پیش انداخت پس گفت مے آیم وبراشتر سوار شد شیخ علی ہیتی رکاب راست وی گرفت ومن رکاب چپ تا بسرائے آں شخص رسیدیم ہمہ مشائخ بغداد وعلما واعیان آنجا بودند سماطے برکشیدند بروی انواع نعمتہا وسلہ بزرگ سر پوشیدہ دو کس برداشتہ پیش آوردند ودر آخر سماط نہادند بعد از آں شخص کہ صاحب دعوت بود گفت الصلا وشیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سر در پیش افگندہ بود ہیچ نخورد واذن نیز نداد ہیچ کس ہم نخورد واھل المجلس کا نہ علی رؤ سھم الطیر ھیبتہ۔

ایک بزرگ نے فرمایا کہ میں اور شیخ علی ہیتی حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مدرسہ میں تھے کہ اتنے میں بغداد کے ایک بزرگ تشریف لائے اور انہوں نے عرض کی اے آقا (غوث اعظم) آپ کے جد امجد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو دعوت دے اس کی دعوت قبول کی جائے، لو میں آپ کو اپنے گھر کے لئے دعوت دیتا ہوں، تو آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے اجازت ملی تو آؤں گا، یہ فرما کر آپ نے کچھ دیر سر مبارک کو جھکایا پھر فرمایا: میں آرہا ہوں، آپ گھوڑے پر سوار ہوئے، شیخ علی ہیتی نے دایاں رکاب اور میں نے بایاں رکاب پکڑا، حتی کہ ہم سب اس شیخ کے گھر پہنچے، تو وہاں پر بغداد کے مشائخ اور علما اور خاص لوگ موجود تھے، دستر خوان بچھایا گیا جس پر مختلف قسم کی نعمتیں موجود تھیں اور ایک بھاری بوجھل تابوت کو دس آدمی اٹھائے ہوئے لائے، ایک طرف رکھ دیا گیا، اس کے بعد صاحب خانہ شیخ نے کھانا کھانے کو کہا: تو حضرت غوث اعظم نے سر مبارک جھکایا نہ خود کھانا تناول فرمایا اور نہ ہمیں کھانے کی

اجازت دی اور کسی نے بھی نہ کھایا جبکہ تمام اہل مجلس ایسے خاموش سر جھکائے ہوئے تھے جیسے کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔

یعنی اہل مجلس کہ تمام اولیاء وعلماء وعمائد بغداد تھے ہیبت سرکار قادریت کے سبب ایسے بیٹھے تھے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ مقصود اسی قدر تھا مگر ایسی جانفزا آیات کا ناتمام رہنا دل کو نہیں بھاتا، لہذا التفریح قلوب سنت وغیظ صدور بدعت کے لئے تتمہ روایت نقل کروں، فرماتے ہیں:

شیخ رضی اللہ تعالی عنہ بمن وشیخ علی ہیتی اشارتی کرد کہ آں سلہ راپیش آرید برخاستیم وآں راپیش برداشتیم وبس گراں بود در پیش شیخ نہادیم فرمود تا سرآنرا بکشادیم دیدیم کہ فرزند آں شخصے بود نابینائے مادرزاد برجائے ماندہ مجزوم ومفلوج گشتہ شیخ رضی اللہ تعالی عنہ وی را گفت قم باذن اللہ معافی، آں کودک برخاست دواں وبینا وبراں ہیچ آفتے نے فریاد از حاضراں برخاست شیخ رضی اللہ تعالی عنہ درانبوہ مردم بیروں آمد وہیچ نخورد پیش شیخ ابوسعید قیلوی رفتم وآں قصہ باوے بلفتم شیخ عبدالقادر یبرئ الاکمہ والابرص ویحیی الموتی باذن اللہ عزوجل ست انتہی۔

حضرت نے مجھے اور شیخ علی ہیتی کو اشارہ فرمایا کہ اس تابوت کو میرے سامنے لاؤ، وہ بھاری تابوت ہم نے اٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دیا، پھر آپ نے فرمایا: اس پر سے کپڑا ہٹاؤ، جب ہم نے دیکھا وہ اس شخص کا لڑکا تھا جو مادرزاد نابینا اور مفلوج تھا، تو حضرت نے اس لڑکے کو حکم فرمایا:

"قم باذن اللہ معافی" (اللہ کے حکم سے کھڑے ہو جاؤ عافیت والے ہوکر) وہ لڑکا فوراً تندرست حالت میں کھڑا ہو گیا جیسا کہ اسے کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ اس کے بعد حضرت حاضرین میں سے اٹھ کر پوری جماعت کے ساتھ باہر تشریف لے گئے اور کچھ نہ کھایا۔ اس کے بعد میں شیخ ابو قیلوی کے پاس گیا اور ان کو میں نے یہ تمام قصہ سنایا تو انھوں نے فرمایا: شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالی عنہ مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو تندرست اور مردہ کو زندہ اللہ کے اذن سے کرتے ہیں۔

قادرا قدرت تو داری ہرچہ خواہی آں کنی مردہ را جانے دہی و درد را درماں کنی

اے قدرت والے تجھے قدرت ہے تو جو چاہے کرے، مردہ کو جان دیتا ہے اور درد کو آرام دیتا ہے۔

امام ابو ابراہیم تجیبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

واجب علی کل مومن متی ذکرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او ذکر عندہ ان یخضع ویخشع ویتوقر ویسکن من حرکتہ ویأخذ فی ہیبتہ واجلالہ بما کان یاخذ بہ نفسہ لو کان بین یدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ویتأدب بما ادبنا اللہ تعالی بہ،،

ہر مسلمان پر واجب ہے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یاد کرے یا اس کے سامنے حضور کا ذکر آئے خضوع وخشوع بجالائے اور باوقار ہو جائے اور اعضاء کو حرکت سے باز رکھے اور حضور کے لئے ہیبت وتعظیم کی حالت پر ہو جائے جو حضوور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روبرو اس پر طاری ہوتی اور ادب کرے جس طرح خدائے تعالیٰ نے ہمیں ان کا ادب سکھایا ہے

امام علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض میں اس قول کے نیچے لکھتے ہیں:

" یفرض ذلک ویلاحظہ ویتمثلہ فکانہ عندہ،، یعنی یاد حضور کے وقت یہ قرار دے کہ میں حضور اقدس کا تصور باندھے گویا حضور کے سامنے حاضر ہوں۔

امام اجل سیدی قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شفا شریف میں امام تجیبی کا ارشاد نقل کر کے فرماتے ہیں:

"وھذہ کانت سیرۃ سلفنا الصالح وائمتنا الماضین رضی اللہ تعالی عنھم،، ہمارے سلف صالح وائمہ سابقین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی داب وطریقہ تھا۔

اور فرماتے ہیں:

کان مالک اذا ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتغیر لونہ وینحنی،، امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرتے تو رنگ ان کا بدل جاتا اور جھک جاتے۔"

نسیم میں ہے:

لشدۃ خشوعہ،، یہ جھک جانا سبب شدت خشوع تھا۔ شفا شریف وغیرہ تصانیف

علماء میں اس قسم کی بہت روایات مذکور۔

شاہ ولی اللہ قصیدہ ہمزیہ میں لکھتے ہیں:

ینادیَ ضارع لخضوع وذل وابتهال والتجاء

رسول الله یا خیرالبرایا نوالك ابتغی یوم القضاء

حاجت مندی، دل کی انکساری، تضرع اور التجاء کے ساتھ رسول اللہ کو ندا کرے اور عرض کرے کہ اے مخلوق سے افضل ذات! میں آپ سے قیامت کے روز عطا کا خواستگار رہوں۔

دیکھو صاف بتاتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ندا اور حضور سے عرض حاجت کرے تو تضرع وخضوع قلب وتذلل والحاح وزاری سب کچھ بجالائے۔ میں کہتا ہوں واللہ ایسا ہی چاہئے مگر ان شرک فروشوں کی دوا کون کرے، غرض اس مطلب نفیس میں کلمات علماء کا استیعاب کیجئے تو دفتر چاہئے، لہذا میں یہاں ''منسک متقسط'' اور اس کی شرح ''مسلک متقسط'' کی ایک نفیس عبارت کہ بہت فوائد جلیلہ پر مشتمل، تلخیصا اور ذکر کرتا ہوں۔

مولانا رحمۃ اللہ سندی متن اور فاضل علی قاری شرح میں فرماتے ہیں:

فاذا فرغ من ذلك قصد التوجه الى القبر المقدس وفرغ القلب من كل شیء من امور الدنیا، واقبل بكلیته لما هو بصدده لیصلح قلبه للا ستمداد منه صلى الله تعالىٰ علیه وسلم، ولیلاحظ مع ذلك الا ستمداد من سعة عفوه صلى الله تعالىٰ علیه وسلم وعطفه ورأفته (ای شدة رحمته على سائر العباد) ان یسامحه فیما عجز عن ازالته من قلبه، ثم توجه (ای بالقلب والقالب) مع رعایة غایة الادب فقام تجاه الوجه الشریف متواضعا خاضعا خاشعا مع الذلة والانكسار والخشیة والوقار والهیبة والافتقار غاض الطرف مكفوف الجوارح (من الحركات) فارغ القلب (عمن سوى مقصوده ومرامه) واضعا یمینه على شماله (تأدبا فی حال اجلاله) مستقبلا للوجه الكریم مستدبر اللقبلة ناظرا الى الارض متمثلا صورته الكریمة فی خیالك مستشعرا بانه صلى الله تعالىٰ علیه وسلم عالم بحضورك وقیامك وسلامك (بل بجمیع افعالك واحوالك

وارتحالك ومقامك) مستحضر اعظمته وجلالته وشرفه وقدره صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ثم قال من غير رفع صوت (لقوله تعالى ان الذين يغضون اصواتهم عند رسول الله الاية) ولا اخفاء (اى بالمرة لفوت الاسماع الذى هو السنة وان كان لا يخفى شىء على الحضرة) بحضور (قلب واستحياء) السلام عليك ايها النبى ورحمة الله وبركاته ثم يقول: يا رسول الله اسألك الشفاعة ثلثا (لانه اقل مراتب الالحاح لتحصيل المنال فى مقام الدعاء والسؤال) وصلى الله تعالى على قاضى حاجاتنا ومعطى مواداتنا سيدنا ومولانا محمد واله وصحبه اجمعين"

یعنی جب مقدمات زیارت سے فارغ ہو قبر انور کی طرف توجہ کا قصد اور دل کو تمام خیالات دنیویہ سے فارغ کرے اور ہمہ تن اس طرف متوجہ ہو جائے تا کہ اس کا قلب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استمداد کے لائق ہو، باینہمہ جو خیال مجبورانہ دل میں باقی رہے جس کے ازالہ پر قادر نہ ہو اس کی معافی کے لئے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کمال مغفرت ومہربانی ورافت اور تمام بندوں پر حضور کی شدت رحمت سے مدد مانگے، پھر دل وبدن دونوں سے نہایت ادب کے ساتھ مواجہہ شریف میں حاضر ہو، تواضع وخشوع وخضوع وتذلل وانکسار وخوف ووقار ہیبت واحتیاج کے ساتھ آنکھیں بند کئے اعضا کو حرکت سے روکے، دل اس مقصود مبارک کے سوا سب سے فارغ کئے ہوئے ادب وتعظیم حضور کے لئے داہنا ہاتھ بائیں پر رکھے حضور کی طرف منھ اور قبلہ کو پیٹھ کرے، نگاہ زمین پر جمائے رہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ کا تصور باندھے اور ہوشیار ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی حاضری وقیام وسلام بلکہ تمام افعال واحوال اور منزل بمنزل کے قیام وارتحال پر مطلع ہیں اور حضور کی عظمت وجلال وشرف ومنزلت کو خوب خیال کرے، پھر نہ تو آواز بلند ہو کہ اللہ تعالیٰ ان کے حضور پست آواز کا حکم دیتا ہے، نہ بالکل آہستہ جس میں سنانے کی سنت فوت ہو اگرچہ سرکار پر کچھ پوشیدہ نہیں، اس طرح حضور قلب وشرم وحیا کے ساتھ عرض کرے "السلام عليك ايها النبى ورحمة الله وبركاته" پھر کہے یارسول اللہ! میں حضور سے شفاعت مانگتا ہوں، یارسول اللہ! میں حضور سے شفاعت مانگتا ہوں، یارسول اللہ! میں حضور سے شفاعت مانگتا ہوں، تین

باراس لئے کہے کہ یہ دعاوسوال میں حصول مقصود کے واسطے ادنی مرتبہ الحاح کا ہے۔ اللہ تعالی ہمارے حاجت رواؤں اور مرادوں کو پورا کرنے والے ہمارے آقاومولی محمد اور آل وصحابہ کرام سب پر رحمت نازل فرمائے۔

ان احادیث وروایات وکلمات طیبات سے کالشمس فی وسط السماء روشن وآشکار ہوگیا کہ ہنگام توسل محبوبان خدا کی طرف منہ کرنا چاہئے اگر چہ قبلہ کو پیٹھ ہو، اور دل کو ان کی طرف خوب متوجہ کرے یہاں تک کہ ہرایں وآں خاطر سے محو ہوجائے اوران کے لئے خضوع وخشوع محمود ومشروع، اوراس میں ان کا زمانہ وفات ظاہری وحضور مرقد وذکر مجرد سب برابر ہے اوران کے سوا عبارات اخیرہ سے جوفوائد جمیلہ وعوائد جلیلہ حاصل ہوئے بیان سے غنی ہیں " والحمد للہ رب العالمین "پس زید منکر نے کہ توجہ قلب وخشوع وہیائت نماز وغیرہ کی قیدیں بڑھا کر گمان کیا تھا کہ اب اسے اثبات عدم جواز کی طرف راہ آسان ہوگی، بحمد اللہ ثابت ہوا کہ اس کا محض خیال ہی خیال تھا۔

"واللہ یحق الحق بکلمتہ ولو کرہ المجرمون"

(فتاوی رضویہ جدید ۷/ ۵۹۵تا۶۰۲)

(۱) اس کی نظیر مصحف شریف کا مطلا ومذھب کرنا ہے کہ اگر چہ سلف میں نہ تھا، جائز ومستحب ہے کہ دلیل تعظیم وادب ہے۔

درمختار میں ہے:

"جاز تحلیۃ المصحف لما فیہ من تعظیمہ کما فی نقش المسجد" مصحف شریف مطلا ومذہب کرنا جائز ہے کیونکہ اس میں اس کی تعظیم ہے جیسا کہ منقش کرنے میں۔

یوں ہی مساجد کی آرائش اس کی دیواروں پر سونے چاندی کے نقش ونگار کہ صدر اول میں نہ تھے، بلکہ حدیث میں تھا:

لتزخرفنھا کما زخرفت الیھود والنصاری" رواہ ابو داؤد عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما"

تم مسجد کی آرائش کروگے جیسے یہود ونصاری نے آرائش کی۔ اسے ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کیا۔

مگر ظاہری تزک واحتشام ہی قلوب عامہ پر اثر تعظیم پیدا کرتا ہے، لہٰذا ائمہ دین نے حکم جواز دیا۔ تبیین الحقائق میں ہے:

"لا یکرہ نقش المسجد بالجص وماء الذھب" گچ اور سونے کے پانی سے مسجد میں نقوش بنانا مکروہ نہیں ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

"قولہ کما فی نقش المسجد ای ما خلا محرابہ ای بالجص وماء الذھب" اس کا قول، جیسا کہ مسجد کی آرائش میں، یعنی محراب کے علاوہ۔ یعنی گچ اور سونے کے پانی سے۔

(۳) یونہی مسجدوں کے لئے کنگرے بنانا کہ مساجد کے امتیاز اور دور سے ان پر اطلاع کا سبب ہیں، اگرچہ صدر اول میں نہ تھے۔ بلکہ حدیث شریف میں ارشاد ہوا تھا:

ابنوا المساجد واتخذوھا جماً۔ رواہ ابن ابی شیبۃ والبیھقی فی السنن عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

مسجدیں منڈی بناؤ۔ اسے ابن ابی شیبہ نے اور سنن میں بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

دوسری حدیث میں ہے:

ابنوا مساجدکم جماً وابنوا مدائنکم مشرفۃ۔ رواہ ابن ابی شیبۃ فی المصنف عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

یعنی مسجدیں منڈی بناؤ ان میں کنگرے نہ رکھو، اور اپنے شہر اونچے کنگرے دار بناؤ۔ اسے مصنف نے ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔

مگر اب بلانکیر مسلمانوں میں رائج ہے۔

وما رأہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسن" اور جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ خدا کے یہاں بھی اچھا ہے۔

امام ابن المنیر شرح جامع صحیح میں فرماتے ہیں:

استنبط کراھیۃ زخرفۃ المسجد لاشتغال قلب المصلی بذلک او لصرف

المال فی غیر وجهه نعم اذا وقع ذلك علی سبیل تعظیم المساجد ولم یقع الصرف علیه من بیت المال فلا باس به ولو اوصی بتشیید مسجد وتحمیره وتصفیره نفذت وصیته لانه قد حدث للناس فتاوی بقدر ما احدثوا وقد احدث الناس مؤمنهم وكافرهم تشیید بیوتهم وتزیینها ولو بنینا مساجدنا باللبن وجعلناها متطامنة بین الدور الشاهقة وربما كانت لاهل الذمة لكانت مستهانة"

یعنی حدیث سے مستنبط کیا گیا ہے کہ مسجدوں کی آرائش مکروہ ہے کہ نمازی کا خیال بٹے گا، یا اس لئے کہ مال بیجا خرچ ہوگا، ہاں اگر تعظیم مسجد کے طور پر آرائش واقع ہو اور خرچ بیت المال سے نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں، اور اگر کوئی شخص وصیت کر جائے کہ اس کے مال سے مسجد کی گچ کاری اور اس میں سرخ وزرد رنگ کریں تو وصیت نافذ ہوگی کہ لوگوں میں جیسی نئی نئی باتیں پیدا ہوتی گئیں ویسے ہی ان کے لئے فتوے نئے ہوئے کہ اب مسلمانوں کافروں سب نے اپنے گھروں کی گچ کاری اور آرائش شروع کر دی۔ اگر ہم ان بلند عمارتوں کے درمیان جو مسلمین تو مسلمین کافروں کی بھی ہوگی کچی اینٹ اور نیچی دیواروں کی مسجدیں بنائیں تو نگاہوں میں بے وقعتی ہوگی۔

(۴) اسی قبیل سے ہے مزارات اولیاء کرام وعلمائے عظام قدست اسرارہم پر عمارات کی بناء کہ باوصف حدیث صحیح مسلم وابوداؤد ونسائی ومسند احمد:

"عن جابر رضی الله تعالی نهی النبی صلی الله تعالی علیه وآله وسلم ان یقعد علی القبر وان یجصص وان یبنی علیه"

حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے قبر پر بیٹھنے، اسے گچ سے پکی کرنے اور اس پر عمارت بنانے سے منع فرمایا۔

جس میں صراحۃ اس کی ممانعت ارشاد ہوئی ہے سلفاً وخلفاً ائمہ کرام وعلمائے اعلام نے جائز رکھی، تکملہ مجمع بحار الانوار جلد ثالث صفحہ ۲۰۳ میں ہے:

"قد اباح السلف البناء علی قبور الفضلاء والاولیاء والعلماء لیزورهم ویستریحون فیه"

بیشک ائمہ سلف صالحین نے اہل فضل اولیاء وعلماء کے مزارات طیبہ پر عمارت بنانا مباح

فرمادیا کہ لوگ ان کی زیارت کریں اور ان میں راحت پائیں۔

جواہر اخلاطی میں ہے:

ھو وان کان احداثا فھو بدعۃ حسنۃ و کم من شیئ کان احداثاً وھو بدعۃ حسنۃ و کم من شیئ یختلف با ختلاف الزمان والمکان "

یعنی یہ اگر چہ نو پیدا ہے پھر بھی بدعت حسنہ ہے، اور بہت سی چیزیں ہیں کہ نئی پیدا ہوئیں اور ہیں اچھی بدعت، اور بہت احکام ہیں کہ زمانے یا مقام کی تبدیلی سے مختلف ہو جاتے ہیں، یعنی ایسی جگہ احکام سابقہ سے سند لانا حماقت ہے، جو حاجت اب واقع ہوئی اگر زمانۂ سلف میں واقع ہوتی تو وہ بھی یہی حکم کرتے جو اس وقت ہم کرتے ہیں، جیسے ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

"لو رأی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما احدثت النساء لمنعھن المساجد کما منعت نساء بنی اسرائیل "

یعنی اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے جو باتیں عورتوں نے اب نکالی ہیں تو انہیں مسجدوں سے منع فرما دیتے، جیسے بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجدوں سے منع کیا گیا تھا۔

اور آخر ائمہ دین نے عورات کو مسجدوں سے منع فرما ہی دیا، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

" لا تمنعوا اماء اللہ مساجداللہ ۔ رواہ احمد ومسلم عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما ۔"

اللہ تعالیٰ کی باندیوں کو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں سے نہ روکو۔ اسے امام احمد ومسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

کیا ائمۂ دین نے نظر بحال زمانہ جو حکم فرمایا اسے حدیث کی مخالفت کہا جائے گا؟ حاش للہ! ایسا نہ کہے گا مگر احمق، کج فہم۔ یوں ہی یہ تازہ تعظیموں کے احکام ہیں۔ سلف صالحین کے قلوب تعظیم شعائر اللہ سے مملو تھے، ظاہری تزک واحتشام کے محتاج نہ تھے۔ تو ان کے وقت میں یہ باتیں عبث وبے فائدہ تھیں اور ہر عبث مکروہ۔ اور اس میں مال صرف کرنا ممنوع۔ اب کہ بے تزک واحتشام ظاہری قلوب عوام میں وقعت نہیں آتی ان باتوں کی حاجت ہوئی۔ مصحف شریف

پر سونا چڑھانے کی اجازت ہوئی، مسجدوں میں سونے کے کلس، سونے چاندی کے نقش ونگار کی اجازت ہوئی۔ مزارات پر قبہ بنانے، چادر ڈالنے، روشنی کرنے کی اجازت ہوئی۔ ان تمام افعال پر بھی احادیث واحکام سابقہ پیش نہ کرے گا مگر سفیہ ونا فہم۔ یہ مختصر شرح ہے اس ارشاد امام ممدوح قدس سرہ کی اور اس کی تفصیل باز غ وتحقیق بالغ ہمارے رسالہ "طوالع النور فی حکم السراج علی القبور" میں ہے۔ وباللہ التوفیق۔

(۴۹۲/۹تا۴۹۵)

عن خريم بن فاتك الأسدي قال: صلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم الصبح فلما االنصرف قام قائما فقال: عُدِلَتْ شَهَادَةُ الزُّوْرِ بِالْإِشْرَاكِ بِاللّٰهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْآيَةِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ۔

فتاویٰ رضویہ ۱۳۴/۵

حضرت خریم بن فاتک اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن صبح کی نماز پڑھائی۔ جب فارغ ہوئے تو تشریف فرما ہوکر ارشاد فرمایا: جھوٹی گواہی شرک کے برابر ہے۔ یہ جملہ تین بار ارشاد فرمایا۔ پھر یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی، جھوٹے قول سے دور رہو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے اسکا کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوئے۔ ۱۲م

عن أبي بكرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ، قالوا: بلىٰ، يا رسول الله، قال: اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ، وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ أَوْ قَوْلُ الزُّوْرِ، قال: فما زال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقولها حتى قلنا: ليته سكت۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑے گناہ کے بارے میں نہ بتادوں، صحابۂ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیوں نہیں۔ سرکار نے ارشاد فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک، والدین کی نافرمانی، اور جھوٹی گواہی یا جھوٹی بات بڑے بڑے گناہ ہیں۔ راوی کہتے ہیں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی طرح مسلسل فرماتے رہے یہاں تک کہ (خوف زدہ

ہوکر) ہم کہنے لگے: کاش سرکار خاموش ہوجاتے۔

فتاوی رضویہ ۵/۱۳۴

عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: لَنْ تَزُوْلَ قَدَ مَاشَاهِدِ الزُّوْرِ حَتّٰی یُوجِبَ لَهُ النَّارِ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جھوٹی گواہی دینے والا اپنے پاؤں ہٹانے نہیں پاتا کہ اللہ تعالیٰ اسکے لئے جہنم واجب کردیتا ہے۔ فتاوی رضویہ ۵/۱۳۴

عن النواس بن سمعان الأنصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم: أَلْاِثْمُ مَاحَاكَ فِی صَدْرِكَ۔

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے۔

فتاوی رضویہ حصہ دوم ۹/۱۹۲

(۳۴) وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَارَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ط فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗ اَسْلِمُوْا ط وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ۔☆

اور ہر امت کے لئے ہم نے ایک قربانی مقرر فرمائی کہ اللہ کا نام لیں اس کے دیئے ہوئے بے زبان چوپایوں پر تو تمہارا معبود ایک معبود ہے تو اسی کے حضور گردن رکھو اور اے محبوب خوشی سنادو ان تواضع والوں کو۔

﴿۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہاں فرمایا کہ چوپایوں کو اللہ تعالی نے قربانی کے لئے بنایا ہے، اور آٹھویں پارہ چھٹی سورہ انعام کے ۷ استرھویں رکوع میں چوپایوں کی تفصیل یہ بیان فرمائی:

" ثمنیة ازواج من الضان ومن المعز اثنین (الی قوله تعالی) ومن الابل اثنین ومن البقر اثنین قل ء الذکرین حرم ام الانثیین اما اشتملت علیه ارحام الانثیین"

چوپائے آٹھ نر و مادہ میں بھیڑ سے دو، اور بکری سے دو، اور گائے سے دو، تو کہہ کیا اللہ تعالی نے دونوں نر حرام کئے ہیں یا دونوں مادہ، یا وہ جسے اپنے پیٹ میں رکھا دونوں مادہ نے؟

ان آیتوں سے صاف معلوم ہوا کہ اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری سب کی قربانی اللہ تعالی نے بتائی ہے، اسی لئے تفسیر مذکور فرمائشی منشی نولکشور کی جلد دوم (ص ۸/۷ سطر ۱۱ و ۱۲) میں چوپایوں پر اللہ کا نام لینے کی تفسیر میں لکھا:

بے زبان چوپایوں میں سے یعنی اونٹ گائے بکری، اس سے قربانی مراد ہے کہ خدا کے نام پر ذبح کریں۔

اور پچھلی آیت سے یہ بھی کھل گیا کہ گائے، بچھیا، بچھڑا اس کا کھانا حلال ہے جس کی حلت خود قرآن شریف میں صراحۃً مذکور ہے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۵۶۲/۱۴)

﴿۳۶﴾ وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۚ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ☆

اور قربانی کے ڈیل دار جانور اونٹ اور گائے ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں سے کئے۔ تمہارے لئے ان میں بھلائی ہے تو ان پر اللہ کا نام لو ایک پاؤں بندھے تین پاؤں سے کھڑے پھر جب ان کی کروٹیں گر جائیں تو ان میں سے خود کھاؤ اور صبر سے بیٹھنے والے اور بھیک مانگنے والے کو کھلاؤ ہم نے یونہی ان کو تمہارے بس میں دیدیا کہ تم احسان مانو۔

﴿۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

گائے کی قربانی خاص ہمارے شعائر دین سے ہے۔ اور یقیناً معلوم کہ ہمارے ملک میں اونٹ ہماری غذا و ادائے واجب قربانی کے لئے کفایت نہیں کر سکتے، اول تو سخت گراں، دوسرے بہ نسبت گاؤ نہایت قلیل الوجود، اور اگر گاؤ کشی موتوف کر کے اونٹ پر کفایت کی جائے تو چند روز میں اونٹ کی قیمت دہ چند ہو جائے گی، اور یہ نفع عام جو ہمارے غرباء کو پہنچتا ہے ہرگز مقصود نہ رہے گا، اور عجب نہیں کہ رفتہ رفتہ بوجہ قلت اونٹ حکم عنقا کا پیدا کرے، تو رفع حاجت دائمہ اس سے متوقع نہیں، اور بکری کا گوشت کھانے کے لئے بھی تھوڑے لوگوں کو ملتا ہے، اور قربانی کے واسطے بھی ہر شخص ایک بکری جداگانہ کرے کہ سال بھر سے کم کی نہ ہو، اور اس کے اعضاء بھی عیب و نقصان سے پاک ہوں بخلاف اس غریب پرور جانور یعنی گائے کے کہ ہمارے

مسئلہ شرعیہ سے اس میں سات شخص شریک ہو سکتے ہیں، اور بیشک سات بکریاں ایک گائے سے ہمیشہ گراں رہتی ہے۔

معہذا ہمارے مذہب میں اس کا جواز اور ہنود کے یہاں ممانعت ایک پلہ میں نہیں، ہماری اصل شریعت میں اس کا جواز موجود، قرآن مجید میں ہے: "ان اللہ یأمرکم ان تذبحوا بقرۃ" و شرائع من قبلنا اذا قصھا اللہ تعالی علینا من دون انکار شرائع لنا (ملتقطا) کما نص علیہ فی کتب الاصول" بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ گائے ذبح کرو۔ہم سے پہلے شریعتوں کو جب اللہ تعالی بیان فرما کر منع نہ فرمائے تو وہ ہماری شریعت ہو جاتی ہے (ملتقطا) جیسا کہ کتب اصول میں منصوص ہے۔

اور ہنود کے اصل مذہب میں کہیں اس کی ممانعت نہیں، متاخرین نے خواہ مخواہ اس کی تحریم اپنے سر باندھ لی، بلکہ کتب ہنود گواہی دیتی ہیں کہ پیشوایان ہنود بھی گائے کا مزہ چکھنے سے محروم نہ گئے، جسے اس کی تفصیل دیکھنی ہو سوط اللہ الجبار وغیرہ کتب رد ہنود کا مطالعہ کرے علاوہ بریں ہم دریافت کرتے ہیں اس کی تحریم ہنود کے یہاں دو ہی وجہ سے معقول: ایک یہ کہ جانور کی ناحق ایذا اور ہتھیا ہے، ہم کہتے ہیں اکثر اقوام ہنود بکری، مرغی، مچھلی کھاتے ہیں؟ کیا وہ جانور نہیں، کیا ان کی جان جان نہیں؟ کیا ان کی ایذا احرام نہیں؟ کیا ان کا قتل ہتھیا نہیں؟ اور خود کتب ہنود سے جورام و پچھمن و کرشن کا شکاری ہونا ثابت، اس ہتھیا کا کیا علاج؟ اور ایسا ہی ناراضی ہنود کا خیال کیجئے تو اگر وہ ہتھیا کے حکم کو عام کر دیں تو کیا شرع مطہر ہمیں ہر جانور کے ذبح و قتل سے باز رکھے گی، اور سانپ کہ انسان کی جان کا دشمن اور ہندوؤں کا دیوتا ہے ہرگز نہ مارا جائیگا، اور مسلمانوں کا اسباب و معشیت مفقود اور انسانوں کے ابواب عافیت مسدود کر دیے جائیں گے؟ حاشا و کلا! ہماری شرع ہرگز ایسا حکم نہیں فرماتی، نہ حکام وقت ان خرافات کو روا رکھیں، کیا مزے کی بات ہے، ہندوں میں بعض قومیں ایسی ہیں کہ مطلقاً ہر جانور کا قتل حرام اور ہتھیا جانتی ہیں، بلکہ بعض کو تو اس قدر غلو و تشدد ہے کہ ہر وقت منھ پر کپڑا باندھے رہتے ہیں کہ مکھی یا بھنگا حلق میں جا کر مر نہ جائے، اور باقی طوائف ہنود ان لوگوں کا خیال اور ان کے مذہب کا لحاظ نہیں کرتے، مزے سے بکری، مرغی، مچھلی وغیرہ وغیرہ نوش جان کرتے اور مسلمانوں کی دیکھا دیکھی دیگچیوں کا بگھار کا لطف اڑاتے ہیں، جب ان کے آپس میں یہ کیفیت ہے تو ہم پر کیوں ہنود کا

لحاظ اوران کے مذہب کا ایسا خیال واجب کرے، گاؤکشی بند کرنے کا فتوی دیا جاسکتا ہے: "ان هذا الاظلم صريح او جهل قبيح۔

دوسری وجہ یہ کہ گائے ان کے یہاں معظم ہے اور اپنے معظم کا ہلاک نہیں چاہتے، ہم کہتے ہیں کہ:

اولا: گئو ماتا کی آنکھیں بند ہوتے ہی ان سعادت مندوں کی تعظیم کا حال کھل جاتا ہے، اپنے ہاتھوں چماروں کے حوالے کرتے ہیں کہ چیریں پھاڑیں اور چرسا اپنے لئے ٹھہرا لیتے ہیں کہ کھال کی جوتیاں بنا کر پہنیں، جو جوتوں سے بچی وہ ڈھول پر کھنچی کہ شادی بیاہ میں کام آئے، رات بھر تیا پنچے کھائے۔

ثانیا: بفرض غلط اگر تعظیم ہے بھی تو صرف گائے پر مقتصر ہے، ہم بچشم خود دیکھتے ہیں کہ ہنود آپ بیل کی ہر تعظیم نہیں کرتے بلکہ اس پر سخت تشدد کرتے ہیں، ہل میں جوتیں، گاڑی میں چلائیں، سواریاں لیں، بوجھ لدوائیں، وجہ بے وجہ سخت ماریں کہ ان کے جسم زخمی ہوجاتے ہیں، ہم نے خود دیکھا ہے کہ بعض ہنود نے بار برداری کی گاڑیوں میں اس قدر بوجھ بھرا کہ بیلوں کا جگر پھٹ گیا اور خون ڈال کر مر گئے، تو معلوم ہوا کہ بیل ان کے یہاں معظم نہیں۔ اگر یہ ممانعت بربنائے تعظیم ہے تو چاہئے کہ بخوشی بیلوں کے ذبح کی اجازت دیں، ورنہ ان کا صریح مکابرہ اور ہٹ دھرمی ہے۔

باقی رہا سائل کا یہ کہنا کہ "اس فعل کے ارتکاب سے ثوران فتنہ وفساد ہو" ہم کہتے ہیں جن مواضع میں مثل بازار و شارع عام وغیرہما گاؤکشی کی قانونا ممانعت ہے وہاں جو مسلمان گائے ذبح کرے گا البتہ اثارت فتنہ وفساد اس کی طرف منسوب ہوسکتی ہے اور قانونا مجرم قرار پائے گا۔ اور اس امر کو ہماری شریعت مطہرہ بھی روا نہیں رکھتی کہ ایسی وجہ سے مسلمانوں پر مواخذے یا انہیں سزا ہونے کا باعث ہونا بیشک توہین اسلام ہے جس کا مرتکب یہ شخص ہوا، نظیر اس کی سب وشتم آلہۂ باطلۂ مشرکین ہے کہ شرع نے اس سے ممانعت فرمائی، اگرچہ اکثر جگہ فی نفسہ حرج متحقق نہ تھا۔

"ولا تسبوا الذين يدعون من دون الله فيسبوا الله عدوا بغير علم" اور انہیں گالی نہ دو جنہیں وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے زیادتی

اور جہالت سے۔

اور جہاں قانوناً ممانعت نہیں وہاں اگر ثوران فتنہ وفساد ہوگا تو لاجرم ہنود کی جانب سے ہوگا، اور جرم انہیں کا ہے کہ جہاں ذبح کرنے کی اجازت ہے وہاں بھی ذبح نہیں کرنے دیتے، کیا ان کے جرم کے سبب ہم اپنی رسوم مذہبی ترک کر سکتے ہیں، یہ حکم بعینہ ایسا ہوا کہ کوئی شخص اغنیاء سے کہے تمہارا مال جمع کرنا باعث ثوران فتنہ وفساد وایذائے خلق اللہ ہے، کہ نہ تم مال جمع کرو، نہ چور چرانے آئیں، نہ وہ قید و بند کی سخت سخت سزائیں پائیں، اس احمق کے جواب میں یہی کہا جائے گا کہ چوری چور کا جرم ہے، اس کے سبب ہمیں جمع مال سے کیوں ممانعت ہونے لگی، اور اگر ایسا ہی خیال ہنود کے فتنہ وفساد کا شرع ہم پر واجب کرے گی تو ہر جگہ ہنود کو قطعاً اس رسم کے اٹھا دینے کی سہل تدبیر ہاتھ آئے گی، جہاں چاہیں فتنہ وفساد برپا کریں گے اور بزعم جہال شرع ہم پر ترک واجب کر دے گی، اور اس کے سوا ہماری جس رسم مذہبی کو چاہیں گے اپنے فتنہ وفساد کی بنا پر بند کرا دیں گے، اور یہی واقعہ اس کے لئے نظیر ہو جائے گا، ایسی صورت میں تم پر اپنی رسم کا ترک شرعاً واجب ہوتا ہے۔

بالجملہ خلاصہ جواب یہ ہے کہ بازار وشارع عالم میں جہاں قانوناً ممانعت ہے، براہ جہالت ذبح گاؤ کا مرتکب ہونا بیشک اسلام کو توہین وذلت کے لئے پیش کرنا ہے کہ شرعاً حرام، اور اس کے سوا جہاں ممانعت نہیں وہاں سے بھی باز رہنا اور ہنود کی بیجا ہٹ بجا رکھنے کے لئے یک قلم اس رسم کو اٹھا دینا، ہرگز جائز نہیں بلکہ انہیں مضرات وبذلات کا باعث ہے جن کا ذکر ہم اول کر آئے جنہیں شرع مطہر ہرگز گوارا نہیں فرماتی، نہ کوئی ذی انصاف حاکم پسند کر سکے، واللہ تعالی اعلم۔ (فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۵۵۵تا۵۵۸)

قربانی کے ڈیل دار جانور اونٹ اور گائے ہیں، تفسیر قادری جو ہنود کے ایک معزز رئیس منشی نولکشور سی آئی ای نے اپنی فرمائش سے منجانب مطبع تصنیف کرائی اور داخل رجسٹری کرا کر اپنے مطبع میں چھ بار چھاپی، بیچی، اس کی جلد دوم طبع ششم سطر اخیر ص ۷۹ وسطر اول ص ۸۰ میں آیت کے ان لفظوں کا ترجمہ یوں لکھا، والبدن، اور اونٹ اور گائے جو قربانی کے لئے ہانکے لئے جاتے ہیں جعلنٰھا لکم، کر دیا ہم نے انہیں یعنی ان کے ذبح کو تمہارے واسطے من شعائر اللہ دین الٰہی کی نشانیوں میں سے۔

اور بیشک ہم حنفی مذہب والوں کے تینوں امام یعنی امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اور ان کے سب پیروؤں کا یہی مذہب ہے کہ بدنہ یعنی قربانی کے ڈیل دار جانور میں اونٹ اور گائے دونوں داخل ہیں۔ ہدایہ، درمختار، قاضی خاں، عالمگیری وغیرہا مشہور کتابیں اسی مذہب کی ہیں،

درمختار میں ہے: بدنة هي الابل والبقر سميت به لضخامتها ۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱۴/ ۵۶۱)

﴿۳۷﴾ لَنْ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ یَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ط كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ط وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِیْنَ ☆

اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہونچتے ہیں نہ ان کے خون ہاں تمہاری پرہیزگاری اس تک باریاب ہوتی ہے۔ یونہی ان کو تمہارے بس میں کردیا کہ تم اللہ کی بڑائی بولو اس پر کہ تم کو ہدایت فرمائی۔ اور اے محبوب خوشخبری سناؤ نیکی والوں کو۔

﴿۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(لتکبروا اللہ علیٰ ما ھدٰکم ط میں تکبیر کا ذکر اور اس سے مراد نماز عید میں تکبیر کہنا ہے)

نماز عید ہجرت کے سال اول میں شروع ہوئی، درمختار میں ہے کہ نماز عید ہجرت کے پہلے سال شروع ہوئی، اور وہ شرع میں معروف نہ ہوئی تھی مگر اسی اسلوب وطریقہ پر۔ اور تکبیرات میں حکمت دینی سرور کا اظہار اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل ہے کہ تم اس مدت (رمضان) کو مکمل کرو اور اللہ کی عطا کردہ ہدایت پر اللہ کو بڑا بیان کرو، یہ عیدالفطر میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ تم اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہدایت پر تکبیر کہو اور محسنین کو بشارت دو۔ یہ عیدالاضحیٰ کے بارے میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاوی رضویہ جدید ۸/ ۵۷۲)

﴿۴۰﴾ اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ط وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ یُذْكَرُ فِیْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِیْرًا ط وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ ط اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ☆

وہ جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے صرف اتنی بات پر کہ انہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے اور اللہ اگر آدمیوں میں ایک کو دوسرے سے دفع نہ فرماتا تو ضرور ڈھادی جاتیں خانقاہیں اور گرجا اور کلیسے اور مسجدیں جن میں اللہ کا بکثرت نام لیا جاتا ہے اور بے شک اللہ ضرور مدد فرمائے گا اس کی جو اس کے دین کی مدد کرے گا بیشک ضرور اللہ قدرت والا غالب ہے

﴿۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

معلوم ہوا کہ مجاہدین آلہ و واسطہ دفع بلا ہیں۔ (الامن والعلی ۹۳)

﴿۴۷﴾ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ؕ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۔☆

اور یہ تم سے عذاب مانگنے میں جلدی کرتے ہیں اور اللہ ہرگز اپنا وعدہ جھوٹا نہ کرے گا۔ اور بیشک تمہارے رب کے یہاں ایک دن ایسا ہے جیسے تم لوگوں کی گنتی میں ہزار برس۔

سورة المؤمنون

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۵﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ۔☆

اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

﴿۶﴾ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ۔☆

مگر اپنی بیویوں یا شرعی باندیوں پر جو ان کے ہاتھ کی ملک ہیں کہ ان پر کوئی ملامت نہیں۔

﴿۷﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ۔☆

تو جو ان دو کے سوا کچھ اور چاہے وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ظاہر ہے کہ زن ممتوعہ (جس سے متعہ کا عقد کیا جائے) نہ اس کی بیوی ہے نہ کنیز شرعی۔ تو وہی تیسری راہ ہے جو خدا کی باندھی ہوئی حد سے جدا اور حرام وگناہ ہے، رب تبارک تعالی مردوں سے فرماتا ہے: "محصنين غير مسافحين ولا متخذي اخدان" نکاح کر و بی بی بنا کر قید میں رکھنے کو نہ پانی گرانے اور نہ آشنا بنانے کو۔

عورتوں سے فرماتا ہے: "محصنت غير مسافحات ولا متخذات أخدان" قید میں آتیاں نہ مستی نکالتیاں نہ یار بناتیاں۔ ظاہر ہے کہ متعہ بھی مستی نکالنے پانی گرانے کا صیغہ ہے، نہ قید میں رکھنے بی بی بنانے کا۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۲۴۲/۵)

عن سبرة بن معبد الجهني رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : یَا أَیُّھَا النَّاسُ ! اِنِّی کُنْتُ اذَنْتُ لَکُمْ فِی الْاِسْتِمْتَاعِ مِنَ النِّسَآءِ ، وَاِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ حَرَّمَ ذٰلِکَ اِلیٰ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ ۔

حضرت سبرہ بن معبد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! میں نے تمھیں متعہ کی اس سے پہلے اجازت دی تھی۔ اور اب بیشک اللہ تعالیٰ نے متعہ قیامت تک کیلئے حرام فرمادیا۔

عن أمیر المؤمنین علی المرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم قال : ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نھی عن نکاح المتعۃ یوم خیبر وعن لحوم الحمر الاھلیۃ ۔

امیر المؤمنین حضرت علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے متعہ سے غزوۂ خیبر کے دن منع فرمایا اور گدھے کے گوشت سے بھی۔

عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال : انما المتعۃ فی اول الاسلام ، کان الرجل یقدم البلد لیس لہ بھا معرفۃ ، فیتزوج المرأۃ بقدر مایری أنہ یقیم فتحفظ لہ متعۃ وتصلح لہ شیئہ حتی اذا نزلت الآیہ . اِلَّا عَلیٰ أَزْوَاجِھِمْ أَوْمَامَلَکَتْ أَیْمَانُھُمْ ،قال ابن عباس : فکل فرج سواھما فھو حرام ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ متعہ ابتدائے اسلام میں جائز تھا۔ مرد کسی شہر میں جاتا جہاں کسی سے جان پہچان نہ ہوتی تو کسی عورت سے اتنے دنوں کیلئے عقد کرلیتا جتنے روز اسکے خیال میں وہاں ٹھہرنا ہوتا۔ وہ عورت اسکے اسباب کی حفاظت ، اسکے کاموں کی درستگی کرتی ۔ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی "سب سے اپنی شرمگاہیں محفوظ رکھو سوا بیویوں اور کنیزوں کے" اس دن سے ان دو کے سوا تمام شرمگاہیں حرام ہوگئیں۔

عن جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : تمتعنا نسوۃ فی غزوۃ تبوک ، فجاء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فنظر الیھن وقال : من ھؤلاء النسوۃ ؟ قلنا : یارسول اللہ ! نسوۃ تمتعناھن، قال : فغضب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی احمرت وجنتاہ وتمعر وجھہ وقام فینا خطیبا فحمد اللہ

واثنى عليه، ثم نهى عن المتعة۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ تبوک میں ہم نے کچھ عورتوں سے متعہ کیا۔اسی درمیان سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم میں تشریف لائے اوران عورتوں کودیکھ کرارشادفرمایا: یہ عورتیں کون ہیں؟ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ان سے ہم نے متعہ کیا ہے۔یہ سن کرحضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غضب فرمایا یہاں تک کہ دونوں رخسار مبارک سرخ ہوگئے اور چہرۂ مبارک کا رنگ بدل گیا۔اسی وقت ہمارے درمیان کھڑے ہوکر خطبہ شروع کردیا اور حمد وثنا کے بعد متعہ کا حرام ہونا بیان فرمایا۔

فتاوی رضویہ ۵/۳۴۳

〈۹〉وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ۔☆

اوروہ جواپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں۔

〈۱۰〉اولٰئك هم الوارثون۔☆

یہی لوگ وارث ہیں۔

〈۱۱〉اَلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ط هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔☆

کہ فردوس کی میراث پائیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

〈۲〉امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

معالم شریف امام بغوی شافعی میں ہے:

یحافظون، ای یداومون علی حفظها ویراعون اوقاتها، کرر ذکر الصلاۃ لیتبین ان المحافظة علیها واجبة" محافظت کرتے ہیں یعنی ہمیشہ نگہبانی کرتے ہیں اوران کے اوقات کاخیال رکھتے ہیں۔نماز کاذکر مکرر کیا ہے تاکہ واضح ہوجائے کہ اس کی محافظت واجب ہے۔ (فتاوی رضویہ جدید ۵/۲۷۱۔۲۷۲)

〈۱۲〉وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ۔☆

اور بے شک ہم نے آدمی کو چنی ہوئی مٹی سے بنایا۔

〈۱۳〉ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ۔☆

پھراسے پانی کی بوند کیا ایک مضبوط ٹھہراؤ میں۔

﴿۱۴﴾ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ط فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ۔☆

پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو خون کی پھٹک کیا پھر خون کی پھٹک کو گوشت کی بوٹی پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں پھر ان ہڈیوں پر گوشت پہنایا پھر اسے اور صورت میں اٹھان دی۔ تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

قرآن واحادیث ونصوص شرعیہ ومحاررات عرفیہ سب میں ان کی طرف روح وجسم دونوں نسبت کی جاتی ہے۔

"قال اللہ تعالی: ولقد خلقنا الا نسا ن من سللة من طين ۔ ثم جعلنا ہ نطفة فـی قـرار مـكين ،الی قوله سبحا نه: فتبار ك اللہ احسن الخالقين۔ وقال عزو جل :واذ قـا ل ربك لـلـمـلـئـكة: انـی خا لق بشرا من صلصال من حمأ مسنو ن ۔ فاذا سويته و نفخت فيه من رو حی فقعوا له سا جدين ۔ وقـال تبا رك اسمه انا خلقنا هـم مـن طين لا ذ ب۔ وقال جل جلا له: يا ايها النا س ان كنتم فی ريب من البعث فـانـا خلقنا كم من تراب ثم من نطفة ثم من علقة ثم من مضغة مخلقة وغير مخلقة لنبين لكم و نقر فی الا رحام ما نشا ء الی اجل مسمی۔ الآية"

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بیشک ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا فرمایا، پھر اسے ایک عزت والی قرار گاہ میں ٹھہرایا، تا ارشاد باری تعالیٰ: تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا۔ اور فرماتا ہے: یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتہ سے فرمایا: بیشک میں بد بودار گارے کی بجتی ہوئی مٹی سے ایک انسان بنانے والا ہوں، تو جب میں اسے ٹھیک کرلوں اور اس میں اپنی طرف کی معزز روح پھونک دوں تو تم اس کے لئے سجدے میں گر جانا۔ اور فرماتا ہے: بیشک ہم نے ان کو چپکتی ہوئی مٹی سے بنایا۔ اور فرماتا ہے: اگر تمہیں بعث سے متعلق کچھ شک ہے تو بیشک ہم نے تم کو مٹی سے بنایا، پھر پانی کی بوند سے، پھر خون بستہ سے، پھر پارۂ گوشت سے، مکمل اور نامکمل، تاکہ تم پر ہم روشن کردیں، اور جسے چاہیں ایک مقررہ میعاد تک رحموں میں

ٹھہرا ئیں۔الآیۃ۔

اور ہر ظاہر کہ کھنکھناتی چپکتی خمیر کی ہوئی مٹی، پھر پانی کے قطرے، پھر خون کی بوند، پھر گوشت کے لوتھڑے سے بننا رحم میں ایک مدت معین تک ٹھہرنا ٹھیک ہونے کے بعد اس میں روح پھونکا جانا یہ سب احوال واطوار بدن کے ہیں اور انسان کی طرف نسبت فرمائی۔

"وقال عز مجده: وحملها الانسان، انه كان ظلوما جهولا، وقال تعالى شانه: ايحسب الانسان ان لن نجمع عظامه، بلى قادرين على ان نسوى بنانه، بل يريد الانسان ليفجر امامه، يسئل ايان يوم القيمة" الى قوله جل ذكره "يقول الانسان يومئذ اين المفر" الى قوله جلت عظمة "ينبأ الانسان يومئذ بما قدم واخره، بل الانسان على نفسه بصيرة ولو القى معاذيرة۔

خدائے عزوجل فرماتا ہے: اور انسان نے اس امانت کو اٹھالیا بے شک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔

اور فرماتا ہے: کیا انسان گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع نہ کریں گے، کیوں نہیں، ہم قادر ہیں کہ اس کا پور برابر کردیں، بلکہ انسان چاہتا ہے کہ اس کے آگے بے حکمی کرے، پوچھتا ہے کب ہے قیامت کا دن (تا ارشاد:) انسان کہتا ہے اس دن مفر کہاں (تا ارشاد ربانی:) اس دن انسان کو بتادیا جائے گا جو اس نے آگے کیا اور پیچھے کیا، بلکہ انسان اپنے نفس کو خوب دیکھنے والا ہے اگرچہ اپنے عذر سامنے لائے۔

واضح رہے کہ تکالیف شرعیہ سے مخاطب ہونا اور ظلم وجہل وحسبان وارادہ وسوال وکلام واعلام ومعرفت ومعذرت یہ صفات وافعال روح سے ہیں، یونہی فجور بھی۔

"قال عز مجده ونفس وما سوها فالهمها فجورها وتقوها"

اللہ تعالی فرماتا ہے: قسم نفس کی اور اس کی جس نے اسے ٹھیک بنایا، پھر اس کے دل میں اس کی نافرمانی اور پرہیزگاری ڈالی۔

انہیں بھی انسان کی جانب اضافت فرمایا بلکہ ایک ہی آیت میں دونوں قسم کے امور اس کے لئے مذکور۔

قال عز شانه: انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج نبتليه فجعلنه سميعا

بصیرا۔

باری تعالی فرماتا ہے: بیشک ہم نے انسان کو ملے ہوئے نطفہ سے بنایا کہ اسے آزمائیں، پھر ہم نے اسے سننے والا دیکھنے والا بنایا۔

مرد وزن کے ملے ہوئے نطفہ سے بدن بنا اور تکلیف وآزمائش روح کی ہے اور وہی شنوا وبینا۔

قال تعالی جل ذکرہ: اولم یر الانسان انا خلقناہ من نطفۃ فاذا ہو خصیم مبین۔ وضرب لنا مثلا ونسی خلقہ، الآیۃ۔

ارشاد باری ہے: کیا انسان نے دیکھا کہ ہم نے اسے نطفہ سے پیدا کیا پھر وہ کھلا جھگڑنے والا ہے اور اس نے ہمارے لئے مثل بنائی اور اپنی تخلیق کو بھول گیا۔

رویت وعلم، شان روح ہے اور نطفے سے پیدائش بدن کی، پھر خصومت ومثل زنی ونسیان احوال روح از ضمیر اخیر نے پھر تخلیق نطفہ سے جانب بدن مراجعت کی۔ یہی سب محاورات عرف عام میں شائع۔ اب چار حال سے خالی نہیں، یا تو انسان محض بدن ہے، یا مجرد روح، یا ہر ایک یا مجموع۔ احتمال ثالث تو بداہۃً مدفوع، ہر عاقل جانتا ہے کہ اسکے بنی نوع کا ہر فرد اور وہ خود ایک ہی انسان ہے۔ نہ یہ کہ ہر شخص میں دو انسان ہوں، ایک روح ایک بدن، ولہذا اسکی طرف کسی کا ذہاب معلوم نہیں، ثلثہ باقیہ مذاہب معروفہ ہیں، اول اکثر متکلمین کا خیال ہے اور ثانی امام رازی وغیرہ کا مفاد مقال، اور ثالث خود انہیں امام جلیل ودیگر اجلہ اکابر کا ارشاد جمیل۔ تفسیر کبیر میں ہے:

"اما القائلون بان الانسان عبارۃ عن ہذہ البنیۃ المخصوصۃ وعن ہذا الجسم المحسوس فہو جمہور المتکلمین، وہذا القول عندنا باطل (وذکر علیہ حججا الی ان قال) الحجۃ الخامسۃ ان الانسان قد یکون حیا حال ما یکون البدن میتا والدلیل قولہ تعالی: ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا، بل احیاء، فہذا النص صریح فی ان اولئک المقتولین احیاء والحس یدل علی ان ہذا الجسد میت، الحجۃ السادسۃ قولہ تعالی: النار یعرضون علیہا، وقولہ: اغرقوا فادخلوا نارا، وقولہ علیہ الصلاۃ والسلام: القبر روضۃ من ریاض

الجنة او حفرة من حفر النار ، کل هذا النصوص تدل علی ان الانسان یبقی بعد موت الجسد ، الحجة السابعة قوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : اذا حمل المیت علی نعشه رفرف روحه فوق النعش ویقول: یا اهلی یا ولدی (الحدیث) ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم صرح بان حال ما یکون حال الجسد علی النعش بقی هناك شئ ینادی ویقول جمعت المال من حله وغیر حله ، ومعلوم ان الذی کان الاهل اهلا له وکان جامعا للمال وبقی فی رقبته الوبال لیس الا ذلك الانسان ، فهذا التصریح بان فی الوقت الذی کان الجسد میتا کان الانسان حیا باقیا فاهما ، الحجة الثامنة قول تعالیٰ: یا یتها النفس المطمئنة ! ارجعی الی ربك راضیة مرضیة، والخطاب انما هو حال الموت فدل ان الذی یرجع الی الله بعد موت الجسد یکون حیا راضیا ولیس الا الانسان فهذا یدل ان الانسان بقی حیا بعد موت الجسد ، الحجة العاشرة جمیع فرق الدنیا من الهند والروم والعرب والعجم وجمیع ارباب الملل والنحل من الیهود والنصاری والمجوس والمسلمین یتصدقون عن موتاهم ویدعون لهم بالخیر ویذهبون الی زیاراتهم ، ولو لا انهم بعد موت الجسد بقوا احیاء لکان التصدق والدعاء والزیارة عبثا، فیدل عن فطرتهم الاصلیة شاهدة بان الانسان لا یموت بل یموت الجسد ، والحجة السابعة عشرة ان الانسان یجب ان یکون عالما ، والعلم لا یحصل الا فی القلب فیلزم ان یکون الانسان عبارة عن الشئ الموجود فی القلب او شئ له تعلق بالقلب ۔ ملتقطا ملخصا"

اس مخصوص ساخت اور اس محسوس جسم کو انسان بتانے والے جمہور متکلمین ہیں اور یہ قول ہمارے نزدیک باطل ہے (اس پر دلائل ذکر کیے، یہاں تک کہ فرمایا:

پانچویں دلیل یہ ہے کہ انسان کبھی زندہ ہوتا ہے جبکہ بدن مردہ ہوتا ہے اور اس کی دلیل یہ ارشاد باری ہے: کہ انہیں جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز مردہ نہ سمجھنا بلکہ وہ زندہ ہیں ۔ یہ صریح نص ہے کہ وہ شہید زندہ ہیں، اور احساس یہ بتاتا ہے کہ بدن مردہ ہے۔

چھٹی دلیل باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: فرعون اور اس کے ساتھی آگ پر پیش کیے جاتے

ہیں۔اور یہ ارشاد: وہ غرق کئے گئے پھر آگ میں ڈالے گئے۔اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان: قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔یہ تمام نصوص اس پر دلیل ہیں کہ انسان بدن کی موت کے بعد بھی باقی رہتا ہے۔

ساتویں دلیل: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: جب میت کو اس کی چارپائی پر اٹھایا جاتا ہے اس کی روح جنازہ کے اوپر پھڑ پھڑاتی ہے اور کہتی ہے اے میرے لوگو! اے میری اولاد! (الحدیث) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صراحت فرمادی کہ جس وقت بدن چارپائی پر ہوتا ہے اس وقت ایک شیٔ باقی رہتی ہے جو ندا دیتی ہے اور کہتی ہے: میں نے مال جائز وناجائز طریقوں سے جمع کیا، اور معلوم ہے کہ اہل جس کے اہل تھے، اور جو مال جمع کرنے والا تھا اور جس کی گردن پر وبال رہ گیا وہ نہیں مگر وہی انسان۔تو یہ اس بات کی تصریح ہے کہ جس وقت بدن مردہ ہے اسی وقت انسان زندہ، باقی اور سمجھنے والا ہے۔

آٹھویں دلیل: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔اے اطمینان والی جان! اپنے رب کی طرف لوٹ جا اس حالت میں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔یہ خطاب بعد موت ہی ہے۔تو معلوم ہوا کہ بدن کی موت کے بعد جو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے والا ہے وہ زندہ، راضی ہوتا ہے۔اور وہ انسان ہی ہے۔تو معلوم ہوا کہ انسان جسم کی موت کے بعد بھی زندہ رہا۔

دسویں دلیل: ہندوستان، روم، عرب، عجم کے رہنے والے تمام اہل عالم اور یہی یہود، نصاری، مجوس، مسلمان، تمام ادیان ومذاہب والے اپنے مردوں کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں، ان کے لئے دعائے خیر کرتے ہیں اور انکی زیارت کے لئے جاتے ہیں، اور وہ جسم کی موت کے بعد زندہ نہ رہتے تو صدقہ، دعا اور زیارت ایک عبث اور بے فائدہ کام ہوتا۔اس میں دلیل ہے کہ ان کی اصل فطرت اس پر شاہد ہے کہ انسان نہیں مرتا بلکہ جسم مرتا ہے۔

سترہویں دلیل: ضروری ہے کہ انسان علم رکھنے والا ہو، اور علم کا حصول قلب ہی میں ہوتا، تو لازم ہے کہ انسان اس شیٔ سے عبارت ہو جو قلب میں موجود ہے یا اس شیٔ سے جو قلب سے متعلق ہے۔

امام الطریقہ سیدنا شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتوحات مکیہ شریف میں فرماتے ہیں:

لیس فی العلوم اصعب تصورا من هذه المسألة فان الارواح طاهرة بحکم الاصل والاجسام وقواها کذلك طاهرة بما فطرت علیه من تسبیح خالقها، وتوحیده ،ثم باجتماع الجسم والروح حدث اسم الانسان وتعلق به التکالیف وظهر منه الطاعات والمخالفات "

علوم میں اس مسئلہ سے زیادہ عسیر الفہم کوئی نہیں، اس لئے کہ ارواح بحکم اصل پاک ہیں، اسی طرح اجسام اوران کے قوای اپنے خالق کی تسبیح وتوحید کی جس فطرت پر پیدا ہوئے ہیں ، پاک ہیں۔ پھر جسم اور روح کے ملاپ سے نام انسان رونما ہوا، اس سے تکلیفات واحکام وابستہ ہوئے اوراس سے فرمانبرداری وخلاف ورزی ظہور پذیر ہوئی۔

امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کتاب الیواقت والجواہر میں امام ابوطاہر رحمہ اللہ تعالی سے نقل فرماتے ہیں:

"الانسان عند اهل البصائر هذا المجموع من الجسد والروح بما فیه من المعانی" ارباب بصیرت کے نزدیک انسان جسم وروح کا یہ مجموعہ ہے ان معانی کے ساتھ جو اس میں ہیں۔

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں زیر قولہ تعالی فی سورۃ النحل "خلق الانسان من نطفة فاذاهو خصیم لمبین"

فرماتے ہیں:

اعلم ان الانسان مرکب من بدن و نفس فقوله تعالی (خلق الانسان من نطفة) اشارة الی الاستدلال ببدنه علی وجود الصانع الحکیم وقوله تعالی (فاذا هو خصیم مبین) اشارة الی الاستدلال باحوال نفسه علی وجود الصانع الحکیم "

معلوم ہوا کہ انسان بدن اور روح سے مرکب ہے، تو ارشاد باری (انسان کو نطفے سے پیدا کیا) بدن انسان سے صانع کے وجود پر استدلال کی جانب اشارہ ہے۔ اور ارشاد باری (پھر جبھی وہ کھلا جھگڑنے والا ہے) روح انسان کے احوال سے صانع حکیم کے وجود پر استدلال کی جانب اشارہ ہے۔

اقول وباللہ التوفیق: آیات کریمہ قرآن عظیم ومحاورات عامہ شائعہ تمام عالم کے ملاحظہ سے بہ نگاہ اولین میں منقوش ہوتا ہے کہ جسے انسان کہتے ہیں اور زید وعمرو اعلام، یا من وتو ضمائر، یا این وآن اسمائے اشارہ سے تعبیر کرتے ہیں، اس میں روح وبدن دونوں ملحوظ ہیں، ایک یکسر معزول ہوا ایسا ہرگز نہیں، اب خواہ یوں ہو کہ ہر یک نسخ حقیقت انسانی میں داخل وجزو حقیقی ہو، یا یوں کہ ایک سے تجوہر حقیقت اور دوسرے کو مہیت وشرطیت مگر ساتھ ہی عقل ونقل کی طرف نظر کیجئے تو ان کا اجماع واطباق دیکھتے ہیں کہ ازان ایک شئی مدرک عاقل فاہم مرید مکلف مخاطب من اللہ تعالی ہے، اور یہ صفات اس کے ۔یئے حقیقۃً ثابت ہیں نہ کہ موصوف بالذات کوئی شئی غیر ہو اور اس کی طرف بالتبع بالعرض نسبت کیے جاتے ہوں، اس بین وواضح امر کی طرف التفات کرتے ہی منجلی ہوگیا کہ جس طرح قولین اولین میں تجرد محض بہ معنی بشرط لاشئی مراد لینا کسی عاقل سے معقول نہیں، اگر ہے تو لابشرط، اور یہ بھی منقول نہیں کہ روح بدن میں کوئی لحاظ سے بالکل معزول نہیں، اور قول اول تو اس کا قابل قبول نہیں، کہ انسان عاقل ہے اور ابدان ذوی العقول نہیں، انسان مالک ومتصرف ہے بدن کی طرح آلہ ومعمول نہیں، یوں ہی یہ بھی روشن ہوگیا کہ قول اخیر میں مجموع سے مراد بشرط شئی ہے نہ ترک نفس حقیقت، ورنہ انسان عاقل ومدرک نہ رہے کہ مجموع مدرک ونامدرک نامدرک ہے اور لازم آئے آیات ومحاورات عامہ خواہ مدنیات ہوں جن میں موصوف بصفات جسم کو انسان کہا گیا، یا روحیات جن میں صفات نفس سے انسان کو متصف کیا، خواہ جامعات جن میں دونوں کو اجتماع دیا، سب یکسر حقیقت سے معزول اور مجاز پر محمول ہوں کہ اب انسان نہ روح ہے نہ بدن بلکہ شئی ثالث ہے، لاجرم مجموع کا محمل اول مراد نہیں ہوسکتا۔

ومن الدليل عليه قول الامام ابی طاهر "بما فيه من المعانی" فما كان لعاقل ان يتوهم دخول الاعراض فی قوام جوهر وانما المراد الدخول فی اللحاظ وكذا تنصيص الامام الرازی علی التركيب مع اعطائه مرارا كثيرة ان الانسان هو الروح"

اس کی ایک دلیل امام ابوطاہر کے یہ الفاظ ہیں (ان تمام معانی کے ساتھ جو اس میں ہیں) کہ اس سے کوئی عاقل یہ وہم نہیں کرسکتا کہ اعراض ایک جوہر کی حقیقت میں داخل ہیں

،مراد صرف لحاظ میں داخل ہونا ہے۔اسی طرح مرکب ہونے پر امام رازی کی تصریح، جب کہ ان کے کلام سے بہت سی جگہ مستفاد ہے کہ انسان۔وہی روح ہے۔

رہا محمل دوم اس میں بھی دو احتمال ہیں، قوام روح سے ہو اور بدن شرط، یعنی انسان روح متعلق بالبدن کا نام ہو، یا بالعکس یعنی بدن تعلق بالروح کا، ثانی بھی اس مقدمہ مذکورہ واضحہ سے مدفوع کہ انسان عاقل مخاطب بالاصالۃ ہے، نہ بالتبع، تو بفضل تعالی عرش تحقیق مستقر ہو گیا کہ مختار و منصور وہی قول اخیر باین معنی وتفسیر ہے، اور قول ثانی بھی اس سے بعید نہیں کہ جب قوام جوہر میں صرف روح انسان ہے تو انسان روح ہی کا نام ہوا، ملحوظ بلحاظ تعلق ہونا اسے روح ہونے سے خارج نہیں کرتا، نہ اس عبارات میں لحاظ تعلق سے قطع نظر مذکور، تو اس کا اسی قول منصور کی طرف ارجاع میسور، ولہذا امام اجل فخر الدین رازی نے باآنکہ بار بار روح ہی کے انسان ہونے پر تجلیل وتنقیح فرمائی، خود ہی انسان کے، روح و بدن سے مرکب ہونے کی تصریح فرمائی۔اسی طرح شاہ عبد العزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں جہاں وہ عبارت لکھی کہ جان آدمی کہ در حقیقت آدمی عبارت ازان است (آدمی کی جان کہ حقیقت میں آدمی اس سے عبارت ہے)

وہیں اس کی شرح یوں ارشاد کی:

''تفصیل ایں اجمال آنکہ آدمی مرکب از دو چیز است جان و بدن، جزو اعظم جان است کہ تبدل وتغیر دراں راہ نمی یابد و بدن بمنزلہ لباس است کہ اختلاف بسیار درو راہ می یابد اھ مختصرا''

اس اجمال کی تفسیر یہ ہے کہ آدمی دو چیزوں سے مرکب ہے، جان اور بدن۔جزو اعظم جان ہے جس میں تبدل وتغیر کو راہ نہیں۔اور بدن بمنزلہ لباس ہے کہ اس میں بہت تبدیلی ہوا کرتی ہے۔

پھر روح کا جسم سے تعلق چار قسم ہے: ایک تعلق دنیوی بحال بیداری، دوسرا بحال خواب کہ من وجہ متعلق من وجہ مفارق، تیسرا برزخی، چوتھا اخروی،

وجعلها فی شرح الصدور عن ابن القیم خمسۃ قال للروح بالبدن خمسۃ انواع من التعلق متغایرۃ، الاول فی بطن الام، الثانی بعد الولادۃ، الثالث فی حال

النوم فلها به تعلق من وجه و مفارقة من وجه، الرابع فی البرزخ فانها وان كانت قد فارقته بالموت فانها لم تفارق فراقا كليا بحيث لم يبق لها اليه التفات، الخامس من تعلقها به يوم البعث، وهو اكمل انواع التعلقات ولا نسبة لما قبله اليه اذلا يقبل البدن معه موتا ولا نوما ولا فسادا وتبعه القارى فی منح الروض۔

اقول :الكلام فی الانواع المتغائرة ولا يظهر للتعلق الرحمی تغايرمع الذی بعد الولادة فان كليهما تعلق الاتصال النومی فلا يتمحض للاتصال، والبرزخی فليس مع ذلك تعلق التدبير والاخروی فلا نقص فيه اصلا فيتحصل التقسيم هكذا، التعلق اما متمحض للاتصال اولا، الاول ان كمل بحيث لا يقبل الفراق فاخروی، والافدنيوی، يقظی، والثانی ان كان تعلق تدبير فنومی اولا فبرزخی۔

فان قيل ليس يستعمل الجنين الاته وجوارحه فی الاعمال والادراك مثل المولود قلت لا يستعملها المولود من ساعة كالفطيم ولاالفطيم كاليافع ولا اليافع كمن بلغ اشده ولا كمثله الشيخ الهرم ثم الفانی، فليجعل عامة ذلك تعلقات متغائرة، فافهم"

اورشرح الصدور میں ابن قیم کے حوالے سے پانچ قسم قراردی۔عبارت یہ ہے:بدن سے روح کے پانچ الگ الگ قسم کے تعلق ہیں۔پہلا شکم مادر میں۔دوسرا بعدولادت۔تیسرا حالت خواب میں کہ ایک طرح سے روح بدن سے تعلق ہے اور دوسری طرح سے جدا ہے۔چوتھا برزخ میں کہ روح موت کے باعث اگرچہ بدن سے جدا ہو چکی ہے مگر بالکل جدا نہیں ہوئی ہے کہ بدن کی طرف اسے کوئی التفات نہ رہ گیا ہو۔پانچواں روز بعث کا تعلق۔وہ سب سے زیادہ کامل تعلق ہے جس سے ماقبل کے تعلقات کوکوئی نسبت نہیں۔اس لئے کہ اس تعلق کے ساتھ بدن،موت،خواب اورفساد وتغیر قبول نہیں کرتا۔اورمنح الروض میں علامہ علی قاری نے بھی اس کا اتباع کیا۔

اقول:گفتگوالگ الگ اورجداگانہ تعلقات کے بارے میں ہے۔جب کہ شکم مادروالے تعلق کی،بعدولادت والے تعلق سے کوئی مغایرت ظاہرنہیں۔اس لئے کہ دونوں صورتیں میں خالص اتصال اورتدبیر وتصرف کا ناقص تعلق ہے۔اس کے برخلاف حالت خواب کے تعلق

میں خالص اتصال نہیں، من وجہ افراق بھی ہے۔ اور برزخ والے تعلق میں اس کے ساتھ یہ بھی کہ تدبیر کا تعلق نہیں۔ اور آخرت والے تعلق میں بالکل کوئی نقص نہیں۔ تو تقسیم اس طرح حاصل ہوگی: تعلق یا تو خالص اتصال رکھتا ہے یا نہیں۔ اول اگر ایسا کامل ہے کہ جدائی قبول نہ کرے تو اخروی۔ ورنہ دنیوی جو بیداری میں ہو۔ اور ثانی اگر تدبیر والا نہیں تو برزخی ہے۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ شکم کا بچہ افعال اور ادراک میں اپنے آلات و جوارح کو پیدا شدہ بچے کی طرح استعمال نہیں کرتا (اس فرق کی وجہ سے دونوں کو دو شمار کیا گیا) ہمارا جواب یہ ہوگا کہ اسوقت مولود بچہ بھی اپنے اعضاء و جوارح کو اس بچے کی طرح استعمال نہیں کرتا جو دودھ چھوڑ چکا ہو، اور دودھ چھوڑنے والا نوجوان یا قریب البلوغ کی طرح، اور یہ بھرپور جوانی والے کی طرح استعمال نہیں کرتا، نہ ہی اس کی طرح بہت بوڑھا، پھر مزید بڑھاپے سے فنا کو پہنچ جانے والا شخص استعمال کرتا ہے۔ تو چاہئے کہ ان سب کو جداگانہ و متغائر تعلقات قرار دیا جائے۔ تو اسے سمجھو۔

ان میں جس طرح اعلی و اکمل تعلق اخروی ہے جس کے بعد فراق کا احتمال ہی نہیں، یوں ہی ادون و اقل تعلق برزخی ہے کہ باوصف فراق ایک اتصال معنوی ہے مگر قرآن عظیم وحدیث کریم کے نصوص قاطعہ شاہد عدل ہیں کہ اس قدر تعلق بھی بقائے انسانیت کے لئے بس ہے۔ بداہۃً معلوم کہ قبر میں تنعیم یا معاذ اللہ تعذیب جو کچھ ہے اسی انسان ہی کے واسطے ہے جو اپنی حیات دنیوی میں مومن و مطیع یا معاذ اللہ کافر و عاصی تھا، نہ یہ کہ طاعت و ایمان تو انسان نے کیے اور نعمت مل رہی ہے کسی غیر انسان کو، یا کفر و عصیان انسان سے ہوئے اور عذاب ہوتا ہو کسی غیر انسان پر، اسی طرح وہ تمام حجج واضحہ کہ ابھی تفسیر کبیر سے بعد موت بقاو حیات انسان پر گزریں مع اپنے نظائر کثیرہ کی اس مدعا کی کفیل ہیں تو ثابت ہوا کہ حقیقت انسانیہ میں جو تعلق ملحوظ ہے مطلق و مرسل ہے کسی طرح کا ہو۔

اما ما قال الامام ابو طاهر بعد ما اسلفنا نقله، من انه اذا بطلت صورة جسده بالموت وزالت عنه المعاني بقبض روحه لا يسمى انسانا، فاذا جمعت هذه الاشياء اليه بالاعادة ثانيا كان هو ذلك الانسان بعينه، الا ترى ان الجسد الفارغ من الروح والمعاني يسمى شبحا وجثة ولا يسمى انسانا وكذلك الروح

المجرد لا یسمی انسانا "الخ

رہا وہ جو امام ابوطاہر نے سابقاً نقل شدہ عبارت کے بعد فرمایا کہ: جب موت سے آدمی کے جسم کی صورت باطل ہو جاتی ہے اور روح قبض ہو جانے کی وجہ سے معانی اس سے زائل ہو جاتے ہیں تو اسے انسان نہیں کہا جاتا۔ پھر جب دوبارہ یہ چیزیں اس کے ساتھ جمع کر دی جاتی ہیں تو بعینہ وہی انسان ہو جاتا ہے۔ دیکھو کہ روح اور معانی سے خالی جسم کو شبح اور جثہ، ڈھانچہ اور لاشہ کہا جاتا ہے، انسان نہیں کہا جاتا۔ اسی طرح مجرد روح کو انسان نہیں کہا جاتا۔

فاقول: لیس یرید رحمه الله تعالی ان الانسان یبطل بالموت وان الذی فی البرزخ من لدن الموت الی حین البعث لیس بانسان، ومعاذ الله ان یریده وهو قول اهل البدع ومصادم للقواطع وکیف یجوز ان لا یکون الروح البرزخی المتصل بالبدن اتصالا لا فی فراق انسانا، ومعلوما قطعا ان الانسان هو الذی کان آمن وکفر واحسن وفجر وبالبدیهی اذ غیر الانسان غیر الانسان افینعم من لم یعمل ویعذب من لم یعص والله تعالی یقول عنهم: یویلنا من بعثنا من مرقدنا فافادان المبعوثین فی الحشرهم الراقدون فی قبر ومعلوم ان المحشورین فی العقبی هم الکائنون فی الدنیا فالانسان هو وفی الدور الثلث لم یزل عن انسانیة ولم ینسلخ عن حقیقة، وقال تعالی النار یعرضون علیها، وانما اعاد الضمیر الی الناس المذکورین فهم المعرضون علی النار لا غیرهم وقال تعالی: قتل الانسان ما اکفره الی قوله عزوجل ثم اماته فاقبره، فالاقبار بعد الاماتة وقد ارجع الکنایة فیه الی الانسان فثبت ان المیت المقبور لیس الا انسانا، وبالجملة ففی الدلائل علی هذا اکثرة لا مطمع فی احاطتها۔

وانما اراد التنبیه علی ان الانسان لیس بمعزول اللحاظ عن شیء من الروح والبدن فالجسد اذا بطلت صورته بالموت وزالت عنه المعانی لخروج الروح عنه لا یسمی ذلك الجسد الفارغ انسانا وقد کان یسمی قبله المجرد من حیث هو مجرد لا یسمی انسانا وانما الانسان المجموع اعنی ان یکون دنیویا او اخرویا او برزخیا، هکذا ینبغی ان یفهم هذا المقام، والله سبحانه ولی الانعام"۔

فاقول: امام موصوف رحمہ اللہ تعالی کی مراد یہ نہیں کہ انسان موت سے نیست و نابود ہو جاتا ہے اور عالم برزخ میں از دم موت تا وقت بعث جو ہوتا ہے وہ انسان نہیں، اللہ کی پناہ کہ یہ ان کی مراد ہو، جب کہ یہ بدمذہبوں کا قول ہے، اور قطعی دلائل سے متصادم ہے، اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ روح برزخی انسان نہ ہو جو بدن سے ارزاق کے ساتھ ایک اتصال بھی رکھتی ہے، اور یہ قطعاً معلوم ہے کہ انسان وہی ہے جس سے ایمان وکفر اور نیکی و بدی کا صدور ہوا، اور بدیہی ہے کہ غیر انسان، غیر انسان ہے تو کیا انعام اسے ہوتا ہے جس نے عمل نہ کیا، اور عذاب اسے ہوتا ہے جس نے معصیت نہ کی؟ حالانکہ اللہ تعالی ان کے متعلق بیان فرماتا ہے: کہ وہ کہیں گے ہائے ہماری خرابی! کس نے ہماری خواب گاہ سے ہم کو اٹھایا: اس سے افادہ ہوا کہ حشر میں جو اٹھائے جانے والے ہیں وہی قبر میں سونے والے ہیں، اور معلوم ہے کہ آخرت میں جو اٹھائے جائیں وہ وہی ہیں جو دنیا میں تھے۔ تو انسان تینوں مقامات میں وہی انسان ہے، کسی وقت وہ انسانیت سے جدا اور اپنی حقیقت سے خارج نہ ہوا۔ اور باری تعالی فرماتا ہے: وہ آگ پر پیش کیے جاتے ہیں۔ ضمیر ان ہی لوگوں کی طرف لوٹائی جو مذکور ہوئے تو آگ پر پیش کیے جانے والے وہی ہیں، غیر نہیں۔ اور ارشاد باری ہے: انسان مارا جائے کتنا بڑا ناشکرا ہے (تا ارشاد باری:) پھر اسے موت دی، پھر اسے قبر میں رکھا۔ تو قبر میں رکھنا موت دینے کے بعد ہوا، اور ضمیر اس میں بھی انسان ہی کی طرف لوٹائی تو ثابت ہوا کہ میت جو قبر میں ہوتا ہے وہ انسان ہی ہے۔ بالجملہ دلائل اس بارے میں بہت ہیں جن کا احاطہ کرنے کی طمع نہیں۔

امام موصوف نے بس اس بات پر تنبیہ فرمانا چاہی ہے کہ روح اور بدن دونوں میں کسی سے بھی انسان لحاظ میں جدا نہیں۔ تو جسم کی صورت جب موت کی وجہ سے باطل ہو جائے اور اس سے روح نکل جانے کے باعث معانی اس سے زائل ہو جائیں تو اس خالی جسم کو انسان نہیں کہا جاتا، جبکہ اس سے پہلے عرفاً کہا جاتا تھا کیونکہ اتصال تھا جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ اسی طرح روح مجرد کو اس حیثیت سے کہ وہ مجرد ہے انسان نہیں کہا جاتا۔ انسان تو مجموعہ روح و بدن ہے یعنی وہ روح جس کے ساتھ بدن سے اتصال دنیوی ہو یا اخروی یا برزخی۔ اسی طرح اس مقام کو سمجھنا چاہیے، اور خدائے پاک ہی مالک انعام ہے۔

یہ تحقیق حقیقت ومصداق انسان میں کلام تھا، اب آیات ومحاورات مذکورہ کی طرف

چلئے، جب انسان وروح ہر ایک کا انسان جدا گانہ ہونا بداہۃً باطل ہو چکا، تو اب اقوال ثلاثہ سے کوئی قول لیجئے آیات ومحاورات بدنیہ وروحیہ سے ایک میں تجوز اور جامعہ میں استخدام ماننے سے گریز ہوگی کما لا یخفی۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ نہ مفسرین ان میں کہیں استخدام مانتے ہیں نہ اہل عرف ان میں کسی کلام کو حقیقت سے جدا

جانتے ہیں، تو وجہ یہ ہے کہ بوجہ شدت اختلاط، گویا روح وبدن شئے واحد ہیں بلکہ روح خفی و نظری ہے اور بدن محسوس مرئی اور اشراق اس روح نے بدن پر حیات کی شعاعیں ڈال کر اسے اپنے رنگ میں رنگ لیا، جس طرح دہکتے لوئلے کو کہ اس کے ہر ذرے میں آگ کی سرایت نے "انا النار" کہنے کا مستحق کردیا، اب اسے آگ ہی کہا جاتا ہے، یونہی جسم کو "انا الانسان" کا دعوی پہنچتا ہے۔ ہم سنتا، دیکھتا، بولتا، چلتا پھرتا، کام کرتا بدن ہی کو دیکھتے ہیں حالانکہ مدرک وفاعل روح ہے اور بدن آلہ۔ لہذا بدن پر اطلاق انسان حقیقت عرفیہ قرار پایا اور وہی تمام صفات و افعال کا منسوب الیہ ٹھہرا اور قرآن عظیم بھی مطابقت عرف پر اترا،

قال تعالی: انه لحق مثل ما انكم تنطقون" باری تعالی فرماتا ہے: بیشک وہ حق ہے اسی کے مثل جو تم بولتے ہو۔

اب نہ تجوز ہے نہ استخدام، نظیر اس کی "رأیت زیدا" زید را دیدم، زید کو دیکھا، حالانکہ زید کو اگر چہ اس سے بدن ہی مراد لیجئے ہرگز ہمیں مرئی نہیں، مرئی صرف رنگ وسطح بالائی ہے اور وہ قطعاً نہ روح زید ہے نہ بدن، مگر شدت اتصال کے باعث اسے رویت زید کہتے ہیں اور ہرگز اس میں تجوز ومخالفت حقیقت کا تو ہم بھی نہیں کرتے، یہاں تک کہ اگر کوئی زید کے رنگ وسطح کو یونہی دیکھے اور قسم کھائے میں نے زید کو نہ دیکھا قطعاً کاذب سمجھا جائے گا، لاجرم تفسیر کبیر میں روح کے غیر جسم ہونے پر کلام واسع ومشبع لکھ کر فرماتے ہیں:

"اعلم ان اكثر العارفين المكاشفين من اصحاب الرياضات وارباب المكاشفات والمشاهدات مصرون على هذاالقول جازمون بهذاالمذهب، واحتج المنكرون بقوله تعالى: من اى شئ خلقه من نطفة خلقه، هذاتصريح بان الانسان مخلوق من النطفة وانه يموت ويدخل القبر ولو لم يكن عبارة عن هذه الجثة لم تكن الاحوال المذكورة صحيحة والجواب انه لما كان الانسان فى العرف

والظاهر عبارة عن هذه الجثة اطلق عليه اسم الانسان فى العرف اه مختصراً"

معلوم ہو کہ اہل ریاضت اور ارباب کشف ومشاہدہ میں سے اکثر عرفاء مکاشفین اس قول پر اصرار اور اس مذہب پر جزم رکھتے ہیں۔ اور منکرین نے باری تعالی کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے۔ اسے کس چیز سے پیدا کیا نطفہ سے۔ یہ اس بات کی تصریح ہے کہ انسان نطفہ سے پیدا کیا گیا ہے اور وہی مرنے والا ہے اور قبر میں جانے والا ہے۔ اگر انسان جسم جثہ سے عبارت نہ ہو تو مذکورہ احوال صحیح نہ ہوں گے۔ جواب یہ ہے کہ عرف اور ظاہر میں انسان اس بدن سے عبارت تھا تو عرفاً اس پر لفظ انسان کا اطلاق ہوا۔

اقول وهذا الجواب احسن مما قدم قبله حيث قال فان قالوا هذاه الآية حجة عليكم لا نه تعالى قال: "ولقد خلقنا الانسان من سللة من طين" و كلمة من للتبعيض وهذا يدل على ان الانسان بعض من ابعاض الطين، قلنا كلمة' من' اصلها لا بتداء الغاية كقولك خرجت من البصرة الى الكوفة فقوله تعالى: ولقد خلقنا الانسان من سللة من طين، يقتضى ان يكون ابتداء تخليق الانسان حاصلا من هذه السلالة ونحن نقول بموجبه لا نه تعالى يسوى المزاج اولا ثم ينفخ فيه الروح فيكون ابتداء تخليقه من السلالة" قلت: وقد يستأنس له بقوله تعالى: وبدأ خلق الانسان من طين، فافهم۔

اقول: یہ جواب اس سے بہتر ہے جو اس سے پہلے ذکر فرمایا ہے کہ اگر وہ کہیں کہ یہ آیت تمہارے خلاف حجت ہے، اس لیے کہ اللہ تعالی نے فرمایا: بیشک ہم نے انسان کو پیدا کیا ایک خلاصہ سے، جو مٹی سے ہے۔ کلمہ 'من' تبعیض کے لئے ہے۔ اور یہ بتاتا ہے کہ انسان مٹی کا ایک جز اور بعض ہے۔ ہم جواب دیں گے کہ کلمہ "من" کی اصل ابتدائے غایت کے لئے ہے، جیسے تم کہتے ہو میں بصرہ سے کوفہ گیا، تو ارشاد باری (ہم نے انسان کو پیدا کیا ایک خلاصہ سے جو ایک مٹی سے ہے) اس کا مقتضی ہے کہ تخلیق انسان کی ابتداء اس خلاصے سے ہو، اور ہم اس کے مقتضا کے قائل ہیں، اس لئے کہ اللہ تعالی پہلے مزاج استوار فرماتا ہے، پھر اس میں روح پھونکتا ہے، تو تخلیق انسان کی خلاصے سے ہوتی ہے۔ قلت: اس جواب کے لئے اس ارشاد سے استیناس ہوتا ہے: اور انسان کی تخلیق مٹی سے شروع کی۔

بالجملہ خلاصہ مبحث یہ ہوا کہ اطلاق انسان کے لئے دو حقیقتیں ہیں: ایک حقیقت اصلیہ دقیقہ یعنی روح متعلق بالبدن اگرچہ بتعلق برزخی، دوم حقیقت مشہورہ عرفیہ یعنی بدن، اور اکثر متکلمین کے زعم میں یہی حقیقت اصلیہ ہے، اور اگر غرابت فن سے قطع نظر کر کے ان کا کلام انسان عرفی پر محمول کریں تو وہ بھی صحیح۔

اقول: صفات بدن دو قسم ہیں۔(۱) اصلیہ کے خود بدن کے لئے حاصل۔(۲) تبعیہ کہ حقیقۃً صفات روح ہیں، اور بوجہ اتحاد مذکور بدن کی طرف منسوب، جیسے علم وسمع وبصر وارادہ وفاعلیت افعال اختیاریہ وغیرہا، عرف میں اگرچہ انسان نام بدن ٹھہرا مگر صفات تبعیہ کی اس کی طرف اضافت مشروط بشرط حیات ہے، بعد موت بے عود حیات بدن خالی کو عرفاً لغۃً کسی طرح سمیع وبصیر مرید فاعل عامل نہیں کہتے کہ یہ نسبتیں اسی اتصال سریانی پر مبنی تھیں جس نے روح وبدن کو عرفاً امر وحدانی کر دیا تھا: جب وہ مسلوب ہوا کشف محجوب ہوا، صفات تبعیہ حق بہ حقدار رسید ہو کر اپنے مرکز کو گئیں اور اس تودۂ خاک کو اپنی اصلی حالتیں ظاہر ہوئیں، نظیر اس کی وہی صحبت آتش وانگشت ہے، کوئلہ کالا ٹھنڈا تاریک تھا اور نار دخانی گرم وسرخ وروشن، جب تک آگ کی سرایت سے دہک رہا تھا اس کے نیچے اپنے عیوب چھپے ہوئے تھے، آگ ہی کے اوصاف سے موصوف ہوتا، جب آگ جدا اور برکران ہوئی اصل حقیقت عیان ہوئی، تو ایمان اگرچہ عرف پر مبنی ہیں اور عرفاً انسان خواہ بلفظ انسان و بشر و آدمی تعبیر کیا جائے، یا اعلام وضمائر واسمائے اشارہ سے اس کا معبر عنہ یہی بدن ہوتا ہے، مگر بنظر تقسیم مذکور امور محلوف علیہا کی طرف نظر ضرور، اگر صفات اصلیہ پر مقصور ہو، جیسے اٹھانا، بٹھانا، نہلانا وغیرہا تو کچھ حالت حیات کی تخصیص نہ ہوگی کہ نفس بدن ان کا صالح ہے، اور اگر صفات تبعیہ پر موقوف ہو، جیسے خطاب واعلام وافہام وکلام، تو ضرورۃً مقید بحال حیات رہے گا کہ بغیر ان کے بدن ان کا صالح نہیں۔
بالجملہ انسان کا عرفاً بدن میں حقیقت ہونا اور معنی حقیقی عرفی میں استعمال کیا جانا زنہار اسے مقتضی نہیں کہ وہ کلام بدن کی ہر حالت کو مشتمل رہے یا بعض احوال پر اقتصار کے باعث حقیقت عرفیہ سے منسوخ ہو کر کسی اور معنی پر محمول بنے بلکہ وہی مراد ہو کر بات جس حال کے قابل ہوگی اسی قدر کو شامل ہوگی۔ مثلاً اگر کہئے زید نے کوئلے سے بدن جلا لیا تو قطعاً اس سے وہی دہکتا ہوا کوئلہ مراد ہوگا کہ جلانے کی صلاحیت اسی میں ہے، اس سے نہ یہ لازم کہ مطلق کوئلہ اس سے مفہوم ہو

، نہ یہ کولہ اپنے معنی حقیقی سے محروم ہو" وھذا کلہ ظاھرا جدا "بحمدہ تعالی یہ معنی ہیں اس ضا بطے کے جو علماء نے یہاں ارشاد فرمایا، اور تنویر الابصار و درمختار و شروح کنز و غیرہا میں مذکور ہوا کہ

ما شارك الميت فيه الحي يقع اليمين فيه على الحالتين، وما اختص بحالة الحياة تقيد بها"

جس امر میں میت زندہ کا شریک ہو اس میں قسم دونوں حالتوں پر واقع ہوگی اور جو حالت حیات سے خاص ہو اس میں قسم حالت زیست سے مقید رہے گی۔

اقول: مناظرات میں وقت واطالت کی راہ پاتی ہے، بیشتر اصل مقصد و مورد نزاع سے غفلت کے باعث منہ دکھاتی ہے، فریقین اس کے پابند رہیں، یہ تو معلوم کہ اہل باطل کہ اکثر اصل مطلب سے فرار ہی میں مفر، مگر اہل حق پر اس کا خیال لازم، ہروقت پیش نظر رکھیں کہ بحث کیا تھی اور چلے کدھر، اس میں باذن اللہ تعالی تخفیف مؤنت اور مخالف کے عجز وسکوت جلد ظاہر ہونے پر معونت ہوتی ہے، اس مسئلہ دائرہ سماع موتی میں مقصود اہلسنت کچھ اس پر موقوف نہیں کہ تمام اموات کے بدن ہی قبر میں ہمیشہ زندہ رہیں، زائروں کے سلام وکلام وہ انہی کانوں کے ذریعے سنیں، ہوائے متموج متکیف بالصوت انہی کے پٹھوں کو کرے، انہی طریقے پر سماع ہو۔ یونہی رؤیت عامہ اموات میں، ہماری اس سے کوئی غرض متعلق نہیں کہ وہ انہی آنکھوں سے دیکھے، انہیں سے خروج شعاع یا انہیں کے لوح میں صورت کا انطباع ہو، یہ نہ واقع نہ ہمارا دعوی اس پر موقوف۔ آخر اہلسنت کے نزدیک جس طرح ابھی کا مردہ سنتا دیکھتا ہے یونہی برسوں کا، جبکہ کان آنکھ جسم کا کوئی ذرہ سلامت نہ رہا سب خاک وغبار ہوکر مٹی میں مل گیا، جس طرح مسلمان قبر میں سنتا ہے یونہی ہندو کافر مرگھٹ میں جس وقت اس کے کان آنکھ کو آگ دیتے ہیں وہ ان آگ دینے والوں کو دیکھتا اور ان کی باتیں سنتا اس آگ کی اذیت کا احساس کرتا ہے، جو سلام وکلام مدفون امروزہ کے لئے شرع مطہر میں ہے وہی مدفون ہزار سالہ کے واسطے، دونوں سے وہی کہا جائے گا کہ سلام تم پر اے ایمان والو! اللہ تعالی تمہیں اور ہمیں بخشے تم ہمارے اگلے ہو اور ہم تمہارے پچھلے، خدا چاہے تو ہم تم سے ملنے والے ہیں۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ان صحابی اعرابی رضی اللہ تعالی عنہ کو جب یہ حکم

دیا کہ "جہاں کسی کافر کی قبر پر گزرو اسے دوزخ جانے کا مژدہ دو" تو ارشاد اقدس میں تخصیص تازہ مرے ہوئے کی نہ تھی بلکہ صاف تعمیم تھی اور تعمیم ہی پر ان صحابی نے کاربندی کی، غرض دلائل مطلق ہیں اور عقیدہ مطلق اور آلات جسمانیہ کی تخصیص ناحق، ہمیں اتنی بات سے کام ہے کہ مردے زندوں کی طرح صورت وصوت کا ادراک کرتے ہیں، اور اوپر روشن ہو چکا کہ ادراک کا رروح ہے اور روح نہ موت سے مرتی ہے نہ متغیر ہوتی ہے، مگر اس پر بھی لفظ میت کا اطلاق آتا ہے، ہم انہیں ارواح موتی کے سماع وابصار کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اسی کو اموات کا دیکھنا سننا کہتے ہیں، اس سے کچھ غرض نہیں کہ وہاں بھی ذرائع وآلات یہی ہوں یا غیر۔ فصل پانزدہم میں امام شیخ الاسلام خاتمہ المجتہدین تقی الملۃ والدین ابوالحسن علی سبکی قدس سرہ الملکی کا ارشاد گزرا کہ ہم نہیں کہتے کہ مردہ بدن سنتا ہے بلکہ روح سنتی ہے خواہ تنہا جبکہ بدن مردہ رہے، یا جسم سے مل کر جبکہ حیات جانب جسم عود کرے، آخر اس قدر سے حضرات منکرین بھی منکر نہیں کہ اموات جنت ونار وملائکہ ثواب وعذاب کو دیکھتے ان کی بات سنتے سمجھتے، کہ آنے نہ آنے کی دعائیں کرتے ہیں، تو اس کی تسلیم انہیں بھی ضرور کہ دیکھنا سننا بولنا انہیں آلات جسمانیہ پر غیر مقصور۔

(فتاوی رضویہ جدید ۹/۸۵۸ تا ۸۷۳)

﴿۴۶﴾ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَائِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ☆

فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف تو انہوں نے غرور کیا اور وہ لوگ غلبہ پائے ہوئے تھے۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

عالی بمعنی متکبر ہے۔ " قال اللہ تعالی: ثم ارسلنا موسی واخاہ ھارون بآیتنا وسلطن مبین ۔ الی فرعون وملأہ فاستکبروا وکانوا قوما عالین " پھر ہم نے موسی اور اس کے بھائی ھارون کو اپنی نشانیوں اور روشن حجت کے ساتھ فرعون اور اس کے جتھے کی طرف بھیجا تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ تھے ہی متکبر لوگ۔

تو معنی آیت یہ ہوئے کہ رب عزوجل نے شیطان لعین سے فرمایا کہ تو نے جو آدم کو سجدہ نہ کیا یہ ایک تکبر تھا کہ اس وقت تجھے پیدا ہوا، یا تو قدیم سے ہی متکبر تھا۔

تفسیر ابن جریر میں ہے:

یقول تعالیٰ لابلیس: تعظمت عن السجود لآدم فترکت السجود له استکبارا علیه ولم تکن من المتکبرین العالین قبل ذلك ام کنت من العالین یقول ام کنت کذلك من قبل ذا علو وتکبر علی ربك "

اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے فرمایا: تو نے آدم کے سجدہ سے اپنے کو بڑا سمجھا اوران پر بڑائی ظاہر کرتے ہوئے تو نے سجدہ ترک کیا دراصل تو متکبرین میں سے نہ تھا، یا یہ کہ پہلے ہی سے اپنے رب پر علو وتکبر ظاہر کرنے والا تھا۔

یا یہ کہ تکبر خاص تجھ ہی میں پیدا ہوا، یا تیری قوم ہی متکبر ہے۔ معالم میں ہے:

ام کنت من العالین المتکبرین متکبرت بنفسك ام کنت من القوم الذین یتکبرون فتکبرت عن السجود لکونك منهم " یا تو عالین متکبرین میں سے تھا۔ فرماتا ہے: کہ تو نے خود ہی تکبر کیا، یا تو متکبرین کے گروہ میں سے تھا تو سجدہ سے تکبر کیا۔

یا عالین کو بمعنی بلند ورفیع المرتبت ہیں، اور معنی یہ ہوں کہ تو نے جو سجدہ نہ کیا، یہ تیرا تکبر تھا کہ واقع میں تجھے آدم پر بڑائی نہیں۔ اور براہ غرور آپ کو بڑا ٹھہرایا۔ یا واقع میں تجھے اس پر فضیلت، بیضاوی میں ہے:

استکبرت ام کنت من العالین تکبرت من غیر استحقاق او کنت ممن علی واستحق التفوق "

تو نے تکبر کیا، یا عالین میں سے تھا۔ مطلب یہ کہ بے استحقاق کے تو غرور میں مبتلا ہوا، یا ان میں سے تھا جن کو بلندی اور تفوق حاصل ہے۔

اور یہ معنی نہیں کہ ملائکہ میں کوئی گروہ عالین ہے کہ وہ حکم سجود سے مستثنیٰ تھا۔ " وان وقع فی کلام سیدنا الشیخ الاکبر رضی اللہ تعالیٰ عنه " رب عزوجل نے متعدد تاکیدوں سے مؤکد فرمایا۔ " فسجد الملائکة کلهم اجمعون " تمام جمیع، سب ملائکہ نے سجدہ کیا۔ فاللام للاستغراق واکدت بکل واکیا جمعون۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۲/ ۳۵ تا ۳۶)

(۵۷) اِنَّ الَّذِیۡنَ هُمۡ مِّنۡ خَشۡیَةِ رَبِّهِمۡ مُّشۡفِقُوۡنَ ۞

بے شک وہ جو اپنے رب کے ڈر سے سہمے ہوئے ہیں۔

﴿۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ معاملہ خاص حبیب کا ہے۔ اللہ کو کون ایذا دے سکتا ہے مگر وہاں تو جو معاملہ رسول کے ساتھ برتا جائے اپنے ہی ساتھ قرار پایا ہے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱۵/۱۷۱)

(۱۱۵) اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ۔☆

تو کیا یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا اور تمہیں ہماری طرف پھرنا نہیں۔

﴿۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

علماء نے اس آیت کریمہ میں عبث کو معنی دوم پر لیا، یعنی کیا ہم نے تم کو بیکار بنایا، تمہاری آفرینش میں کوئی حکمت نہ تھی، یوں ہی بے معنی پیدا ہوئے، بیہودہ مر جاؤ گے، نہ حساب نہ کتاب، نہ عذاب نہ ثواب، جیسے وہ خبیث کہا کرتے تھے:

ان ھی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیا وما نحن بمبعوثین۔ تو صرف ہماری یہ دنیوی زندگی ہی ہے، ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے

اس کے رد میں یہ آیت اتری: (فتاوی رضویہ جدید ۱/۷۵۰)

فاقول وباللہ التوفیق: فائدہ، تحقیق معنی وحکم عبث میں تتبع کلمات سے اس کی تعریف وجوہ عدیدہ پر ملے گی۔

(۱) جس فعل میں غرض صحیح نہ ہو وہ عبث ہے اور اصلاً غرض نہ ہو تو سفہ۔ یہ تفسیر امام بدر الدین کردری ہے۔ امام نسفی نے مستصفی پھر علامہ حلبی نے غنیہ میں اسی طرح ان سے نقل فرما کر اس پر اعتماد کیا، اور محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر اور علامہ طرابلسی نے برہان شرح مواہب الرحمٰن اور دیگر شراح نے شروح ہدایہ وغیرہا میں اسی کو اختیار فرمایا، حلبیہ میں ہے:

فی المستصفی قال الامام بدر الدین یعنی الکردری: العبث الفعل الذی فیہ غرض غیر صحیح والسفہ ما لا غرض فیہ اصلا" مستصفی میں ہے کہ امام بدر الدین عینی کردری فرماتے ہیں: عبث وہ فعل ہے جس میں کوئی صحیح غرض نہ ہو، اور سفہ وہ ہے جس میں سرے سے کوئی غرض نہ ہو۔

غنیۃ شرنبلالیہ میں ہے:

فی البرھان ھو فعل الغرض غیر صحیح" عبث اس فعل کو کہتے ہیں جو غرض غیر صحیح کے لئے ہو۔

فتح میں ہے:

العبث الفعل لغرض غیر صحیح" عبث غیر صحیح غرض کے لئے کام کو کہتے ہیں

(۲) جس میں غرض غیر شرعی ہو۔

اقول: یہ اول سے اعم ہے کہ ہر غرض غیر صحیح غیر شرعی ہے اور ضرور نہیں کہ ہر غرض غیر شرعی صحیح ہو، جیسے ٹھنڈ کے لئے زیادہ پانی ڈالنا کہ غرض صحیح ہے مگر شرعی نہیں۔ علامہ اجمل اور ان کی تبعیت سے حلیہ و بحر نے امام بدرالدین سے اسی طرح نقل کیا، غنیۃ میں ہے:

قال بدرالدین الکردری: العبث الفعل الذی فیہ غرض لکنہ لیس بشرعی والسفہ ما لا غرض فیہ اصلا"

بدرالدین کردری فرماتے ہیں: عبث اس فعل کو کہتے ہیں جس میں غرض تو ہو مگر یہ غرض شرعی نہ ہو، اور سفہ اس کو کہتے ہیں جس میں سرے سے کوئی غرض ہی نہ ہو۔

(۳) جس میں غرض صحیح نہ ہو۔

اقول: یہ ان دونوں سے اعم ہے کہ اصلاً عدم غرض کو بھی شامل اور ثانی سے اخص بھی، کہ اگر غرض غیر شرعی صحیح کو بھی شامل، یہ تفسیر امام حمید الدین کی ہے۔ عنایہ میں بعد عبارت مذکورہ ہے

"وقال حمید الدین العبث کل عمل لیس فیہ غرض صحیح"

حمید الدین نے کہا جس چیز کی کوئی غرض صحیح نہ ہو اس کو عبث کہتے ہیں۔

مفردات راغب میں ہے:

یقال لما لیس لہ غرض صحیح عبث" جس کی غرض صحیح نہ ہو وہ عبث ہے۔

تفسیر رغائب الفرقان میں ہے:

ھو الفعل الذی لا غایۃ لہ صحیحۃ" عبث وہ فعل ہے جس کی کوئی غایت صحیح نہ ہو۔

(۴) جس میں غرض شرعی نہ ہو۔

اقول: یہ اول، ثانی، ثالث سب سے اعم مطلقاً ہے کہ انتفائے غرض صحیح انتفائے غرض شرعی کو مستلزم ہے اور عکس نہیں، اور انتفائے غرض شرعی انتفائے مطلق غرض سے بھی حاصل۔

امام نسفی اپنی وافی کی شرح کافی میں فرماتے ہیں: "العبث ما لا غرض فیه شرعا فانما کره لا نه غیر مفید "عبث بلاضرورت شرعی مکروہ ہے، اس لئے کہ یہ بے فائدہ ہے۔

(۵) جس میں فاعل کے لئے کوئی غرض صحیح نہ ہو۔

اقول: یہ اول اور ثالث سے اعم مطلقا ہے، کہ ممکن کہ فعل غرض صحیح رکھتا ہو اور فاعل بے غرض، یا غرض غیر صحیح کے لئے کرے، اور دوم و چہارم سے اعم من وجہ، کہ غرض فاسد میں تینوں صادق اور غرض صحیح غیر شرعی مقصود فاعل ہے تو وہ دو صادق خامس منتفی، اور غرض شرعی میں مقصود فاعل ہے تو بالعکس۔

تعریفات السید میں ہے:

وقیل ما لیس فیه غرض صحیح لفاعله "جس میں فاعل کے لئے غرض صحیح نہ ہو

اقول اشار الی ضعفه وسیاتیك ان شاء الله تعالی انه الحق "

اس کی ضعف کی طرف اشارہ ہے، اس کی حقیقت ان شاء اللہ تعالی آئے گی۔

(۶) بے فائدہ کام۔

بحر الرائق میں نہایہ امام سغناقی سے ہے:

ما لیس بمفید فهو العبث "غیر مفید عبث ہے۔

امام سیوطی کی درنثیر میں ہے:

عبثا ای لا لمنفعة " عبث غیر نافع ہے۔

مراقی الفلاح میں ہے:

العبث عملا لا فائدة فیه ولا حکمة تقتضیه " عبث عمل غیر مفید وحکمت کا کرنا۔

جلالین میں ہے:

عبثا لا حکمة" عبث غیر حکمت۔

غنیۃ میں ہے:

"الفرقعة فعل لا فائدة فیه فکان کالعبث" انگلیاں چٹخانا غیر مفید فعل ہے، لہذا

یہ عبث ہے۔

اقول: عبدالملک بن جریج تابعی نے کہ عبث کو باطل سے تفسیر کیا اسی معنی کی طرف مشیر ہے: "فان الشیئ اذا خلا عن الثمرۃ بطل" شی بے ثمر باطل ہے۔

تفسیر ابن جریر میں ان سے مروی: "عبثا قال باطلا" عبث کو باطل کہا۔

(۷) جس میں فائدہ معتد بہانہ ہو۔

تاج العروس میں ہے:

قیل العبث ما لا فائدۃ فیہ یعتدبھا " عبث عادۃً غیر مفید۔

اقول: اسی طرف کلام علامہ ابوالسعود ناظر کہ ارشاد العقل میں فرمایا: " عبثا بغیر حکمۃ بالغۃ اھ فافھم " حکمت بلیغ کے بغیر عبث ہے۔

(۸) اس کام کے قابل فائدہ نہ ہو یعنی اس میں جتنی محنت ہو نفع اس سے کم ہو۔

اقول: اسے ہفتم سے عموم وخصوص من وجہ ہے، کہ اگر کام نہایت سہل ہوا جس میں کوئی محنت معتد بہا نہیں تو فائدہ غیر معتد بہا اس کے قابل ہوگا، اس تقدیر پر ہفتم صادق ہوگا نہ ہشتم، اور اگر فائدہ فی نفسہا معتد بہا ہے مگر اس کام کے لائق نہیں تو ہشتم صادق ہوگا نہ ہفتم۔

علامہ شہاب کی عنایۃ القاضی میں ہے:

العبث کاللعب ما خلا عن الفائدۃ مطلقا اوعن الفائدۃ المعتد بھا اوعمایقاوم الفعل کما ذکرہ الاصولیون"۔

عبث جیسے بلا فائدہ کھیلنا، یا فائدہ تو ہو مگر معتد بہ نہ ہو، یا جو فعل کے مقابل نہ ہو، جیسا کہ اصولیوں نے ذکر کیا ہے۔

اقول: مقابلہ مشعر مغایرت ہے، یوں یہ قول اضعف الاقوال ہوگا کہ خاص مشقت طلب کاموں سے خاص رہے گا، ہاں اگر معتد بہ سے معتد بہ بنظر مراد لیں تو ہفتم وہشتم ایک ہو جائیں گے اور اعتراض نہ رہے گا اور کہہ سکتے ہیں کہ تغییر تعبیر مجوز مقابلہ ہے۔

(۹) وہ کام جس کا فائدہ معلوم نہ ہو۔

اقول اولا: مراد عدم علم فاعل ہے، تو حکیم کے دقیق کام جن کا فائدہ عام لوگوں کے فہم سے ورا ہو عبث نہیں ہو سکتے۔

ثانیا: حکمت وغایت میں فرق ہے، احکام تعبدیہ غیر معقولۃ المعنی کی حکمت ہمیں معلوم نہیں، فائدہ معلوم ہے کہ "الا سلام" گردن نہادن۔

ثالثا: عدم علم مستلزم عدم نہیں، تو یہ تفسیر ان تینوں سے اعم ہے۔

تعریفات السید میں ہے:

العبث ارتکاب امر غیر معلوم لفائدة " غیر مفید کام کا ارتکاب۔

اقول: مگر علم بے قصد کیا مفید، بلکہ اس کی شناعت اور مزید تو یہ حد جامع نہیں۔

(۱۰) وہ کام جس سے فائدہ مقصود نہ ہو۔

اقول یہ نہم سے بھی اعم کہ عدم علم عدم قصد کو مستلزم ولا عکس۔ تاج العروس میں ہے:"

وقیل ما لا یقصد به فائدة" عبث وہ ہے جس میں کسی فائدہ کا ارادہ نہ ہو۔

اقول: اوما الی تزییفه وستسمع بعونه تعالی انه هو الصحیح " سید مرتضی زبیدی صاحب تاج نے اس کے کھوٹے ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے، بعونہ تعالی عنقریب تو سنے گا کہ یہ صحیح ہے۔

(۱۱) بے لذت کام عبث ہے اور لذت ہو تو لعب۔

جوہرہ نیرہ میں ہے:

العبث كل فعل لا لذة فيه فاما الذى فيه لذت فهو لعب "ہر بے لذت کام عبث اور بالذت لعب ہے۔

اقول: یہ اپنے اس ارسال پر بدیہی البطلان ہے، نہ ہر بے لذت کام عبث، جیسے دوائے تلخ پینا، نہ ہر لذت والا لعب، جیسے درود شریف ونعت مقدس کا ورد۔ تو بعض تعریفات مذکورہ سے اسے مقید کرنا لازم، مثلا: یہ کہ جس فعل میں غرض صحیح نہ ہو۔

(۱۲) عبث ولعب ایک شی ہے۔ یہ تفسیر سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے ہے، اور کثرت اقوال بھی اسی طرف ہیں۔

ابن جریر اس جناب مشرف بہ تشریف اللھم علمہ الکتاب سے راوی: (۲)

تعبثون وتلعبون " عبث کلام کرتے ہیں اور کھیلتے ہیں۔

بعینہ اسی طرح ان کے تلمیذ ضحاک سے روایت کیا۔

نہایہ واثیر ومختار الصحاح میں ہے:

العبث اللعب" عبث لعب ہے۔

اسی طرح سمین وجمل میں ہے وسیاقی، مصباح المنیر میں ہے:

عبث کفرح لعب" عبث لعب یا فرح ہے۔

تاج العروس میں ہے:

عابث لاعب بما یعنیه ولیس من باله " عابث لاعب بے معنی بے فائدہ۔

صراح میں ہے:

عبث بازی۔ درر شرح غرر میں ہے: "عبثه ای لعبه " عبث یعنی لعب۔

مفردات راغب میں ہے:

العبث ان یخلط بعمله لعبا " عبث لعب کے ساتھ مخلوط ہو۔

اقول: وانما صار عبثا لما خلط لا لذاته فالعبث حقیقه ماخلط لا ما خلط لاحق کی وجہ سے عمل عبث ہے۔ لذاتہ عمل نہیں، لہذا حقیقۃً خالط عبث ہے مخلوط بہ عبث نہیں۔

طحطاوی علی الدر میں ہے:

العبث اللعب وقیل ما لا لذة فیه واللعب ما فیه لذة " عبث بے لذت لعب با لذت۔

تفسیر ابن جریر میں ہے:

عبثا لعبا وباطلا " عبث لعب وباطل ہے۔

یہ بارہ تعریفیں ہیں اور بعونہ تعالی بعد تنقیح سب کا مآل ایک، اگر چہ (۹) و (۱۱) کی عبارت میں تقصیر واقع ہوئی، اس کی تحقیق چند امور سے ظاہر۔

فاقول وباللہ التوفیق اولا: لعب ولہو وہزل ولغو وباطل وعبث سب کا محصل متقارب ہے کہ بے ثمر ونامفید ہونے کے گرد دورہ کرتا ہے۔ نہایہ ابن اثیر میں ہے: یقال لکل من عمل عملا لا یجدی علیه نفعا انما انت لاعب"

بے فائدہ عمل لعب ہے۔

علامہ خفاجی سے گزرا: العبث کا للعب ما خلا عن الفائدۃ " عبث مثل لعب کے جو بے فائدہ ہو۔

تعریفات علامہ شریف میں ہے:

اللعب ھو فعل الصبیان یعقب التعب من غیر فائدۃ "اھ لعب بچوں کی حرکتیں ہیں کہ ان کے پیچھے تھکن کے بغیر کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

اقول: وتعقیب التعب خرج نظرا الی الغالب ولیس شرطا لازما کما لا یخفی " تعقیب التعب کی قید غالب کی طرف نظر کرتے ہوئے لگائی ہے، یہ اس کی شرط لازم نہیں ہے، کما لا یخفی۔

اصول امام فخر الاسلام بزدوی قدس سرہ میں ہے:

اما الھزل فتفسیرہ اللعب وھو ان یراد بالشئ ما لم یوضع لہ وضدہ الجد " ہزل لعب کی تفسیر ہے وہ کار بے کار، اس کی ضد جد ہے۔

اس کی شرح کشف الاسرار میں ہے:

لیس المراد من الوضع ھھنا وضع اللغۃ لا غیر بل وضع العقل او الشرع فان الکلام موضوع عقلا لافادۃ معناہ حقیقۃ کان او مجازا او التصرف الشرعی موضوع لافادۃ حکمہ فاذا ارید بالکلام غیر موضوعہ العقلی وھو عدم افادۃ معناہ اصلا وارید بالتصرف غیر موضوعہ الشرعی وھو عدم افادۃ الحکم اصلا فھو الھزل ولھذا فسرہ الشیخ باللعب اذا للعب ما لا یفید فائدۃ اصلا وھو معنی ما نقل عن الشیخ ابی منصور رحمہ اللہ تعالی ان الھزل ما لا یراد بہ معنی "

وضع سے مراد یہاں وضع لغوی نہیں بلکہ عقلی یا شرعی وضع ہے، کیونکہ کلام اس لئے ہوتا ہے کہ وہ اپنے معنی دے، خواہ حقیقی ہوں یا مجازی، اور تصرف شرعی اس لئے ہوتا ہے کہ اپنے حکم کا فائدہ دے، اب جب کلام سے اس کے عقلی موضوع کے علاوہ کچھ اور ارادہ کیا جائے اور وہ اپنے معنی کا فائدہ بالکل نہ دیتا ہے، اور تصرف سے اس کے موضوع شرعی کے غیر کا ارادہ کیا جائے یعنی حکم کا فائدہ بالکل نہ دینا، تو یہ چیز "ھـــزل" کہلاتی ہے، اس لئے شیخ نے اس کی تفسیر "لعب" سے کی ہے، کیونکہ "لعب" اس چیز کو کہتے ہیں جس میں کوئی فائدہ نہ ہو، اور شیخ ابو منصور

نے جو کہا ہے کہ "ھزل "وہ ہے جس کے کوئی معنی نہ ہوں۔اس سے یہی مراد ہے جو ہم نے ذکر کیا۔

تو تفسیر(٦) و(١٢) کا حاصل ایک ہے،ولہذا مصباح میں "عبث من باب تعب لعب وعمل ما لا فائدة فيه" عبث باب تعب ولعب سے ہے اور وہ عمل جس کا کوئی فائدہ نہ ہو۔اور منتخب میں عبث بفتحتین بازی و بے فائدہ بطور عطف تفسیر لکھا۔

ثانیاً اقول: جس طرح عاقل سے کوئی فعل اختیاری صادر نہ ہوگا جب تک تصور بوجہ ما وتصدیق بفائدة ما نہ ہو،یونہی انسان کے،ہوش وحواس جب تک حاضر ہیں بے کسی شغل کے نہیں رہتا،خواہ عقلی ہو۔جیسے کسی قسم کا تصور،یا عملی۔جیسے جوارح سے کوئی حرکت،تو کسی قسم کا شغل ہو نفس کے لئے اس میں اپنی عادت کا حصول اور اپنے مقتضی کا تیسر ہے اور یہ خود اس کے لئے ایک نوع نفع ہے اگر چہ دین ودنیا میں سوا ایک عادت بے معنی کی تحصیل کے اور کوئی ثمر ونفع اس پر مترتب نہ ہوں،بایں معنی کوئی فعل اختیاری فاعل کے لئے اصلا فائدہ سے عاری محض نہ ہوگا ،ہاں یہ ممکن کہ وہ فائدہ قضیۂ شرع بلکہ قضیۂ مرضیۂ عقل سلیم کے نزدیک بھی مثلاً لا فائدہ ومحض غیر معتد بہا ہو،بلکہ ممکن کہ اس کا مآل ضرر رساں ہو،جیسے کفار کی عبادات شاقہ "عاملة ناصبة تصلى نارا حامية" عمل کریں مشقت جھیلیں اور نتیجہ یہ کہ بھڑکتی آگ میں غرق ہوں گے، تو(٦) سے مقصود وہی(٧) ہے۔

ثالثاً: یہ بھی ظاہر کہ کوہ کندن وکاہ برآوردن ہر عاقل کے نزدیک حرکت عبث ہے،تو مقدار فائدہ وفعل میں اگر چہ تساوی درکار نہیں تفاوت فاحش بھی نہ ہو ضرور(٨) سے یہی مراد، اور معتد بہ بنظر فعل ہونے سے یہی ہفتم کا مفاد۔فائدہ کا فی نفسہا کوئی امر عظیم مہتم بالشان ہونا ہر گز ضرور نہیں،بلکہ جیسا کام اسی کے قابل فائدہ معتد بہا ہے۔"وھذا ما كنا اشرنا اليه"

رابعاً: لذت ولعب شرع کریم وعقل سلیم کے نزدیک فائدہ معتد بہا نہیں مگر جبکہ لہو مباح ہو اور تعب کے بعد اس سے ترویح قلب مقصود، اب نہ وہ عبث رہے گا نہ حقیقۃً لعب اگر چہ صورت لعب ہو،ولھذا حدیث میں ہے،حضور سید اکرم رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"الھوا والعبوا فانی اکرہ ان یری فی دینکم غلظة رواہ البیھقی فی شعب

الایمان عن المطلب بن عبد اللہ المخزومی رضی اللہ تعالی عنہ" لھوولعب کروکیونکہ مجھ کو یہ ناپسند ہے کی تمہارے دین میں سختی دیکھی جائے، بیہقی نے اس کو شعب الایمان میں مطلب بن عبداللہ مخزومی سے روایت کیا۔ رضی اللہ تعالی عنہ۔

امام ابن حجر مکی کف الرعاع پھر سید عارف باللہ حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:

اللھو المباح ما ذون فیہ منہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وانہ فی بعض الاحوال قد لا ینافی الکمال وقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: الھواوالعبوا دلیل لطلب ترویح النفوس اذا سئمت وجلائھا اذا صدئت باللھو واللعب المباح " حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مباح لہو کی اجازت دی ہے اور یہ لہو بعض اوقات منافی کمال نہیں ہوتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد "الھوا والعبوا "یہ اس امر کی دلیل ہے کہ جب لوگ تھک جائیں تو تفریح خاطر کے لئے مباح لہوولعب کرسکتے ہیں۔

تو (۱۱) بھی ان تفاسیر سے جدا نہیں کہ نہ لعب میں بوجہ لذت فائدہ معتدبہا ہوا، نہ عبث سے بسبب عدم لذت فائدہ نامعتبرہ منتفی۔

خامسا: بلاشبہ فاعل سے دفع عبث کے لئے صرف فعل فی نفسہ مفید ہونا کافی نہیں بلکہ ضرور ہے کہ یہ بھی اس فائدہ معتدبہا بمعنی مذکور کا قصد کرے، ورنہ اس نے اگر کسی قصد فضول و بے معنی سے کیا تو اس پر الزام عبث ضرور لازم "فانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرء ما نوی " عمل کا دار ومدار نیت پر ہے، اس کا انجام نیت پر ہے۔

اور قصد کے لئے علم درکار کہ مجہول کا ارادہ نہیں ہوسکتا۔ زید سرراہ بیٹھا تھا، ایک کھاتا پیتا ناآشنا گھوڑے پر سوار جارہا تھا، اس نے ہزار روپیہ اٹھا کر اسے دے دیئے کہ نہ صدقہ، نہ صلہ رحم، نہ محتاج کی اعانت، نہ دوست کی امداد کوئی نیت صالحہ نہ تھی، نہ ریا یا نام وغیرہ کسی مقصد بد کا محل تھا، تو اسے ضرور حرکت عبث کہیں گے اگرچہ واقع میں وہ اس کا کوئی ذی رحم ہو جسے یہ نہ پہچانتا تھا، مقاصد شرعیہ پر نظر کرنے سے یہ حکم خوب منجلی ہوتا ہے۔ رب عزوجل فرماتا ہے:

"وما اٰتیتم من ربا لیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عند اللہ وما اٰتیتم من زکوۃ تریدون وجہ اللہ فاولئک ھم المضعفون " جو فزونی تم دو کہ لوگوں کے مال میں

زیادت ہو وہ خدا کے نزدیک نہ بڑھے گی اور جو صدقہ دو خدا کی رضا چاہتے تو انھیں لوگوں کے دو نے ہیں۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

الم تر الی الرجل یقول للرجل لا مولنك فیعطیه فهذالا یربو عند الله لا نه یعطیه لغیر الله لیثری ماله"

کیا تو نے نہ دیکھا کہ ایک شخص دوسرے شخص سے کہتا ہے میں تجھے مالدار کردوں گا پھر اسے دیتا ہے تو یہ دینا خدا کے یہاں نہ بڑھے گا کہ اس نے غیر خدا کے لئے صرف اس نیت سے دیا کہ اس کا مال بڑھادوں۔

امام ابراہیم نخعی فرماتے ہیں:

کان هذا فی الجاهلیة یعطی احدهم ذا القرابة المال یکثر به ماله " یہ زمانہ جاہلیت میں تھا، اپنا عزیز کا مال بڑھانے کو اسے مال دیا کرتے۔ رواهما ابن جریر

دیکھو فعل فی نفسہ مثمر ثمرہ شرعیہ ہونے کا صالح فائدہ شرعیہ یعنی صلۂ رحم ومواسات پر مشتمل تھا مگر جبکہ اس نے اس کا قصد نہ کیا بے ثمر رہا، تو حاصل یہ ٹھہرا کہ دفع عبث کو فائدہ معتد بہا بنظر فعل معلومہ مقصودہ للفاعل درکار ہے، تو ان تفاسیر کا وہی مآل ہوا جو (۹) و(۱۰) میں ملحوظ تھا

مفردات راغب میں ہے:

لعب فلان اذا کان غیر قاصد مقصد اصحیحا " جب کوئی اپنے فعل میں مقصد صحیح کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو کہا جاتا ہے لعب فلان۔

سادسا: غرض وہی فائدہ مقصودہ ہے اور صحیح یہی کہ معتد بہا ہو تو (۳) و(۵) بھی اسی معنی کو ادا کر رہی ہیں، اور غرض میں جبکہ قصد ملحوظ ہے تو تعریف سوم ودہم اوضح واخصر تعریفات ہیں، اور یہیں سے واضح ہوا کہ قول سمین وجمل " العبث اللعب وما لا فائدۃ فیه وکل ما لیس فیه غرض صحیح " عبث لعب بے فائدہ جس میں غرض صحیح نہ ہو، میں سب عطف تفسیر ی ہیں۔

سابعا: ہم بیان کر آئے کہ فعل اختیاری بے غرض محض صادر نہ ہوگا تو جو بے غرض صحیح ہے ضرور بغرض صحیح ہے، تو (۱) و(۳) کا مفاد واحد ہے اور اس تقدیر پر سفہ کا مصداق افعال جنون

ہوں گے۔

ثامنا: شرعی سے اگر مقبول شرع مراد لیں تو وہی حاصل غرض صحیح ہے کہ ہر غرض صحیح کو اگرچہ مطلوب فی الشرع نہ ہو شرع قبول فرماتی ہے جبکہ اپنے اقوی سے معارض نہ ہو، اور ہنگام معارضہ عدم قبول قبول فی نفسہ کا منافی نہیں۔ جیسے حدیث احاد وقیاس کہ بجائے خود حجت شرعیہ ہیں اور معارضئہ کتاب کے وقت نامقبول۔ امام نسفی کا عدم غرض شرعی سے تعریف فرما کر تعلیل کراہت میں "لا نه غير مفيد" اس لئے کہ یہ غیر مفید ہے۔ فرمانا اس کی طرف مشعر ہوسکتا ہے ،اس تقدیر پر (۲) اول اور (۴) دوم کی طرف عائد، اور ظاہر ہوا کہ بارہ کی بارہ تعریفوں کا حاصل واحد۔

اقول: مگر غیر شرعی سے متبادر تر غرض مطلوب فی الشرع ہے، اب یہ تخصیص بحسب مقام ہوگی کہ ان کا کلام عبث فی الصلاۃ میں ہے تو وہاں غرض مطلوب شرعی ہی غرض صحیح ہے نہ غیر۔ آخر نہ دیکھا کہ مٹی سے بچانے کے لئے دامن اٹھانا غرض صحیح ہے اور نماز میں مکروہ کہ غرض شرعی نہیں، اور پیشانی سے پسینہ پونچھنا باآنکہ غرض مطلوب فی الشرع نہیں نماز میں بلاکراہت روا جبکہ ایذادے اور شغل خاطر کا باعث ہو کہ اب اس کا ازالہ مطلوب شرع ہوگیا۔

عنایہ ونہایہ وبحر وغیرہا میں ہے:

كل عمل يفيد المصلي لا باس به لما روى انه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عرق فى صلاته ليلة فسلت العرق عن جبينه اى مسحه لانه كان يؤذيه فكان مفيد او اذا قام من سجوده فى الصيف نفض ثوبه يمنة ويسرة كيلا تبقى صورة"

ہر وہ کام جو نمازی کو مفید ہو اس میں حرج نہیں، مروی ہے کہ ایک رات دوران نماز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پسینہ آگیا تو آپ نے اپنی پیشانی سے وہ پسینہ صاف کرلیا۔ کیونکہ اس سے آپ کو تکلیف ہوتی تھی، تو یہ کام مفید ہوا، اور جب سجدہ سے اٹھتے تو دائیں بائیں کپڑے کو جھاڑ لیتے تھے تاکہ صورۃ باقی نہ رہے۔

حاشیہ سعدی آفندی میں ہے:

يعنى حكاية صورة الالية۔ یعنی صورت سے مراد سرینوں کا نقش ہے۔

فليس نفضه للتراب فلا يرد ما فى البحر عن الحلية انه اذا كان يكره رفع

الثوب کیلا یترب لا یکون نفضه من التراب عملا مفیدا ورائیتنی کتبت علیه اقول الذی فی الحلیة هکذا ثم فی الخلاصة والنهایة وحاصله ان کل عمل مفید للمصلی فلا باس بفعله کسلت العرق عن جبینه ونفض ثوبه من التراب وما لیس بمفید یکره للمصلی الا شتغال به واعترض علیه بثلثة وجوه فقال قلت: لکن اذا کان یکره رفع الثوب کیلا یترب کما تقدم وانه قد وقع الخلاف فی انه یکره مسح التراب عن جبهته فی الصلاة کما سنذکره وانه قد وقع الندب الی تتریب الوجه فی السجود فضلا عن الثوب فکون نفض الثوب من التراب عملا مفیدا وانه لا باس به مطلقا، فیه نظر ظاهر، وانت تعلم ان اعتراضه علی ما نقل عن الخلاصة والنهایة صحیح الی الغایة للتصریح فیه ان النفض من التراب "

تو یہ جھاڑنا مٹی دور کرنے کے لئے نہ تھا، تو بحر نے حلیہ سے جو نقل کیا ہے وہ اس کے مخالف نہ ہوگا، اس میں ہے: جب کپڑے کا اس لئے اٹھانا مکروہ کہ اس پر مٹی نہ لگ جائے تو اس کا مٹی سے صاف کرنا بھی عمل مفید نہ ہوگا ، اقول: حلیہ کی عبارت اس طرح ہے، خلاصہ اور نہایہ میں بھی یہی ہے اور اس کا حاصل یہ ہے کہ ہر وہ کام جو نمازی کو مفید ہو اس میں حرج نہیں، جیسے پیشانی سے پسینہ پونچھ لینا اور کپڑوں سے مٹی کا جھاڑنا، اور جو مفید نہیں ہے نمازی کے لئے اس میں مشغول ہونا مکروہ ہے اھ۔ اس پر تین طریقوں سے اعتراض کیا گیا ہے، فرمایا: میں کہتا ہوں: جب کپڑے کا مٹی میں ملوث ہونے سے بچانے کے لئے اٹھانا مکروہ ہے جیسا کہ گزرا، اور یہ کہ اس میں اختلاف ہے کہ نماز کی حالت میں پیشانی سے مٹی کا پونچھنا مکروہ ہے، جیسا کہ ہم ذکر کریں گے، اور یہ کہ سجدہ میں پیشانی کا خاک آلود کرنا بجائے خود مندوب ہے تو پھر کپڑے کا خاک آلود ہونا کیا مضر ہے، ایسی صورت میں کپڑوں سے مٹی کا جھاڑنا کیسے عمل مفید اور اس کے بارے میں کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں، ان کا اعتراض جیسا کہ خلاصہ اور نہایہ میں ہے اس حد تک درست ہے کہ اس میں مٹی جھاڑنے کی صراحت ہے۔

اقول: وانما قید بقوله مطلقا لان الثوب ان کان مما یفسده التراب کأن یکون من الحریر المخلوط للرجل او الخالص للمراة وکان فی التراب نداوة فلو لم یغسل یبقی متلوثا ولو غسل فسد فحینئذ ینبغی ان لا ینهی التوقی فان

الضرورات تبيح المحظورات والله تعالى اعلم ـ ولكن الشان ان ليس لفظ التراب لا فى الخلاصة ولا فى النهاية فنص نسختى الخلاصة ولا يعبث بشىء من جسده وثيابه والحاصل ان كل عمل هو مفيد لا باس به للمصلى وقد صح عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم انه سلت العرق عن جبينه وكان اذا قام من سجوده نفض ثوبه يمنة ويسرة ما ليس بمفيد يكره كاللعب ونحوه اثرته عن العناية بمعناه وقد صرح فيه بالمراد اذ قال كيلا تبقى صورة ولا توجه عليه لشىء من الايرادات بيدان الامام الحلبى ثقة حجة امين فى النقل فالظاهر انه وقع هكذا فى نسختى الخلاصة والنهاية ولكن العجب من البحر نقل عبارة النهاية مصرحة بالصواب ثم عقبها بالاعتراضات الواردة على لفظ من التراب واقرها كانه ليس عنها جواب "

اورانہوں نے "مطلقا" کی قیداس لئے لگائی کہ اگر کپڑا ایسا ہے جس کو مٹی کا لگنا مضر ہے جیسا کہ مخلوط ریشم کا کپڑا مرد کے لئے، یا خالص ریشم عورت کے لئے، یا مٹی تر ہو، اور نہ دھونے کی شکل میں وہ ملوث رہے گا اور دھونے کی صورت میں کپڑا ہی خراب ہو جائے گا، ایسی صورت میں کپڑے کو مٹی سے بچانے کی اجازت مناسب ہے، کیونکہ ضرورتیں محظورات کو مباح کردیتی ہیں واللہ تعالی اعلم، مگر "التراب" کا لفظ نہ خلاصہ میں ہے اور نہ نہایہ میں، میرے نسخہ میں یہ ہے (خلاصہ کے) (ولا يعبث بشىء من جسده وثيابه) اور حاصل یہ ہے کہ ہر وہ عمل جو مفید ہو وہ نمازی کرسکتا ہے اور بروایت صحیحہ منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھتے تھے اور جب اپنے سجدہ سے اٹھتے تو اپنے کپڑوں کو دائیں اور بائیں جھاڑ لیتے تھے، اور جو عمل مفید نہ ہو وہ مکروہ ہے، جیسے کھیل وغیرہ اھ

اور بحر کے بقول نہایہ کی عبارت وہی ہے جو میں نے عنایہ سے نقل کی، دونوں معنی ایک ہی ہیں اور اس میں اس کی وجہ بھی بیان کردی ہے، اور وہ یہ کہ صورت باقی نہ رہے۔ اس عبارت پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا ہے، علاوہ ازیں امام حلبی نقل کے بارے میں مستند اور ثقہ ہیں تو ظاہر یہی ہے کہ خلاصہ اور عنایہ کے نسخوں میں وہی ہے جو انہوں نے ذکر کیا ہے، مگر بحر پر تعجب ہے کہ انہوں نے نہایہ کی عبارت نقل کی اور اس کے درست ہونے کی تصریح کی پھر لفظ "تراب"

پر اعتراضات کئے اور یہ ثابت کیا کہ اس کا جواب نہیں ہے۔

یہ نہایت کلام ہے تحقیق معنی عبث میں، اب تنقیح حکم کی طرف چلئے وباللہ التوفیق۔

اقول بیان سابق سے واضح ہوا کہ عبث کا مناط فعل میں فائدہ معتد بہا مقصود نہ ہونے پر ہے اور وہ اپنے عموم سے قصد مضر وارادۂ شر کو بھی شامل، تو بظاہر مثل اسراف اس کی بھی دو صورتیں، ایک فعل بقصد شنیع دوسری یہ کہ نہ کوئی بری نیت ہو نہ اچھی۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱/۷۳۵ تا ۷۵۰)

سورۃ النور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۳) اَلزَّانِیْ لَایَنْكِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِكَةً ز وَّالزَّانِیَةُ لَایَنْكِحُهَا اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ج وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ۔☆

بدکار مرد نکاح نہ کرے مگر بدکار عورت یا شرک والی سے اور بدکار عورت سے نکاح نہ کرے مگر بدکار مرد یا مشرک اور یہ کام ایمان والوں پر حرام ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت کا حکم منسوخ ہے۔ ''قالہ سعید بن المسیب وجماعة'' یا نکاح سے یہاں جماع مراد ہے۔

''کماقالہ حبر الامة عبد اللہ بن عباس وسعید بن جبیرو مجاھد والضحاك وعکرمة وعبد الرحمن بن اسلم وبزید بن ھارون''

(قدیم ۱۵۴/۵)

(۱۲) لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًا لا وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِیْنٌ۔☆

کیوں نہ ہوا جب تم نے اسے سنا تھا کہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنوں پر نیک گمان کیا ہوتا اور کہتے یہ کھلا بہتان ہے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

قیاسات وسوئے ظن کا شرع میں اعتبار نہیں بلکہ ان وجوہ پر کبیرہ گناہ کی نسبت کرنے والے خود ہی مرتکب کبیرہ ہوتے ہیں۔

(فتاوی رضویہ جدید ۵۶۰/۶)

(۱۷) يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔☆

اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ اب کبھی ایسا نہ کہنا اگر ایمان رکھتے ہو۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(یعنی کسی پر بغیر ثبوت شرعی تہمت نہ لگانا) معاذ اللہ رافضی قاذف باجماع مسلمین کافر ملعون ہے یہاں تک کہ جو اسے کافر نہ جانے وہ خود کافر ہے۔

ردالمختار میں ہے:

لا شك فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی اللہ تعالی عنها الخ'

اسی کے باب البغاۃ میں ہے:

لا ن ذلك تكذيب صريح للقرآن۔

جو شخص اپنی دختر یا خواہر ایسے کے نکاح میں دے وہ یقیناً دیوث ہے، وہ اپنی بہن بیٹی کو صریح زنا کے لئے دینے والا ہے، حدیث ارشاد فرماتی ہے:

(فتاوی رضویہ قدیم ۲۷۹/۵)

(۱۹) اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔☆

وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں برا چرچا پھیلے ان کے لئے دردناک عذاب ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اہل سنت سے بتقدیر الٰہی جو ایسی لغزش فاحش واقع ہو اس کا اخفا واجب ہے کہ معاذ اللہ لوگ ان سے برے اعتقاد ہوں گے۔ تو جو نفع ان کی تقریر اور تحریر سے اسلام وسنت کو پہنچتا تھا اس میں خلل واقع ہوگا۔ اس کی اشاعت فاحشہ ہے اور اشاعت فاحشہ بنص قطعی قرآن عظیم حرام ۔ قال اللہ تعالیٰ:

"ان الذين يحبون ان تشيع الفاحشة فی الذين امنوا لهم عذاب اليم فی الدنيا والآخرة"

جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں فاحشہ کی اشاعت ہو ان کے لئے دنیا اور

آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

خصوصاً جبکہ وہ بندگان خداحق کی طرف بے کسی عذر و تامل کہ رجوع فرما چکے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من عير اخاه بذنب لم يمت حتى يعمله قال ابن المنيع وغيره: المراد ذنب تاب عنه قلت: وقد جاء كذا مقيدا في الرواية في الشرعة ثم في الحديقة الندية "

جس نے اپنے بھائی کو کسی گناہ کی وجہ سے عار دلایا وہ مرنے سے قبل اسی گناہ میں ضرور مبتلا ہوگا۔ ابن منیع کہتے ہیں کہ گناہ سے مراد وہ ہے کہ اس سے توبہ کر لی گئی ہو۔ میں کہتا ہوں شرعہ اور حدیقہ میں روایت میں ہی توبہ کی قید لگی ہوئی ہے۔

ولہذا ابتا کید اکید گزارش کہ عمائد و مشاہیر علماء اہلسنت و جماعت جس امر میں متفق ہیں یعنی عقائد مشہورہ متداولہ ان میں ہمارے عام بھائی بلا دغدغہ ان کے ارشادات پر عامل ہوں۔ یوں ہی وہ فرعیات جو اہلسنت اور ان کے مخالفین میں مابہ الامتیاز ہو رہے ہیں، جیسے مجلس مبارک و فاتحہ و عرس واستمداد و نداء امثالھا۔ باقی رہیں فروعات فقہیہ جن میں وہ مختلف ہو سکتے ہیں، خواہ بسبب اختلاف روایات، خواہ بوجہ خطاء فی الفکر، یا بسبب عجلت و قلت تدبر، یا بوجہ عدم ممارست و مشاولت فقہ۔ ان میں فقیر کیا عرض کرے۔

مرا سوزیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد　　وگر دم درکشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

آہ آہ، آہ آہ! ہندستان میں میرے زمانہ ہوش میں دو بندۂ خدا تھے جن پر اصول وفروغ وعقائد وفقہ سب میں اعتماد کلی کی اجازت تھی۔

اول اقدس حضرت خاتم المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد، حاش للہ نہ اس لئے کہ وہ میرے والد و والی ولی نعمت تھے۔ بلکہ اس لئے کہ "الحق والحق اقول: الصدق واللہ یحب الصدق" میں نے اس طبیب صادق کا برسوں مطلب پایا اور وہ دیکھا کہ عرب وعجم میں جس کا نظیر نظر نہ آیا۔ اس جناب رفیع قدس سرہ البدیع کو اصول حنفی سے استنباط فروع کا ملکہ حاصل تھا اگر چہ کبھی اس پر حکم نہ فرماتے، مگر یوں ظاہر ہوتا تھا کہ نادر دقیق و معضل مسئلہ پیش نہ ہوا وہ کتب متداولہ میں جس کا پتہ نہیں۔ خادم کمینہ کو مراجعت کتب واستخراج جزئیہ کا حکم ہوتا اور

ارشاد فرماتے "ظاہر احکم یوں ہونا چاہئے" جو وہ فرماتے وہی نکلتا، بعض کتب میں اس کا خلاف نکلتا تو زیادت مطالعہ نے واضح کر دیا کہ دیگر کتب میں ترجیح اسی کو دی جو حضرت نے ارشاد فرمایا تھا۔ عجم کی حالت تو آپ ملاحظہ ہی فرماتے ہیں، عرب کا حال یہ ہے اس جناب قدس سرہ کا یہ ادنی خوشہ چیں ورزلہ رہا، جو مکہ معظمہ میں اس بار حاضر ہوا۔ وہاں کے اعلم العلما وافقہ الفقہا سے ۶۔۶ گھنٹے مذاکرہ علمیہ کی محفل گرم رہتی۔ جب انہوں نے ملاحظہ فرمایا کہ یہ فقہ حنفی کے دو حرف جانتا ہے، اپنے زمانہ کو عہد فتاء کے مسائل کثیرہ جن میں وہاں کے علماء سے اختلاف پڑا، یا اشتباہ رہا، اس ہیچ میرز پر پیش فرمانا شروع کیے، جس مسئلہ حکم میں اس احقر نے ان کی موافقت عرض کی آثار بشاشت ان کے چہرۂ نورانی پر ظاہر ہوئے۔ اور جس میں عرض کر دیا کہ فقیر کی رائے میں حکم اس کے خلاف ہے، سماع دلیل سے پہلے آثار حزن نمایاں ہوتے اور خیال فرمالیتے کہ ہم لغزش واقع ہوئی۔ یہ اسی طبیب حاذق کہ کفش برداری کا صدقہ ہے۔

دوم والا حضرت تاج الفحول محب رسول مولانا مولوی عبد القادر صاحب قادری بدایونی قدس سرہ الشریف۔ پچیس برس فقیر کو اس جناب سے بھی صحبت رہی، ان کی سی وسعت نظر وقوت حفظ وتحقیق انیق ان کے بعد کسی میں نظر نہ آئی۔ ان دونوں آفتاب وماہتاب کے غروب کے بعد ہندوستان میں کوئی ایسا نظر نہیں آتا جس کی نسبت عرض کروں کہ آنکھیں بند کر کے اس کے فتوی پر عمل ہو۔

فقیر نے جواب میں عمائد ومشاہیر علماء اہلسنت کی تخصیص کی اور جناب نے فیض یافتوں سے بھی سوال فرمایا، فیض کے لئے عرض عریض ہے۔ میں یہاں مطلقاً اتنا بھی عرض نہیں کر سکتا جو حضرات عمائد کی نسبت گزارش کیا۔

مولانا! اس تقریر فقیر کو اصول کے ایک اختلافی مسئلہ میں اس قول پر محمول نہیں فرمائیں کہ متکلم اپنے عمومی کلام میں داخل نہیں ہوتا۔ حاشا فقیر تو ایک ناقص، قاصر، ادنی طالب العلم ہے۔ کبھی خواب میں بھی اپنے لئے کوئی مرتبہ علم قائم نہ کیا۔ اور بحمدہ تعالی بظاہر اسباب یہی ایک وجہ ہے کہ رحمت الہی میری دستگیر فرماتی ہے۔ میں اپنی بے بضاعتی جانتا ہوں۔ اس لئے پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہوں۔ مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اپنے کرم سے میری مدد فرماتے ہیں اور مجھ پر علم حق کا افاضہ فرماتے ہیں۔ اور انہیں کے رب کریم کے لئے حمد ہے۔ اور ان پر ابدی صلاۃ

وسلام۔ (فتاوی رضویہ قدیم ۲/۱۳۰۔۱۳۱)

(۲۷) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔☆

اے ایمان والو اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک کہ اجازت نہ لے لو اور ان کے ساکنوں پر سلام نہ کرلو یہ تمہارے لئے بہتر ہے کہ تم دھیان کرو۔

﴿۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اللہ تبارک وتعالی نے دوسرے انسانوں کے گھر میں بے اذن وانس داخلہ منوع فرمایا، اور مسجدیں بلاشبہ اللہ رب العزت جل مجد کا گھر ہیں۔

(شمائم العنبر/۲۶۲)

عن عبد الله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه قال :قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم :اِنَّ بُیُوْتَ اللّٰهِ فِی الْاَرْضِ الْمَسَاجِدُ، وَاِنَّ حَقًّا عَلَی اللّٰهِ تَعَالٰی اِنْ یُّكْرِمَ مَنْ زَارَ فِیْهِ۔ (شمائم العنبر ۲۰)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: زمین میں مسجدیں اللہ تعالیٰ کا گھر ہیں، اور بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم پر لے لیا ہے کہ اسکو بزرگی عطا فرمائے جو اسکی بارگاہ میں حاضری کیلئے مسجد میں آئے۔

۱۲م

اس موضوع پر حدیثیں بہت ہیں، بے اجازت داخل ہونے کی ایک صورت بھی ہے کہ اجازت کسی اور کام کہ ہو اور داخل ہونے والا کسی اور کام کی غرض سے داخل ہوا۔ مثلاً گمشدہ چیز کی تلاش میں، اور یہ اس صورت کو بھی شامل ہے کہ تلاوت کے لئے مصحف شریف کو ڈھونڈے۔ یا کسی کی امانت جو اس کے پاس تھی کھو جانے پر مسجد میں تلاش کرے، حالانکہ ایسی چیز کا تلاش کرنا واجب ہے۔ ارشاد باری ہے: "اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا" اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانت واپس کرو۔

تلاش پانے کا مقدمہ ہے، اور پانا دینے کا ذریعہ۔ اور جو واجب کا ذریعہ ہو وہ خود واجب ہے۔ فقہاء نے اس عموم میں ہر گمشدہ چیز کی تلاش کو داخل کیا اور کسی خاص گمشدہ کا استثناء

نہیں کیا، رمز یہ ہے کہ واجب کی ادائیگی ہر چند کہ عمل آخرت ہے، پر سبھی عمل آخرت کے لئے مسجد نہیں بنائی گئی۔ (شمائم العنبر/۲۶۴)

یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ اذان خالص ذکر الٰہی نہیں، اگر مسجد اس کے لئے بنی ہوتی تو شرع شریف مسجد کے اندر اذان کا حکم فرماتی وراس پر عمل درآمد ایک بار ہی سہی ضرور ہوتا۔ بھلا یہ سمجھنے والی بات ہے کہ جس کام کے۔ لئے مسجد کی تعمیر ہوئی وہی مسجد میں کبھی نہیں ہوا، نہ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں: نہ خلفائے راشدین کے عہد میں، تو یہی کہا جائے گا کہ مسجد اس کیلئے بنائی ہی نہیں گئی۔ اور ایسا ہوتا بھی کیسے یہ تو دربار الٰہی کی حاضری کا اعلان ہے، اور دربار اعلان کے لئے نہیں ہوتا، اعلان تو دربار کے باہر ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے۔ اس ضعیف بندے پر کلام مجید، حدیث مقدس اور فقہ مبارکہ سے یہی ظاہر ہوا۔ باتیں سب کے سب ظاہر ہیں اگرچہ اخیر میں ہم نے شواہد اور متابعات سے کام لیا، لیکن یہ سب بھی اہل انصاف کے نزدیک قطع مکابرہ اور دفع زبردتی کیلئے کافی ہے۔

میں اللہ تعالیٰ سے عفو وعافیت، رحمت کاملہ، اور نعمت متکاثرہ اور عیش صافیہ کا طالب ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے ہی حمد ہے اور ہمارے سردار محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور انکے آل و اصحاب اور ان کے گروہ سب پر درود وسلام ہو۔ (شمائم العنبر/۶۲۵)

(۳۲) وَاَنۡكِحُوا الۡاَيَامٰى مِنۡكُمۡ وَالصّٰلِحِيۡنَ مِنۡ عِبَادِكُمۡ وَاِمَآئِكُمۡ ؕ اِنۡ يَّكُوۡنُوۡا فُقَرَآءَ يُغۡنِهِمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ ☆

اور نکاح کردو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا اگر وہ فقیر ہوں تو اللہ انہیں غنی کردے گا اپنے فضل کے سبب اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

﴿۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہاں مولیٰ عزوجل ہمارے غلاموں کو ہمارا بندہ فرمارہا ہے۔ اللہ کی شان زید کا بندہ، عمرو کا بندہ، اس کا بندہ، اس کا بندہ، اللہ فرمائے، رسول فرمائیں اور صحابہ فرمائیں، مگر آج کسی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بندہ کہا، اور شرک فروشوں نے حکم شرک جڑا، شاید ان کے نزدیک زید وعمرو خدا کے شریک ہو سکتے ہونگے، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(الامن والعلی ص ۸۰)

﴿۳۳﴾ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّىٰ يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۗ وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا ۖ وَآتُوهُم مِّن مَّالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ ۚ وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَن يُكْرِههُّنَّ فَإِنَّ اللَّهَ مِن بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۔☆

اور چاہئے کہ بچے رہیں وہ جو نکاح کا مقدور نہیں رکھتے یہاں تک کہ اللہ مقدور والا کردے اپنے فضل سے اور تمہارے ہاتھ کی ملک باندی غلاموں میں سے جو یہ چاہیں کہ کچھ مال کمانے کی شرط پر انہیں آزادی لکھدو تو لکھ دو اگر ان میں کچھ بھلائی جانو۔ اور اس پر ان کی مدد کرو اللہ کے مال سے جو تم کو دیا اور مجبور نہ کرو اپنی کنیزوں کو بدکاری پر جبکہ وہ بچنا چاہیں تا کہ تم دنیوی زندگی کا کچھ مال چاہو اور جو انہیں مجبور کرے گا تو بیشک اللہ بعد اس کے کہ وہ مجبوری ہی کی حالت پر رہیں بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(جو نکاح کی وسعت نہ رکھتا ہو وہ کیا کرے اس کو اس آیت نے بیان فرمایا اور یہ احادیث اس کی خوب وضاحت کرتی ہیں)

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: یَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ! مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جوانوں کے گروہ تم میں سے جو بھی نکاح کی قدرت رکھتا ہے تو وہ نکاح کرے، اور جسکو یہ قدرت نہیں اسکو روزہ رکھنا چاہئے کہ روزہ خواہشات نفسانی کو توڑتا ہے۔

فتاوی رضویہ ۳۱۵/۶

عن ام المومنین عائشۃ الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي وَتَزَوَّجُوا فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ، وَمَنْ كَانَ ذَا طَوْلٍ فَلْيَنْكِحْ وَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَعَلَيْهِ

بِالصِّيَامِ ، فَإِنَّ الصَّوْمَ لَهُ وِجَاءٌ۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نکاح میری سنت ہے تو جس شخص نے میری سنت پر عمل نہیں کیا وہ مجھ سے نہیں۔ اور تم لوگ شادیاں کرو کہ میں تمہارے سبب باقی امتوں پر کثرت کا اظہار کرونگا۔ اور جو شادی کی طاقت رکھتا ہے وہ شادی کرے۔ اور جس میں اتنی وسعت نہیں وہ روزہ رکھے۔ کہ اس سے شہوت ختم ہوتی ہے۔

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ ! مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے گروہ جواناں تم میں سے جسے نکاح کی طاقت ہو وہ نکاح کرے، کہ نکاح پریشان نظری و بدکاری سے روکنے کا سب سے بہتر طریقہ ہے، اور جسے ناممکن ہو اس پر روزے لازم ہیں۔ کہ کسر شہوت نفسانی کردیں گے۔

(۳۶) فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللّٰهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ لا يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ۔☆

ان گھروں میں جنہیں بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ان میں اس کا نام لیا جاتا ہے اللہ کی تسبیح کرتے ہیں ان میں صبح اور شام۔

﴿۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ہر شہر میں ایک مسجد جامع بنانا واجب ہے اور ہر محلّہ میں ایک مسجد بنانے کا حکم ہے حدیث شریف میں ہے:

"امر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ببناء المسجد فی الدور و ان ینظف"، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر محلّہ میں مسجدیں بنوائی جائیں، اور یہ کہ وہ ستھری رکھی جائیں۔ (فتاوی رضویہ جدید ۸/۸۸)

عن امیر المومنین علی المرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجھه الاسنی قال: قال رسول

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : مَنْ بَنٰى لِلّٰهِ مَسْجِدًا بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وفی روایۃ من در ویاقوت ۔ فتاوی رضویہ ۳/۵۹۱

امیر المومنین حضرت علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ کیلئے مسجد بنائی اللہ عزوجل اسکے لئے جنت میں موتی اور یاقوت کا گھر بناتا ہے۔

عن أبي قرصافة رضي الله تعالىٰ عنه قال : قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : اُبْنُو الْمَسَاجِدَ وَاخْرُجُوا الْقُمَامَةَ مِنْهَا، فَمَنْ بَنٰى لِلّٰهِ بَيْتًا بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ ۔ شمائم العنبر ۲۱

حضرت ابو قرصافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسجدیں بناؤ اور ان سے کوڑا کرکٹ صاف کرو۔ کیونکہ جس نے اللہ تعالیٰ کیلئے گھر بنایا اللہ اسکے لئے جنت میں گھر بناتا ہے۔

عن أمير المومنين عثمان بن عفان رضي الله تعالىٰ عنه قال : سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول : مَنْ بَنٰى مَسْجِدًا لِلّٰهِ بَنَى اللّٰهُ لَهٗ فِي الْجَنَّةِ مِثْلَهٗ ۔ فتاوی رضویہ حصہ دوم ۹/۲۰۸

امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ کو فرماتے سنا۔ جو اللہ تعالیٰ کے لئے مسجد بنائے اللہ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے۔

(۴۴) يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ☆

اللہ بدلی کرتا ہے رات اور دن کی بیشک اس میں سمجھنے کا مقام ہے نگاہ والوں کو۔

﴿۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

وہ لوگ جن کو نفع عاجل کی امید دلانا زیادہ مؤید ہے ان کے لئے فرمایا۔

(فتاوی رضویہ جدید ۵/۶۴۵)

(۶۱) لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآىِٕكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗۤ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۔☆

نہ اندھے پر تنگی اور نہ لنگڑے پر مضائقہ اور نہ بیمار پر روک اور نہ تم میں کسی پر کہ کھاؤ اپنی اولاد کے گھر یا اپنے باپ کے گھر یا اپنی ماں کے گھر یا اپنے بھائیوں کے گھر یہاں یا اپنی بہنوں کے گھر یا اپنے چچاؤں کے یہاں یا اپنی پھپیوں کے گھر یا اپنے ماموؤں کے یہاں یا اپنی خالاؤں کے گھر یا جہاں کی کنجیاں تمہارے قبضہ میں ہیں یا اپنے دوست کے یہاں تم پر کوئی الزام نہیں کہ ملکر کھاؤ یا الگ الگ پھر جب کسی گھر میں جاؤ تو اپنوں کو سلام کرو ملتے وقت کی اچھی دعا اللہ کے پاس سے مبارک پاکیزہ اللہ یونہی بیان فرماتا ہے تم سے آیتیں کہ تمہیں سمجھ ہو۔

﴿۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس اجازت میں جیسے ایک وقت کا کھانا ہے یوں ہی بشرط رضا وعدم بار چند وقت کا خصوصا جبکہ بہن یا ساس یا ان لوگوں کا مکان دوسرے شہر میں ہو اور یہ بعد مدت ملنے کو جائے جب تک یہ جانے کہ ان پر بار و نا گوار نہ ہوگا جہاں تک ایسے تعلقات ہیں ایسے بعد سے اتنے دنوں بعد مہمانداری معروف ہے بلاشبہہ رہ سکتا ہے ہاں اتنا رہنا کہ اکتا جائے اور نا گوار ہونا جائز اور وہ کھانا بھی جائز اگر ماں باپ ہی کا گھر ہو ہاں ماں باپ جبکہ محتاج ہوں مالدار اولاد کے یہاں جتنے دن چاہیں رہ سکتے ہیں اگرچہ اسے نا گوار ہو کہ اس کے مال میں اتنا ان کا حق ہے اس کی بے مرضی بھی لے سکتے ہیں، یہ سب عارضی طور پر رہنے میں کلام تھا، اسے جو لوگ معیوب جانتے ہوں ان کا زعم بالکل مردود و اتباع کفار ہنود ہے۔ رہا دوسرے کے یہاں سکونت اختیار کرنا یہ سوا محتاج ماں باپ کے کسی کے گھر بے اس کی رضا کے اصلا حلال نہیں، اگرچہ بھائی یا باپ کے یہاں ہو، اگرچہ فقط سکونت ہو کھائے اپنا، مگر وہ کسب سے عاجز و محتاج جس کا نفقہ

شرع نے اس صاحب مکان پر واجب کیا یہ رہ سکے گا اور کھانا بھی اسی کے سر کھائے گا، اسے گوا رہ ہو خواہ ناگوار، بھائی ہو خواہ بہن، ساس اس میں داخل نہیں کہ اس کے ذمہ اس کا نفقہ نہیں ہو سکتا، ہاں عاجز محتاج کا نفقہ جس پر شرعاً لازم ہے اگر نہ وہ اس کی اولاد میں ہے، نہ یہ اس کی اولا دمیں تو بے اس کی رضا کے جبراً اس کا بار اس پر ڈالنا بحکم حاکم ہوگا، خود یہ اس کا اختیار نہیں رکھتا۔ ردالمحتار میں ہے:

نفقة قرابة غير الاولاد وجوبها لا يثبت الا بالقضاء او الرضاء " حکم شرع یہ ہے اس کے خلاف جو کچھ ہو باطل ہے، ظاہراً یہ تخصیص اس خیال سے ہو کہ بہن کا اپنا گھر اور مال غالباً نہیں ہوتا بلکہ اسکے شوہر کا، اور اگر وہ ناگواری نہ ظاہر کرے تو غالباً مروت اور اپنی زوجہ کی رعایت سے ہے، اور ساس جو کچھ کرے گی اپنی بیٹی کے دباؤ سے اور یہ جائز نہیں۔ لھذا اس سے احتراز چاہئے اگر چہ ناگواری ظاہر نہ ہو کہ ظاہر ناگواری ہے اور بہن فقط مثال ہے، بیٹی بھتیجی بھانجی کا بھی یہی حال ہے جبکہ مال و مکان ان کے شوہروں کا ہو، شرعاً بھائی بھتیجے بھانجے کا بھی یہی حکم ہے جبکہ مروت و خاطر مع ناگواری باطن ہو مگر یہاں مروت خود اسکی ذات کے باعث ہے اور وہاں دی ہوئی بیٹی کے ذریعہ سے، لہذا اسے زیادہ معیوب سمجھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاوی رضویہ قدیم ۹/ ۱۸۷۔۲۔)

سورۃ الفرقان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۱﴾ تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا۔☆

بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

جو یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالی کے بندہ نہیں (وہ اس آیت کا منکر اور) قطعاً کافر ہے۔ اور جو یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت ظاہری بشری ہے حقیقت باطنی شریعت سے ارفع واعلی ہے، یا یہ کہ حضور اوروں کی مثل بشر نہیں وہ سچ کہتا ہے اور جو مطلقاً حضور سے بشریت کی نفی کرے وہ کافر ہے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۳۴۸)

﴿۳۲﴾ وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَیْہِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَۃً وَّاحِدَۃً ج کَذٰلِکَ ج لِنُثَبِّتَ بِہٖ فُؤَادَکَ وَرَتَّلْنٰہُ تَرْتِیْلًا۔☆

اور کافر بولے قرآن ان پر ایک ساتھ کیوں نہ اتار دیا ہم نے یونہی بتدریج اتارا ہے کہ اس سے تمہارا دل مضبوط کریں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ترتیل کی تین حدیں ہیں، ہر حد اعلی میں اس کے بعد کی حد ماخوذ وملحوظ ہے۔

حد اول یہ کہ قرآن عظیم ٹھہر ٹھہر کر بہ آہستگی تلاوت کرے کہ سامع چاہے تو ہر کلمہ کو جدا جدا گن سکے۔

کما قال تعالی: ورتلناہ ترتیلا ای انزلناہ نجما نجما علی حسب ما تجددت الیہ حاجات العباد ومثلہ قولہ تعالی: وقرآنا فرقناہ لتقرأ علی الناس

علیٰ مکث و نزلناہ تنزیلا"

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:"ورتلناہ ترتیلا" یعنی ہم نے اسے بندوں کی ضروریات کے مطابق تھوڑا تھوڑا نازل فرمایا ہے، اسی طرح اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے: ہم نے قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل فرمایا تا کہ آپ لوگوں پر پڑھیں ٹھہر ٹھہر کر اور ہم نے اسے تدریجاً نازل فرمایا۔

الفاظ بہ تجیم ادا ہوں، حروف کو ان کی صفات شدت و جہر وامثال کے حقوق پورے دیئے جائیں، اظہار واخفاو تخیم وترقیق وغیرہا محسنات کا لحاظ رکھا جائے، یہ مسنون ہے اور اس کا ترک مکروہ و ناپسند اور اس کا اہتمام فرائض وواجبات میں، تراویح اور تراویح میں نفل مطلق سے زیادہ۔

جلالین میں ہے:

"رتل القرآن تثبت فی تلاوتہ" رتل القرآن، کا معنی قرآن کی ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرنا ہے۔

کمالین میں ہے:

"ای تان واقرء علی تؤدۃ من غیر تعجل بحیث یتمکن السامع من عدایاتہ وکلماتہ"

یعنی قرآن مجید کو اس طرح آہستہ اور ٹھہر کر پڑھو کہ سننے والا اس کی آیات والفاظ گن سکے۔

اتقان امام سیوطی میں برہان امام زرکشی سے ہے:

"کمال الترتیل تفخیم الفاظہ والابانۃ عن حروفہ وان لا یدغم حرف فی حرف وقیل ھذا اقلہ" کمال ترتیل یہ ہے الفاظ میں تخیم (حرف کو پر کر کے پڑھنا) اور حروف کو جدا جدا کر کے پڑھا جائے، ایک حرف کو دوسرے حرف میں نہ ملایا جائے۔ بعض نے کہا کہ یہ ترتیل کا کم درجہ ہے۔

اسی میں ہے:

"یسن الترتیل فی قراءۃ القرآن قال اللہ تعالیٰ: ورتل القرآن ترتیلا"

وروی ابو داؤد وغیرہ عن ام سلمة رضی اللہ تعالی عنہا تعتت قراءة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرائة مفسرة حرفا حرفا ''قرأت قرآن میں ترتیل سنت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قرآن کو خوب ترتیل کے ساتھ پڑھو، اور ابوداؤد وغیرہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قراءۃ کی صفات کے بارے میں یوں بیان کیا ہے کہ آپ اس طرح تلاوت فرماتے کہ قرات مفسر ہوتی اور ایک ایک حرف جدا معلوم ہوتا تھا۔

حدیث میں ہے:

لا تنثروہ نثر الدقل ولا تهذوہ هذا الشعر قفوا عند عجائبه وحركوه به القلوب ولا يكون هم احدكم اخر السورة '' یعنی قرآن کے سوکھے چھواروں کی طرح نہ جھاڑو جس طرح ڈالیاں ہلانے سے خشک کھجوریں جلد جلد جھڑ پڑتی ہیں اور شعر کی طرح سے گھاس نہ کاٹو، عجائب کے پاس ٹھہرتے جاؤ اور اپنے دلوں کو اس سے تدبر سے جنبش دو اور یہ نہ ہو کہ سورت شروع کی تو اب دھیان اسی میں لگا ہے کہ کہیں جلد اسے ختم کریں۔

''رواہ ابو بکر الآجری فی کتاب حملة القرآن وعن طریقه البغوی فی المعالم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنه من قوله والدیلمی مثله عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنه والعسکری فی المواعظ من حدیث امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالی وجهه انه سئل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم عن قوله ورتل القرآن ترتیلا قال فذکرہ''

اسے امام ابوبکر آجری نے ''کتاب حملۃ القرآن'' میں نقل کیا ہے، اور امام بغوی نے معالم میں اسے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا، عسکری نے المواعظ میں حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کے حوالے سے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اللہ تعالی کے ارشاد گرامی ''ورتل القرآن ترتیلا'' کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے مذکورہ الفاظ میں تشریح فرمائی۔

درمختار میں ہے:

یقرأ فی الفرض بالترتیل حرفا حرفا وفی التراویح بین بین وفی النفل لیلا

له ان یسرع بعد ان یقرأ کما یفهم"

فرض نماز میں اسی طرح تلاوت کرے کہ جدا جدا ہر حرف سمجھ میں آئے، تراویح میں متوسط طریقہ پر اور رات کے نوافل میں اتنی تیز پڑھ سکتا ہے جسے وہ سمجھ سکے۔

اس کے بیان تراویح میں ہے: " ویجتنب هذرمة القرأة " اور جلدی جلدی قرات سے اجتناب کرے۔

دوم: مدووقف ووصل کے ضروریات اپنے اپنے مواقع پر ادا ہوں، کھڑے پڑے کا لحاظ رہے، حروف مذکورہ جن کے قبل نون یا میم ہو ان کے بعد غنہ نہ نکلے "انا کنا" کو "ان کن" یا "انان کنان" نہ پڑھا جائے، باوجیم ساکنین جن کے بعد، ت، ہو بشدت ادا کئے جائیں کہ 'پ' اور 'چ' کی آواز نہ دیں۔ جہال جلدی میں 'ابتر' اور 'تجتنبوا' کو اپتر اور تچتنبوا پڑھتے ہیں، حروف مطبقہ کا کسرہ ضمہ کی طرف مائل نہ ہونے پائے۔ جہال جب 'صراط' و 'قاطعه' میں 'ص' 'ط' کا اطباق کرتے ہیں حرکت تابع حرف ہو کر کسرہ مشابہ ضمہ ہو جاتا ہے۔ کوئی حرف بے محل اپنے مجاور کی رنگت نہ پکڑے، 'ت' 'ط' کے اجتماع میں مثلاً "یستطیعون" "لا تطع" بے خیالی کرنے والوں سے حرف 'تا' بھی مشابہ 'طا' ادا ہوتا ہے بلکہ بعض سے "عتو" میں بھی بوجہ تفخیم عین وضمہ 'تا' آواز مشابہ 'طا' پیدا ہوتی ہے۔ بالجملہ کوئی حرف وحرکت بے محل دوسرے کی شان اخذ نہ کرے، نہ کوئی حرف چھوٹ جائے، نہ کوئی اجنبی پیدا ہو، نہ محدود مقصور ہو نہ ممدود، اسی زیادت اجنبی کے قبیل سے ہے وہ الف جو بعض جہال " واستبقا الباب "، " دعوالله " " وقال الحمد لله " " ذاقا الشجرة " کے قیاس پر " کلتا الجنتین "، " قیل ادخلوا النار " میں نکالتے ہیں حالانکہ یہ محض فاسد اور زیادت باطل وکاسد، واجب واجماعی مد متصل ہے، منفصل کا ترک جائز ولھذا اس کا نام ہی مد جائز رکھا گیا، اور جس حرف مدہ کے بعد سکون لازم ہو جیسے " ضآلین " " الٓمٓ " وہاں بھی مد بالاجماع واجب اور جس کے بعد سکون عارض ہو جیسے " العالمین، الرحیم، العباد، یوقنون بحالت وقف یا " قال اللھم " بحالت ادغام وہاں مد وقصر دونوں جائز، اس قدر ترتیل فرض وواجب ہے اور اس کا تارک گنہگار، مگر فرائض نماز سے نہیں کہ ترک مفسد صلاۃ ہو۔

مدارک التنزیل میں ہے۔

"ورتل القرآن ترتیلا ای اقرأ علی تؤدة یتبین الحروف وحفظ الوقوف واشباع الحرکات ترتیلا ھو تاکید فی ایجاب الامر به وانه لا بد منه للقاری"۔

قرآن کو آہستہ اور ٹھہر کر پڑھو، اس کا معنی یہ ہے کہ اطمینان کے ساتھ حروف جدا جدا، وقف کی حفاظت اور تمام حرکات کی ادائیگی کا خاص خیال رکھنا ہے "ترتیلا" اس مسئلہ میں تاکید پیدا کر رہا ہے کہ یہ بات تلاوت کرنے والے کے لئے نہایت ضروری ہے۔

ردالمختار میں ہے:

"یمد اقل مد قال به القراء والاحرم لترك الترتیل الماموربه شرعا"

اسے تھوڑا لمبا کر کے پڑھا جائے، قرآن کا یہی قول ہے ورنہ مامور بہ ترتیل کی خلاف ورزی ہو گی اور یہ شرعاً حرام ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک شخص کو قرآن عظیم پڑھا رہے تھے اس نے "انما الصدقت للفقراء" کو بغیر مد کے پڑھا، فرمایا: "ما ھکذا اقرأنیھا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم" مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوں نہ پڑھایا، عرض کی: آپ کو کیا پڑھایا؟ فرمایا: "انما صدقت للفقرآء" مد کے ساتھ ادا کر کے بتایا" رواہ سعید بن منصور فی سننه والطبرانی فی الکبیر بسند صحیح" (اسے سعید بن منصور نے اپنی سنن اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اتقان میں ہے:

قد اجمع القراء علی مد نوعی المتصل وذی الساکن اللازم وان اختلفوا فی مقدارہ واختلفوا فی النوعین الاخرین وھما المنفصل وذو الساکن العارض وفی قصرھما"۔

تمام قراء مد متصل کی دونوں انواع مد متصل اور ساکن لازم پر متفق ہیں اگرچہ ان کی مقدار میں انہوں نے اختلاف کیا ہے، مد کی آخری دو انواع میں اور وہ مد منفصل اور ساکن عارض میں اور ان دونوں کی قصر میں بھی ان کا اختلاف ہے۔

جب کسی نے غیر وصف کی جگہ وقف کیا یا مقام ابتدا کے غیر سے ابتدا کی تو اگر معنی میں فحش تبدیلی نہیں ہوئی، مثلاً پڑھنے والے نے "ان الذین امنوا وعملوا الصلحت" پڑھ کر

وقف کیا، پھر "اولئك هم خير البرية" سے ابتداء کی تو ہمارے علماء کا اتفاق ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی، محیط میں اسی طرح ہے، اسی طرح اگر وصل کی جگہ کے علاوہ میں وصل کرلیا جیسا کہ اللہ تعالی کے قول "اصحب النار" پر وقف نہ کیا بلکہ اسے "الذين يحملون العرش" کے ساتھ ملالیا نماز فاسد نہ ہوئی، لیکن ایسا کرنا سخت ناپسند ہے، خلاصہ میں اسی طرح ہے، اور اگر معنی میں فحش تبدیلی ہو، مثلاً کسی نے "اشهد ان لا اله" پر وقف کر کے پڑھا "الا هو" تو ہمارے اکثر علماء کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی اور بعض کے یہاں فاسد ہو جائے گی، اور فتوی اس پر ہے کہ ہر صورت میں نماز فاسد نہ ہوگی۔ محیط میں اسی طرح ہے۔

جو شخص اس قسم ترتیل کی مخالفت کرے اس کی امامت نہ چاہئے مگر نماز ہو جائے گی اگر چہ بکراہت۔

عالمگیری میں ہے:

"من يقف في غير موضعه ولا يقف في مواضعه له ان يؤم وكذا من يتنحنح عند القرأة كثيرا"

جو شخص مقامات وقف میں وقف نہیں کرتا بلکہ مقامات وقف کے غیر میں وقف کرتا ہے تو اسے امام نہ بنایا جائے، اسی طرح اس کو امام نہ بنایا جائے جو اکثر کھانستا رہتا ہو۔

سوم: جو حروف و حرکات کی تصحیح ا ع، ت ط، ح ہ، ذ ز ظ، وغیرہا میں تمیز کرے، غرض ہر نقص وزیادت و تبدیل سے کہ مفسد معنی ہو احتراز، یہ بھی فرض ہے اور علی التفصیل فرائض نماز سے بھی ہے کہ اس کا ترک مفسد نماز ہے، جو شخص قادر ہے اور بے خیالی یا بے پروائی یا جلدی کے باعث اسے چھوڑتا ہے، یا سیکھے تو آجائے مگر نہیں سیکھتا، ہمارے ائمہ کرام مذہب رضی اللہ تعالی عنہم کے نزدیک اس کی نماز باطل اور اس کی امامت کے بطلان اور اس کے پیچھے اوروں کی نماز فاسد ہونے میں تو کلام ہی نہیں، علمائے متاخرین نے بنظر تیسیر جو توسیعیں کیں وہ عند التحقیق صورت لغزش وخطا سے متعلق ہیں کہ صحیح جانتا ہے اور صحیح پڑھ سکتا ہے مگر زبان سے بہک کر غلط ہو گیا، نہ کہ معاذ اللہ فتوی بے پروائی واجازت غلط خوانی وترک تعلم وکوشش، جیسا کہ عوام زمانہ بلکہ اکثر خواص میں بھی وبائے عالمگیر کی طرح پھیلا ہوا ہے، اور نہ بھی سہی تو وہ عوام کی نمازیں ہیں نہ کہ غلط خوانوں کو امام بنانے کے لئے، وہی علماء جو وہ توسیعات لکھتے ہیں بطلان امامت کی

تصریح فرماتے ہیں، اور جو قادر ہی نہیں، کوشش کرتا ہے، محنت کرتا ہے مگر نہیں نکلتا، جیسے پچی زبان والے گنوار کہ قاف کو کاف، ذال کو جیم پڑھیں۔ صحیح خواں کی نماز ان کے پیچھے بھی نہیں ہو سکتی، تفصیل اس مسئلہ جلیلہ کی جس سے آج کل نہ صرف عوام بلکہ بہت علماء و مشائخ تک غافل ہیں۔ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کے فتاویٰ میں ہے۔ درمختار میں ہے:

"لا یصح اقتداء غیر الالثغ به ای با لالثغ علی الاصح کما فی البحر عن المجتبی وحرر الحلبی وابن الشحنة انه بعد بذل جهده دائما حتما کا لامی فلا یؤم الا مثله ولا تصح صلاته اذا امکنه الاقتداء بمن یحسنه اوترک جهده اووجد قدر الفرض مما لا لثغ به فیه هذا هو الصحیح المختار فی حکم الالثغ وکذا من لا یقدر علی التلفظ بحرف من الحروف۔"

اور غیر توتلے کی اقتداء توتلے کے پیچھے اصح قول کے مطابق درست نہیں ہے جیسا کہ البحر الرائق میں مجتبیٰ سے منقول ہے، (الثغ بروزن افضل اس شخص کو کہتے ہیں جس کی زبان سے ایک حرف کی جگہ دوسرا نکلے، مثلاً 'ر' کی جگہ 'ل' بولے) حلبی اور ابن شحنہ نے تنقیح کی ہے کہ توتلا پن رکھنے والا شخص ہمیشہ صحت حروف کے لئے کوشاں رہے، اس کے بعد وہ امی کی طرح ہے یعنی وہ اپنے ہم مثل کا امام بن سکتا ہے اور اس کی نماز صحیح نہ ہوگی، جب اسے صحیح پڑھنے والے کی اقتدا ممکن ہو یا اس نے کوشش ترک کردی ہو یا بقدر فرض قرأت کی وہ آیتیں حاصل کرلے جن میں توتلا پن نہ ہو، تو توتلا پن رکھنے والے شخص کے بارے میں یہی صحیح و مختار قول ہے، اسی طرح حکم ہے اس شخص کا جو حروف تہجی میں سے کسی حرف پر صحیح تلفظ کی قدرت نہ رکھتا ہو۔

(فتاوی رضویہ جدید ۶/۲۷۵ تا ۲۸۲)

(۴۸) وَهُوَ الَّذِىٓ اَرۡسَلَ الرِّيٰحَ بُشۡرًۢا بَيۡنَ يَدَىۡ رَحۡمَتِهٖ ۚ وَاَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوۡرًا۔☆

اور وہی ہے جس نے ہوائیں بھیجیں اپنی رحمت کے آگے مژدہ سناتی ہوئیں اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا پاک کرنے والا۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے آیہ مبارکہ میں پانی کو مطلق ذکر فرمایا۔ یہاں مطلق و مقید کی تعریف میں

عبارات علماء مختلف آئیں۔

اول: مطلق وہ کہ شئی کی نفس ذات پر دلالت کرے کسی صفت سے غرض نہ رکھے نہ نفیا نہ اثباتا، اور پانیوں کا مطلق نام ان پانیوں پر بولا جاتا ہے۔ یعنی آسمان، وادیوں، چشموں اور کنوؤں کے پانیوں پر۔

میں کہتا ہوں: کہ اصولی مطلق ہے اور وہ یہاں قطعاً مراد نہیں کیونکہ وہ مقیدات کا مقسم ہے اور یہ ان کا قسیم ہے اور یہ تمام مقیدات پر جاری ہے تو ان تمام سے وضو کا جواز لازم آتا ہے بلکہ مطلق یہاں بقید اطلاق مقید ہے اور بشرط لاشئی کے مرتبہ میں ہے، یعنی اس کو جب تک ایسی چیز لاحق نہ ہو جو اس سے مطلق پانی کا نام سلب کرلے، اور اس پر شک نہیں کہ یہ نفس ذات پر ایک زائد وصف کی طرف اشارہ ہے، یوں مطلق یہاں مقید کی قسم ہے اور باقی مقیدات کا قسیم ہے۔

علامہ شامی نے اس کو محسوس کرتے ہوئے فرمایا" جاننا چاہئے کہ مائے مطلق مطلق ماء سے اخص ہے، کیونکہ اس میں اطلاق کی قید ہے، اس لئے مقید کا اس سے خارج کرنا درست ہے، اور مطلق ماء کے معنی ہیں کوئی بھی پانی ہو، تو اس میں مذکور مقید بھی داخل ہوگا، اور یہاں اس کا ارادہ صحیح نہیں ہے، بحر میں مطلق کی تعریف کے بعد ہے "مطلق اصولی میں معترض ذات کو بیان کرتا ہے نہ کہ صفات کو، نہ نفی سے نہ اثبات سے، جیسے آسمان، چشمہ اور دریا کا پانی۔ مقابلہ سے معلوم ہوتا کہ وہ یہاں مراد نہیں ہے لیکن مطلق پانیوں کی اس کی مثال بنانا کلام میں ایہام پیدا کرنا ہے تو احسن وہی ہے جو کافی، بنایہ اور مجمع الانہر میں ہے، ان سب نے اصولی مطلق کا ذکر کیا ہے، پھر فرمایا ہے، یہاں وہی مراد جو ذہنوں کی طرف سبقت کرتا ہے۔

(فتاوی رضویہ جدید۲/۶۵۲ تا ۶۵۴)

دوم: مطلق وہ کہ اپنی تعریف ذات میں دوسری شئی کا محتاج نہ ہو اور مقید وہ کہ جس کی ذات بے ذکر قید نہ پہچانی جائے۔

سوم: مطلق وہ ہے کہ اپنے پیدائشی اوصاف پر باقی ہو۔

چہارم: مطلق وہ ہے کہ اپنی رقت وسیلان پر باقی ہو۔

پنجم: مطلق وہ کہ جس کے لئے کوئی نیا نام نہ پیدا ہوا ہو۔

ششم: مطلق وہ جسے دیکھنے والا دیکھ کر پانی کہے۔

ہفتم: مطلق وہ ہے جسے بے کسی قید کے بڑھائے پانی کہہ سکیں۔

ہشتم: مطلق وہ ہے کہ جس سے پانی کی نفی نہ ہو سکے یعنی یہ نہ کہہ سکیں کہ یہ پانی نہیں

نہم: مطلق وہ جس سے پانی کا نام زائل نہ ہو۔

دہم: مطلق وہ ہے کہ پانی کا نام لینے سے جس کی طرف ذہن سبقت کرے بشرطیکہ اس کا کائی اور نام نہ پیدا ہوا ہو، اور جس کی طرف لفظ آب سے ذہن سبقت نہ کرے یا اس کا کوئی نیا نام ہو وہ مقید ہے۔

یازدہم: مطلق وہ ہے جس کی طرف نام آب سے ذہن سبقت کرے اور اس میں نہ کوئی نجاست ہو اور نہ اور کوئی بات مانع جواز نماز۔ یہ قیدیں بحر میں اضافہ کیں تا کہ آب نجس و مستعمل کو خارج کردیں۔

دوازدہم: مطلق صرف وہ ہے کہ پانی کا نام لینے سے جس کی طرف ذہن کیا جاتا ہے۔

(فتاوی رضویہ جدید۲/ ٦٦٧)

اقول: یہی اصح واحسن تعریفات ہے" کما قال فی الحلیۃ لو لا ما زاد "(جیسا کہ حلیہ میں کہا ہے اگر وہ نہ ہوتا تو زیادتی ہوتی۔) مگر محتاج توضیح و تنقیح ہے۔

اقول وباللہ التوفیق: عوارض نہ تو عند الاطلاق مفہوم ہوتے ہیں اور نہ مطلقاً سلب ہوتے ہیں۔ کیونکہ عند الاطلاق ذات ہی مفہوم ہوتی ہے، جیسے آپ انسان کا لفظ بولتے ہیں تو ذہن رومی، حبشی، عالم، جاہل، لمبے، چھوٹے، حسین، بدشکل وغیرہ کی طرف منتقل نہیں ہوتا ہے، مگر اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ یہ لوگ مطلق انسان کے زمرے سے خارج ہیں، کیونکہ ان کی ذات وہی ہے جو لفظ انسان سے مفہوم ہے اور ان کو کوئی ایسا مانع درپیش نہیں کہ یہ لوگ اس مفہوم میں داخل نہ ہوں جو لفظ انسان سنتے ہی ذہن میں آجاتا ہے، اور اگر عوارض مطلقا خود سے مانع ہوتے ہیں تو مطلق کے تحت اس کے افراد میں سے کوئی شئی داخل نہ ہوتی، کیونکہ ہر ایک فرد کے لئے تشخص ہے جس کی طرف مطلق نام کے ذکر کرنے سے ذہن منتقل نہیں ہوتا ہے، تو یہ تقاضا کرتا ہے کہ مطلق ماء اور ماء مطلق کے درمیان مساواۃ ہے، لیکن وہاں ایسے عوارض موجود ہیں جو ان کے ذوات کو مطلق شئی کے تحت داخل ہونے سے مانع ہیں، اور ان میں کہا جاتا

ہے کہ مطلق اسم ان کو شامل نہیں ہے، کیونکہ ذہن ان کی طرف تیزی سے منتقل نہیں ہوتا ہے، جیسے کہ رقبہ میں مقطوع الیدین والرجلین، کیونکہ مفہوم ذات کاملہ ہے۔ اور نبیذ تمر اور عصفر کا پانی جو رنگائی کے لائق ہو، کیونکہ ماء مطلق ان دونوں پر نہیں بولا جاتا اور اطلاق کے وقت ذہن ان دونوں کی طرف منتقل نہیں ہوتا ہے باوجود اس کے کہ ان عوارض والے ان کی ذات نہیں ہیں، مگر جو اطلاق کے وقت مفہوم ہو اور عوارض کا مفہوم نہ ہونا ہر عارض میں مشترک ہے، تو فرق ہونا ضروری ہے، مگر میں نے نہیں دیکھا کہ کسی نے یہ فرق بتایا ہو۔

پھر میں علمی بے بضاعتی کے باوجود کہتا ہوں: اسماء کی وضع حقائق کے مقابلہ میں ہوتی ہے، اور حقائق میں امتیاز مقاصد کے اعتبار سے ہوتا ہے، اسی لئے بعض اوصاف اجزاء کے قائم مقام ہوتے ہیں، جیسے حیوانات کے اعضاء اور درختوں کی ٹہنیاں کیونکہ ان چیزوں کے خاتمہ سے ذات کی منفعتیں بھی ختم ہو جاتی ہیں، اور جب کسی چیز کا مقصود ہی فوت ہو جائے تو وہ چیز باطل ہوتی ہے، اور اس طرح ذات بھی متغیر ہو جاتی ہے جس پر اسماء کے ذریعہ عرفاً دلالت کی جاتی ہے، اور یہ معلوم ہے کہ جو چیز کسی چیز اور اس کے غیر سے مرکب ہوتی ہے وہ اس کا غیر ہوتی ہے، لیکن عرف، شریعت اور لغت سب ہی میں غلبہ کا اعتبار ہوتا ہے، تو جب ملنے والی چیز اصلی شئی سے مقدار میں زیادہ ہو تو مرکب پر وہ نام پڑنا چاہئے جو اس ملنے والی اکثر شئی کا ہے نہ کہ اصلی شے کا، اور اگر دونوں میں برابری ہو تو تساقط ہوگا، تو ان میں سے جب کسی شئی کا اطلاق ہوگا تو مرکب مفہوم نہ ہوگا، کیونکہ نام تو ہر ایک کے مقابل مستقلاً ہے، مجموعہ کے مقابل نہیں، ہاں اگر وہ کم ہو تو معتبر نہ ہوگا، ہاں اگر اس کے ملنے سے ایک نئی حقیقت عرفیہ وجود میں آ جائے جو مرکب اور ممتاز ہو، اور خاص مقاصد کے لئے ہو تو مرکب عرفاً ایک نئی ذات ہوگا۔ اس لئے کہ مقاصد مختلف ہو گئے، تو وہ اطلاق سے عرفاً مفہوم کے تحت داخل نہ ہوگا، پس ثابت ہوا کہ لفظ کے اطلاق سے وہی ذات مراد ہوتی ہے جس کے لئے لفظ وضع کیا گیا ہو، اس میں نہ تو کوئی کمی ہو نہ زیادتی جس کی وجہ سے ذات میں کوئی تغیر آتا ہو، تو ہر وہ عارض جس کی وجہ سے ذات میں کوئی تغیر نہ ہو خواہ کسی خارجی امر میں کمی بیشی ہو تو یہ چیز معروض کے مطلق شئی کے تحت آنے میں مخل نہ ہوگی ورنہ مانع ہوگی۔ اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حقیقت کا مرکب میں باطل ہونا مساوی اور غالب کے ساتھ ہے، لغۃً، عرفاً، شرعاً، مطلقاً، اور قلیل مذکور کے ساتھ عرفاً مع حقیقت لغویہ کے

باقی رہنے کے اس لئے مقید، مطلق ماء کی قسم ہوتا ہے، اور نقص کی جہت میں کبھی حقیقت مطلقاً با
طل و جاتی ہے جبکہ وصف وضع لغوی اعتبار سے بھی رکن کے قائم مقام ہو، جیسے پانی کے لئے
سیلان، اور کبھی حقیقت لغۃً تو باقی رہتی ہے اور عرفاً باطل ہو جاتی ہے یعنی نام کو بولے جانے
کے وقت عرف کے فہم میں نہیں آتی، اور یہ اسی وقت ہوتا ہے جب مقاصد عرفیہ بدل جائیں،
جیسے ''رقبۃ'' اقطع پر۔ کیونکہ یہ اس میں حقیقت ہے لغۃً، لیکن عرفاً اس سے نہیں سمجھا جاتا ہے
۔ جب آپ نے یہ جان لیا تو پانی میں نقص کی صورت یہ ہوگی کہ اس کا سیلان یا اس کی رقت ختم
ہو جائے، تو گاڑھے کو پانی نہیں کہیں گے چہ جائیکہ جامد کو، اور اس میں زیادتی کی صورت یہ ہوگی
کہ وہ کسی ایسی چیز میں مخلوط ہو جائے جو مقدار میں اس سے زیادہ یا اس کے برابر ہو یا اس چیز
سے جس سے مرکب ہوکر وہ ممتاز ہو جائے اور مقصد کے اعتبار سے بالکل مختلف ہو جائے، جیسے
وہ پانی جس میں کھجوریں بھگوئی جائیں تو وہ نبیذ بن جائے، اور جس میں گوشت پکایا جائے اور وہ
شوربہ ہو جائے، اور جس میں زعفران ملایا جائے اور وہ رنگ بن جائے، اور جس کو دودھ میں ملایا
جائے یہاں تک کہ وہ لسی ہو جائے، اسی اصل پر قاضی شرق وغرب کے مذہب پر تمام فروع
متفرع ہوتی ہیں، جیسا کہ ہدایہ اور خانیہ میں ہے، اور اس میں شک نہیں کہ ان چاروں صورتوں
میں ذات حقیقۃً یا عرفاً تبدیل ہو جاتی ہے، اور امام محمد نے ایک پانچویں صورت کا اضافہ فرمایا
ہے اور وہ، وہ پانی ہے جو اس سیال شئے سے مشابہ ہو جو اس میں ملائی گئی ہے اور وہ ایسا ہو جائے
کہ ناواقف حال اس کو وہی شئے سمجھے پانی نہ سمجھے، اس قسم کی چیز ان کے نزدیک مطلق ماء کے
مفہوم میں داخل نہیں، تو ابو یوسف کے نزدیک منع کا دارومدار اس پر ہے کہ وہ پانی کا غیر ہو جائے
خواہ عرفاً ہی۔ اور امام محمد کے نزدیک اس پر ہے کہ اس کو استعمال کرنیوالا پانی کے علاوہ کوئی اور
مائع سمجھنے لگے خواہ صرف گمان ہی ہو، خلاصہ یہ کہ وہ اس پانی کے ہونے میں شک کرے، اور اسی
پر ضابطہ مبنی ہے، یہ ضابطہ امام اسبیجابی اور ملک العلماء نے بیان کیا ہے، یہ وہی ضابطہ ہے جس کا
مقابلہ ہم نے ضابطہ زیلعیہ سے کیا ہے اور پہلی دو قسموں میں بیان کیا ہے کہ ان کا اتفاق جواز اور
منع میں ہے اور تیسرے میں وہ جس میں ان کا اختلاف ہے اس کا بیان ان شاء اللہ تعالیٰ آئے
گا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس بنا پر ناپاک اور مستعمل پانی کا ماء مطلق سے خارج ہونا

لازم آتا ہے، کیونکہ پانی کا سب سے بڑا مقصد پاکی کا حصول ہے، فرمان الٰہی ہے: وہ آسمان سے تم پر پانی نازل فرماتا ہے تاکہ اس سے تم کو پاک کرے' اور یہ وصف ان دونوں پانیوں سے ختم ہوگیا، تو جانب نقص میں زوال سیلان ورقت پر صفت طہوریت کے زوال کا اضافہ کیا جائے گا۔

میں کہتا ہوں: حقائق شرعیہ مقاصد شرعیہ کے لئے ہوتے ہیں، تو جب مقاصد شرعیہ فوت ہوجائیں تو حقائق بھی فوت ہوجاتے ہیں، جیسا روزہ اور نماز۔ اور پانی حقیقت عینیہ ہے اور اسی کی بقا میں مقاصد عرفیہ ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ انسان کا بڑا مقصود عبادت ہے، فرمان الٰہی ہے: اور میں نے انس وجن، وعبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور یہ چیزیں کافر میں نہیں پائی جاتی ہیں کیونکہ وہ عبادت کا اھل نہیں۔ اس کے باوجود جب لفظ انسان کا اطلاق کیا جاتا ہے تو مفہوم انسان سے خارج نہیں ہوتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے: بلاشبہ انسان خسارے میں ہے سوائے ایمان والوں کے۔ فرمان الٰہی ہے: لعنت ہو انسان پر کتنا ناشکرا ہے۔

بالجملہ تحقیق فقیر غفرلہ میں ماء مطلق کی تعریف یہ ہے کہ وہ پانی کہ اپنی رقت طبعی پر باقی ہے اور اس کے ساتھ کوئی ایسی شئی مخلوط وممتزج نہیں جو اس سے مقدار میں زائد یا مساوی ہے، نہ ایسی جو اس کے ساتھ مل کر مجموع ایک دوسری شئی کسی جدا مقصد کے لئے کہلائے۔ ان تمام مباحث بلکہ فہیم کے لئے جملہ فروع مذکورہ وغیر مذکورہ کو ان دو بیت میں منضبط کریں۔

مطلق آبے ست کہ بر رقت طبعی خود است — نہ درو مزج دگر چیز مساوی یا بیش

نہ بخلطے کہ بترکیب کند چیز دگر — کہ بود ز آب جدا در لقب و مقصد خویش

(فتاوی رضویہ جدید ۲/۳۷۶ تا ۶۷۹)

﴿۵۳﴾وهو الذى مرج البحرين هذا عذب فرات وهذا ملح اجاج ج وجعل بينهما برزخا وحجرا محجورا.☆

اور وہی ہے جس نے ملے ہوئے رواں کئے دو سمندر یہ میٹھا ہے نہایت شیریں اور یہ کھاری ہے نہایت تلخ اور ان کے بیچ میں پردہ رکھا اور روکی ہوئی آڑ۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ پاکیزہ شیریں دریا جو اس برکت والے منبع سے نکل کر اس دار الالتباس کی وادیوں

میں لہریں لے رہا ہے یہاں اس کے ساتھ ایک ناپاک سخت کھاری دریا بھی بہتا ہے۔وہ دریائے شور کیا ہے؟ شیطان ملعون کے وسوسے دھوکے، تو دریائے شریں سے نفع لینے والوں کو ہر آن احتیاج ہے ہرئی لہر پر اس کی رنگت مزے بو کو اصل منبع کے لون وطعم وریح سے ملاتے رہیں کہ یہ لہر اسی منبع سے آئی ہوئی ہے، یا شیطانی پیشاب کی بدبو کھاری دھار دھوکا دے رہی ہے، سخت دقت یہ ہے کہ اس پاک مبارک منبع کی کمال لطافت سے اس کا مزہ جلد زبان سے اتر جاتا ہے۔ رنگت بو کچھ یاد نہیں رہتی اور ساتھ ہی ذائقہ شامہ باصرہ کا معنوی حس فاسد ہو جاتا ہے کہ آدمی منبع سے جدا ہوا اور پھر اسے گلاب و پیشاب میں تمیز نہیں رہتی۔ ابلیس کا کھاری بدبو بدرنگ موت غٹ غٹ چڑھاتا اور گمان کرتا ہے کہ دریا طریقت کا شیریں خوش رنگ پانی پی رہا ہوں۔

(شریعت وطریقت ص ۶)

(۷۰) الا من تاب وآمن وعمل عملاً صالحاً فاولٓئک یبدل اللہ سیاٰتھم حسنٰت ط وکان اللہ غفور رحیما۔☆

مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہاں ایک نکتہ بدیعہ ہے، ظاہر ہے کہ نماز تنہا ناقص اور جماعت میں کامل ہے۔ جس نے فرض اکیلے پڑھ لئے پھر نادم ہو کر جماعت میں ملا تو قضیۂ اصل وحکم عدل یہ ہے کہ اس کے فرض ناقص اور نفل کامل ہوئے، مگر اس کی ندامت اور جماعت کی برکت نے یہ کیا کہ سرکار فضل نے اس کامل کو اس کی فہرست فرائض میں داخل فرمالیا اور ناقص کو نفل کی طرف پھیر دیا، تو یہ نفل کامل فرض لکھے گئے اور فرض ناقص نفل میں محسوب ہوئے کہ کمال فرض کا جمال فضول پائے اور یہ اس کی رحمت سے بعید نہیں جو فرماتا ہے:

"اولٓئک یبدل اللہ سیاٰتھم حسنٰت" اللہ تعالی لوگوں کے گناہوں کو نیکیوں کے ساتھ بدل دیتا ہے۔

جب اس کا کرم گناہوں کو نیکیوں سے بدل لیتا ہے نفل کو فرض میں گن لینا کیا دشوار ہے۔ اب حاصل یہ رہا کہ ہے تو پہلی ہی فرض اور دوسری نفل مگر رحمت الٰہی اس نفل کو فرض میں شمار

فرمائے گی، اسی طرف مشیر ہے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کا ارشاد جب ان سے پوچھا گیا میں ان دونوں میں کس کو اپنی نماز یعنی فرض تصور کروں؟ فرمایا:

"وذلك اليك انما ذلك الى الله عزوجل يجعل ايتهما شاء" رواه الامام مالك هذا ما عندى، العلم بالحق عند ربى ۔ یہ کیا تیرے ہاتھ ہے، یہ تو اللہ کے اختیار میں ہے ان میں سے جسے چاہے فرض شمار فرمائے گا۔

(فتاوی رضویہ جدید ۷/۱۸۳)
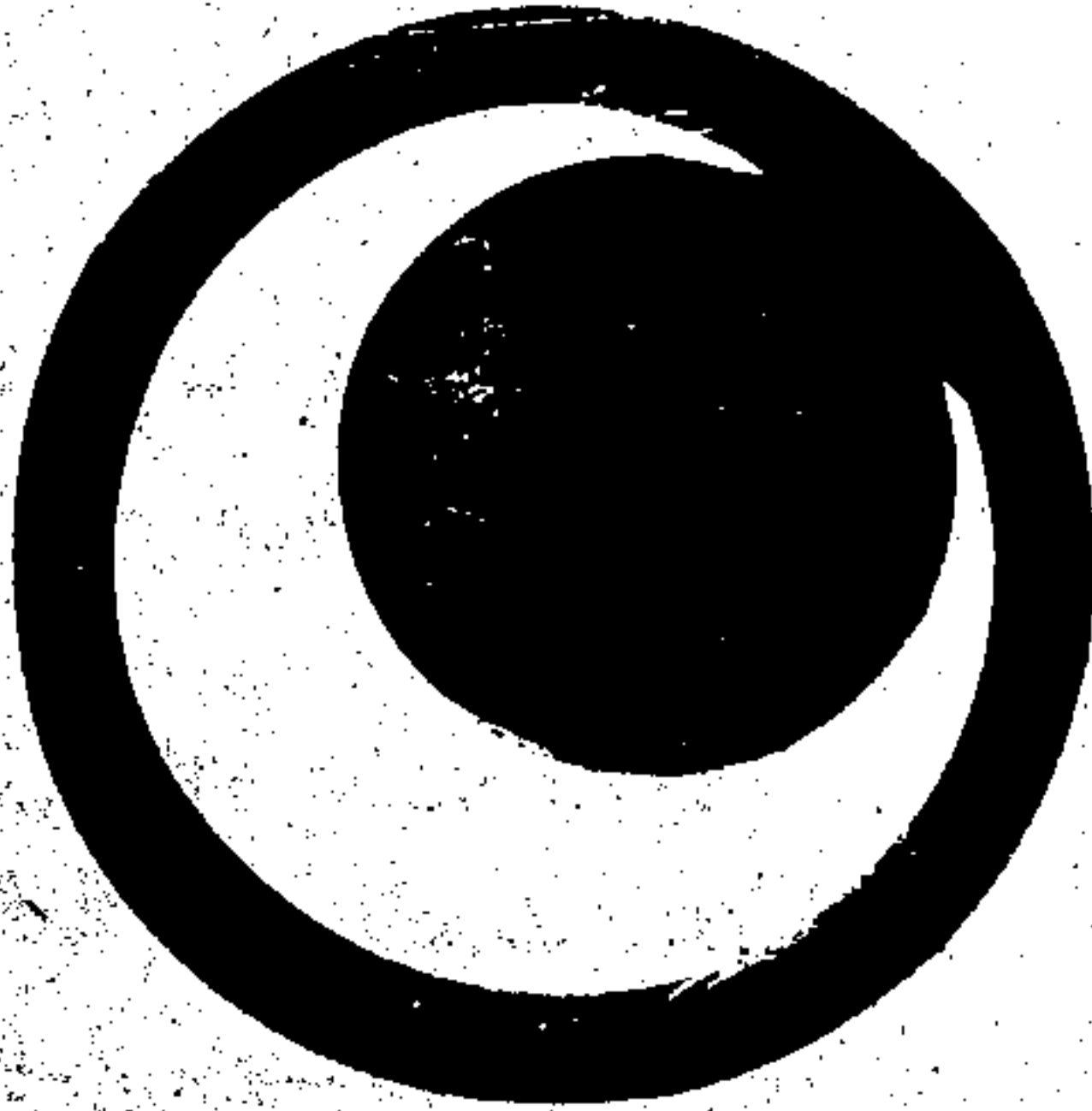
فہرست آیات جلد نہم

نمبر شمار نمبر آیات آیات جلد وصفحہ

سورۃ المائدہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۳۳ 〈۱〉 یا ایھا الذین اٰمنوا اوفوا با لعقود ط احلت لکم بھیمۃ الا نعام الا ما یتلی علیکم غیر محلی الصید وانتم حرم ط ان اللہ یحکم ما یرید ۔☆ ۸/۳

۱۳۴ 〈۲〉 یا ایھا الذین اٰمنوا لا تحلوا شعا ئر اللہ ولا الشھر الحرام ولا الھدی ولا القلا ئد ولا آمین البیت الحرام یبتغون فضلا من ربھم ورضوانا ط واذا حللتم فا صطا دوا ط ولا یجر منکم شنا ن قوم ان صدو کم عن المسجد الحرام ان تعتدوا م وتعا ونوا علی البر والتقوی ص ولا تعا ونوا علی الا ثم والعدوان واتقوا اللہ ط ان اللہ شدید العقاب ۔☆ ۸/۳

۱۳۵ 〈۳〉 حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل لغیر اللہ بہ والمنخنقۃ والموقوذۃ والمتردیۃ والنطیحۃ وما اکل السبع الا ما ذکیتم قف وما ذبح علی النصب وان تستقسموا بالازلام ط ذلکم فسق ط الیوم یئس الذین کفروا من دینکم فلا تخشوھم واخشون ط الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا ط فمن اضطر

فی مخمصۃ غیر متجانف لاثم لا فان اللہ غفور رحیم ۔☆ ۔۸/۳

۱۳۶ (۴) یسئلونک ماذا احل لھم ط قل احل لکم الطیبت وما علمتم من الجوارح مکلبین تعلمونھن مما علمکم اللہ ز فکلوا مما امسکن علیکم واذکروا اسم اللہ علیہ ص واتقوا اللہ ط ان اللہ سریع الحساب ۔☆ ________ ۸/۵

۱۳۷ (۵) الیوم احل لکم الطیبت ط وطعام الذین اوتو الکتب حل لکم ط وطعامکم حل لھم ز والمحصنت من المؤمنت والمحصنات من الذین اوتوا الکتب من قبلکم اذا آتیتموھن اجورھن محصنین غیر مسفحین ولا متخذی اخدان ط ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ ز وھو فی الاخرۃ من الخاسرین ۔☆ ۔۸/۷

۱۳۸ (۶) یا ایھا الذین امنو اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحو ابرؤسکم وارجلکم الی الکعبین ط وان کنتم جنبا فا طھروا ط وان کنتم مرضی او علی سفر اوجاء احد منکم من الغا ئط او لمستم النساء فلم تجد واماء فتیمموا صعیدا طیبا فا مسحوا بوجو ھکم وایدیکم منہ ط ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطھرکم ولیتم نعمتہ علیکم لعلکم تشکرون ۔☆ ________ ۸/۹

۱۳۹ (۱۵) یا ھل الکتب قدجاء کم رسولنا یبین لکم کثیرا مما کنتم تخفون من الکتب ویعفوا عن کثیر ط قد جاء کم من اللہ نورو کتب مبین ۔☆ ________ ۸/۱۷

۱۴۰ (۳۲) من اجل ذلک ج کتبنا علی بنی اسرائیل انہ من قتل نفسا بغیر نفس او فسا د فی الا رض فکا نما قتل النا س جمیعا ط ومن احیا ھا فکا نما احیا النا س جمیعا ط ولقد جاء تھم رسلنا با لبینت ز ثم ان کثیرا منھم بعد ذلک فی الارض

لمسرفون ۔☆__________ ۸/۳۷

۱۴۱ 〈۳۵〉 یا ایھا الذین اٰمنو اتقو اللہ وابتغو اا لیہ الوسیلۃ وجا ھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون ۔☆__________ ۸/۳۷

۱۴۲ 〈۴۳〉 وکیف یحکمو نک وعند ھم التورۃ فیھا حکم اللہ ثم یتولون من بعد ذلک ط وما اولئک بالمئو منین ۔☆__ ۸/۴۷.

انا انزلنا التورۃ فیھا ھدی و نور ج یحکم النبیون الذین اسلموا للذ ین ھا دوا والربنییون والا حبار بما استحفظوا من کتب اللہ وکا نوا علیہ شھداء ج فلا تخشوا النا س واخشو ن ولا تشتروا با یتی ثمنا قلیلا ط ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکفرون ۔☆__________ ۸/۴۷

وکتبنا علیھم فیھا ان النفس با لنفس لا والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن لا والجروح قصاص ط فمن تصدق بہ فھو کفارۃ لہ ط ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الظلمون۔☆__________ ۸/۴۸

وقفینا علیٰ اٰثارھم بعیسی ابن مریم مصدقا لما بین یدیہ من التورۃ واٰتینہ الانجیل فیہ ھدی ونور لا ومصدقا لما بین یدیہ من التوراۃ وھدی وموعظۃ للمتقین۔☆__________ ۸/۴۸

ولیحکم اھل الا نجیل بما انز ل اللہ فیہ ط و من لم یحکم بما انزل اللہ فا ولئک ھم الفا سقون ۔☆__________ ۸/۴۸

وانزلنا الیک الکتب بالحق مصدقا لما بین یدیہ من الکتب ومھیمنا علیہ فاحکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبع اھواء ھم عما جاء ک من الحق ط لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنھاجا ط ولو شاء اللہ لجعلکم امۃ واحدۃ ولکم لیبلوکم فی ما اٰتکم فا ستبقو الخیرات ط الی اللہ مرجعکم جمیعا فینبئکم بما کنتم

فيه تختلفون۔☆__________ ٨/٤٨

وان احكم بينهم بما انزل الله ولا تتبع اهواء هم واحذ رهم ان يفتنوك عن بعض ما انزل الله اليك ط فان تولوا فاعلم انما يريد الله ان يصيبهم ببعض ذنوبهم ط وان كثيرا من الناس لفسقون۔☆__________ ٨/٤٨

افحكم الجا هلية يبغون ط ومن احسن من الله حكما لقوم يوقنون ۔☆__________ ٨/٤٨

٤٣١ (٥١) يا ايها الذين اٰمنو الا تتخذوا اليهو د و النصرى اولياء م بعضهم اولياء بعض ط ومن يتولهم منكم فانه منهم ط ان الله لا يهدى القوم الظالمين ۔☆__________ ٨/٥٨

١٤٤ (٥٥) انما وليكم الله ورسوله الذين اٰمنو االذين يقيمون الصلوٰة ويؤتون الزكوٰة وهم راكعون ☆__________ ٨/٦٨

٤٥١ (٥٧) يا ايها الذين اٰمنو لا تتخذ واالذين اتخذوا دينكم هزوا ولعبا من الذين اوتوالكتب من قبلكم والكفار اولياء ج واتقوا الله ان كنتم مؤمنين ۔☆__________ ٨/٧٧

١٤٦ (٧٨) لعن الذين كفروا من بنى اسرا ئيل على لسان دا ود وعيسى ابن مريم ط ذلك بما عصوا وكا نوا يعتدون ۔☆__ ٨/٧٩

١٤٧ (٨٠۔٨١) ترى كثيرا منهم يتولون الذين كفروا ط لبئس ما قدمت لهم انفسهم ان سخط الله عليهم وفى العذاب هم خلدون۔☆__________ ٨/٧٩

ولو كانوا يؤمنون با لله والنبى وما انزل اليه ما اتخذوهم اولياء ولكن كثيرا منهم فسقون ۔☆__________ ٨/٧٩

١٤٨ (٨٩) لا يؤاخذ كم الله با للغو فى ايما نكم ولكن يؤاخذ كم بما عقدتم الايمان ج فكفارته اطعام عشرة مسكين من

اوسط ما تطعمون اهليكم او كسوتهم او تحرير رقبة ط فمن لم يجد فصيام ثلثة ايام ط ذلك كفارة ايمانكم اذا حلفتم ط واحفظوا ايمانكم ط كذلك يبين الله لكم آيته لعلكم تشكرون.☆_______ ۸۰/۸

۱۴۹ ﴿۹۶﴾ احل لكم صيد البحر وطعامه متاعا لكم وللسيارة ج وحرم عليكم صيد البر ما دمتم حرما واتقوا الله الذى اليه تحشرون.☆_______ ۸۱/۸

۱۵۰ ﴿۱۰۱﴾ يا ايها الذين آمنوا لا تسئلوا عن اشياء ان تبد لكم تسوكم ج وان تسئلوا عنها حين ينزل القرآن تبد لكم ط عفا الله عنها والله غفور حليم.☆_______ ۸۲/۸

۱۵۱ ﴿۱۰۳﴾ ما جعل الله من بحيرة ولا سائبة ولا وصيلة ولا حام ولكن الذين كفروا يفترون على الله الكذب ط واكثرهم لا يعقلون.☆_______ ۸۳/۸

۱۵۲ ﴿۱۱۰﴾ اذ قال الله يعيسى ابن مريم اذكر نعمتى عليك وعلى والدتك م اذ ايدتك بروح القدس قف تكلم الناس فى المهد وكهلا ج واذ علمتك الكتب والحكمة والتورة والانجيل ج واذ تخلق من الطين كهيئة الطير باذنى فتنفخ فيها فتكون طيرا باذنى وتبرئ الاكمه والابرص باذنى ج واذ تخرج الموتى باذنى ج واذ كففت بنى اسرائيل عنك اذ جئتهم بالبينت فقال الذين كفروا منهم ان هذا الا سحر مبين.☆_______ ۸۴/۸

سورة الانعام

بسم الله الرحمن الرحيم

۱۵۳ ﴿۱۹﴾ قل اى شئ اكبر شهادة ط قل الله قف شهيد بينى

وبینکم قف واوحی الی ھذا القراٰن لانذرکم بہ ومن بلغ ط ائنکم لتشھدون ان مع اللہ اٰلھۃ اخری ط قل لا اشھد ج قل انما ھو اللہ واحد واننی بریٓ ء مما تشرکون ۔☆________۸۲/۸

۱۵۴ ﴿۲۶﴾وھم ینھون عنہ و ینؤن عنہ ج وان یھلکون الا انفسھم وما یشعرون۔☆________۸۷/۸

۱۵۵ ﴿۳۸﴾ وما من دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم ط ما فرطنا فی الکتب من شیء ثم الیٰ ربھم یحشرون۔☆________۹۸/۸

۱۵۶ ﴿۵۷﴾ قل انی علی بینۃ من ربی و کذبتم بہ ط ماعندی ما تستعجلون بہ ط ان الحکم الا للہ ط یقص الحق وھو خیر الفاصلین ۔☆________۱۰۱/۸

۱۵۷ ﴿۵۹﴾وعندہ مفاتح الغیب لایعلمھا الاھو ط ویعلم مافی البروالبحر ط وما تسقط من ورقۃ الا یعلمھا ولا حبۃ فی ظلمت الارض ولارطب ولا یابس الا فی کتب مبین۔☆________۱۰۱/۸

۱۵۸ ﴿۶۱﴾ وھو القاھر فوق عبادہ ویرسل علیکم حفظۃ ط حتی اذا جاء احدکم الموت توفتہ رسلنا وھم لا یفرطون۔☆________۱۰۲/۸

۱۶۹ ﴿۶۸﴾واذا رایت الذین یخوضون فی اٰیتنا فاعرض عنھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ ط واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظٰلمین ۔☆________۱۰۳/۸

۱۶۰ ﴿۷۵﴾واذ قال ابراھیم لابیہ اٰزر اتتخذ اصناما اٰلھۃ ج انی اریک وقومک فی ضلل مبین۔☆________۱۰۶/۸

۱۷۱ ‹۷۹› فلما را الشمس بازغة قال هذا ربی هذا اکبر ج فلما افلت قال یقوم انی بریٓء مما تشرکون۔☆ ــــــــ ۸/۱۰۸

۱۷۲ ‹۹۲› وهذا کتب انزلنه مبرک مصدق الذی بین یدیه ولتنذر ام القری ومن حولها ط والذین یؤمنون بالاخرة یؤمنون به وهم علی صلاتهم یحافظون۔☆ ــــــــ ۸/۱۱۱

۱۷۳ ‹۱۰۲› بدیع السموات والارض ط انی یکون له ولد ولم تکن له صاحبة ط وخلق کل شیٔ ج وهو بکل شیٔ علیم۔☆ ــــ ۸/۱۱۲

۱۷۴ ‹۱۱۲› ولو اننا نزلنا الیهم الملئکة وکلمهم الموتیٰ وحشرنا علیهم کل شیٔ قبلا ما کانوا لیؤمنوا الا ان یشآء الله ولکن اکثرهم یجهلون۔☆ ــــــــ ۸/۱۱۲

۱۷۵ ‹۱۱۳› وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا شیطین الانس والجن یوحی بعضهم الی بعض زخرف القول غروراً ط ولو شآء ربک مافعلوه فذرهم وما یفترون۔☆ ــــــــ ۸/۱۱۳

۱۷۶ ‹۱۱۴› ولتصغی الیه افئدة الذین لایؤمنون بالاٰخرة ولیرضوه ولیقترفوا ما هم مقترفون۔☆ ــــــــ ۸/۱۱۴

۱۷۷ ‹۱۱۵› افغیر الله ابتغی حکما وهو الذی انزل الیکم الکتب مفصلاً ط والذین اتینهم الکتب یعلمون انه منزل من ربک بالحق فلاتکونن من الممترین۔☆ ــــــــ ۸/۱۱۵

۱۷۸ ‹۱۱۶› وتمت کلمت ربک صدقا وعدلاً ط لامبدل لکلمته ج وهو السمیع العلیم۔☆ ــــــــ ۸/۱۱۵

۱۷۹ ‹۱۱۷› وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل

اللہ ط ان یتبعون الا الظن وان ھم الا یخرصون۔☆______۸/۱۱۵

۱۸۰ 〈۱۱۹〉 فکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ ان کنتم بآیتہ مؤمنین۔☆______۸/۱۲۰

۱۸۱〈۱۴۱〉وھو الذی انشا جنت معروشت وغیر معروشت والنخل والزرع مختلفا اکلہ والزیتون والرمان متشابھا وغیر متشابہ ط کلوا من ثمرہ اذآ اثمر واٰتوا حقہ یوم حصادہ صلے ولا تسرفوا ط انہ لایحب المسرفین۔☆______۸/۱۲۱

۱۸۲ 〈۱۴۳〉ثمنیۃ ازواج ج من الضان اثنین ومن المعزاثنین ط قل ءآلذکرین حرم ام الانثیین اما اشتملت علیہ ارحام الانثیین ط نبؤنی بعلم ان کنتم صدقین ☆۔______۸/۱۲۱

۱۸۳ 〈۱۶۲〉 قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین۔☆______۸/۱۲۲

۱۸۴〈۱۶۳〉لاشریک لہ ج وبذلک امرت وانا اول المسلمین۔☆______۸/۱۲۳

سورۃ الاعراف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۸۵ 〈۲۲〉فدلھما بغرور ج فلما ذاقا الشجرۃ بدت لھما سواٰتھما وطفقا یخصفن علیھما من ورق الجنۃ ط ونادھما ربھما الم انھکما

عن تلکما الشجرۃ واقل لکما ان الشیطن لکما عدو مبین ۔☆___۸/۱۲۴

۱۸۶ ﴿۳۱﴾ یٰبنیٓ اٰدم خذوا زینتکم عند کل مسجدو کلوا واشربوا ولاتسرفوا ط انه لایحب المسرفین ۔☆___۸/۱۲۵

۱۸۷ ﴿۵۴﴾ ان ربکم اللہ الذی خلق السمٰوٰت والارض فی ستة ایام ثم استوٰی علی العرش قف یغشی الیل النهار یطلبه حثیثا لا والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامره ط الا له الخلق والامر ط تبرک اللہ رب العٰلمین ۔☆___۸/۱۳۴

۱۸۸ ﴿۵۵﴾ ادعوا ربکم تضرعاوخفیة ط انه لا یحب المعتدین ۔☆۸/۱۲۰

۱۸۹ ﴿۱۵۵﴾ واختار موسیٰ قومه سبعین رجلا لمیقاتنا ج فلما اخذتهم الرجفة قال رب لوشئت اهلکتهم من قبل وایای ط اتهلکنا بما فعل السفهاء منا ج ان هی الا فتنتک ط تضل بها من تشاء وتهدی من تشاء ط انت ولینا فاغفرلنا وارحمنا وانت خیر الغافرین ۔☆___۸/۱۲۰

۱۹۰ ﴿۱۵۷﴾ الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونه مکتوبا عندهم فی التوراۃ والانجیل ز یامرهم بالمعروف وینهٰهم عن المنکر ویحل لهم الطیبٰت ویحرم علیهم الخبٰئث ویضع عنهم اصرهم والاغلٰل التی کانت علیهم ط فالذین اٰمنوا به وعزروه ونصروه واتبعو النور الذی انزل معه لا اولٰئک هم المفلحون ۔☆___۸/۱۲۱

۱۹۱ ﴿۱۵۸﴾ قل یاایها الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا الذی له ملک السموات والارض ج لا اله الا هو یحیی ویمیت ص فاٰمنوا باللہ ورسوله النبی الامی الذی یؤمن باللہ وکلمٰته واتبعوه لعلکم تهتدون ۔☆___۸/۱۲۲

سورة الأنفال

بسم الله الرحمن الرحيم

۲۰۰ ﴿۱۲﴾ اذ یوحی ربک الی الملٰئکة انی معکم فثبتوا الذین اٰمنوا ط سالقی فی قلوب الذین کفروا الرعب فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منهم کل بنان ۔☆ ۸/۱۶۳

۲۰۱ ﴿۲۴﴾ یاایها الذین اٰمنوا استجیبوا لله وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم ج واعلموآ ان الله یحول بین المرء وقلبه وانهٓ الیه تحشرون ۔☆ ۸/۱۶۵

۲۰۲ ﴿۴۵﴾ یاَیها الذین اٰمنوا اذا لقیتم فئةً فاثبتوا واذکروا الله کثیرا لعلکم تفلحون۔☆ ۸/۱۶۵

۲۰۳ ﴿۶۴﴾ یاایها النبی حسبک الله ومن اتبعک من المؤمنین۔☆ ۸/۱۶۶

۲۰۴ ﴿۷۵﴾ والذین اٰمنوا من بعد وهاجروا جاهدوا معکم فالئک منکم ط واولوا الارحام بعضهم اولی ببعض فی کتب الله ط ان الله بکل شیء علیم ۔☆ ۸/۱۶۷

سورة التوبة

۲۰۵ ﴿۶﴾ وان احد من المشرکین استجارک فاجره حتیٰ یسمع کلٰم الله ثم ابلغه مامنهٗ ط ذلک بانهم قوم لایعلمون۔☆ ۸/۱۵۷

۲۰۶ ﴿۱۱﴾ فان تابوا واقاموا الصلوٰة واٰتوُا الزکوٰة فاخوانکم فی الدین ط ونفصل الاٰیٰت لقوم یعلمون۔☆ ۸/۱۶۷

۲۰۷ ﴿۱۲﴾ وان نکثوآ ایمانهم من بعد عهدهم وطعنوا فی دینکم فقاتلوا ائمة الکفر لا انهم لآ ایمان لهم لعلهم ینتهون ۔☆ ۸/۱۶۸

۲۰۷ (۱۸) انما یعمر مسٰجد اللہ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر واقام الصلوٰۃ واٰتی الزکوٰۃ ولم یخش الا اللہ فعسٰیٓ اولٰئک ان یکونوا من المهتدین۔☆ ________ ۱۷۸/۸

۲۰۹ (۲۳) یٰآیها الذین اٰمنوا لاتتخذوٓا اٰبآء کم واخوانکم اولیآء ان استحبوا الکفر علی الایمان ط ومن یتولهم منکم فاولٰٓئک هم الظٰلمون۔☆ ________ ۱۸۱/۸

۲۱۰ (۲۴) قل ان کان اٰبآؤ کم وابنآؤ کم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال ن اقترفتموها وتجارۃ تخشون کسادها ومسٰکن ترضونها احب الیکم من اللہ ورسوله وجهادٍ فی سبیله فتربصوا حتیٰ یاتی اللہ بامره ط واللہ لایهدی القوم الفٰسقین۔☆ ________ ۱۸۱/۸

۲۱۱ (۲۴) قل ان کان اٰبآؤ کم وابنآؤ کم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال ن اقترفتموها وتجارۃ تخشون کسادها ومسٰکن ترضونها احب الیکم من اللہ ورسوله وجهادٍ فی سبیله فتربصوا حتیٰ یاتی اللہ بامره ط واللہ لایهدی القوم الفٰسقین۔☆ ________ ۱۸۱/۸

۲۱۲ (۲۹) قاتلوا الذین لایؤمنون باللہ ولا بالیوم الاٰخر ولایحرمون ماحرم اللہ ورسوله ولایدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتاب حتیٰ یعطوا الجزیۃ عن یدٍ وهم صاغرون۔☆ ________ ۱۸۳/۸

۲۱۳ (۳۴) یٰایها الذین اٰمنوٓا ان کثیراً من الاحبار والرهبان لیاکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ ط والذین یکنزون الذهب والفضۃ ولاینفقونها فی سبیل اللہ لا فبشرهم بعذاب الیم۔☆ ـ ۲۴۰/۸

۲۱۴ (۳۵) یوم یحمی علیها فی نار جهنم فتکوی بها جباههم وجنوبهم وظهورهم ط هذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون۔☆ ـــ ۲۴۰/۸

وظهورهم ط هذا ما كنزتم لانفسكم فذوقوا ما كنتم تكنزون ۔☆___/ ۲۴۰

۲۱۵ ﴿۳۶﴾ان عدة الشهور عندالله اثنا عشر شهراً فى كتٰب الله يوم خلق السمٰوٰت والارض منهآ اربعة حرم ط ذلك الدين القيم لا فلا تظلموا فيهن انفسكم قف وقاتلوا المشركين كآفةً كما يقاتلونكم كافةً ط واعلمآ ان الله مع المتقين ۔☆___ ۸/ ۲۴۹

۲۱۶ ﴿۵۴﴾ومامنعهم ان تقبل منهم نفقٰتهم الآ انهم كفروا بالله وبرسوله ولاياتون الصلوة الا وهم كسالىٰ ولاينفقون الّا وهم كٰرهون۔ ☆_ ۸/ ۲۵۱

۲۱۷ ﴿۵۹﴾ ولو انهم رضوا مآ اٰتٰهم الله ورسوله لا وقالوا حسبنا الله سيؤتينا الله من فضله ورسوله لا انآالى الله راغبون۔☆___ ۸/ ۲۵۲

۲۱۸ ﴿۶۰﴾انما الصدقت للفقراء والمسكين والعملين عليها و المولفة قلوبهم وفى الرقاب والغرمين وفى سبيل الله وابن السبيل ط فريضة من الله ط والله عليم حكيم ۔☆___ ۸/ ۲۵۲

۲۱۹ ﴿۶۱﴾ومنهم الذين يؤذون النبى ويقولون هو اذن ط قل اذن خيرلكم يؤمن بالله ويؤمن للمؤمنين ورحمة للذين اٰمنوا منكم ط والذين يؤذون رسول الله لهم عذاب اليم۔☆___ ۸/ ۲۵۴

۲۲۰ ﴿۶۵﴾ولئن سالتهم ليقولن انما كنا نخوض ونلعب ط قل اباالله واٰيٰته ورسوله كنتم تستهزء ون۔☆___ ۸/ ۲۵۵

۲۲۱ ﴿۶۶﴾لاتعتذروا قد كفرتم بعد ايمانكم ط ان نعف عن طآئفة منكم نعذب طآئفة بانهم كانوا مجرمين۔☆___ ۸/ ۲۵۷

۲۲۲ ﴿۷۴﴾يحلفون بالله ماقالواط ولقد قالوا كلمة الكفر و كفروا بعد اسلامهم وهموا بمالم ينالوا ج ومانقموآ الآ ان اغنٰهم الله ورسوله من فضله ج فان يتوبوا يك خيراً لهم ج وان يتولوا يعذبهم الله عذابا اليما لا

فی الدنیا والاٰخرۃ ج وما لھم فی الارض من ولی ولانصیر۔☆___۸/۲۵۹

۲۲۳ ‹۷۷›فاعقبھم نفاقا فی قلوبھم الیٰ یوم یلقونہ بمآ اخلفوا اللہ ماوعدوہ وبما کانوا یکذبون۔☆___۸/۲۶۵

۲۲۴ ‹۸۴›ولاتصل علیٰٓ احد منھم مات ابداً ولاتقم علی قبرہ ط انھم کفروا باللہ ورسولہ وماتوا وھم فٰسقون۔☆___۸/۲۶۷

۲۲۵ ‹۹۵›سیحلفون باللہ لکم اذا انقلبتم الیھم لتعرضوا عنھم ط فاعرضوا عنھم ط انھم رجس ز وماوٰھم جھنم ج جزآء بما کانوا یکسبون۔☆___۸/۲۶۸

۲۲۶ ‹۹۶›یحلفون لکم لترضوا عنھم ج فان ترضوا عنھم فان اللہ لایرضیٰ عن القوم الفٰسقین۔☆___۸/۲۶۸

۲۲۷ ‹۹۹›ومن الاعراب من یؤمن باللہ والیوم الاٰخر ویتخذ ماینفق قربٰتٍ عند اللہ وصلوٰت الرسول ط الآ انھا قربۃ لھم ط سیدخلھم اللہ فی رحمتہٖ ط ان اللہ غفور رحیم۔☆___۸/۲۶۸

۲۲۸ ‹۱۰۳›خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا وصل علیھم ط ان صلوٰتک سکن لھم ط واللہ سمیع علیم۔☆___۸/۲۷۳

۲۲۹ ‹۱۰۷›والذین اتخذوا مسجدا ضرارا و کفرا وتفریقا بین المؤمنین وارصادا لمن حارب اللہ ورسولہ من قبل ط ولیحلفن ان اردنآ الا الحسنیٰ ط واللہ یشھد انھم لکٰذبون۔☆___۸/۲۷۳

۲۳۰ ‹۱۰۸› لاتقم فیہ ابداً ط لمسجد اسس علی التقوی من اول یوم احق ان تقوم فیہ ط فیہ رجال یحبون ان یتطھروا واللہ یحب المطھرین۔☆___۸/۲۷۴

۲۳۱ ‹۱۰۹›افمن اسس بنیانہ علی تقوی من اللہ ورضوان خیر ام من

اسس بنیانه علی شفا جرف هار فانهار به فی نار جهنم ط والله لایهدی القوم الظٰلمین۔☆__________/۲۷۴

۲۳۲ ‹۱۱۳› ماکان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربیٰ من بعد ماتبین لهم انهم اصحٰب الجحیم۔☆__۸/۲۷۶

۲۳۳ ‹۱۱۷› لقد تاب الله علی النبی والمهٰجرین والانصار الذین اتبعوه فی ساعة العسرة من بعد ما کاد یزیغ قلوب فریق منهم ثم تاب علیهم انه بهم رؤف رحیم ۔☆__________۸/۲۷۹

۲۳۴ ‹۱۱۸› وعلی الثلٰثة الذین خلفوا ط حتیٰ اذا ضاقت علیهم الارض بمارحبت وضاقت علیهم انفسهم وظنوا ان لا ملجا من الله الا الیه ط ثم تاب علیهم لیتوبوا ط ان الله هو التواب الرحیم۔☆____/۲۷۹

۲۳۵ ‹۱۲۰› ماکان لاهل المدینة ومن حولهم من الاعراب ان یتخلفوا عن رسول الله ولایرغبوا بانفسهم عن نفسه ط ذلک بانهم لایصیبهم ظما ولانصب ولامخمصة فی سبیل الله ولایطئون موطئا یغیظ الکفار ولاینالون من عدو نیلا الا کتب لهم به عمل صالح ط ان الله لایضیع اجرالمحسنین۔☆__________۸/۲۹۲

۲۳۶ ‹۱۲۲› وماکان المؤمنون لینفروا کآفة ط فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیتفقهوا فی الدین ولینذروا قومهم اذا رجعوا الیهم لعلهم یحذرون۔☆__________۸/۲۹۳

۲۳۷ ‹۱۲۳› یٰایها الذین اٰمنوا قاتلوا الذین یلونکم من الکفار ولیجدوا فیکم غلظة ط واعلموا ان الله مع المتقین۔☆__________۸/۲۹۴

۲۳۸ ‹۱۲۸› لقد جآء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ماعنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم۔☆__________۸/۲۹۵

سورۃ یونس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۳۹ 〈۲۶〉 للذین احسن الحسنیٰ وزیادۃ ط ولا یرھق وجوھھم قتر ولاذلۃ ط اولٓئک اصحٰب الجنۃ ج ھم فیھا خٰلدون ۔☆ ______ ۲۹۶/۸

۲۴۰ 〈۳۱〉 قل من یرزقکم من السمآء والارض امن یملک السمع والابصار ومن یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی ومن یدبر الامر ط فسیقولون اللہ ج فقل افلا تتقون ۔☆ ______ ۲۹۸/۸

سورۃ ھود

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۴۱ 〈۴〉 الی اللہ مرجعکم ج وھو علی کل شیٔ قدیر ۔☆ ______ ۳۰۰/۸

۲۴۲ 〈۱۸〉 ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذباً ط اولٓئک یعرضون علیٰ ربھم ویقول الاشھاد ھٰؤلآء الذین کذبوا علی ربھم ج الا لعنۃ اللہ علی الظٰلمین ۔☆ ______ ۳۰۱/۸

۲۴۳ 〈۳۱〉 ولآ اقول لکم عندی خزآئن اللہ ولآ اعلم الغیب ولآ اقول انی ملک قف ولآ اقول للذین تزدریٓ اعینکم لن یؤتیھم اللہ خیراً ط اللہ اعلم بما فی انفسھم ج انیٓ اذًا لمن الظٰلمین ۔☆ ______ ۳۰۲/۸

۲۴۴ 〈۱۱۱〉 وان کلاً لما لیوفینھم ربک اعمالھم ط انہ بما یعملون خبیر ۔☆ ______ ۳۰۶/۸

سورۃ یوسف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۴۵ 〈۲۳〉 وراودته التی هو فی بیتها عن نفسه وغلقت الابواب وقالت هیت لک ط قال معاذالله انه ربی احسن مثوایَ ط انه لایفلح الظلمون۔☆________ ۳۰۸/۸

۲۴۶ 〈۴۲〉وقال للذی ظن انه ناج منهما اذکرنی عند ربک فانسٰه الشیطٰن ذکر ربه فلبث فی السجن بضع سنین ۔☆________ ۳۰۸/۸

۲۴۷ 〈۵۹〉ولما جهزهم بجهازهم قال ائتونی باخ لکم من ابیکم ج الا ترون انیّ اوفی الکیل وانا خیر المنزلین ۔☆________ ۳۰۹/۸

۲۴۸ 〈۱۰۳〉ومآ اکثرالناس ولو حرصت بمؤمنین ۔☆________ ۳۱۰/۸

۲۴۹ 〈۱۰۹〉 ومآ ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحیّ الیهم من اهل القرٰی ط افلم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبة الذین من قبلهم ط ولدار الاٰخرة خیرللذین ا تقوا ط افلا تعقلون۔☆________ ۳۱۱/۸

سورة الرعد

بسم الله الرحمن الرحیم

۲۵۰ 〈۱۱〉له معقبٰت من بین یدیه ومن خلفه یحفظونه من امر الله ط ان الله لایغیر مابقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسهم ط واذآ اراد الله بقوم سوٓءً فلامرد له ج وما لهم من دونه من وال ۔☆________ ۳۱۲/۸

سورة ابراهیم

بسم الله الرحمن الرحیم

۲۵۱ 〈۴۸〉یوم تبدل الارض غیرالارض والسمٰوٰت وبرزوا لله الواحد القهار۔☆________ ۳۱۵/۸

سورة الحجر

بسم الله الرحمن الرحیم

سورة النحل

بسم الله الرحمن الرحیم

۲۵۹ ﴿۱۱۶﴾ ولاتقولوا لما تصف السنتکم الکذب هذا حلٰل وهذا حرام لتفتروا علی الله الکذب ط ان الذین یفترون علی الله الکذب لایفلحون ☆ ـــــــ ۸/۳۳۴

۲۶۰ ﴿۱۱۷﴾ متاع قلیل ص ولهم عذاب الیم ☆ ـــــــ ۸/۳۳۴

سورة الاسراء

بسم الله الرحمن الرحیم

۲۶۱ ﴿۱۲﴾ وجعلنا الیل والنهار اٰیتین فمحونآ اٰیة الیل وجعلنآ اٰیة النهار مبصرةً لتبتغوا فضلا من ربکم ولتعلموا عدد السنین والحساب ط وکل شیء فصلنٰه تفصیلاً ☆ ـــــــ ۸/۳۳۸

۲۶۲ ﴿۱۵﴾ من اهتدٰی فانما یهتدی لنفسه ج ومن ضل فانما یضل علیها ط ولاتزر وازرة وزراخرٰی ط وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولاً ☆ ـــــــ ۸/۳۳۹

۲۶۳ ﴿۲۴﴾ واخفض لهما جناح الذل من الرحمة وقل رب ارحمهما کماربیٰنی صغیراً ☆ ـــــــ ۸/۳۵۳

۲۶۴ ﴿۲۶﴾ واٰت ذالقربیٰ حقه والمسکین وابن السبیل ولاتبذر تبذیراً ☆ ـــــــ ۸/۳۵۴

۲۶۵ ﴿۲۷﴾ ان المبذرین کانوآ اخوان الشیٰطین ط وکان الشیطٰن لربه کفوراً ☆ ـــــــ ۸/۳۵۴

۲۶۶ ﴿۴۴﴾ تسبح له السمٰوٰت السبع والارض ومن فیهن ط وان من شیء الا یسبح بحمده ولٰکن لاتفقهون تسبیحهم ط انه کان حلیما غفوراً ☆ ـــــــ ۸/۳۵۸

۲۶۷ ﴿۵۷﴾ اولٰئک الذین یدعون یبتغون الیٰ ربهم الوسیلة ایهم اقرب ویرجون رحمته ویخافون عذابه ط ان عذاب ربک کان محذوراً ☆ ـــــــ ۸/۳۶۰

سورۃ الکھف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کنزلهما وکان ابوهما صالحًا ج فاراد ربک ان یبلغآ اشدهما ویستخرجا کنزهما صلے رحمةً من ربک ج وما فعلته عن امری ط ذلک تاویل مالم تستطع علیه صبرًا۔☆ ________ ۸/۳۸۹

سورة مریم

بسم الله الرحمٰن الرحیم

۲۹۳ ﴿۱۹﴾قال انمآ انا رسول ربک صلے لاهب لک غلٰمًا زکیًا۔☆۸/۳۹۳

۲۹۴ ﴿۲۰﴾قالت انیٰ یکون لی غلٰم ولم یمسسنی بشر ولم اک بغیًا۔☆ ________ ۸/۳۹۳

۲۹۵ ﴿۲۱﴾ قال کذلک ج قال ربک هو علی هین ج ولنجعلهٗ ایةً للناس ورحمةً منا ج وکان امرًا مقضیًا۔☆ ________ ۸/۳۹۳

۲۹۶ ﴿۳۱﴾وجعلنی مبرکا این ما کنت ص واوصٰنی بالصلوٰة والزکوٰة ما دمت حیًا۔☆ ________ ۸/۳۹۵

۲۹۷ ﴿۳۵﴾ما کان الله ان یتخذ ولدا سبحنه ط اذا قضیٰ امرا فانما یقول له کن فیکون۔☆ ________ ۸/۳۹۵

۲۹۸ ﴿۵۷﴾ورفعنه مکانًا علیًا۔☆ ________ ۸/۳۹۶

﴿۵۹﴾فخلف من بعد هم خلف اضاعوا الصلوٰة واتبعوا الشهوت فسوف یلقون غیا۔☆ ________ ۳۹۷/

۲۹۹ ﴿۸۷﴾لایملکون الشفاعة الا من اتخذ عند الرحمٰن عهدًا۔☆ ________ ۸/۳۹۸

سورة طه

بسم الله الرحمٰن الرحیم

۳۰۰ ﴿۵﴾الرحمٰن علی العرش استوٰی۔☆ ________ ۸/۳۹۹

۳۰۱ ﴿۵۵﴾منها خلقنکم وفیها نعیدکم ومنها نخرجکم تارةً

اخریٰ۔☆________________________________۸/۲۰۰

۳۰۲ ﴿۱۰۸﴾یومئذ یتبعون الداعی لاعوج له ج وخشعت الاصوات للرحمٰن فلاتسمع الا همسًا۔☆________________________________۸/۲۰۲

۳۰۳ ﴿۱۲۶﴾قال كذلك اتتک اٰیتنا فنسیتها ج وكذلك الیوم تنسٰی۔☆________________________________۸/۲۰۵

۳۰۴ ﴿۱۳۰﴾فاصبر علی ما یقولون وسبح بحمدربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبها ج اٰناء الیل فسبح واطراف النهار لعلک ترضٰی۔☆________________________________۸/۲۰۵

سورة الانبیاء

بسم الله الرحمٰن الرحیم

۳۰۵ ﴿۷﴾وما ارسلنا قبلک الا رجالا نوحیٓ الیهم فسئلوآ اهل الذكر ان كنتم لاتعلمون۔☆________________________________۸/۲۰۸

۳۰۶ ﴿۲۳﴾لایسئل عما یفعل وهم یسئلون۔☆________________________________/۲۰۸

۳۰۷ ﴿۳۳﴾وهو الذی خلق الیل والنهار والشمس والقمر ط كل فی فلک یسبحون۔☆________________________________۸/۲۰۹

۳۰۸ ﴿۳۵﴾كل نفس ذآئقة الموت ط ونبلوكم بالشر والخیر فتنةً ط والینا ترجعون۔☆________________________________۲۱۰

۳۰۹ ﴿۴۷﴾ونضع الموازین القسط لیوم القیمة فلاتظلم نفس شیئا ط و ان كان مثقال حبة من خردل اتینا بها ط وكفی بنا حاسبین۔☆________________________________۲۱

۳۱۰ ﴿۱۰۱﴾ان الذین سبقت لهم منا الحسنٰی اولٓئک عنها مبعدون۔☆________________________________۸/۲۱۱

۳۱۱ ﴿۱۰۲﴾لایسمعون حسیسها ج وهم فی ما اشتهت انفسهم خلدون۔☆________________________________۸/۲۱۱

سورۃ النور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۳۳۶ ﴿۱۷﴾یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہٖ ابدًا ان کنتم مؤمنین۔☆۸/۲۷۷

۳۳۷ ﴿۱۹﴾ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین اٰمنوا لھم عذاب الیم لا فی الدنیا والاٰخرۃ ط واللہ یعلم وانتم لا تعلمون۔☆۸/۲۷۷

۳۳۸ ﴿۲۷﴾یٰایھا الذین اٰمنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتّٰی تستانسوا وتسلموا علٰی اھلھا ط ذٰلکم خیر لکم لعلکم تذکرون۔☆______۸/۲۸۰

۳۳۹ ﴿۳۲﴾وانکحوا الایامٰی منکم والصّٰلحین من عبادکم وامآئکم ط ان یکونوا فقرآء یغنھم اللہ من فضلہٖ ط واللہ واسع علیم۔☆______۸/۲۸۱

۳۴۰ ﴿۳۳﴾ولیستعفف الذین لا یجدون نکاحًا حتّٰی یغنیھم اللہ من فضلہٖ ط والذین یبتغون الکتٰب مما ملکت ایمانکم فکاتبوھم ان علمتم فیھم خیرًا صلے واٰتوھم من مال اللہ الذیٓ اٰتکم ط ولا تکرھوا فتیٰتکم علی البغآء ان اردن تحصنا لتبتغوا عرض الحیٰوۃ الدنیا ط ومن یکرھھن فان اللہ من بعد اکراھھن غفور رحیم ______۸/☆۲۸۲

۳۴۱ ﴿۳۶﴾فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمہ لا یسبح لہ فیھا بالغدو والاٰصال۔☆______۸/۲۸۳

۳۴۲ ﴿۴۴﴾یقلب اللہ الیل والنھار ط ان فی ذٰلک لعبرۃ لاولی الابصار۔☆______۸/۲۸۴

۳۴۳ ﴿۶۱﴾لیس علی الاعمٰی حرج ولا علی الاعرج حرج ولا علی المریض حرج ولا علٰی انفسکم ان تاکلوا من بیوتکم او بیوت اٰبآئکم او بیوت امھٰتکم او بیوت اخوانکم او بیوت اخوٰتکم او بیوت اعمامکم او بیوت عمّٰتکم او بیوت اخوالکم او بیوت خٰلٰتکم او ما ملکتم مفاتحہ او صدیقکم ط لیس علیکم جناح ان تاکلوا جمیعا او اشتاتا ط فاذا دخلتم بیوتا فسلموا علٰی انفسکم تحیۃ من عند اللہ مبٰرکۃ طیبۃ ط کذٰلک یبین اللہ لکم الاٰیٰت لعلکم تعقلون۔☆______۸/۲۸۵

سورة الفرقان

بسم الله الرحمن الرحيم

شیخ الاسلام الامام الحافظ عماد الدین محمد بن اسماعیل رحمہ اللہ تعالیٰ

المعروف

امام ابنِ کثیر

مترجم

ابوثوبان سید محمد اسد اللہ اسد

(فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور)